شمارہ نمبر ۹

سالنامہ تجلیات رضا کا

داعیانِ فکر رضا نمبر

یعنی

مبلغ فکر رضا حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری کراچی

ترجمان فکر رضا حضرت علامہ حافظ محمد حنیف منظری بولٹن (یو۔کے)

ناشر فکر رضا حضرت مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں برکاتی بریلوی

کی حیات اور دینی و مسلکی خدمات کا تذکرہ

امام احمد رضا اکیڈمی

بریلی شریف، یوپی

بفیوض روحانی
امام المشائخ تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محی الدین آل رحمن
محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان
بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان
مظہر مفتی اعظم حضرت علامہ تحسین رضا خاں قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان
شمارہ نمبر ۹
سالنامہ تجلیات رضا کا
میثم قادری
داعیانِ فکر رضا نمبر
امین ملت حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں
سرپرست اعلیٰ
مدظلہ العالی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ
مدیر مسئول
عبد السلام رضوی
Mob: 9927499544
مدیر اعلیٰ
محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
Mob: 9412489368
مدیر معاون
صغیر اختر مصباحی
Mob: 9412489367
امام احمد رضا اکیڈمی
بریلی شریف، یوپی
IMAM AHMED RAZA ACADEMY
Swalehnagar, Rampur Road, Bareilly (U.P.)
Mob:. 8410236467, 9760381629

مرتب: محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

کمپوزرس: مولوی محمد عفیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد شان رضا نوری

صفحات: 512

تعداد: (گیارہ سو ۱۱۰۰)

اشاعت بار اول: ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء

ملنے کے پتہ

- امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف
- جامعہ احسن البرکات مارہرہ مقدسہ
- جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف
- جماعت رضائے مصطفیٰ بولٹن (یو۔کے)
- جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف
- جامعۃ الرضا مرکز نگر متھرا پور بریلی شریف
- آستانہ عالیہ برکاتیہ رضویہ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی
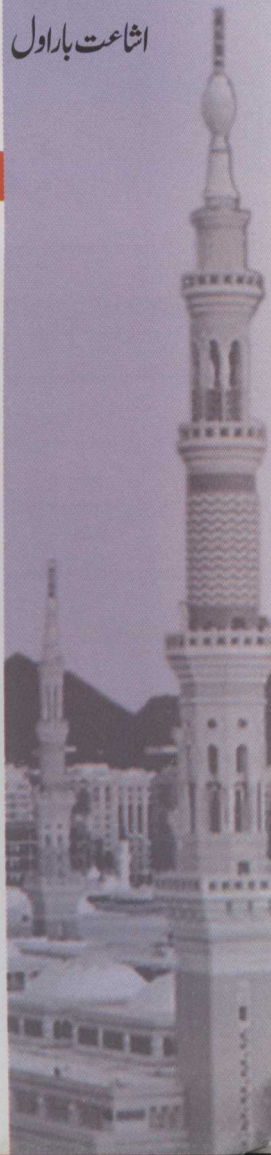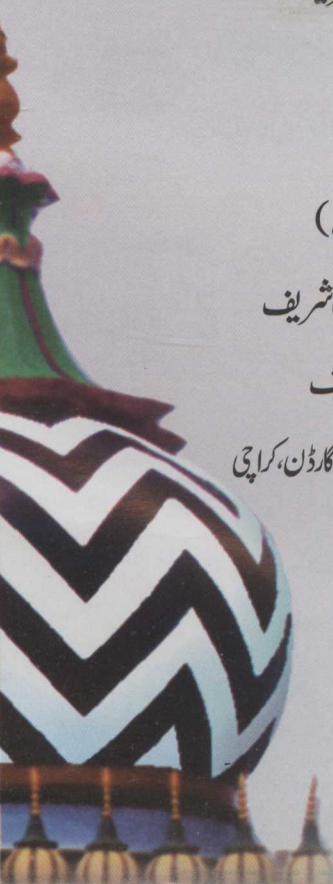
شرف انتساب

ان تینوں اداروں کے نام

جن کے چشمہ صافی سے سیراب ہو کر

حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری، حضرت علامہ محمد حنیف منظری اور حضرت مولانا محمد منیف رضا برکاتی نوری

علیھم الرحمۃ والرضوان

مبلغ فکر رضا، ترجمان فکر رضا اور ناشر فکر رضا

کے القاب سے موسوم کیے گئے

یعنی

یادگار صدر الشریعہ، دار العلوم امجدیہ کراچی، پاکستان

یادگار رضا جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران، بریلی شریف

یادگار مفتی اعظم، جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف

اللہ رب العزت جل جلالہ، ان تینوں مادران علمی کو شب وروز

عروج وارتقا کے منازل سے ہمکنار فرمائے

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مرتب
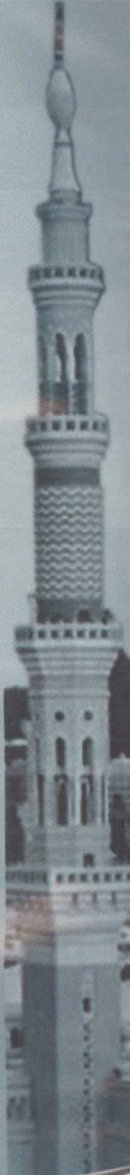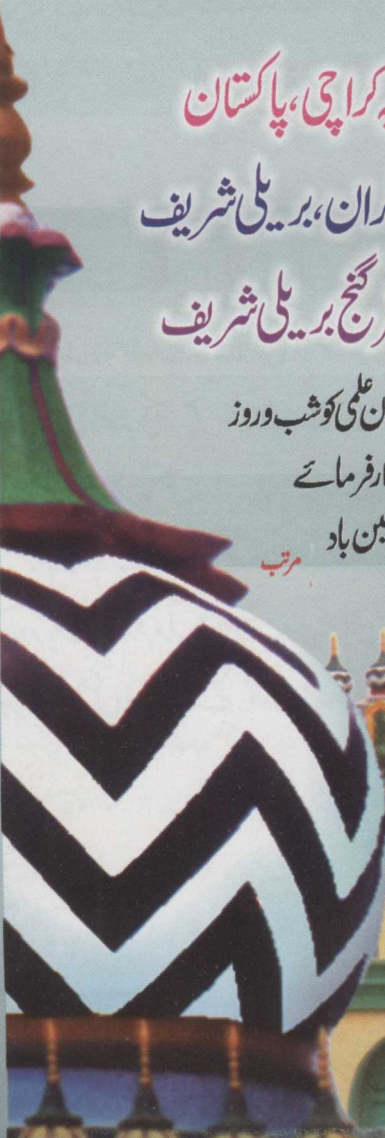
تعزیت نامہ

منجانب: شہزادۂ احسن العلماء حضور امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

(مرشد گرامی مولانا محمد منیف رضا مرحوم)

محترم مفتی حنیف صاحب قبلہ..................سلام مسنون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا اور صحت مند رکھے۔آپ کے فرزندار جمند مرحوم مولانا منیف رضا خاں کی وفات کی خبر سے ہم سب اراکین خاندان برکات کو جو صدمہ ہوا ہے اس کو لفظوں کا پیرہن نہیں پہنایا جاسکتا،بس اس جواں سال کے سانحۂ ارتحال پر افسوس کیا جاسکتا ہے۔حق تو یہ ہے کہ مشیت خداوندی میں ہم بندوں کا کوئی دخل نہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور صالح بندوں کو جلدی ہی اپنا محبوب کر لیتا ہے۔ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ ایسے لائق و فائق،فعال و متحرک، تنظیمی و تحریکی مزاج رکھنے والے،حلیم،خوش اخلاق اور سعادت آثار فرزند کم عمری میں ہم سے رخصت ہو گئے جن کی ہمیں اس وقت بہت ضرورت تھی۔ہم اس نقصان کو سواد اعظم کا براہِ راست نقصان تصور کرتے ہوئے قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مرحوم اپنی خدمات اور اپنے تخلیقی اور تحریکی کاموں سے ہمیشہ ہمارے بیچ زندہ رہیں گے۔فتاویٰ رضویہ کی تزئین اور اشاعت کے مراحل میں جو ان کی خدمات رہی ہیں وہ قابل تحسین ہیں اور جب جب فتاویٰ رضویہ کی جدید شکل ہمارے سامنے آئے گی مرحوم کو یاد کیا جاتا رہے گا۔

ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ سب کو ان کا نعم البدل عطا فرماتے ہوئے اس عظیم صدمے کو برداشت کرنے کی قوت و صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دعاگو

سید محمد امین قادری

سجادہ نشین خانقاہِ برکاتیہ،مارہرہ شریف

وتمام اراکین ومتوسلین خانقاہِ برکاتیہ،مارہرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

احوال واقعی

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

عزیز القدر ناشر فکر رضا حافظ مولوی محمد منیف رضا خاں مرحوم و مغفور کے انتقال پر ملال کے بعد جو صدمۂ جاں کاہ پہنچا اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے، مگر الحمد للہ میں نے بتوفیق الٰہی صبر سے کام لیا اور ان کی والدہ ماجدہ کو صبر کی تلقین کرتا ہوا دہلی سے بریلی تک کا سفر کیا، مولوی محمد منیف رضا مرحوم کی نعش ایمبولینس کے ذریعہ ان کے چچا حافظ محمد امیر خاں وغیرہ لے کر دہلی سے چلے اور ہم ایک دوسری کار سے بریلی آئے، ایک ہفتہ تک تو میں سب کو صبر کی تلقین کرتا رہا اور ٹھیک رہا، مگر راتوں کی نیند غائب ہوگئی تھی، نتیجہ کے طور پر میں سخت بیمار ہوگیا، ایسا کہ مجھے ایسی بیماری اپنے بارے میں یاد نہیں۔ شبہہ تھا کہ میں بھی ہارٹ کے مرض میں مبتلا ہوگیا ہوں، مختلف جانچوں کے بعد معلوم ہوا کہ گیس کا دورہ قلب پر شدید ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ الحمد للہ دعاؤں اور دواؤں کے ذریعہ پانچ چھ دن میں طبیعت سنبھلی تو اب خیال آیا کہ مرحوم محمد منیف رضا نے اپنی مختصر سی عمر میں امام احمد رضا اکیڈمی اور رضویات کی جو خدمات انجام دی ہیں ان میں سے کچھ کو چالیسویں تک کتابچہ کے ذریعہ منظر عام پر لایا جائے تاکہ ان کی دینی خدمات پڑھ کر ان کو لوگ دعائے خیر میں یاد کرتے رہیں۔

احباب اور ان کے اساتذہ سے میں نے اس کا ذکر کیا، سب نے میری آواز پر لبیک کہا، چنانچہ پندرہ دن کی خاموشی کے بعد کام شروع ہوا۔

اسی درمیان بولٹن (یو۔کے) سے حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب کا فون خیریت معلوم کرنے کے سلسلہ میں آیا جو برابر کرم فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے اس بابت مشورہ کیا اور محمد منیف رضا مرحوم کی جوان سے بالمشافہ ملاقات ہوئی یا فون پر گفتگو رہتی تھی ان یادوں کے لکھنے کو عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ ترجمان فکر رضا حضرت علامہ محمد حنیف صاحب سرپرست جماعت رضائے مصطفیٰ بولٹن جو محمد منیف رضا کے لیے حرمین طیبین میں دعائے صحت اور پھر دعائے مغفرت کرتے کرتے حرم مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، ان کے لیے بھی اس کتابچہ میں ایک گوشہ ہوجائے تو اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا بہت خوب آپ نے توجہ دلائی، مگر اس کے لیے آپ حضرات کا تعاون ضروری ہے کہ آپ لوگ ہی ان پر لکھ سکتے ہیں، انہوں نے فوراً وعدہ فرمایا، اور کام شروع کردیا۔

میں اور میرے ساتھ بہت سے حضرات اسی کام میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت مولانا مفتی محمد یونس صاحب سابق پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی شریف کا فون آیا کہ میں ان دنوں رانچی بہار میں تھا، لہذا تعزیت میں تاخیر ہوئی اور میں جنازے میں بھی نہیں پہنچ سکا ہوں، اب منیف رضا مرحوم پر کچھ لکھ کر بھیج رہا ہوں، آپ کوئی کتابچہ نہ نکال کر اکیڈمی کے سالنامہ "تجلیات رضا" کو اس سال ان کے لیے ہی خاص کر دیں۔ میری توجہ پتہ نہیں اس طرف کیوں نہیں ہو سکی تھی، ان کے کہنے پر فوراً خیال آیا اور ان کے مشورہ پر اب تجلیات رضا کے نمبر کا پروگرام بن گیا۔

میں نے مولانا نظام الدین صاحب کو فون پر بتایا کہ اب ارادہ اس طرح ہے اور آپ نے اپنے مضمون میں حضرت علامہ محمد حنیف علیہ الرحمہ کو" ترجمان فکر رضا" لکھا ہے، لہذا اب یہ تجلیات رضا کا نمبر کس کے نام سے رہے، علامہ محمد حنیف صاحب کے لیے تو "ترجمان فکر رضا"، لیکن محمد منیف رضا کے لیے آپ کی کیا رائے ہے، اگرچہ میں نے پہلے سے ایک نام سوچ لیا تھا، لیکن ان سے مشورہ پر ان کی زبان سے بھی وہی نکلا "ناشر فکر رضا" میں نے اپنی تجویز بھی یہی رکھی تو بہت خوش ہوئے، اور "تجلیات رضا" کا یہ نمبر "ترجمان فکر رضا" اور " ناشر فکر رضا" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

ابھی غالباً ۲۴ر جنوری کی صبح مجھے یہ خیال آیا کہ میرے ایک دیرینہ کرم فرما جن کا انتقال بھی اسی سال ہوا ہے اور میں ان پر فتاویٰ رضویہ کی ترتیب واشاعت میں انہماک کی وجہ سے کچھ نہیں لکھ سکا، یعنی حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قادری کراچی علیہ الرحمہ، کیوں نہ اس میں ان کو بھی شامل کیا جائے، اور پھر میں نے اس عزم کا اظہار اپنے احباب سے کیا تو سب نے تائید کی اور بہت سراہا، لہذا مذکورہ دونوں القاب "ترجمان فکر رضا" اور "ناشر فکر رضا" کے تناظر میں ان کا لقب احباب کے مشورہ سے "مبلغ فکر رضا" تجویز ہوا، لہذا اب ان تین نفوس کی خدمات دینیہ پر تجلیات رضا کا خصوصی شمارہ۔

"مبلغ فکر رضا، ترجمان فکر رضا اور ناشر فکر رضا" کے نام سے موسوم رہے گا۔ لیکن ہم اختصار کے پیش نظر سب کو جامع ایک ایسا نام بھی تجویز کر رہے ہیں جو ٹائٹل پر جلی حروف میں لکھا جا سکے، اور وہ ہے "داعیان فکر رضا نمبر"

حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا وصال
اہل سنت کے لیے عظیم نقصان

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

"مبلغ فکر رضا" حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے تعلق سے اس وقت میں ان کی تصانیف میں سے کسی تصنیف کے علمی پہلوؤں پر تو روشنی ڈالنے، اور اپنا مقالہ پیش کرنے سے معذور ہوں کہ وقت نہایت کم اور کام

بہت زیادہ ہیں، کیوں کہ یہ شمارہ پریس جانے میں اب صرف دو دن باقی ہیں، انہی دو دنوں میں مجھے مکمل مضامین پڑھنا، تصحیح کرنا اور مرتب کرنا ہیں۔ لیکن حضرت موصوف سے متعلق میری اپنی کچھ یادیں اور باتیں ہیں جن کو مختصراً صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہا ہوں۔

۲۰۰۴ء کی بات ہے جب میں حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوا، اس سال مبلغ فکر رضا حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی حرم پاک میں حاضر تھے، احباب سے معلوم ہوا کہ آج حرم محترم میں ایک جگہ حضرت کی تقریر ہے، جہاں پاک وہند کے بہت سے احباب اہل سنت جمع ہوں گے، آپ کو اگر وقت ہو تو چلیں، میں نے عرض کیا: یہ تو میرے لیے نہایت سعادت کی بات ہے، کہ ایک عالم ربانی سے ملاقات اور پھر ان کا خطاب سننے کا موقع ملے گا۔

نام سے تو واقف تھا مگر ملاقات کا کبھی شرف حاصل نہیں ہوا تھا، اس موقع پر کچھ اور شخصیات سے بھی حرم شریف میں ملاقات کا شرف حاصل ہو چکا تھا، جن سے فون پر تو رابطہ تھا مگر ملاقات نہیں ہوئی تھی، ان میں خاص طور پر حضرت مفتی محمد عباس صاحب مفتی اوقاف دبئی، حضرت مولانا محمد اقبال صاحب بولٹن (یو۔کے) تھے۔

غرض کہ میں ان حضرات کی معیت میں اس ہال میں پہنچا جہاں حضرت مبلغ فکر رضا کے خطاب کے لیے مجلس سجی ہوئی تھی، اور آپ کا خطاب ہو رہا تھا۔ جم غفیر سے پورا ہال بھرا ہوا تھا، جہاں جگہ ملی اس گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا، خطاب موقع کی مناسبت سے مناسک حج سے متعلق تھا اور نہایت انمول معلومات سے آپ نے سامعین کو محظوظ فرمایا، پورا مجمع ہمہ تن گوش سنتا رہا، جب مجلس اختتام کو پہنچی اور آپ فارغ ہوئے تو بغیر کسی سابقہ ملاقات کے میرا نام لے کر سامعین کو متوجہ کیا اور اپنے پاس بلا کر نہایت شفقت بھرے انداز میں گلے سے لگایا اور پھر احوال وکوائف معلوم کیے، اندازہ ہوا کہ حضرت بھی اس ناچیز کو پہلے سے غائبانہ جانتے تھے۔ پھر تو حرم محترم میں قیام کے دوران ملاقاتوں کا سلسلہ دراز سے دراز ہوتا گیا، حج کے ایام میں منیٰ میں قیام کے دوران ہمارا اور ان کا خیمہ بھی قریب تھا، عرفات سے واپسی پر جب خیمہ میں ملاقات ہوئی تو فرمایا ہمارا ارادہ آج عرفات دوبارہ جانے کا ہے، لہذا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، میں نے سمجھا کہ یہ تو غیبی مدد ہے اور مجھے ایک اضطراب بھی تھا کہ اچانک حکومت نے اپنے پہلے کے پروگرام کے خلاف وقوف کا ایک دن پہلے کا اعلان چند ایام پہلے ہی کر دیا تھا۔ بہر حال میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ کی معیت میں یہ قلق بھی دور ہو جائے گا۔ لیکن اچانک یہ پریشانی لاحق ہو گئی کہ ہماری والدہ ماجدہ اپنے خیمہ سے جب واش روم گئیں تو واپسی میں راستہ بھٹک گئیں اور ہم سے گم ہو گئیں، اب ہم ان کی تلاش میں سرگرداں اور ادھر حضرت مبلغ فکر رضا اور حضرت مفتی عباس صاحب ہماری تلاش میں اور انتظار میں، اسی تگ ودو میں دو تین گھنٹے گزر گئے، خیر وہ ایک جگہ مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ہم حضرت کے ساتھ خیموں کی حدود سے باہر نکل کر گاڑی کی تلاش میں نکلے اور ایک کرایہ کی گاڑی لے کر عرفات کے میدان پہنچے، جبل رحمت پر حضرت کی اقتدا میں عصر کی نماز ادا کی، پھر حضرت دیر

تک دعامیں مشغول رہے اور ہم سب آمین کہتے رہے۔ فارغ ہوکر فرمایا: اللہ رب العزت نے ہمارے حج کو فساد سے محفوظ فرمادیا۔ مغرب کا وقت ہو جانے کے بعد روانہ ہوئے، اور پھر نماز مغرب وعشا پڑھ کر رمی جمار کا پہلا دور مکمل کیا۔

واپسی پر منیٰ میں ہمارے والدین کی طبیعت نہات خراب ہوگئی تو مکہ مکرمہ آگئے اور ہر دن یہاں سے کنکریاں مارنے جاتے رہے، طواف زیارت بھی آخری دن کیا اور پھر آخری دن جو طوفانی بارش ہوئی تو اب کسی کا کسی کو پتہ نہیں کہ کون کہاں ہے۔ ہم بحمدہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی تمام مناسک سے فارغ ہوکر اپنی بلڈنگ میں پہنچ چکے تھے۔

اس ملاقات کے بعد حضرت کی عنایات اس ناچیز پر بہت زیادہ ہوگئی تھیں، میں جب ۲۰۰۷ء میں کراچی حاضر ہوا تو کسی نے حضرت کو خبر کر دی کہ میں کراچی آیا ہوں، میں خود ہی حضرت سے ملنے کا مشتاق تھا اور ایک جگہ دعوت کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ معلوم ہوا حضرت خود مجھے تلاش کرتے ہوئے اس مکان پر تشریف لے آئے جہاں میں مدعو تھا۔ نہایت ندامت کے ساتھ میں نے ملاقات اور دست بوسی کی اور عرض کیا: حضرت میں تو خود حاضر خدمت ہونے والا تھا، فرمایا: نہیں مجھے آپ سے ملنے کا اشتیاق یہاں تک لے آیا، یہ آپ کی ذرہ نوازی تھی۔

ملاقات پر احوال معلوم فرمائے اور پروگرام معلوم کیا کہ کب تک کراچی رہنے کا ارادہ ہے، میں نے عرض کیا تو فرمایا: ہمارے یہاں ایک ہال میں درس قرآن کی مجلس ہر ماہ کی پہلی اتوار کو ہوتی ہے اور یہ درس میرے ذمہ ہے، لیکن اس اتوار کو یہ ذمہ داری آپ کو سونپی جاتی ہے، میں نے اس ذرہ نوازی پر شکریہ ادا کیا اور حکم کی تعمیل میں حاضری کا وعدہ کر لیا۔

وقت موعود پر میں وہاں پہنچا جہاں نہایت سلیقہ سے پروگرام مرتب تھا، مجھے حکم فرمایا: اب آپ درس شروع کریں، میں نے تعمیل حکم کی، آخر میں دعا کے لیے فرمایا، میں نے عرض کیا: یہ آپ کا حق ہے، اور آپ کی دعا پر ہم سب آمین کہیں گے۔ اس کے بعد جب تک کراچی میں رہا ملاقاتیں ہوتی رہیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ میں نے آپ کے تقویٰ وطہارت اور حزم واحتیاط کے کچھ احوال سنے اور دیکھے تو عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے بہت متاثر ہوں اور آپ جیسے علمائے عظام بہت کم ہیں جو اتنی احتیاط سے کام لیتے ہوں، فرمایا: آپ نے میرے اندر کیا دیکھ لیا، میں نے عرض کیا: جو میں نے دیکھا وہ اب میں خوب سمجھتا ہوں، فرمایا: یہ آپ کا اپنا..................

اس کے بعد ۲۰۱۰ء میں کراچی حاضر ہوا، اتفاق سے ان ایام میں حضرت علامہ مولانا احمد القادری صاحب بھی امریکہ سے آئے ہوئے تھے، ان کے ساتھ بھی حضرت سے مجلسیں رہیں اور نہایت نوازشات۔

جب میں واپس آیا تو فون پر بھی رابطہ رہا، کچھ احوال وہ ہیں کہ ذہن میں محفوظ نہیں رہ سکے۔ پھر مجھے نہایت رنج والم سے بھری خبر ملی کہ حضرت مبلغ فکر رضا سخت علیل ہیں، میں یہ سن کر نہایت بے چین ہوگیا، یہاں جمعہ کی امامت وخطابت

میرے ذمہ ہے، لہذا میں نے ان کے لئے خصوصی دعا کی اور جمعہ میں حاضر تمام لوگوں نے آمین کہی۔ کچھ دن کے بعد خبر ملی کہ حضرت اب صحت یاب ہو رہے ہیں، نہایت خوشی ہوئی، اور پھر اچھی خبریں ہی ملتی رہیں۔

گزشتہ سال ۲۰۱۵ء میں کراچی حاضر ہوا، ملاقات کے لیے پہنچا، ان دنوں علیل تو تھے مگر اپنی نشست گاہ پر کبھی کبھی تشریف لاتے، پہنچا تو تشریف فرما تھے، اپنی کمزوری میں بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور گلے سے لگایا، دعاؤں سے نوازا، خیریت معلوم کی، میں نے مزاج پرسی کی، حاضرین سے فرمایا: یہ بریلی شریف سے آئے ہیں اور ہمارے ساتھ حج میں تھے اور پھر بہت کچھ ذرہ نوازی فرمائی۔ یہ آخری ملاقات تھی، اس کے بعد انتقال پر ملال کی خبر ملی، اناللہ وانا الیہ راجعون

میں نے اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز میں دعا کی، اور پھر جامعہ نوریہ میں قرآن خوانی اور آپ کے حالات پر روشنی ڈالی اور دعائے مغفرت کی جس پر سب نے آمین کہی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والسلام

حضرت علامہ حافظ محمد حنیف صاحب علیہ الرحمہ کی دنیا سے رحلت

اہل سنت کا عظیم خسارہ

سنیت کے ترجماں تھے حضرت علامہ حنیف　　اہل عرفاں کی زباں تھے حضرت علامہ حنیف

موجودہ دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے مشن کا فروغ واستحکام اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسبانی در حقیقت دین اسلام کی حقیقی خدمت ہے، نہایت خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کو یہ سعادت میسر آئے۔ بحمدہ تعالیٰ اس خدمت کا وافر حصہ ان دونوں حضرات کو بھی ملا جو ابھی آگے پیچھے ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس دار فانی کو خیرباد کہہ گئے۔ میری مراد ہیں ترجمان فکر رضا حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ جو در اصل ہندوستان کے باشندے تھے، منظری تھے یعنی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۶۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور پھر انگلینڈ کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا اور اعلیٰ حضرت کے افکار کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ واستحکام میں لگ گئے، کبھی امامت وخطابت کے ذریعہ کبھی تنظیم اور اداروں کے ذریعہ۔ جماعت رضائے مصطفیٰ جو بریلی شریف میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے دور میں قائم ہوئی تھی اس کی برانچ انگلینڈ میں قائم کی اور پھر وہاں کے موقر علماء نے ان کو اس جماعت کا سرپرست بنا دیا جس کے حقوق کی ادائیگی میں انہوں نے مدۃ العمر اپنی مساعی جاری رکھیں۔

راقم الحروف سے بالمشافہ صرف ایک مرتبہ ملاقات ہوئی بریلی شریف جامعہ نوریہ رضویہ میں۔ کیا نورانی چہرہ تھا، ملاقات ہوئی، باہم گلے ملے اور سلام کے بعد سب سے پہلا جملہ جو میں نے ان کی زبان سے سنا وہ یہ تھا کہ آپ نے تو "حنیف" نام کی لاج رکھ لی۔ یہ ان کی خورد نوازی کا جذبہ تھا ورنہ "من آنم کہ من دانم"

ان کے بریلی شریف کے دوران قیام، ملاقاتیں رہیں امام احمد رضا اکیڈمی تشریف لائے اور بہت خوش ہوئے اور اکیڈمی کی تعمیر و ترقی کے لیے رقم سے بھی نوازا۔ اور پھر فون پر انگلینڈ سے گاہے بگاہے گفتگو رہی۔ اکیڈمی کے پروگرام سنتے تو نہایت مسرت آمیز کلمات ارشاد فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے، یہ سلسلہ ۲۰۰۷ء سے برابر جاری رہا۔ جب آپ تشریف لائے تھے تو اکیڈمی کی ایک منزلہ عمارت ہی تیار ہوئی تھی۔ لیکن ان کے قدم رنجہ فرمانے کی برکت تھی کہ اکیڈمی اپنے عروج وارتقاء کی منزلوں سے ہمکنار ہوتی رہی اور آج تین منزلہ عمارت کی شکل میں موجود ہے۔

ابھی حال ہی میں یعنی ربیع الاول کی پر بہار ساعتوں میں عمرہ کے لیے انگلینڈ سے روانہ ہوئے، پہلے مدینہ منورہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں موجود تھے کہ میرے نور نظر محمد منیف رضا کی علالت کی خبر انہیں ملی، مواجہ اقدس میں منیف رضا کے لیے دعائے صحت کی۔ دربار رسالت کی حاضری سے مشرف ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، منیف رضا کی سخت علالت سے ان کو کتنا صدمہ ہوا ہوگا یہ تو وہی نتے ہوں گے، جب ان کو مکہ مکرمہ میں انتقال پر ملال کی خبر ملی تو اس پاک سرزمین پر انہوں نے دعائے مغفرت کی اور پھر انہی چند ایام میں خود بھی حرم شریف کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کی مرقد کو بقعہ نور بنائے اور حرم محترم کی پاک سرزمین کو ان کے لیے جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری بنائے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیہ والتسلیم۔

مولوی حافظ محمد منیف رضا برکاتی علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال

رضویات کی اشاعت میں ایک بڑا خسارہ

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال جہاں ہمارے لیے غم واندوہ کا عظیم کوہ گراں ہے وہیں حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی منظری کی مفارقت بھی ہمارے لیے عظیم سانحہ ہے۔

منیف رضا مرحوم کا انتقال ہمارے گھر اور خاندان کا عظیم خسارہ تو ہے ہی وہیں اکیڈمی کے لیے بھی حادثہ فاجعہ ہے۔ وہ تھے تو اکیڈمی میں بہاریں تھیں۔ یہاں کی نشریات انہی کے دم قدم سے عروج پر تھیں، جو کتابیں یہاں سے شائع ہوئیں ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے، ہر کتاب اپنے کمپوٹر سے منیف رضا ہی فائنل کرتے اس کے بعد ہی وہ پریس جاتی، آج ہم ان کی کار کردگی پر تجلیات رضا کا جو شمارہ شائع کر رہے ہیں ان کی خدمات کی جھلکیاں اس میں جابجا ملاحظہ کریں گے۔ آج ان کے جانے سے اکیڈمی سوگوار ہے۔ یہاں کے کام کرنے والے ان کی راہ تک رہے ہیں کہ وہ ہوتے تو ابھی بہت کچھ ہوتا۔ دو سال بعد سیدنا اعلیٰ حضرت کا صد سالہ عرس ہونے والا ہے، اس عرس میں ہمارا پروگرام بن گیا تھا جس کو ہم نے شائع بھی کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی پانچ سو کتابیں جدید ترتیب کے ساتھ ایک مکمل سیٹ کی شکل میں منظر عام پر لانا تھیں۔ اب آگے کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ

اعلم بالصواب۔ بظاہر توان کی کمی اس حد تک محسوس ہو رہی ہے کہ یہ ہمارے لیے نہایت مشکل ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ منیف رضا کا ہمیں بدل عطا فرمادے اور ان کے عزیز بھائی محمد عفیف رضا جو ان کے تعلیمی اور تنظیمی معاملات میں ہم قدم رہے ان کی نیابت کا حق ادا کریں اور ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے، اللہ رب العزت نہایت عظیم قدرت والا ہے وہ جب چاہے اور جس سے چاہے اپنے دین کی خدمت لے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ منیف رضا نے نہایت کم وقت میں جس قدر کام کیا وہاں تک پہونچنے میں ہمیں کافی محنت اور ان کے اعوان وانصار کو نہایت مستعدی سے کام کرنا ہوگا۔ اور ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ثم حبیبہ الاعلیٰ اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے ہمیں اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کی ہمت وطاقت عطا فرمائیں گے اور منیف رضا کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل ہوگی۔

ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قادری کراچی، حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی منظری انگلینڈ اور مولوی حافظ محمد منیف رضا علیہم الرحمہ کی روحانیت ان کے اعوان وانصار کے شامل حال رہے گی۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲؍ جلدوں کی تکمیل، تصحیح کتابت اور ترتیب جدید میں جہاں بہت سے علمائے کبار کا وافر حصہ ہے وہیں کمپیوٹرائز میں حافظ ومولوی محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم ومغفور کا کلیدی رول رہا ہے جو اپنی مثال آپ ہے، مرحوم نے اس کتاب کو اپنے اعوان وانصار کے ساتھ دس مراحل سے گزارا۔

(۱) سب سے پہلا مرحلہ تو یہ تھا کہ پورے فتاویٰ میں بوقت کمپوزنگ، تخریج اور حوالہ جات درمیان کتاب میں تھے اور ان کو حاشیہ میں لانا تھا، یہ عمل انہوں نے کمپیوٹر کی مدد سے تقریباً ایک لاکھ جگہ کیا، یعنی ۱۶؍ جلدوں کے تیرہ ہزار صفحات میں سے ہر صفحہ پر اوسطاً سات آٹھ حوالے، اس طویل کام کو انہوں نے ایک سال میں مکمل کر دیا۔

(۲) دوسرا مرحلہ فتاویٰ رضویہ میں موجود آیات کا تھا جن میں آج تک بہت سی آیات غلط کتابت کے ذریعہ چھپتی رہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے [illegible] بدمذہب اس کو اعلیٰ حضرت کی قرآن میں تحریف قرار دیتے رہے، مرحوم نے قرآن کے سوفٹ ویئر سے متعلقہ آیات کاپی کیں اور ان کو ان کے مقامات پر سیٹ کیا۔ ان کی تعداد اگر مکرر آیات شمار کی جائیں تو دس ہزار سے زیادہ ہی نکلے گی۔ اب یہ آیات نہایت خوبصورت رسم الخط کے ساتھ مع اعراب اپنی جگہ سیٹ ہیں اور اغلاط سے محفوظ ہیں۔

(۳) تیسرا مرحلہ "مسئلہ" اور "الجواب" کی سرخیوں کا تھا جو پوری کتاب میں سات ہزار سے زیادہ مقامات پر ہیں، ان سب کو یکساں انداز میں تحریر کیا جس سے کتاب کا حسن دوبالا ہو گیا۔

(۴) چوتھا مرحلہ تخریج میں کتابوں کے نام، ابواب، اور جلد وصفحہ کی نشاندہی کو واوین، ڈش اور کوما کے درمیان محصور کر کے نہایت موزوں انداز سے تحریر کیا۔

(۵) پانچواں مرحلہ کتاب کی ترتیب کا تھا، قدیم و جدید مترجم فتاویٰ میں مسائل اس طرح منتشر تھے کہ درمیانی اور آخری جلدوں میں کہیں زکاۃ و نماز کے مسائل تو کہیں نکاح و طلاق اور روزہ وغیرہ کے مسائل تھے حتی کہ رسائل بھی غیر مرتب تھے۔ اور حظروا باحت کے باب میں تو کوئی ترتیب ہی نہیں تھی، میں نے منیف رضا سے کہا کہ اس کو مرتب کرنے کے لیے میں ایک خاکہ بناتا ہوں تم ان کو ان کے مقامات پر رکھو، اس طرح منیف رضا نے اس کے بعد پچاس سے زیادہ فائلیں بنائیں اور میرے بنائے ہوئے خاکے کے مطابق ان کو مختلف جلدوں میں لے جاکر سیٹ کیا جو نہایت مشکل مرحلہ تھا، آخری دس جلدوں کے مسائل اسی طرح مرتب کیے۔

(۶) چھٹے مرحلہ میں رسائل کی ترتیب میں نے قائم کی تو اس کے لیے متعلقہ جلدوں میں لے جاکر سیٹ کیا، میں نے عقائد و کلام، مناقب و فضائل اور رد و مناظرہ کے ابواب متعین کیے اور ان کے لیے جلدوں کی نشاندہی کی تو ان سب کو نہایت تن دہی اور بالغ نظری سے مرتب کیا۔

(۷) ساتواں مرحلہ تمام جلدوں کی فہرست کا تھا، ہم نے ہر فتوے کی سرخیاں قائم کیں تو ان سب کو وہاں سے کاپی کر کے آخر میں رکھا اور پھر فہرست بنائی، نمبر ڈالے اور مختصر و جامع فہرست کے لیے راہ ہموار کردی۔

(۸) پورے فتاویٰ رضویہ میں ہیئت و ریاضی وغیرہ علوم سے متعلق اصطلاحات اور ان کی شکلیں اسکین کیں اور تلاش کر کے ہر جگہ ان شکلوں کو چسپاں کیا۔

(۹) فتاویٰ کے ابواب کے اعتبار سے نمبر وضع کیے اور ان کو شمار کر کے ایک جامع اور اجمالی فہرست کے لیے راہ ہموار کر دی، اسی طرح فتاویٰ کی مختصر فہرست کا التزام بھی منیف رضا نے ہی کیا۔

(۱۰) کتاب کی تزئین اور ڈیزائننگ کے لیے ہر رسالہ اور ہر بات کی سرخیوں کے ساتھ کچھ ڈیزائن بنائے جن کو نمایاں انداز سے لکھا۔

تلك عشرة كاملة.

یہ دس کام ہیں جو اپنی جگہ اتنے اہم ہیں کہ اگر ہم ان کو کمپیوٹر آپریٹر سے کراتے تو دس سال کا زمانہ لگتا اور دس لاکھ سے زیادہ رقم خرچ ہوتی حالانکہ اب بھی دوسرے حضرات کے اخراجات کا ہم نے حساب لگایا تھا تو دس لاکھ سے متجاوز ہیں۔ یعنی جتنی رقم کا کام تمام حضرات نے مل کر کیا اتنا کام تنہا منیف رضا مرحوم نے پانچ سال سے بھی کم عرصہ میں بلا معاوضہ کر دیا۔ یعنی منیف رضا کو ہم نے صرف جیب خرچ کے علاوہ محنت کے حساب سے کچھ بھی نہیں دیا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں جن کی بدولت فتاویٰ رضویہ کا یہ سیٹ منظر عام پر آسکا۔ اگر منیف رضا کی یہ کاوش اور محنت نہ ہوتی تو پھر ابھی دس پانچ سال انتظار کرنا پڑتا پھر بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ فتاویٰ کمپیوٹرائز ہوتے یا نہیں۔

حافظ و عالم محمد منیف رضا نے یہ سیٹ محرم کے آخر میں مکمل کر دیا تھا اگرچہ وہ اپنی دستار بندی کی تیاریوں میں لگے تھے لیکن اولاً ان کی نظر میں فتاویٰ رضویہ کا کام تھا جو انہوں نے شب و روز جاری رکھا۔

جب کام مکمل ہو گیا اور کتاب طباعت کے لیے چلی گئی تو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایک رسالہ "اسماع الاربعین" کی سیٹنگ کی اور وہ اپنی اور اپنے برادر اصغر حافظ مولوی محمد عفیف رضا کی دستار بندی کے دعوت نامہ کے طور پر چھپوائی، پھر اور دوسری تیاریوں میں لگ گئے۔

چونکہ منیف رضا مرحوم اور تمام بھائی بہنیں حضرت امین ملت سے بیعت ہیں اس لیے ان کی خواہش تھی کہ ہم اپنی دستار فضیلت میں اپنے شیخ طریقت کو بلائیں، لہٰذا ایک دن دونوں بھائی محمد منیف رضا اور محمد عفیف رضا میرے ساتھ علی گڑھ پہنچے اور دعوت پیش کی۔ حضرت کے یہاں خاندان میں اسی تاریخ میں شادی طے تھی لہٰذا مجبوری رہی۔ ان کی دوسری خواہش تھی کہ ہم اپنے تمام اساتذہ بلکہ جامعہ نوریہ کے تمام اسٹاف کو جوڑے نذر کریں، لہٰذا ان کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی۔ تیسری خواہش یہ تھی کہ میں اپنے گھر پر ایک بڑا پروگرام کروں جس میں اپنے اساتذہ، طلبہ، دوست احباب اور رشتہ داروں کی دعوت کروں اور خوب بڑا پروگرام کروں لہٰذا ان کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی۔

اس طرح گویا ان کی تمام تمنائیں آناً فاناً پوری ہوتی گئیں۔ ماہ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ میں ۲۴؍ تاریخ کو ان کی ولادت ہوئی تھی اور اسی ماہ میں ۲۷؍ کو ان کا انتقال ہو گیا

گویا: عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن

فتاویٰ رضویہ کا یہ جدید ایڈیشن جس کے مطالعہ سے قارئین شاد کام ہوتے ہوں گے یا کم از کم اس خوبصورت سیٹ کا دیدار کیا ہوگا، ہماری درخواست ہے کہ مرحوم کو آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم والحمد للہ رب العالمین۔

یہ نمبر جہاں ہم نے رضویات اور فکر رضا کو عام کرنے والے اپنے وقت گے دو عظیم عالموں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے وہیں ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے سامنے ستارہ کی حیثیت رکھنے والے اور فکر رضا کی نشر و اشاعت میں حتی المقدور حصہ لینے والے مولوی محمد منیف رضا کی کارکردگی اور تعارف کے لیے بھی پیش خدمت ہے تاکہ اسلامیت و رضویات کے اس خادم کو لوگ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ہم نے امام احمد رضا اکیڈمی سے سالنامہ تجلیات رضا کے متعدد نمبر اور نہایت اعلیٰ پیمانے پر ضخیم نمبر نکالے ہیں جیسے بحر العلوم نمبر بارہ سو صفحات، صدر العلما محدث بریلوی نمبر ۶۴۰؍ صفحات، یہ دونوں نمبر بھی ان حضرات کے عرس چہلم میں آئے تھے مگر ان حضرات کے لئے ہم نے انتقال کے دوسرے اور تیسرے دن ہی اعلان کر دیا تھا، لہٰذا دشواریوں کے باوجود وقت زیادہ ملا۔ پھر ان حضرات کا حلقۂ تلامذہ بھی نہایت وسیع اور خدمات دینیہ کا دائرہ بھی کشادہ تھا۔ اس کے برخلاف اس موقع پر کچھ دشواریاں زیادہ ہی تھیں۔ اولاً یہ کہ دس دن بعد کہیں خیال آیا، پھر اعلان کرتے کرتے ۱۵؍ دن گزر گئے، اول الذکر دونوں شخصیات عظیم مگر ان سے یہاں بہت کم علما واقف، اور محمد منیف رضا مرحوم تو ایک بچہ تھا، رضویات کی خدمت نے اس کو علمائے کرام کے درمیان متعارف کرایا اور پھر اس نے اکیڈمی آنے والے علمائے کرام و مشائخ عظام کی خدمت کی اور ان سے اپنی

منکسر المزاجی کے ذریعہ پیش آیا تو انہوں نے جو دیکھا یا سنا اپنے ان جذبات و تاثرات کا اظہار کیا ہے اور اس کی مختصر وقت میں جو دینی خدمات سامنے آئیں ان پر دعاؤں سے نوازا ہے جن کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں وہ اس کے لئے ذخیرۂ آخرت ہے۔ قارئین سب کچھ پڑھ کر اندازہ لگالیں گے کہ وہ اسلام وسنیت کی اشاعت کے لئے کتنا انمول ہیرا تھا۔ اس مختصر وقت میں اتنا میٹر جمع ہوجانا یہ خود اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

اس کی صحت یابی کے لیے اتنی دعائیں ہوئیں کہ بڑے بڑے علما کے لیے ہوتی ہیں، پھر بعد انتقال اس کی مغفرت کی دعائیں تو شمار سے باہر ہیں، اس نمبر میں تو معدودے چند حضرات اور چند مقامات کی مجلسوں کا ذکر ہے جو تحریری شکل میں موصول ہوئیں ورنہ وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو زبانی معلوم ہوئیں یا پھر معلوم نہیں ہوسکیں، جن کا ہمیں علم ہوا اب تک ایک اندازہ کے مطابق پانچ ہزار کے قریب قرآن کریم اور بیس لاکھ سے زیادہ کلمہ شریف اور درود پاک کا وظیفہ ہے اور سورتوں اور وظائف کا تو اندازہ ہی نہیں۔ ہم ان سب حضرات کے نہایت ممنون کرم ہیں جنہوں نے یہ تحائف منیف رضا مرحوم کے لیے عطا کیے، اللہ رب العزت ان سب حضرات کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں ہم ان حضرات کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اس نمبر کی تیاری میں ہماری قلمے، سخنے اور قدمے جس طرح کی مدد فرمائی، ان میں سرفہرست حضرت مولانا عبد السلام صاحب رضوی مدیر مسئول اور حضرت مولانا صغیر اختر صاحب مدیر معاون ہیں، پھر کمپوزرس جن کے نام پریس لائن میں موجود ہیں۔

اس مرتبہ ایک اہم مشکل یہ بھی تھی کہ منیف رضا نے ایسے مواقع پر ہمارے بہت سے کام آسان کر رکھے تھے، اب جب کہ ہمارے درمیان وہ نہیں تھے تو پھر احساس ہوا کہ یہ کام کتنا مشکل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان کے چھوٹے بھائی مولوی عفیف رضا نے اپنی محنت شاقہ سے ان منازل کو طے کیا اگرچہ کچھ وقت زیادہ لگا۔ حسب سابق محمد امین رضا نے بہت سے مضامین علمائے کرام سے حاصل کیے۔

اکیڈمی کا پورا عملہ اس کام کے لیے مستعد رہا جن میں عالی جناب سید عبد السبحان صاحب، عزیز القدر مولانا اویس قرنی، عزیزم محمد قمر الزماں خاں، حافظ محمد ضمیر خاں، محمد شاہد اور محمد ازہر، ان سب نے شب و روز محنتیں کیں، آخر میں طباعت کے تمام کام صرف تین دن کے اندر برادرم حافظ محمد امیر خاں نے دہلی جاکر انجام دیے۔

مولیٰ تعالیٰ سارے شرکائے کار کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی

امام احمد رضا اکیڈمی

فہرست مضامین

باب چہارم تصنیفی و تالیفی خدمات 122

باب ششم سفر آخرت 140

فہرست حیات و خدمات علامہ حافظ محمد حنیف صاحب بولٹن

فہرست حیات وخدمات مولوی حافظ محمد منیف رضا مرحوم

باب سوم

تاثرات 335

باب چہارم تعزیت نامے اور مجالس ایصال ثواب 439

برزخی زندگی

محمد حنیف خاں رضوی

دنیااور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انسانوں اور جنّوں کی روحوں کو اپنے اپنے مرتبے کو لحاظ سے برزخ میں رہنا ہے۔ یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے، دنیا برزخ کے مقابلہ میں اتنی چھوٹی ہے جیسے بچہ کے لیے دنیا کے مقابلہ میں ماں کا پیٹ، برزخ میں کوئی آرام سے ہے تو کوئی تکلیف میں۔

ہر ایک کی موت کا دن مقرر ہے، جب زندگی کے دن پورے ہوجاتے ہیں تو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے آتے ہیں، اس وقت مرنے والے کو ہر طرف فرشتہ دکھائی دیتے ہیں، مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور کافر کے دائیں بائیں عذاب کے۔ اس وقت ہر شخص پر اسلام کا حق ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، ایسے وقت میں کوئی کافر ایمان لانا چاہے تو اس کا ایمان نہیں مانا جائے گا۔

مرنے کے بعد مسلمانوں کی روحیں اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق الگ الگ جگہوں میں رہتی ہیں، کسی کی روح قبر پر، کسی کی زمزم کے کنویں پر، کسی کی آسمانوں اور زمین کے بیچ، اسی طرح پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک، بعض کی آسمانوں سے اوپر، کچھ عرش کے نیچے اور کچھ کی روحیں اعلی علیین میں رہتی ہیں، لیکن یہ روحیں جہاں کہیں بھی ہوں ان کا اپنے جسم سے اسی طرح برابر رابطہ قائم رہتا ہے۔ جو لوگ ان کے قبروں پر جاتے ہیں ان کو وہ پہچان لیتی ہیں اور ان کی باتیں سنتی ہیں، کسی کو دیکھنے کے لیے روح اس بات کی پابند نہیں کہ جو قبر پر آتے ہیں صرف انہیں کو دیکھے بلکہ حدیث شریف میں روح کی مثال اس طرح بیان فرمائی کہ ایک چڑیا پہلے پنجرے میں بند تھی اور اب اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ روح کسی دوسرے آدمی یا کسی جانور کے جسم میں چلی جاتی ہے بالکل باطل اور کفری عقیدہ ہے، اس عقیدہ کو تناسخ اور آواگون کا عقیدہ کہتے ہے، اس کو ماننا کفر ہے۔ مرد کلام بھی کرتے ہیں مگر ان کی باتوں کو عام لوگ سن نہیں سکتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا:

جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے دنیا میں پہچانتا تھا اسے سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت انس ارشاد فرماتے ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب آدمی اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، اس کے عزیز و اقارب چلے جاتے ہیں تو مرنے والا انسان ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب میت چارپائی پر رکھ دی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنے گردنوں پر لے کر چلتے ہے تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو وہ اپنے گھر والوں سے کہتی ہے کہ مجھے اگے لے کر چلوں، اگر بد ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ ہائے مجھے کہاں لیے جاتے ہو۔ انسان کے علاوہ ہر چیز مردے کی آواز کو سنتی ہے اور اگر انسان مردے کی آواز سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، جنّت میں ہو یا جہنم میں، پھر اس مردے سے کہا جاتا ہے حشر کے بعد تیرا یہ ٹھکانا ہے۔ (بخاری شریف، جلد دوم: ص ۹۶۴)

جب بندہ سوال و جواب میں کامیاب ہو جاتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے سچ بولا، اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھادو، جنتی لباس پہنادو اور اس کو جنت میں اس کا مقام دکھادو۔ پھر اس کی روح کو اس کی قبر پر لایا جاتا ہے اور وہ وہاں جنت کی خوشبو محسوس کرتی ہے۔ پھر اس کے سامنے خوب صورت عطر میں بسے ہوئے لباس میں ایک شخص آتا ہے اور وہ کہتا ہے: مبارک ہو! یہی وہ خوشی کا دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، یہ صاحب قبر اس سے پوچھتا ہے: اے خوش خبری دینے والے! تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں، اس پر وہ کہتا ہے: اے میرے رب جلد قیامت فرمادے تاکہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس جنت میں چلا جاوں۔ اور اگر بندہ سوال و جواب میں ناکام رہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھادو، جہنمی لباس پہنادو اور جہنم اس کا مقام دکھلادو، پھر اس پر اس کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر ہو جاتی ہے، پھر اس کی طرف جہنم کی گرم ہوائیں اڑنے لگتی ہیں، اس کے ساتھ یہ

عمل برابر جاری رہتا ہے، پھر بد بودار، گندے کپڑے پہنے بد صورت شخص اس کے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے: اے سیاہ روسن لے، یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، اس سے یہ پوچھتا ہے: اے بد بودار بد نما شخص تو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا عملِ بد ہوں، یہ سن کر پکارنے لگتا ہے، اے میرے رب قیامت قائم نہ کر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برزخی زندگی میں انسان کو پورا شعور ہوتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی کی طرح آرام بھی محسوس کرتا ہے اور رنج والم بھی محسوس کرتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ کوئی جان پہچان والا شخص اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے اور اس کو سلام کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کی وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (علل متناہیہ ۲/۱۵۲۳)

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ بعض قبر والے اپنی قبروں میں قرآن بھی پڑھتے ہے۔

(ترمذی شریف حدیث:۲۸۹)

حدیث شریف میں ہے کہ مردے ایک دوسرے سے آپس میں ملتے ہے اور اپنے کفنوں پر خوش ہوتے ہیں اور زندوں کو برے اعمال سے ان کو تکلیف بھی پہنچتی ہے۔ (بیہقی شریف)

ایک روایت ہے کہ میت کو اپنی قبر میں ان چیزوں سے بھی تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ دنیا میں اپنے گھر میں تکلیف محسوس کرتی تھی، اسی طرح وہ نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرتی ہے اور برے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت کی۔ (مسند الفردوس)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مردہ اس شخص کو جانتا پہچانتا ہے جو اس کو اٹھاتا ہے، غسل دیتا ہے اور اس کو قبر میں اتارتا ہے۔ (مسند امام احمد ابن حنبل)

دوسری روایت میں اسی مسند میں ہے کہ تمھارے اعمال ان عزیز و اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں جو اس دنیا سے جا چکے ہے۔ اگر اعمال اچھے ہوں تو خوش ہوتے ہیں، اگر اعمال برے ہوں تو دعا کرتے ہیں اے خداوند قدوس! تو ان کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک تو ان کو ہدایت نہ دے جیسے کہ ہم کو ہدایت دی۔

امام عبداللہ ابن مبارک نے اپنی "کتاب الزہد" میں ایک روایت بیان کی کہ جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو عزیز بندگان خدا اس کا استقبال کرتے ہیں جیسے دنیا میں کسی خوش خبری سنانے والے کا خیر مقدم کیا جاتا ہے، اس نئے انتقال

کرنے والے کے ارد گرد پرانے مرحومین جمع ہو جاتے ہیں، اس سے پوچھنے لگتے ہیں اور طرح طرح کے سوال کرتے ہیں، پھر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اپنے اس نئے بھائی یا بہن کو دیکھو کہ اب کتنے آرام سے ہے، اس نے دنیا میں بہت پریشانیاں اٹھائیں، پھر اس سے دنیا میں رہنے والوں کا حال پوچھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ فلاں عورت کس حال میں ہے، اس کی شادی ہوئی یا نہیں، پھر جب کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جس کا انتقال پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے تو وہ نیا جانے والا کہتا ہے کہ وہ پہلے ہی دنیا سے منتقل ہو چکا ہے، یہ سن کر وہ لوگ کہتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون وہ ہمارے پیچ تو نہیں، اس کا مطلب ہے کہ وہ جہنم میں گیا اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ دو مومن دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے اور اس کو جنت کی بشارت سنائی جاتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے: اے پروردگار! میرا فلاں دوست مجھے تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور بتاتا تھا کہ مجھے تیری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، پھر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر، اس کو ہدایت دے اور اس کو وہ مقام دکھا جو مجھے دکھایا۔ اس سے تو اُس طرح راضی ہو جا جس طرح تو مجھ سے راضی ہوا۔ اس کو جواب ملتا ہے: اے میرے بندے! تجھ کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کے لیے کیا اجر ہے تو تو کم روتا اور زیادہ ہنستا۔ اور اگر کوئی کافر دوستوں میں سے ایک مرجاتا اور جہنم کا پروانا مل جاتا ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرکے بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہے: یارب! مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے۔ پھر بددعا کرتا ہے اے میرے رب! تو اس کو میرے بعد ہدایت نہ دینا یہاں تک کہ اس کو تو وہ انجام دکھادے جو مجھے دکھایا اور اس پر غضب فرما جیسا کہ مجھ پر غضب فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے:

جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اور دفن کے بعد اس کی قبر کی مٹی برابر ہو چکے تو کوئی ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے، پھر کہے: ائے فلاں بن فلاں، یعنی اس کا اور اس کے ماں کا نام لے، وہ اس کو سنے گا اور جواب نہ دے گا ، یہ شخص پھر دوسری مرتبہ کہے: اے فلاں بن فلاں! اب وہ سیدھا بیٹھ جائے گا۔ یہ شخص تیسری مرتبہ کہے: اے فلاں بن فلاں! تو اب مردہ کہے گا: اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے ہماری رہنمائی فرمائی مگر تو ہماری آواز سن نہیں پا رہا ہے۔ اب یہ شخص اس کو تلقین

کرے کہ اے صاحب قبر یاد کر اس کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو جس کو لے کر تو دنیا میں آیا تھا، بے شک تو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے سچی کتاب ہونے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی تھا۔

اس تلقین کو سن کر منکر نکیر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہاں سے چلو، ہمارے یہاں رکنے سے کیا ہوگا، کیوں کہ اس کو تلقین کرنا، اس کے لیے حجت ہوگیا اور اللہ ورسول اس کے لیے حجت بن گئے، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کسی کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیا کہے، فرمایا: ماں کی جگہ حضرت حوا کا نام لے۔

مرنے سے پہلے کیا کرے

آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ اور جو تیمار داری میں لگا تھا وہ دنیا سے پہلے چلا جاتا ہے۔ انسان کو ہر وقت وصیت تیار رکھنی چاہیے، اس میں اپنے گھر والو کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر قائم رہنے اور اہل سنت وجماعت پر جمے رہنے اور شریعت پر عمل کرنے کی ہدایت ہو۔ بلکہ سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف لو لگانا، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے، اللہ اپنی پناہ میں رکھے کہ اس کی ناپسندیدگی کی وجہ سے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس سے ملنا پسند فرمائے گا، اور جو جو اللہ رب العزت سے ملنے کو ناپسند رکھے گا وہ رب تبارک تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند فرمائے گا۔

اپنے ذمہ نماز، روزہ، زکوۃ، جو کچھ باقی ہو فوراً بقدر قدرت اس کے ادا میں مشغول ہو جائے، حج نا کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے، جسم میں طاقت نہ رہی تو حج بدل کرادے۔ بندوں کے حق جس قدر ہوں فوراً ادا کرے اور جو معافی چاہنے کے ہو ل ان میں دیر نہ کرے، معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع وانکساری کرنا پڑے اس میں اپنی کسر شان نہ سمجھے، اس میں ذلت نہیں ، ذلت تو اس میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ اس نے بندوں کے حق مارے تھے، کسی کو برا کہا تھا، کسی کی غیبت کی تھی، اب خداوند قدوس کی دربار میں یہ تمام حق دار اپنا حق مانگنے کے لئے موجود ہیں

لیکن ہاتھ خالی ہے، اس وقت یہ ہوگا کہ جو اس اس کے پاس نیکیاں ہونگی وہ حق دار و کو دی جائیں گی، نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حق داروں کے گناہ اس کے سر لاد دیے جائیں گے اور جب اس کے پاس کوئی نیک عمل نہ رہے گا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

جب تک زندگی ہے خوف خدا سے متعلق آیتیں اور حدیثیں پڑھا کرے، پڑھ نہیں سکتا تو دوسروں سے پڑھوا کر سنا کرے، اور جب وقت آ پہنچے تو اب رحمت و خوش خبری کی آیتیں اور حدیثیں سنائی جائیں تاکہ وہ یہ خیال اپنے دل میں اچھی طرح جمالے کہ میں اس کی بارگاہ میں جا رہا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے، بہت بخشنے والا اور بندوں کے عیبوں کو چھپانے والا ہے، اللہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم سب کو خوبیاں عطا فرمائے۔ آمین

تجہیز و تکفین، نماز جنازہ و تدفین

جب تک جسم میں روح باقی ہے اور یہ ایسی عورت ہے کہ جس کا شوہر زندہ ہے تو شوہر عورت کے پاس آسکتا ہے، بعض لوگ اسی وقت سے شوہر کو دور کر دیتے ہے یہ ظلم ہے اور سخت جہالت ہے۔ بلکہ عورت مر جائے جب بھی شوہر بیوی کو دیکھ سکتا ہے ہاں ہاتھ لگانا منع ہے۔ (فتاوی رضویہ)

جب انتقال ہو جائے تو اس کو سنت طریقے پر غسل دیں اور کفن پہنائے۔

کفن کی تفصیل یہ ہے کہ مرد کے لیے تین کپڑے سنت ہیں، ایک تہبند یعنی سر سے پاؤں تک ہو، دوسری کفنی یعنی قمیص کہ گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔ تیسری چادر یعنی سر اور پاؤں کی طرف اتنا زیادہ ہو جس کو باندھ سکیں۔

چار پائی پر پہلے چادر بچھائے اور کفنی پہنا کر تہبند لپیٹ دیں۔ پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف لپیٹیں تاکہ داہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے، پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے لپیٹ دیں۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین یہی ہیں، مگر اس میں فرق یہ ہے کہ مرد کی قمیص چوڑائی میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہیے اور عورت کی لمبائی میں سینے کی جانب۔ چوتھا کپڑا اوڑھنی ہے جو ڈیڑھ گز لمبی ہے، پانچواں کپڑا سینہ بند ہے کہ سینہ سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر پھر تہبند بچھا کر کفنی پہنائیں، بالوں کے دو حصے کر کے سینہ بند پر کفنی کے اوپر موڑ کر رکھیں، اس کے اوپر اوڑھنی سر سے اڑھا کر بغیر لپیٹے منہ پر ڈال دیں پھر تہبند اور چادر لپیٹ کر ان کے اوپر سینہ سے رانوں تک سینہ بند باندھ دیں، یہ کفن سنت ہے۔

جنازہ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا، کلمہ شریف پڑھنا، درود پاک اور نعت شریف پڑھتے جانا سب اچھی باتیں ہے اور ان کو کرنا چاہیے۔

نماز جنازہ میت میں ولی کا حق ہے جیسے بیٹا یا باپ وغیرہ۔ دوسرا شخص جو بھی پڑھائے گا وہ ولی کی اجازت سے پڑھائے گا، جہاں نماز جنازہ پڑھیں اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، لہٰذہ جو لوگ ناپاک جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے ان کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح ان کی بھی نماز نہ ہوگی جن کے جوتوں کے تلے ناپاک ہوں اور وہ جوتے پہن کر یا جوتوں پر پاوں رکھ کر نماز پڑھیں۔ جوتا پہن کر نماز پڑھیں تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے، اور اگر جوتے پر کھڑے ہو کر پڑھیں تو جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ جنازہ کی نماز کے لیے جو جانماز بچھائی جاتی ہے وہ اسی احتیاط کے لیے ہے کہ بے احتیاطی کی وجہ سے اگر نمازیوں میں سے کسی کی نماز نہ بھی ہوئی تو امام کی تو ہو جائے گی اور عام مسلمان گناہ سے بچ جائیں گے ،کیوں کہ نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں۔

کفن پر پھولوں کی چادر اور عہد نامہ لکھنا

کفن پر پھولوں کی چادر ڈالنا اچھا ہے جیسے قبروں پر پھول ڈالے جاتے ہیں کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کرتے رہیں گے، میت کا دل بہلتا رہے گا اور رحمت اترتی رہے گی۔ اسی طرح میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنا کہ اس سے مغفرت کی قوی امید ہے۔

وہ دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم اِنِّي اَعْھَدُ اِلَیْكَ فِي ھٰذِہِ الْحَیَاۃ الدنیابانك أنتَ اللہ الذي لآ إلہ اِلّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَاتَکِلْنِي إلیٰ نَفْسِي فَاِنَّكَ اِن تَکِلنِي إلیٰ نَفسِي تُقَرِّبني مِنَ السوء وتُبَاعِدني من الخیر وَاِنِّي لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ لِي عَھْداً عِنْدَكَ تُؤَدِّیْہِ إلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادِ۔[1]

"اَللّٰھُمَّ إنِّيْ أسْأَلُكَ یَاعَالِمَ السِّرِّ یَاعَظِیْمَ الْخَطْرِ یَاخَالِقَ الْبَشَرِ یَامُوقِعَ الظَفَرِ یَامَعْرُوْفَ الأَثْرِ یَا ذَاالطَّوْلِ وَالْمَنِّ یَاکَاشِفَ الضُّرِّوَالْمِحَنِ یَاإلٰہَ الاَوَّلِیْنَ وَالاٰخِرِیْنَ فَرِّجْ عَنِّيْ ھُمُوْمِيْ وَاکْشِفْ عَنِّيْ

(۱) "نوادرالاصول": اصول الرابع والسبعون والمائۃ ۔ ص۲۱۷

غُمُوْمِيْ، وَصَلِّ اَللّٰهُمَّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمَ"۔[۱]

"سُبْحَانَ مَنْ هُوَ بِالْجَلَالِ مُوَحَّدٌ وَبِالتَّوْحِيْدِ مَعْرُوْفٌ وَبِالْمَعَارِفِ مَوْصُوْفٌ وَبِالصِّفَةِ عَلٰى لِسَانِ كُلِّ قَائِلٍ رَبٌّ وَبِالرُّبُوبِيَّةِ لِلعَالَمِ قَاهِرٌ وَبِالْقَهْرِ لِلْعَالَمِ جَبَّارٌ وَبِالْجَبَرُوتِ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ وَبِالْحِلْمِ وَالْعِلْمِ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ، سُبْحٰنَه كَمَا يَقُولُ وَسُبْحٰنَه كَمَا هُمْ يَقُوْلُوْنَ تَسْبِيْحاً تَخْشَعُ لَه السَّمٰوٰتُ والأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا وَيَحْمِدُنِي مَن حول عَرْشِي اِسْمِي الله وَ أَنَا أَسْرَعُ الحَاسِبِيْنَ"[۲]

علماء فرماتے ہیں کہ ان دعاؤں کی خاصیت یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوالات سے محفوظ رہے، عذاب قبر سے محفوظ رہے، فرشتہ اس کو لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لیے اٹھا رکھے، جب اللہ تعالیٰ اس بندے کو قبر سے اٹھائے تو وہ فرشتہ اس لکھے ہوئے عہد نامہ کو ساتھ لائے اور آواز دے کہ عہد والے کہاں ہے، اور پھر عہد نامہ ان کو دیا جائے۔

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے، اور اگر زمانہ گذر جانے کی وجہ سے مٹی منتشر ہوگئی، یا نئی مٹی ڈالی گئی تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بنایا جائے سنت ہے۔ بلکہ زیادہ دیر یا چند دنوں تک بیٹھنا بھی درست ہے، لیکن خیال رہے کہ وہاں بے کار باتیں، ہنسی مذاق اور غفلت جیسی حرکات سے بچیں۔ تلاوت قرآن، درود شریف، کلمہ طیبہ اور اسی طرح اچھے کاموں میں مشغول رہیں کہ ان چیزوں سے رحمت نازل ہوتی ہے اور زندوں کے قبر کے پاس بیٹھنے سے مردے کا دل بہلتا ہے۔ دفن کے بعد جمعہ کے دن تک بیٹھنا بہتر ہے۔ ایک روایت میں آیا: مسلمان پر معاذ اللہ عذاب قبر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے جمعہ کی رات آتے ہی اٹھا لیا جاتا ہے۔

ایصال ثواب

مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے، پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا، حتی کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑے دینا، میلاد کروانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور ان سب سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیے سے خوش ہوتا

(۱)"فتاویٰ کبریٰ": بحوالہ ابن عجیل ۔ باب الجنائز ۔ ۲/ ۶

(۲)"فتاویٰ کبریٰ": بحوالہ ابن عجیل ۔ باب الجنائز ۔ ۲/ ۶

تھا، فرشتے ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے، یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے بھیجا ہے۔

میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے اللہ رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلتا ہے۔ ہاں اگر بتی جلانا اگر قرآن پاک کے تعظیم کے لیے ہے یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہے اور ان کو اگر بتی سے راحت حاصل ہوتی ہے تو اچھا ہے لیکن میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اگر خود محتاج ہے تو آپ ہی کھالے ،اپنی بیوی یا اپنے بچوں کو کھلادے ہر صورت میں ثواب ہے۔

حدیث شریف میں ہے: جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔

ثواب پہنچانے کے لیے اس طرح کہے: اے اللہ! تلاوت قرآن، درود شریف، کلمہ طیبہ اور یہ طعام جو کھانے کھلانے کے لیے رکھا گیا ہے اس کو تو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اور اس پر جو تو ہمیں ثواب عطا فرمائے وہ ہماری طرف سے فلاں شخص کو پہنچادے۔ اور اگر اس میں اتنا اور اضافہ کرلے کہ جتنے مسلمان مرد اور عورت موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہے ان سب کی ارواح کو پہنچادے تو ان سب کو ثواب ملے گا اور سب کے برابر اس ایصال ثواب کرنے والے کو ملے گا۔ ثواب صرف نیت سے ہی پہنچ جاتا ہے مگر ایصال ثواب کی دعا بھی کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے یہاں اس کا رواج ہے اور بہت خوب ہے۔

میت کے یہاں کھانے کا حکم

وہ کھانا جو خاص ایصال ثواب کی نیت سے پکایا جائے خواہ بزرگان ۔۔۔ کے ایصال ثواب کے لیے ہو یا عام مسلمانوں کو ثواب پہنچانے کے لیے، اس کھانے کو غنی بھی کھا سکتے ہے، ہاں وہ کھانا جو موت میں بطور دعوت کیا جاتا ہے وہ ممنوع اور بدعت ہے۔

تبارک کی اصل

تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے، بہت سی حدیثوں میں اس کا حکم آیا، اس لیے کہ سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے بچانے کے لیے ہے اور میت کو نجات دلانے والی ہے، جس چیز پر چاہیں پڑھیں جیسے، روٹی، چھوارے، بادام، وغیرہ۔ کپڑوں کے جوڑوں پر پڑھیں یعنی جہاں مساکین کے لیے جیسی ضرورت سمجھیں۔

عذاب و ثواب جسم روح دونوں کے لئے

عزیز و اقارب کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا ملال میت کو بھی ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ جب تم مردے پر روتے ہو تو وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے تو تم اسے غمگین مت کرو۔ انسان کبھی خاک نہیں ہوتا، بدن خاک ہو سکتا ہے اور وہ بھی کل جسم نہیں بلکہ کچھ اجزائے اصلیہ جو بہت باریک ہوتے ہیں نہ وہ گلتے ہیں نہ وہ جلتے ہیں، ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انہیں پر قیامت کے دن دوبارہ جسم کی ترکیب ہوگی۔ عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کے لیے ہے جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں وہ گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہو گئے وہ بھی بالکل فنا نہیں ہوئے بلکہ وہ جدا جدا ہو گئے اور ان کی شکل بدل گئی۔

حدیث شریف میں روح اور جسم دونوں کے عذاب میں ہونے کی یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک باغ ہے اور اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے، ایک لنجھا ہے جو پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں۔ وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا، اتنے میں ایک اندھا آیا تو اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے راستہ بتاؤں گا اور اس باغ کے میوے ہم دونوں کھائیں گے، اس طرح وہ اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے، اب بتاؤ دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے، جواب یہی ہوگا کہ دونوں ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا تھا اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ وہ لنجھا روح ہے کہ علم رکھتی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کے ذریعہ جو کام ہوتے ہیں وہ نہیں کر سکتی، اور وہ اندھا بدن ہے کہ کام تو کر سکتا ہے لیکن علم نہیں رکھتا۔ یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو نافرمانی کے کام صادر ہوتے ہیں، لہٰذہ دونوں ہی سزا کے مستحق ہوئے۔

موت مومن کا تحفہ ہے

حدیث شریف میں ہے: موت مومن کا تحفہ ہے، اور فرمایا: موت مومن کا پھول ہے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان دو چیزوں کو برا سمجھتا ہے، ایک موت کو برا سمجھتا ہے حالانکہ موت اس کے لیے فتنہ اور آزمائش سے بہتر ہے، دوسری مال کی کمی کو برا سمجھتا ہے حالانکہ مال کی کمی سے قیامت میں حساب میں کمی ہوگی۔

انسان کو اپنی زندگی بہت ہی پیاری ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی باقی رکھنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ جس زندگی سے محبت کرتا ہوں وہ ہر لحہ کم ہوتی جارہی ہے اور وہ موت جس سے میں گھبراتا ہوں وہ قریب ہو رہی ہے۔ بلکہ اب تو بسا اوقات یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ موت کے آثار کچھ بھی نظر نہیں آتے اور اچانک موت آجاتی ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: کہ اے انسان جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر۔

مطلب یہ ہے کہ شام کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا کام جو سامنے ہے اور اس وقت کر سکتا ہے تو اس کو صبح ہو کر کروں گا بلکہ ہو سکتا ہے تو فوراً کرلے کہ ہو سکتا ہے صبح ہونے سے پہلے ہی موت آجائے، اور صبح کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا یہ کام شام کو کرلوں گا، کیا خبر شام تک زندہ رہے نہ رہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنی موت کو ہر وقت یاد کرتا رہے ، اور سچے مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ ہر وقت موت کے لیے تیار رہے اور دنیوی زندگی کو شریعت مطہرہ کی پابندی میں بسر کر کے آخرت کے سفر کا توشہ تیار کرتا رہے، دنیا کی زندگی تو ایک مسافر کی طرح ہونی چاہیے، جس طرح ایک مسافر اپنے سفر کے مقام کو چھوڑ کر اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے اسی طرح دنیا کو اپنے سفر کا مقام سمجھ کر اپنے وطن یعنی آخرت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے کہ ایک ناایک دن ضرور یہاں سے جانا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے راہ چلتا انسان۔ یعنی راہ گیر ہر وقت اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ وہ اپنی منزل تک جلد پہنچے، وہ راستہ میں کھیل تماشوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ اسی دھن میں لگا ہے کہ راستہ جلدی سے طے ہو جائے، اسی طرح مومن کو چاہیے کہ وہ دنیا کی محبت میں نہ الجھے اور نہ ہی دنیوی معاملات میں اس طرح پھنسے کہ دنیا کی رکاوٹیں آخرت تک پہنچنے کے لئے آڑ بن جائیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت ملک الموت سے فرمایا: کیا تمھارے پاس کوئی قاصد ہے کہ تم کسی کی روح قبض کرنے سے پہلے اس کے پاس آنے کے قاصد کو بھیجو جس سے وہ شخص جان لے کہ ہاں اب موت آنے والی ہے، ملک الموت نے جواب دیا: خدا کی قسم میرے بہت سے قاصد ہیں، جیسے مرض، بڑھاپا، کانوں اور آنکھوں

کا حال بدل جانا، جب لوگ ان چیزوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ۔ تو میں آواز دیتا ہوں: اے فلاں شخص! میں نے تیرے پاس اپنے بہت سے قاصد روانہ کیے، اب تو ہوشیار ہو جا میں خود آرہا ہوں، اب میرے بعد کوئی قاصد نہیں آئے گا۔

اس حدیث پر غور کرنے سے آدمی اپنے لیے نصیحت کا سامان فراہم کر سکتا ہے اور اپنے حالات کو درست کر سکتا ہے ،یعنی کسی کو کوئی سخت بیماری لاحق ہو جائے اور پھر وہ تندرست ہو جائے تو بھی اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب میرا وقت آپہنچا ہے ،لہٰذا مجھے اب آخرت کے سفر کی تیاری میں لگ جانا چاہیے، سچے دل کے ساتھ گناہوں سے توبہ کرے ،استغفار پڑھے ،احکام شریعت کی پابندی میں لگ جائے اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ جل جلالہ اور اس کے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اور خوشنودی میں گزار دے۔

گوشۂ مبلغ فکر رضا

یعنی

حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب قادری

کی حیات اور کارنامے

تاثرات

فقید المثال خطیب

حضرت علامہ پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی ماہروی مدظلہ

ممتاز عالم دین و محقق اور مبلغ اسلام سید شاہ تراب الحق قادری قدس سرہ ماہِ اکتوبر میں ہم سے رخصت ہوئے۔ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور ہمہ جہتی کی بنیاد پر ایک تنظیم، ایک بزم اور ایک تحریک کی مانند پہچانے جاتے ہیں۔ جن کا ساتھ رہنا فرحت کا احساس کراتا ہے اور چھوڑ کر چلے جانا ہمیشہ احساسِ محرومی میں مبتلا رکھتا ہے۔ انہی چند نایاب شخصیتوں میں حضرت سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کی ذات تھی۔ جن کی رحلت دل کو تڑپا گئی۔ پوری بزم سنیت ایک بیش قیمتی چیز سے محرومی محسوس کر رہی ہے۔ شاہ تراب الحق صاحب ہندوستان کی سرزمین سے اٹھے اور اپنے علم وفضل، اخلاق و کردار کی بنیاد پر پورے عالم پر چھا گئے۔ علامہ موصوف ہماری جماعت کے ان مدبرین میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اپنی حکمت عملی اور فہم و دانش سے خود کو ایک ممتاز صف میں کھڑا کیا ہے۔ اپنے علم و قلم سے تبلیغ دین متین میں اپنا نام خوب خوب روشن کیا۔ فرقۂ باطلہ کے رد میں موصوف قدس سرہ نے خود کو ہمیشہ آگے رکھا۔ ایک درجن سے زیادہ کتابیں مختلف موضوعات پر رقم فرمائیں۔ آپ فقید المثال خطیب کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف تھے۔ گفتگو کا جمال اور طرزِ استدلال ایسا تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی معترف تھے۔ ہمارے خانوادے سے ان کے پرانے اور عمیق مراسم تھے۔ میرے ان سے بہت گہرے مراسم تھے۔ میں جب بھی کراچی جاتا تو ان کے استاذ محترم بھی مجھ سے ملاقات کرنے تشریف لاتے تھے۔ حضرت والا کا ہمارے درمیان سے چلا جانا ہمارے لئے ہماری جماعت کا ایک بڑا نقصان ہے۔ جس کی بھرپائی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (آمین) بارگاہِ رب العزت حضرت سید صاحب قبلہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان نیز دنیائے سنیت کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

دعاگو

پروفیسر سید محمد امین قادری

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، ایٹہ (یوپی)

نا قابلِ تلافی نقصان

رفیق ملت حضرت صاحبزادہ سید شاہ نجیب حیدر نوری مارہروی مدظلہ
خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ، انڈیا

حضرت سید شاہ تراب الحق صاحب کا ہمارے درمیان سے چلے جانا ایک نا قابلِ تلافی نقصان ہے جس سے پوری دنیائے سنیت محروم ہوگئی۔ حضرت ان فعال اور متحرک لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پوری زندگی تبلیغِ دین کے لئے وقف فرمائی۔ ان کا اخلاق و کردار آئینے کی طرح شفاف تھا۔ اسی لئے وہ ہند و پاک کے علماء اور عوام کے درمیان محبوب و مقبول تھے۔ مولانا موصوف نے اپنی پوری زندگی لکھنے، پڑھنے اور تبلیغ دین کے لئے وقف فرمادی تھی۔ ان کی تصانیف کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا مثبت اور قوم کے لئے دردمند دل رکھتے تھے اور ایسا طریقہ تبلیغ و اشاعت کا اپنایا تھا کہ لوگ ان سے اور ان کی باتوں سے حد درجہ متاثر تھے۔ ہمارے خانوادے سے ان کا بہت محبت کا تعلق تھا۔ وہ خانقاہ برکاتیہ سے بہت عمیق وابستگی رکھتے تھے اور ہمارے طرزِ خانقاہی سے بے حد متاثر تھے اور ہم لوگ بھی حضرت کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت امین ملت کو وہ محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ سید صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ دنیائے سنیت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

سید نجیب میاں برکاتی مارہروی

Hazrat Allama Maulana Mufti
MOHAMMED
Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
President: All India Sunni Jamiatul Ulema
Head Mufti: Central Darul Ifta - Bareilly.
82, Raza Nagar, Saudagran, Bareilly Sharif
U.P. 243003, (INDIA)- Tel 0581- 2472166, 2458543

۷۸۶/۹۲

مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب، رضویوں کے حبیب، مقبول خاص وعام، مرد حق، حضرت سید شاہ تراب الحق صاحب کے وصال پر ملال سے مجھے افسوس ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے (آمین)

آواز گرفتہ ہونے کی وجہ سے ریکارڈ نہ کرا سکا۔

قالہ بفمہ وأمر برقمہ
الفقیر محمد أختر رضا القادری الأزہری غفرلہ
بریلی الشریفۃ. أترابرادیش. الهند

عالم باعمل

نبیرہ قطب مدینہ فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد رضوان مدنی مدظلہ (مدینہ منورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ ومن والاہ

ارشاد اقدس ان العلماء ورثۃ الانبیاء بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ماضی قریب میں داغ فرقت دینے والے ہمارے مربی، حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب علیہ الرحمہ نے اس وراثت سے وافر حصہ پایا، اور اپنی زندگی میں اس علم کو عملی جامہ پہنا کر اس کا حق ادا فرمایا۔

مولانا شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ ایک عالم باعمل، عمدہ خطیب، انتہائی سادہ زندگی گزارنے والے اور ہمہ وقت دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے انسان تھے۔

مولانا کا ہمارے گھرانے سے دیرینہ تعلق رہا ہے جو ہمارے دادا قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی، والد محترم مولانا فضل الرحمن قادری کے بعد مجھ تک رہا۔ مولانا صاحب جب بھی مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو ہماری مجلس میں ضرور شرکت فرمائی اور اپنی علمی گفتگو سے اہل مجلس کو مستفید فرمایا ان کی گفتگو کی یہ خوبی تھی کہ معاشرے کے ہر طبقے بالخصوص نوجوانوں نے ان کو اپنا علمی اور روحانی پیشوا مانا۔ ان کی دینی خدمات نصف صدی سے مسلمانان عالم کو فیض یاب کرتی رہیں۔

ان کا وصال بے شک عالم اسلام کا بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی دینی خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ ان کے مرقد کو رحمت الٰہی کا گہوارہ بنائے۔ ان کے تمام اہل خانہ، وابستگان اور مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے دینی عمل کو ان کے جانشین، عزیزم شاہ عبد الحق کے ذریعہ جاری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ڈاکٹر رضوان فضل الرحمن مدنی

لیلۃ جمعۃ المبارکۃ فی المدینۃ المنورۃ

نازشِ اہلسنت

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ یو۔پی، انڈیا

صاحبزادہ شاہ عبد الحق قادری زید مجدہ

۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بعد نماز عصر عزیزی سید ریاض علی اشرفی زید مجدہ نے اطلاع دی سُن کر دل شکستہ وحزین غم واندو کی لہروں سے دوچار ہوا کہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ یعنی پاکستان کے طول وعرض میں صوتِ حق ونازشِ اہلسنت مسافرِ طریق رضاء ومتلاشیٔ حُبِ مصطفیٰ وخشیت الٰہی، عالم باصفا، صاحب خوف ورجا خطیب ذیشان مناظرِ ذی ہیبت وعالی مقام تسکینِ قلوب واذہان، ماحیٔ ضلالت وبطلات کی شفقت ومحبت اور بارگاہ فیض کی سیرابیوں سے متعلقین ومتوسلین وعوام اہلسنت نہ صرف آج محروم ہو گئے بلکہ یہ کمی وفقدان آپکی آپکے عظیم کارناموں کی یاد دلائے گا۔ ہر گزرتی گھڑی آپکی عظمت کے قصیدے کہے گی اور دنیائے سنیت آپکے حضور خراجِ عقیدت وتحسین پیش کرے گی۔ آپکا وجود یقیناً دنیائے سنیت کی آس اور امید کا محور رہا ہے۔

ہندوستان کے تمام سنی مسلمان اور بالخصوص سلسلہ عالیہ اشرفیہ ایک درد محسوس کر رہا ہے کہ دنیائے سنیت کا ایک روشن چراغ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ مجھ سمیت خاندانِ اشرفیہ کے افراد بارگاہ ایزدی میں ملتجیٔ دعا ہیں کہ خداوند قدوس قبلہ شاہ تراب الحق قادری نور اللہ مرقدہ کو مبارک نفوس کے حلقہ خاص میں منازلِ اعلیٰ علیین میں شامل فرمائے۔
آپ کے تمام اہل خانہ تمام مریدین ومعتقدین کو صبر کرنے اور آپکی سیرتِ تاباں کو مشعل راہ بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔
(آمین)

دعاگو
ابوالحمزہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی
جانشین: مخدوم الملت حضور محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ یو۔پی، انڈیا۔
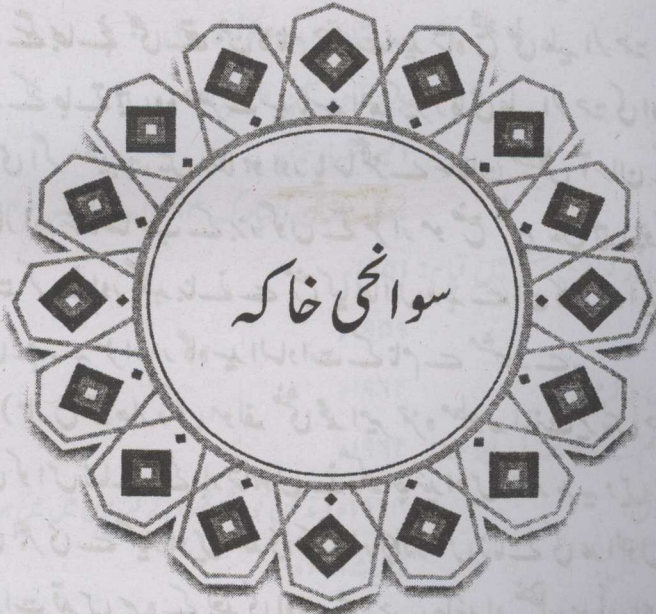
سوانحی خاکہ

خاندانی حالات

ابو تراب محمد رئیس قادری

پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ، حیدر آباد دکن ضلع نانڈھیر موضع کلمبر جاگیر صوبہ اورنگ زیب جس کا قدیمی نام احمد آباد تھا، کے ایک نہایت معزز سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد ساتویں ہجری میں بغداد شریف سے ہجرت کر کے حیدر آباد دکن تشریف لائے۔

خاندانی روایات کے مطابق ان کا نام سید شاہ میراں قادری تھا اور وہ سید السادات کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کے ساتھ ان کے سگے بھانجے بھی تھے جن کا نام حضرت سید شاہ شیخ علی علیہ الرحمۃ تھا جو سانگڑے سلطان مشکل آسان کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں وہ حضرت سیدنا سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ کوئی آدمی اگر مصیبت میں مبتلا ہو اور یا سانگڑے سلطان مشکل آسان کہے تو اس کی دستگیری ہوتی تھی۔ ان کا مزار قندھار اور شاہ صاحب کے بزرگوں کے مزار موضع کلمبر میں ہیں چونکہ انہوں نے خواب میں کسی کو مزار شریف کو پختہ کرنے اور گنبد بنانے سے منع کیا تھا اس وجہ سے ان کا مزار ایک چبوترے پر ہے اور اس سے متصل ایک مسجد بھی ہے۔ یہ مزار درگاہ سید السادات کے نام سے مشہور ہے۔

(تاریخ قندھار دکن مولفہ منشی محمد امیر حمزہ مطبوعہ امانت پریس حیدر آباد دکن)

ان دونوں بزرگوں کو اس زمانے کے بادشاہوں نے کچھ جائیدادیں بطور ہدیہ دیں جو نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آئیں ساتویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی تک کا ریکارڈ اس زمانے کی عدالتوں اور شاہی خاندانوں کے اثاثوں میں تھا، سید السادات قدس سرہ کے بعد کی اولاد میں جب جائیداد منتقل ہوئی، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے جد امجد حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ السالکین حضرت مخدوم (سید شاہ میراں قادری) قدس سرہ، یہ وہ القاب ہیں جو اس زمانے کی سند میں مذکور ہیں، ان کی کئی پشتوں کے بعد حضرت حافظ سید شاہ قاسم قادری، ان کے صاحبزادے سید شاہ غلام محی الدین پھر ان کے صاحبزادے سید شاہ عبد اللہ قادری، ان کے صاحبزادے سید شاہ میراں قادری، ان کے صاحبزادے سید شاہ محی الدین قادری، ان کے دو صاحبزادے تھے جن میں ایک شاہ صاحب کے والد ماجد سید شاہ حسین قادری، اور ایک ان کے تایا سید شاہ امیر اللہ قادری، سید

شاہ امیر اللہ قادری حیدر آباد دکن میں ۱۹۴۸ء جب بھارت نے حیدر آباد دکن پر پولیس ایکشن کے ذریعے حملہ کیا اس میں شہید کر دئے گئے، جبکہ شاہ صاحب کے والد، والدہ اور سب بھائی بہن اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلامت رہے۔

شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ فاروقی ہیں حیدر آباد دکن کے مدیر المہام امور مذہبی، حضرت علامہ مولانا انوار اللہ خاں فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتب کثیرہ، مصنف مقاصد الاسلام (گیارہ جلدیں)، انوار احمدی، کتاب العقل وغیرہ سے شاہ صاحب کا ننھیال ہے۔

شاہ صاحب قبلہ کے خاندانی حوالے سے جو ریکارڈ اس قلیل وقت میں میسر آیا اس کے مطابق کچھ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام: سید شاہ تراب الحق قادری
والد: سید شاہ حسین قادری
والدہ: اکبر النساء بیگم
ولادت: ۲۷ر مضان المبارک ۱۳۶۳ھ ۱۵ استمبر ۱۹۴۴ء
پاکستان ہجرت اور لیاقت بستی میں قیام: ۱۹۵۱ء
کورنگی منتقلی: ۱۹۵۹ء
K. P. T. میں ملازمت: ۱۹۶۲ء
حضور مفتی اعظم سے بیعت بذریعہ خط: ۱۹۶۲ء
والد ماجد کا انتقال: ۱۹۶۴ء (تدفین کورنگی نمبر ا کے قبرستان میں ہوئی)
درس نظامی کی تکمیل: غالباً ۱۹۶۷ء
شادی خانہ آبادی: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ ۱۳ امارچ ۱۹۶۶ء
صاحبزادہ سید شاہ سراج الحق کی ولادت: ۱۹۶۶ء
صاحبزادی سیدہ مسرت فاطمہ کی ولادت: ۱۹۶۷ء (بن کا بچپن میں انتقال ہو گیا)
صاحبزادی سیدہ نصرت فاطمہ کی ولادت: ۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء
بریلی شریف حاضری، مرشد کی خدمت میں ۱۳ اروز: ۱۹۶۸ء
صاحبزادہ سید شاہ عبد الحق کی ولادت: ۱۱۱۶کتوبر ۱۹۷۰ء
صاحبزادی سیدہ نگہت فاطمہ کی ولادت: ۵ دسمبر ۱۹۷۱ء
بھائی سید شاہ شمیم اللہ قادری کی شہادت: ۱۹۷۴ء (تدفین کورنگی نمبر ۶ کے قبرستان میں ہوئی)

صاحبزادی سیدہ رفعت فاطمہ کی ولادت:	۶ دسمبر ۱۹۷۵ء
صاحبزادہ سید شاہ فرید الحق کی ولادت:	یکم دسمبر ۱۹۷۶ء
صاحبزادی سیدہ طلعت فاطمہ کی ولادت:	۶ جون ۱۹۷۷ء
صاحبزادی سیدہ عفت فاطمہ کی ولادت:	۶ جولائی ۱۹۷۹ء
پہلا تبلیغی دورہ۔۔۔	نیروبی، کینیا
قاری صاحب سے خلافت و اعلان جانشینی:	۲۲ اپریل ۱۹۸۲ء
قاری صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال:	۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء (تدفین مصلح الدین گارڈن میں ہوئی)
قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے:	۱۹۸۵ء
جماعت اہلسنت کراچی کے امیر منتخب ہوئے:	۱۹۹۲ء
صاحبزادہ سید شاہ عبد الحق قادری کے درس نظامی کی تکمیل:	۱۹۹۶ء
والدہ ماجدہ کا انتقال:	۱۴ مارچ ۱۹۹۷ء (تدفین عیسیٰ نگری کے قبرستان میں ہوئی)
بہن سیدہ شفیعہ بیگم کا انتقال:	۱۴ دسمبر ۱۹۹۸ء (تدفین قصبہ کالونی کے قبرستان میں ہوئی)
مسجد حبیب کا افتتاح:	۱۵ جولائی ۱۹۹۹ء
بھائی سید شاہ انوار اللہ قادری کا انتقال:	۲۹ محرم ۱۹۹۹ء (تدفین یسین آباد کے قبرستان میں ہوئی)
صاحبزادی سیدہ عفت فاطمہ کی درس نظامی کی تکمیل:	۱۳ اگست ۲۰۰۰ء
بھائی سید شاہ قاسم قادری کا انتقال:	۲۰۰۲ء (تدفین کورنگی نمبر ۶ کے قبرستان میں ہوئی)
مدارس اہلسنت کا قیام:	۲۰۰۶ء
سانحہ نشتر پارک:	۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء
بھائی سید شاہ سیف اللہ کا انتقال:	۲۰۰۷ء (تدفین کورنگی نمبر ۶ کے قبرستان میں ہوئی)
بیماری کا آغاز: پہلا ڈائلیسز	۱۷ مئی ۲۰۱۲ء
اہلیہ کا انتقال:	۱۷ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ ۲ ستمبر ۲۰۱۵ء
وصال:	۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء
مزار:	مصلح الدین گارڈن، کراچی۔

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ سے

انٹرویو

جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے نائب ناظم حضرت علامہ مولانا عبد الحفیظ معارفی، حضرت علامہ مولانا محمد خالد ماتریدی، اور جماعت اہلسنت کراچی دفتر کے آفس سیکریٹری حافظ محمد سلمان قادری نے حضرت شاہ صاحب قبلہ سے ان کی زندگی کے حوالے سے ایک انٹرویو لیا تھا، شاہ صاحب قبلہ نے کیا کیا جوابات ارشاد فرمائے، پیشِ خدمت ہیں۔(ادارہ) تاریخ؟؟؟

سوال: تاریخ پیدائش اور مقام پیدائش۔

جواب: حیدرآباد دکن کے شہر ناندھیڑ کے گاؤں موضع کلمبر جاگیر، ۲۷رمضان المبارک، شب قدر مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۴۴ء کو میری پیدائش ہوئی۔ والد صاحب کا اسم گرامی مولوی سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب سید ہے۔ جبکہ والدہ محترمہ کا سلسلہ نسب فاروقی ہے۔ میرا نام وہاں کے ایک مشہور بزرگ سید شاہ تراب الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا۔ ان کا مزار وہیں ضلع پربھنی حیدر آباد دکن میں ہے۔

سوال: والد صاحب عالم دین تھے؟

جواب: جی ہاں! والد عالم دین تھے۔ حیدر آباد دکن میں ایک عالم کورس ہوتا تھا جس میں مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ کا کورس پڑھایا جاتا تھا۔ انہوں نے وہ مکمل کورس پڑھا اور پھر موضع کلمبر جاگیر میں ہمارے جد امجد کے مزار سے متصل ہماری آبائی جامع مسجد تھی اس میں آپ رضا کارانہ امامت و خطابت کرتے تھے۔ بلکہ والد صاحب سے پہلے ہمارے داد ااور پڑدادا بھی اسی مسجد میں امامت و خطابت کرتے تھے۔

سوال: خاندانی پس منظر بیان فرمائیں؟

جواب: ہمارے جد امجد بغداد شریف سے تقریباً ۷۰۰ سال قبل ہجرت کر کے حیدرآباد دکن آئے تھے۔ اور ان کا نام بھی یہی تھا جو میرا ہے یعنی سید شاہ تراب الحق تھا۔ میرے پاس ایک ۱۱۲۳ء کی دستاویز ہے۔ جس میں ہمارے آباؤاجداد کو ملنے والی زمین کی تفصیل موجود ہے۔ اسی طرح ہمارے جد امجد کے بھانجے سانگڑے سلطان کے نام سے مشہور ہوئے بلکہ ہمارے علاقہ میں یہ ضرب المثل ہے کہ "سانگڑے سلطان، مشکل آسان" یہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور فیض یافتہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کے بعد آپ حیدر آباد دکن تشریف لائے اور یہیں آپ کا وصال ہوا اور ہمارے گاؤں سے ۵۶ میل دور ایک قصبہ قندھار شریف میں آپ کا مزار شریف مرجع عام و خاص

ہے۔ ہمارے جد امجد کے بارے میں مشہور ہے کہ اس وقت کا مشہور ہندو راجہ سیوراج بہادر ایک مرتبہ اپنے لاؤ لشکر سمیت نکلا تو راستے میں ہمارے جد امجد بیٹھے ہوئے تھے۔ قافلے کے آگے چلنے والے سپاہیوں نے نامناسب لہجے میں کہا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ راجہ کی سواری آرہی ہے اور آپ راستے میں بیٹھے ہوئے ہو چلو ایک طرف ہو جاؤ تو وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ اَب اس کے بعد جب راجہ نے ہاتھی کو آگے بڑھانا چاہا تو ہاتھی وہیں تھم اور رک گیا۔ گویا کہ زمین سے چپک گیا ہو۔ اَب اس ہندو راجہ نے گڑ بڑ محسوس کی تو اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم نے اس بزرگ کی کوئی بے ادبی تو نہیں کی جس پر اسے بتایا گیا کہ بزرگ کو نامناسب طریقے سے اٹھایا گیا ہے۔ تو وہ ہندو راجہ معاملہ سمجھ گیا۔ اور اس نے اپنے ہاتھی کے گلے میں لٹکے ہوئے سونے کے گھنٹے کو جس پر ہیرے جواہرات لگے تھے اتارا اور ہمارے جد امجد کے پاؤں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا اور وہ سونے کا گھنٹہ بھی نذر کیا تو اس کا ہاتھی آگے کو روانہ ہوا۔ وہ سونے کا گھنٹہ کئی پشتوں تک ہمارے خاندان میں رہا ہمارے جد امجد کا مختصر تذکرہ اور حضرت سانگڑے سلطان کا تذکرہ اب بھی "تاریخ قندھار شریف" میں موجود ہے۔ ہمارے جد امجد کا مزار موضع کلمبر جاگیر میں ہے اسی موضع کلمبر میں ہمارے آباؤ اجداد کی جاگیر تھی۔ اور ہمارے آباؤ اجداد "انعام دار جاگیر دار" کہلاتے تھے۔ علاقہ کے جاگیر دار ہونے کے ساتھ ساتھ علم و روحانیت بھی ہمارے بزرگوں کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ علاقہ کی ہماری آبائی جامع مسجد میں تمام دینی امور بھی وہی سرانجام دیا کرتے تھے۔

سوال: تعلیم کے مختلف مراحل کیسے مکمل کیئے؟

جواب: اصل میں جب ہم لٹ پٹ کر پاکستان ہجرت کر کے آئے تو وہ انتہائی کڑا اور سخت ابتلا کا وقت تھا۔ پورا خاندان تتر بتر ہو چکا تھا کچھ خبر نہ تھی کہ کون زندہ ہے اور کون شہید ہو چکا ہے۔ خاندان کے افراد کا کچھ پتا ہی نہ تھا کہ کون کہاں ہے اور کیسا ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے سگے خالو قبلہ قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ تین سال تک ہمیں ڈھونڈتے رہے اور ہم انہیں تلاش کرتے رہے اور ان سے تین سال بعد ۱۹۵۴ء میں ملاقات ہوئی لیکن ان حالات کے باوجود حصول علم کا سفر جاری رکھا کچھ ابتدائی تعلیم تو مدرسہ تحتانیہ دودھ بولی، بیرون دروازہ نزد جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن میں حاصل کی تھی۔ اور پاکستان آنے کے بعد فیض عام ہائی اسکول پی آئی بی کالونی میں تعلیم حاصل کی اس دوران ہم پی آئی بی سے متصل لیاقت بستی میں رہے پھر وہاں سے کورنگی نمبر ۴ منتقل ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ملازمت اختیار کی اور اسی وقت درس نظامی پڑھنا شروع کیا ساتھ ساتھ پورٹ ٹرسٹ کی مسجد میں باقاعدہ امامت و خطابت بھی شروع کی۔ وہاں سے روزانہ سائیکل پر سوار ہو کر اخوند مسجد کھارادر میں قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا تھا پھر دار العلوم امجدیہ میں باقاعدہ داخلہ بھی لیا لیکن زیادہ تر اسباق قبلہ قاری صاحب سے ہی پڑھے ہم چار شاگرد تھے جو قبلہ قاری صاحب سے حصول علم میں مصروف رہے۔ ایک تو مولانا ابو البشر جو بنگلہ دیش کے تھے۔ کھوڑی گارڈن میں امام تھے اور قبلہ محدث اعظم پاکستان کے مرید تھے اور دوسرے مولانا غلام رسول

کشمیری تھے جو اپنے وقت کے بڑے شعلہ بیان خطیب ہوئے اور جن کا مزار کورنگی میں ہے اور تیسرے مولانا صوفی قائم الدین صاحب تھے جن کا تعلق گوجر خان سے تھا اور وہ آرمی میں ہوتے تھے۔ ہم چاروں ہم سبق اور کلاس فیلو تھے اور مکمل درس نظامی قبلہ قاری صاحب سے پڑھا اور ۱۹۶۸ء میں سند حدیث با قاعدہ شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الازہری سے حاصل کی۔ اس دوران مولانا پیر جمال الدین کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی علم التجوید میں ہمارے ساتھ قبلہ قاری صاحب کے شاگرد رہے۔

سوال: اس دور کے اور آج کے تعلیمی ماحول میں کچھ فرق محسوس کرتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ہمارے دور میں مکمل انہماک کے ساتھ اساتذہ کرام پڑھایا کرتے اور ہم پڑھا کرتے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تربیت بھی جاری رہتی اور تربیت کا یہ عمل صرف اسباق کے دوران نہیں بلکہ غیر تدریسی اوقات میں بھی جاری رہتا۔ ایک مسلمان کی حیثیت میں کیسی زندگی بسر کرنی ہے! ایک عالم دین کی حیثیت میں کس طرح خلوص و لگن سے دین کی خدمت کرنی ہے! ہمیں علم کے ساتھ ساتھ یہ سارے اسرار و رموز بھی اساتذہ کرام عطا فرمایا کرتے تھے۔ جب کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ انہماک، خلوص کا فقدان ہے۔ گویا کہ آج علم تو سکھایا جاتا ہے مگر کردار سازی پر توجہ نہیں ہے۔

سوال: زمانہ طالب علمی کی کوئی یاد؟

جواب: اسکول کی تعلیم کے دوران پہلوانی بھی کی۔ ریسلنگ اور دیسی کشتیوں میں حصہ لیا بلکہ ویٹ لفٹنگ اور باڈی بلڈنگ میں کراچی کا چیمپیئن بھی رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ گرمی ہو یا سردی، بارش ہو یا کچھ اور روزانہ پرانی سائیکل پر سوار ہو کر قبلہ قاری صاحب کی خدمت میں حاضری دینا اور اسباق پڑھنا، یہ سب حسین یادیں ہیں۔ اصل میں قبلہ قاری صاحب کی شخصیت ایسی مسحور کن تھی اور ان کا انداز تدریس ایسا دلربا تھا کہ موسم کی سختی کے باوجود ان کے پاس آنے کو جی چاہتا تھا۔

سوال: طلباء کے لئے کوئی سبق؟

جواب: طلباء کے لئے نصیحت یہی ہے کہ یکسوئی سے پڑھیں، مطالعہ ضرور کریں، تکرار کی عادت ڈالیں، دوران تعلیم مسائل پر ڈائری ضرور لکھیں۔ یادداشتیں ضرور مرتب کریں کیونکہ آج کل کے ماحول میں لوگ یہ پوچھتے ہیں یہ مسئلہ کونسی آیت یا حدیث میں ہے تو طالب علم دوران تعلیم اپنے مذہب کی جو مؤید احادیث ہیں ان کو ازبر کریں، ماخذ و مراجع یاد ہوں تاکہ عوام الناس کو مطمئن کیا جاسکے لیکن صرف لکھنے پر ہی زور نہ ہو بلکہ علم کو دل و دماغ پر نقش کرنے کی کوشش کی جائے۔ مزید سمجھانے کے لئے عرض کروں کہ میں نے امام غزالی کے واقعات میں پڑھا ہے کہ حصول علم کے بعد گھر واپس آتے ہوئے ان کے قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور اس لوٹ مار میں امام غزالی کا مال اور وہ رجسٹر جسمیں انہوں نے تمام علمی مواد جمع کیا ہوا تھا وہ بھی چھین لیا گیا۔ اس پر امام غزالی نے کہا مال و اسباب تو تم نے لے لیا ہے مگر میرا رجسٹر

تو مجھے واپس کر دو کیونکہ کہ اس میں تمہارے کام کی تو کوئی چیز نہیں جبکہ میری سالہا سال کی محنت سے حاصل کیا ہوا علم اسی میں ہے۔ وہ اگر تم نے لے لیا تو میرے پاس کیا رہ جائے گا؟ میرا سارا علم تو اسی میں جمع ہے اس پر ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ: ''تمہارے ایسے پڑھنے کا کیا فائدہ کہ ڈائری غائب تو علم غائب۔'' اس بات نے امام غزالی پر ایسا اثر کیا کہ ڈائری وہیں چھوڑی اور دوبارہ حصول علم میں مشغول ہوگئے اور علم کو ایسا ازبر کیا کہ ان کی سوانح میں مشہور ہے کہ ''احیاء العلوم'' ان کی دوران سفر کی تصنیف ہے۔

سوال　: بیعت کب اور کن سے ہوئے اور بیعت کے وقت عمر کیا تھی؟

جواب　: جب میری عمر ۱۸ یا ۱۹ سال تھی تو ۱۹۶۲ء میں قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر بذریعہ خط اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے حضور مفتیاعظم حضرت مولانا مصطفی رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور پھر ۱۹۶۸ء میں بریلی شریف جاکر ان کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ زندگی کے اس یادگار سفر میں ۱۳ دن تک حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر قیام رہا۔ باقاعدہ تعویذات و عملیات کی تربیت فرمائی اور اجازت عطا کی۔ جب کہ اس دوران اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مسجد رضا میں اکثر نمازوں کی امامت بھی میرے سپرد رہی۔ حضرت فرمایا کرتے کہ آپ کی قرأت اچھی ہے آپ نماز پڑھائیں جب کہ خود میری اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے۔ یہ ان کی کرم نوازی تھی ورنہ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ پھر ان کی موجودگی میں کئی جلسوں میں تقریر بھی کی جس پر حضرت اقدس نے بڑی شفقت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

سوال: دستار خلافت کب حاصل ہوئی؟

جواب: عموماً پیر صاحب اپنے خلیفہ کو سند خلافت جاری کرتے ہیں اور معاملہ مکمل ہو جاتا ہے لیکن مجھے سید ہونے کی وجہ سے غالباً ۱۹۸۰ء میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نواسے حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں الازہری کی موجودگی میں خلافت عطا فرمائی اور سید ہونے کی وجہ سے بڑا خاص انداز اپنایا۔ آپ نے اپنا جبہ شریف، عمامہ شریف اور ٹوپی مجھے عنایت فرمائی اور بطور خاص سند خلافت قبلہ تاج الشریعہ مد ظلہ العالی سے پر کروائی اور خود اپنے ہاتھ سے دستخط فرمائے اور تاریخ ڈالی۔ اس کے ساتھ ساتھ سلسلۂ قادریہ، برکاتیہ، اشرفیہ، شاذلیہ، منوریہ، معمریہ اور دیگر تمام سلاسل میں اپنے استاذ محترم اور سسر قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی اور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان الازہری سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

سوال: تنظیمی کارکن کو کام کس طرح کرنا چاہیے؟

جواب: اس سلسلہ میں میری گذارش یہ ہے کہ ہم دینی جماعت کے کارکن ہیں اور ہماری دینی جماعت، جماعت اہل سنت ایک تنظیم تو ہے مگر اس کے ساتھ ہمارا مذہب و مسلک بھی تو ہے۔ تو ہمیں صرف ایک تنظیم کا کام سمجھ کر عملی میدان میں نہیں آنا چاہیئے بلکہ اپنا مذہب و مسلک سمجھ کر اس کی ترویج و اشاعت کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی تبھی کامیابی و کامرانی ممکن ہوگی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم جماعت کا کام صرف ایک تنظیم کا معاملہ سمجھ لیتے ہیں اور جزوقتی کام کرتے ہیں جس دن ہم جماعت کے کام کو دین، مذہب اور مسلک کا معاملہ سمجھ کر میدان عمل میں اتریں گے تو ساری پریشانیاں اور رکاوٹیں دم توڑ دیں گی۔

سوال: اب تک کیا دینی خدمات سرانجام دیں؟

جواب: ہمارے مولانا سید سعادت علی قادری کو ۱۹۶۷ء میں علم ہوا کہ قبلہ قاری صاحب کے داماد کورنگی میں ہوتے ہیں تو انہوں نے مجھے طلب کیا اور جماعت اہل سنت کورنگی کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ اس وقت سے لے کر اب تک جماعت اہل سنت سے وابستہ ہوں۔ ایک کارکن کی حیثیت سے کام شروع کیا اور آج اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کے صدقے یہ کرم فرمایا کہ آپ کو اس منصب پر فائز نظر آرہا ہوں۔

۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۰ء تک محمدی مسجد کورنگی میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۲ء تک کھارادر کی قدیمی اخوند مسجد میں اسی منصب پر رہا۔ اس دور میں نوجوانوں کی تربیت پر خاص توجہ رہی جس کی وجہ سے انہی نوجوانوں نے کئی دینی تنظیمیں قائم کیں۔ مثلاً سنی باب الاشاعت، تحریک عوام اہل سنت، انجمن اشاعت اسلام، تحریک حقوق اہل سنت وغیرہ بڑی مشہور ہوئیں۔ بلکہ میں عرض کروں کہ دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری بھی ان نوجوانوں میں شامل تھے اور تقریباً دس سال انہوں نے ہمارے ساتھ گزارے۔ ۱۹۸۳ء میں قبلہ قاری صاحب نے اپنے وصال سے دو ماہ قبل اپنی زندگی میں باقاعدہ میری جانشینی کا اعلان فرماتے ہوئے میمن مسجد کی امامت و خطابت میرے سپرد فرمائی۔ جماعت اہل سنت کے مختلف ادوار میں بڑے اہم مناصب میرے سپرد رہے۔ ترجمان اہل سنت کا مدیر بھی رہا۔ روزنامہ جرأت، روزنامہ ریاست اور روزنامہ قومی اخبار کراچی میں شرعی مسائل کے جوابات کا کالم ہر جمعہ کو لکھتا ہوں۔ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں خلق خدا کی خدمت بھی گذشتہ ۲۶ سال سے جاری ہے۔ ملک کے طول و عرض میں عموماً اور کراچی میں خصوصاً وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ عوام اہل سنت اور مسلک اہل سنت کو درپیش مسائل کے حل کے لئے دن رات کی تخصیص کیئے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور مصطفی کریم ﷺ کی نگاہ شفقت کے حصول کی خاطر مصروف عمل ہوں اور انشاء اللہ تادم آخر رہوں گا۔ کیوں کہ عزتیں، عظمتیں اور بلندیاں سب کوچۂ محبوب ﷺ کی گدائی میں ہیں۔

سوال: کیا یہ سلسلہ صرف پاکستان تک محدود ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین متین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی دعوت پہنچانے کا شرف حاصل ہوا۔ کئی ممالک میں وہاں کے رہنے والوں کے اصرار پر بار بار جانے کا موقع ملا۔ سب سے پہلے ۱۹۷۷ء میں نیروبی، کینیا سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اس پہلے دورے کی اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت کی دلیل میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسی دورے کے اختتام پر حضور قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضری ہوئی اور چالیس دن آپ کی صحبت کاملہ میں مدینہ طیبہ کے پرنور ماحول میں رہا اس کے ساتھ حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی، بلکہ میں آپ کو بتاؤں کہ حضور قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلافت بھی عطا فرمائی لیکن میں اس کا دعویٰ اس لئے نہیں کرتا کہ اس وقت باقاعدہ کوئی لکھنے والا موجود نہ تھا کہ حضرت اس سے سند لکھوا کر جاری کرتے لیکن بحر حال حضرت کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمان مدنی نے ان کی طرف سے تمام سلاسل میں خلافت و اجازت باقاعدہ عطا فرمائی، تو میں کہہ رہا تھا کہ چالیس دن کوچۂ محبوب مدینہ طیبہ میں گزارے اور حضرت اتنی شفقت فرماتے کہ ہر محفل کے اختتام پر دعا مجھ سے کرواتے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نسبتوں کا فیض ہے وگرنہ میں کیا اور میری اوقات کیا۔

چلئے آپ کے سوال کی طرف لوٹتا ہوں ۱۹۷۷ء سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ جہاں بھی جاؤں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کروں، دینی اداروں اور مساجد ان ممالک میں تعمیر ہوں اور دین و مسلک کی بھرپور ترویج و اشاعت ہو۔ امریکا میں ۱۱ بار جا چکا ہوں، یورپ کے پانچ، چھ دورے کیئے ہیں اس کے علاوہ عرب امارات، سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، بیلجیئم، ساؤتھ افریقہ، کینیا، تنزانیہ، زمبابوے، عراق، زنزیبا، زمبیا اور سرکاری وفد کے رکن کی حیثیت میں چین کا دورہ اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے ساتھ کیا۔ کنز الایمان شریف اور اہل سنت و جماعت کا دیگر لٹریچر وہاں کے مسلمانوں تک پہنچایا، اسی طرح اردن اور مصر کا دورہ بھی کیا۔ قصہ مختصر یہ کہ افریقا کے جنگلوں سے لیکر یورپ کے مرغزاروں تک اور سنگلاخ پہاڑوں سے لیکر برصغیر کے سبزہ زاروں تک ہر مقام پر قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صداؤں کو عام کرنے کا شرف حاصل رہا۔

سوال: آپ نے عملی سیاست میں حصہ لیا اس کے اسباب کیا تھے؟

جواب: جی ہاں! ۱۹۶۹ء میں باقاعدہ عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا وجہ اس کی یہ بنی تھی اس دور میں بھٹو نے سوشل ازم کا شوشہ چھوڑا تھا اور چین اور روس کے کمیونزم کے نظام کو پاکستان میں نافذ کرنے کے لئے بہت ساری قوتیں اور افراد متحرک ہو گئے تھے جب کہ ہم نے جو پاکستان کی خاطر گھر بار لٹایا تھا اور ہجرت کی تھا، اور اپنی جاگیریں قربان کیں تھیں اور خاندان کے افراد اس راہ میں شہید ہوئے تھے تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہم نے سنا بھی تھا اور یہ نعرہ لگایا بھی تھا کہ پاکستان میں اسلام اور نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ ہوگا۔ جبکہ اس دور میں ہونے والی یہ ساری سازشیں اور نعرے ہمارے دین سے بالکل متصادم تھیں تو صرف میں ہی نہیں بلکہ اکثر علماء اہل سنت میدان عمل میں نکل آئے اور

با قاعدہ جدوجہد شروع کی اور ظاہر ہے کہ یہ علماء حق کی ذمہ داری بھی تھی کہ ایسے پر آشوب ماحول میں ملت کی رہنمائی کی جائے تو مولانا سید سعادت علی قادری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خان نیازی، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اور خود ہمارے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء کے ساتھ میدان عمل میں آئے اور لانڈھی کورنگی میں جب علامہ عبد المصطفیٰ ازہری نے الیکشن لڑا اور علامہ حسن حقانی صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے تو ان کی تمام الیکشن کمپین کا میں انچارج تھا خود قبلہ قاری صاحب نے بھی اکثر جلسوں میں خطاب کیا۔ اس زمانہ میں مذہبی تقسیم اتنی زیادہ نہ تھی اور مسلک کا کام کرنے والی تنظیمات باہم ایک دوسرے سے منسلک ہوا کرتی تھیں، چنانچہ مولانا سید سعادت علی قادری جماعت اہل سنت کے بھی ناظم اعلیٰ تھے اور جے یو پی کے بھی ناظم اعلیٰ تھے۔

سوال: عملی سیاست کے دوران کن مناصب پر فائز رہے؟

جواب: کراچی میٹرو پولیٹن کارپوریشن K.M.C میں کونسلر رہا، پھر K.M.C کی تعلیمی کمیٹی کا چیئرمین بھی رہا، اسی طرح لاء کمیٹی کراچی کا چیئرمین بھی رہا، انٹر میڈیٹ بورڈ کا رکن بھی رہا، انسداد جرائم کمیٹی کا چیئرمین بھی رہا، ضیاء الحق کے زمانے میں الیکشن کا اعلان ہوا تو کورنگی سے صوبائی اسمبلی کا امیدوار بنا لیکن وہ الیکشن ملتوی ہو گئے، اسی طرح ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی الیکشن میں حلقہ ۱۹۰ کراچی ساؤتھ سے جماعت اسلامی کے محمد حسین محنتی کو بھاری اکثریت سے ہرا کر قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوا۔ غالباً اس وقت جیتنے والوں میں سب سے زیادہ ووٹ میں نے حاصل کیئے بلکہ جس امیدوار نے ہمارے مقابلہ میں شکست کھائی اس کے ووٹ بھی اس وقت کے جیتنے والوں سے زیادہ تھے۔ اس اسمبلی میں اطلاعات کی اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر اور دہشت گردی کا قانون ہماری کمیٹی نے بنا کر دیا تھا۔ جاوید اں سمینٹ فیکٹری کا ڈائیریکٹر بھی رہا، مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا رکن رہا، اس سے ہٹ کر دینی شعبہ میں بے شمار مدارس اور مساجد اور فلاحی انجمنوں کی ذمہ داریاں بھی مجھ حقیر فقیر کے کندھوں پر ہیں۔

سوال: قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت میں کوئی ایسا کام جو یادگار ہو؟

جواب: مولانا! ہماری اسمبلی سے پہلے شاتم رسول کے لئے ۲ سال کی سزا تھی اور یہ بھی صرف حضور ﷺ کی گستاخی تک محدود تھی۔ ہمارے زمانے میں C/۲۹۵ کا قانون منظور ہونے کے لئے اسمبلی میں پیش ہوا کہ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام، آسمانی کتب اور شعائر دین کی گستاخی کرنے والے کے لئے موت کی سزا تجویز کی گئی تو ہمارے پورے گروپ، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، محمد عثمان خان نوری، حاجی محمد حنیف طیب، پروفیسر محمد احمد پسرور، سیالکوٹ، قمر النساء قمر اور میں نے دن رات ایک کر دیا ایک ایک رکن کے پاس گئے اور اس قانون کی منظوری کے لئے حمایت چاہی اور الحمد للہ ہماری کوششوں سے پوری اسمبلی نے متفقہ طور پر C/۲۹۵ کو منظور کر لیا۔ اسی طرح ایک بار مؤتمر عالم اسلامی نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اور حکومت پاکستان کو لکھ بھیجا۔ حکومت نے بھی پابندی

کا سوچا اور پارلیمنٹ میں اس پر بحث شروع کروائی۔ اس سے پہلے کہ یہ شیطانی سازش کامیاب ہو جاتی ہم نے ایک بار پھر تمام اراکین سے رابطہ کیا اور اس کے بعد اسمبلی کے فلور پر ہم کھڑے ہو گئے اور حکومت کو باور کرایا کہ تم تو مسجد میں اذان سے پہلے درود شریف پر پابندی لگانے کا سوچ رہے ہو جب کہ ہم یہاں بھی درود و سلام پڑھا کریں گے اور ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کے بعد ہم نے وہیں اسمبلی میں مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام اور یا نبی سلام علیک پڑھنا شروع کر دیا اور اکثر اراکین بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گئے اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد حکومت کے وزیر مقبول احمد خان نے معذرت کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے پابندی کی قرارداد واپس لینے کا اعلان کیا۔

سوال: کیا سیاسی عمل میں مذہبی طبقہ کو شریک ہونا چاہیئے؟

جواب: جی ہاں! ضرور آنا چاہیئے مگر بھرپور تنظیم اور قوت کے ساتھ تاکہ اسمبلی میں بھرپور کردار ادا کیا جاسکے۔ اگر اکیلے یا دو چار افراد انفرادی طور پر وہاں پہنچ بھی جائیں تو سوائے شور مچانے کے اور کیا کر سکتے ہیں لہٰذا اپنی صفوں میں بھرپور اتحاد پیدا کر کے تحریک چلائی جائے اور اس کے نتیجہ میں جب آپ پارلیمنٹ جائیں گے تو نتیجہ خیز معاملات سرانجام دے سکیں گے۔

سوال: اتحاد اہل سنت میں رکاوٹ کیا ہے اور کوئی صورت اتحاد کی نظر آتی ہے؟

جواب: مولانا! یہاں معاملہ لیڈری اور قیادت کے شوق کا ہے جو اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، ہر شخص جس کو اس کے محلہ میں بھی کوئی نہ جانتا ہو اپنی تنظیم بنائے بیٹھا ہے، اب ظاہر ہے کہ اتنے قائدین کو کسی ایک تنظیم میں کیسے ایڈجسٹ کیا جاسکتا ہے اور یہ بات وہ سب بھی جانتے ہیں اس لئے عوام اہل سنت میں تو اتحاد کی تڑپ بھی ہے اور خواہش بھی لیکن یہی قائدین پھر ان کو ورغلاتے اور بہکاتے رہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ایثار اور قربانی کا جذبہ اگر پیدا ہو جائے تو اتحاد ممکن ہو گا، میں دو مثالوں کے ذریعہ سمجھاتا ہوں، ایک زمانہ تھا کہ جماعت اہل سنت پاکستان مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی پھر کچھ اہل درد کی کوششوں سے تمام دھڑوں کو لاہور میں اکھٹا کیا گیا تو اگر اس مرحلے پر سب قائد بننے پر رہتے تو اتحاد ممکن نہ ہوتا تو ہم نے یہ کیا کہ ایثار و قربانی سے کام لیتے ہوئے قیادت سے اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور جماعت اہل سنت کے ایک دھڑے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا تو اب سب کو یہ چیز اچھی لگی اور تمام گروپنگ ختم ہو گئی اور جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ اسی طرح آپ دیکھیں کہ اس وقت سنی اتحاد کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس میں اکثر و بیشتر سنی تنظیمات موجود ہیں ہمارے قائدین علامہ سید مظہر سعید کاظمی شاہ صاحب اور علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے ایثار و قربانی سے کام لیا اور قیادت کے لئے صاحبزادہ فضل کریم کو آگے کیا تو ایک پلیٹ فارم بن گیا۔ اسی طرح تمام قائدین اور زعماء ایثار و قربانی سے کام لیں تو اتحاد ممکن ہے یا پھر ایسا کر لیا جائے کہ سنی اتحاد کونسل ٹائپ کا ایک مستقل ادارہ قائم کر دیا جائے اور تمام سنی تنظیمات جو پاکستان سطح پر اپنا وجود رکھتی ہوں ان کے سربراہوں کو اس کا ممبر

بنا دیا جائے اور یہ ادارہ سپریم حیثیت میں مسلک و مذہب کے حوالے سے اجتماعی ایشوز پر ہر فیصلہ کرے اور تمام تنظیمات اہل سنت ان فیصلوں کو نافذ کرنے کی کوشش کریں تو پھر اتحاد کا معاملہ حل ہو سکتا ہے وگرنہ اگر صرف زبان سے اتحاد کے دعوے کئے جائیں اور عملی طور پر اس کی مخالفت ہو تو پھر ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص آم کے درخت کے نیچے بیٹھ کر انار کی دعا کر رہا ہو۔

سوال: آپ فن خطابت کی طرف کیسے آئے؟

جواب: پہلی بات تو یہ یاد رکھیں میں خود کو کوئی اچھا خطیب نہیں سمجھتا۔ ہاں مسلک کی خدمت کے لئے ٹوٹی پھوٹی گفتگو کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں اور یہ سلسلہ زمانہ طالب علمی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ غالباً ۱۹۶۲ء کا زمانہ تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مادر علمی دار العلوم امجدیہ کی طرف سے بحیثیت مقرر و مبلغ ہر جلسہ میں جایا کرتا تھا اور مسلک کی ترویج و اشاعت کے لئے، بدمذہبوں کے رد کے لئے اور اصلاح مسلمین کے لئے یہ سلسلہ گذشتہ ۴۷ سال سے جاری ہے۔ پورا سال یہ سلسلہ جاری رہتا ہے بلکہ مجھے یاد ہے ایک ایک دن میں پندرہ پندرہ تقریریں بھی کی ہیں۔ کئی مناظرہ بھی ہوئے۔ ایک مشہور مناظرہ تو مشہور دیوبندی مناظر مولوی محمد فاضل کے ساتھ ہوا جو کہ دار العلوم کراچی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس مناظرہ میں علامہ مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ صدر مناظرہ تھے اور ثالث مولانا مفتی عبد السبحان قادری اور مولانا فضل سبحان تھے۔ اسی طرح ایک مناظرہ مجھے یاد ہے کہ حزب اللہ کراچی کے سربراہ ڈاکٹر کمال عثمانی سے بھی ہوا۔ الحمد للہ تمام مناظروں میں فتح حاصل ہوئی۔ اسی طرح سرکاری دفاتر اور اداروں میں ہونے والے جلسوں میں مولوی احتشام الحق تھانوی نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا باوجود شدید مصروفیات کے سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں میں مسلسل تقاریر کے ذریعہ اس کے اثر کو زائل کیا اور گذشتہ ۳۸ سال سے یہ خدمت بھی سرانجام دے رہا ہوں۔

سوال: تقریر کے لئے مطالعہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں؟

جواب: اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں کہ جتنا ایک جسم کو باقی رکھنے کے لئے سانس ضروری ہوتا ہے۔ ہم نے قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سیکھا ہے کہ بغیر مطالعہ کے تقریر کرنا ایسا ہی ہے جیسے آپ کوئی پودا لگا کر اسے پانی دینا چھوڑ دیں ایک وقت آئیگا کہ وہ پودا اپنا وجود کھو دے گا۔

سوال: آپ کی آواز میں جو گھن گرج اور رعب داب ہے اس کا راز؟

جواب: یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے اپنے محبوب ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے عطا کیا ہے۔ ہمارے والد صاحب کی آواز بھی ایسی ہی تھی جبکہ ہمارے دادا سید شاہ محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ تو اونچی جگہ سے کسی کو آواز دیتے تو پورا گاؤں ان کی آواز سنتا تھا۔

سوال: خطیبوں میں کس کو پسند کرتے ہیں؟

جواب: علامہ فیض الحسن آلومہار شریف والے اپنی طرز کے منفرد خطیب تھے۔ علمی خطاب میں غزالی زماں علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت پسند ہیں، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی بھی اچھے لگتے تھے، قبلہ قاری صاحب کی تقریر از حد پسند تھی، موجودہ دور میں علامہ سید ریاض شاہ صاحب کو شوق سے سنتا ہوں لیکن ایک شکوہ ہے کہ وہ کراچی والوں کو مستقل اور مسلسل نہیں نوازتے۔

سوال: خطباء کے لئے کوئی نصیحت ؟

جواب: مطالعہ ضرور کریں، اپنی تقریر میں مقصدیت کو غالب رکھیں، خواہ مخواہ وقت نہ گزاریں، تقریر کو با مقصد، جامع اور مختصر رکھنے کی کوشش کریں، عوام کی ذہنی سطح کے قریب آکر بات کریں ایسا نہ ہو کہ عوام تو دہقان اور مزدور ہوں جب کہ آپ ان کے سامنے وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے مسائل پر ادق علمی زبان میں گفتگو کرنے لگیں، وقت کی پابندی بھی ضروری ہے وگرنہ ایسا ہوگا کہ تقریر کے اختتام پر صرف آپ ہوں گے اور ڈیکوریشن والے سامان اٹھانے کے انتظار میں آپ کا منہ دیکھ رہے ہوں گے۔ تقریر کے لئے اردو ادب کا مطالعہ ضرور کریں کہ زبان ادبی ہوگی تو بات زیادہ اثر انداز ہوگی۔

سوال: کون کون سی یادگار تحریکوں میں حصہ لیا اور دیکھیں؟

جواب: ۱۹۵۴ء کے بعد سے جتنی بھی تحریکیں چلیں ان سب کا میں عینی شاہد ہوں اور دینی حوالے سے جتنی تحریکیں چلیں ان میں بڑی سرگرمی سے شریک بھی ہوا۔ تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفی، ناموس رسالت ﷺ کا معاملہ ہو یا پھر شعائر دین اور قوانین الٰہیہ کے تحفظ کی تحریک ہو یا پھر مسلک حق کی بقا اور تحفظ کی جدوجہد ہو، کسی بھی معاملہ میں پیچھے نہیں رہا بلکہ اور علماء و قائدین کے شانہ بشانہ صف اول میں شریک رہا۔ آپ کی معلومات کے لئے میں آپ کو بتاؤں کہ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی میں کثرت سے گرفتاریاں ہوئیں اور اکثر علماء و قائدین گرفتار ہو گئے تو بالخصوص تحریک ختم نبوت میں ہم باقی رہ جانے والے علماء نے فیصلہ کیا کہ پکڑائی نہیں دینا اور حکمت عملی یہ اختیار کی کہ اچانک پہنچتے اور جلسے میں تقریر کرکے خاموشی سے نکل جاتے۔ کئی بار پولیس نے جلسے کو گھیرا اگر ہم تقریر کے بعد جبہ و عمامہ و ٹوپی اتار کر بالکل عام آدمی کی طرح منہ جھکائے نکل جاتے وہ ٹوپی اور عمامہ کی تلاش ہی کرتے رہتے۔ اس زمانے میں لوگوں کا دینی جذبہ ایسا تھا کہ ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا ہمیں نہیں یاد کہ کبھی ۳۰، ۴۰ ہزار سے کم کا مجمع رہا ہو۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ دین کی خاطر قربانی دینے کا جذبہ کم ہو گیا ہے۔

سوال: جلسوں کی زندگی میں کوئی یادگار موقع۔؟

جواب: جی ہاں! ۱۳ یا ۱۸ مارچ ۱۹۷۴ء کو حیدر آباد میں ایک بڑا میلاد شریف کا جلسہ تھا۔ وہاں مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور اپنے طور پر تو ان لوگوں نے مجھے مار ہی دیا تھا۔ پورا جسم اور لباس خون میں تربتر ہو گیا، بازو کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹ گئی

،ناک کی ہڈی تو بالکل چکنا چور ہو گئی ، سر پھٹ گیا اور بھی کئی زخم آئے۔ بزرگان دین کی دعائیں بالخصوص قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اور اللہ کا فضل شامل حال تھا کہ اللہ نے نئی زندگی عطا فرمائی۔ اسی حالت میں A.T.I کے نوجوانوں نے بڑی مشکل سے وہاں سے نکالا اور تانگے میں بٹھا کر سول ہسپتال لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر کہ یہ تو پولیس کیس ہے مرہم پٹی سے انکار کر دیا۔ اب اسکے بعد یہ ہوا کہ میں نے محسوس کیا کہ سانس وغیرہ ٹھیک آرہی ہے تو میں نے میڈیکل اسٹور سے روئی لی اور رگڑ کر اپنا منہ وغیرہ صاف کیا اور پھر جلسہ گاہ پہنچ گیا اس وقت تک یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ شاہ تراب الحق کو مار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مجمع حد شمار سے باہر ہو چکا تھا۔ بہر حال اسی حالت میں پھر میں نے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی ، پورے جسم سے خون نکل نکل کر تالاب کی شکل اختیار کر گیا مگر زباں ذکر مصطفی ﷺ میں مصروف ثنا رہی۔ یہاں تک کہ احد یوسف وغیرہ پاؤں میں گر گئے کہ شاہ صاحب بس کریں ہم کراچی والوں کو کیا جواب دیں گے ۔ پھر وہ مجھے تھانے لے گئے جہاں ایف ائی آر درج ہوئی اور میں تین دن تک سول ہسپتال میں داخل رہا مگر سب سے زیادہ حسین پہلو یہ ہے کہ جلسہ کروانے والوں نے پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ مولانا محمد علی رضوی صاحب اور ایک لڑکا تھا ایئر فورس میں اس کا نام تھا شفاعت ، یہ میری تیمار داری اور دیکھ بھال کرتے رہے اور جب میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو بس میں سوار کر کے کراچی روانہ کیا۔ اب بھی جب کوئٹہ کی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو کافی تکلیف ہوتی ہے اور وہ ساری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

سوال: اپنی ازدواجی زندگی اور اولاد سے متعلق کچھ بتائیں؟

جواب: ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء کو قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہمارا نکاح ہوا۔ قبلہ قاری صاحب ہمارے استاد بھی ہیں اور ساتھ ہی ہمارے خالو بھی ہیں۔ ہماری سگی خالہ آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اس لحاظ سے ہماری زوجہ محترمہ ہماری خالہ زاد بھی ہیں۔ تقریب نکاح میں شیخ الحدیث علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی اور دیگر علماء شریک ہوئے۔ الحمد للہ ۳ بیٹے اور ۶ بیٹیاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ ایک بیٹی کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا باقی اولاد الحمد للہ بقید حیات ہے۔ بڑا بیٹا شاہ سراج الحق قادری آج کل کافی بیمار ہے تمام احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ جبکہ منجھلا بیٹا مولانا سید شاہ عبد الحق قادری اچھا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطیب بھی ہے اور میرا دست و بازو بن کر آج کل میرے اکثر جلسے وہی سنبھال لیتا ہے۔ میری آرزو اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلک کی خدمت کے لیے اس کو مزید توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ چھوٹا بیٹا شاہ فرید الحق قادری اپنا کام کرتا ہے۔

سوال: تنظیمی سفر میں کوئی دیرینہ ساتھی۔؟

جواب: کافی احباب اور بزرگ ہیں جو شفقت اور محبت فرماتے رہے۔ حضرت قبلہ قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو میرے استاد ، مربی ، محسن اور سب کچھ ہیں۔ علامہ سید سعادت علی قادری نے بھر پور ساتھ دیا۔ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑی دلنواز شخصیت تھے۔ تصنیف کے کام میں مولانا آصف قادری اور محمد عارف قادری اسلام آباد والے بڑا ساتھ

دیتے ہیں۔ مولانا عبد الرزاق بھتر الوی، مفتی محمد سلیمان رضوی اور مولانا عبد الشکور پنڈی والے جو اپنے وسیع و عریض کتب خانوں میں مجھے ہر طرح کی سہولت دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر جس آدمی نے سفر، حضر میں میری خدمت کی اور میرا معاون رہا وہ ایک ہی ہے "مولانا محمد رئیس قادری" اسی طرح محمد ادریس قادری بھی اخوند مسجد سے اب تک میرے ساتھ ہیں۔

سوال: زندگی کا وہ لمحہ جسے آواز دینے کو جی چاہتا ہے؟

جواب: جو لمحات در مصطفی کریم ﷺ پر گزرے، جو وقت بزرگان دین کی صحبت میں گزرا، زندگی کا جو حصہ قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ، حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ عنایت کے سائے میں بسر ہوا، وہ بہت یاد آتا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ میری ساری کامیابیوں کا باعث انہی جیسی پاکباز ہستیوں کی صحبت ہے۔

سوال: پسندیدہ موسم؟

جواب: دینی حوالے سے تو مجھے سب کچھ "مدینہ طیبہ" کا پسند ہے۔ چاہے وہ موسم ہو یا کچھ اور۔ عام زندگی میں سردی کا موسم اچھا لگتا ہے۔

سوال: پسندیدہ لباس؟

جواب: کرتا، شلوار، اور حیدر آبادی شیروانی۔

سوال: پسندیدہ خوشبو؟

جواب: کوئی بھی اچھی خوشبو ہو استعمال کر لیتا ہوں۔ ویسے حنا اور مجموعہ پسند ہے۔

سوال: پسندیدہ کتاب؟

جواب: قرآن مجید اور احادیث کی کتب اس کے علاوہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتابیں اچھی لگتی ہیں۔ محدثین میں قاضی عیاض میرے پسندیدہ محدث ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ سب کچھ ایک ہی رنگ میں یعنی عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔

سوال: پسندیدہ افراد یا رہنما۔؟

جواب: اس وقت میرے پسندیدہ لیڈر سید ریاض حسین شاہ صاحب ہیں اس کے علاوہ پروفیسر مظہر میاں کا احترام پیش نظر رہتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری ۱۹۵۴ء سے ملاقات رہی وہ جب بھی کراچی آتے تو جمعہ کی نماز ہماری مسجد میں پڑھاتے، چونکہ حضرت صاحب بغیر کسی اعلان کے تشریف لاتے تھے تو قبلہ قاری صاحب بھی اور ان کے بعد میں بھی اپنی جاری تقریر کو ادھورا چھوڑ دیا کرتے اور حضرت کا بیان شروع کرا دیا جاتا وہ کہتے بھی تھے کہ "مولانا! آپ اپنی بات پوری کر لیں" مگر ہمیشہ ہمارا جواب یہی ہوتا کہ حضرت اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو بس آپ

ہی سنبھالیں، نائب مفتیٔ اعظم ہند علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب اور حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم بستوی بریلی شریف انڈیا، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی بہت پسند ہیں اور شفقت فرماتے ہیں۔

سوال: پسندیدہ سواری

جواب: موٹر سائیکل

سوال: پسندیدہ شہر

جواب: دینی حوالے سے مدینہ طیبہ، اور ویسے کراچی

سوال: پسندیدہ تنظیم

جواب: ظاہر ہے جماعت اہل سنت، اسی لئے تو اس میں ہیں

سوال: پسندیدہ شاعر

جواب: نعتیہ شاعری میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں پسند ہیں۔ اسی طرح علامہ مفتی کفایت علی کافی جو ان دونوں کو بھی پسند تھے بلکہ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے کہ "مفتی صاحب دنیائے نعت کے سلطان ہیں اور میں ان کا وزیر اعظم" اردو ادب کے سارے اساتذہ کو پڑھا مگر غالب اور استاد داغ دہلوی اچھے لگے۔

سوال: پسندیدہ شعر

جواب: عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام   کان جدھر لگایئے، تیری ہی داستان ہے

سوال: کسی شخصیت کے ساتھ ملاقات جو ناقابل فراموش ہو

جواب: مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن رئیس اڑیسہ، اندور کے مفتیٔ اعظم علامہ رضوان الرحمن، مولانا رجب علی نانپاروی، حافظ ملت مولانا عبد العزیز اور یہ ساری شخصیات جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا۔ اور بہت سارے نام ہیں اگر گنوانے لگوں تو معاملہ بڑا مشکل ہو جائے گا۔

سوال: سانحہ نشتر پارک کے اسباب آپ کی نظر میں کیا ہیں؟

جواب: اہل سنت وجماعت کا جو اتحاد ناموس رسالت ﷺ کے عنوان سے قائم ہوا اور اس کا سب سے بھرپور مظاہرہ کراچی میں ناموس رسالت ریلی کی صورت میں ہوا، پھر عقیدہ ومسلک کی خدمت جو کراچی میں ہو رہی ہے اور میلاد شریف جس شان وشوکت سے منایا جاتا ہے ان سب کو سبوتاژ کرنے کے لئے اور مسلک حق کو دبانے کے لئے یہ اندوہناک سانحہ ہوا۔ مگر ہم نے یہ عزم کیا اور سارے زمانے کو دکھا دیا کہ ظلم وجبر سے نہ ہمیں مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی دبایا اور جھکایا جا سکتا ہے۔ اور بھی زیادہ جوش عقیدت ومحبت میں ہم سارے کام کر رہے ہیں بلکہ سانحہ نشتر پارک کے بعد میلاد شریف کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس ہم نے کراچی میں نکالا۔

سوال: آپ اسٹیج پر موجود نہیں تھے، وجہ؟

جواب: مولانا! جب سے ہم نے نشتر پارک میں جلسہ میلاد النبی ﷺ شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک سالہا سال سے عصر اور مغرب کی نماز میدان میں عوام اہل سنت کو پڑھاتا ہوں۔ جب کہ علماء اسٹیج پر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اس دن بھی اسی معمول کے مطابق میں میدان میں نماز مغرب پڑھا رہا تھا اور اسٹیج پر علماء الگ نماز پڑھ رہے تھے اور اسی اسٹیج پر جماعت اہل سنت کراچی کی پوری کابینہ، ٹاؤنز کے امرا و ناظمین موجود تھے جبکہ میرا سگا بیٹا سراج الحق، دو پوتے ابرار الحق اور منہاج الحق اور میرا داماد مولانا سید زمان علی جعفری، حاجی حنیف طیب کا اکلوتا بیٹا محمد احمد رضا اور داماد محمد نبیل قادری یہ سب اسی اسٹیج پر تھے۔ اب یہ کہنا کہ یہ جو بچ گئے تو کیوں اور وہ جو شہید ہوئے تو کیوں، جواب فقط اتنا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں کہ کچھ کو منصب شہادت عطا ہوا اور کچھ اب بھی دینی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے لئے میدان عمل میں ہیں۔

سوال: آپ اس کا ذمہ دار کس کو ٹھہراتے ہیں؟

جواب: وہی باطل اور طاغوتی قوتیں جو مسلک حق کو ترقی کرتے دیکھنا پسند نہیں کرتیں

سوال: جماعت نے اور لوگوں کی طرح کسی تنظیم کو ٹارگٹ کیوں نہیں کیا؟

جواب: ہم نے ایک اصولی موقف اپنایا کہ ہمیں مجرم چاہیں، چاہے وہ کوئی بھی ہو، سیاست میں ہوں یا بیوروکریسی میں یا کسی اور منصب پر ہوں، ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ اہل سنت پر قیامت ڈھانے والے ان شیطان صفت درندوں کو بے نقاب کیا جائے۔ ہاں جن لوگوں نے سیاسی مفادات حاصل کرنے تھے تو انہوں نے اسی انداز میں بات کی اور معاملہ کو اسی زاویہ سے پیش کیا۔ جب کہ ہمارا نہ تو کوئی سیاسی مفاد تھا اور نہ خواہ مخواہ دشمن بنانے کی پالیسی، لہٰذا ہم نے یہی اصولی بات کی کہ سانحہ نشتر پارک کے مجرموں کو سامنے لایا جائے اور بعد میں جب مجرم بے نقاب ہوئے اور خود کش حملہ آور محمد صدیق اور اس کو لانے والا اور منصوبہ بنانے والا سب کا پتہ چل گیا، تو بدگوئی کرنے والوں نے منہ کی کھائی۔

سوال: کوئی ایسی بات جو آپ کہنا چاہیں، افادۂ عام اور خصوصاً ہمارے قارئین کے لئے۔

جواب: سب کچھ تو آپ نے پوچھ لیا بہر حال ایک بات یہی ہے کہ میں نے بڑی غربت میں زندگی گزاری، محنت مزدوری اور مشقت بھی کی، پاکستان آنے کے بعد ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، زمینیں جاگیریں سب وہیں رہ گئیں، جھونپڑی میں رہے، بارشوں کے زمانے میں ساری ساری رات جاگ کر گزارتے تھے، پھر جماعت میں بھی ایک کارکن کی حیثیت سے کام کیا اور قومی اسمبلی میں پہنچے تو ہماری حالت دیکھ کر اور لوگ کہتے کہ یہ کراچی والوں نے کس کو ووٹ دیا ہے۔ کیونکہ ہم ہوں یا مولانا شیخ الحدیث ازہری صاحب ہمارے پاس گاڑی نہیں ہوتی تھی، پیدل ہی بستہ اور فائیلیں ہاتھ میں دبائے پارلیمنٹ ہاؤس جاتے، راستے میں کبھی بھار کوئی رکن رحم کھا کر اپنی گاڑی میں لفٹ دے دیا کرتا اسی طرح واپسی کے لئے گوہر ایوب خان کی مہربانی تھی وہ ہمیں ڈراپ کرنے کے بعد اپنے گھر جایا کرتے۔ بہر حال کسی کام کو کرنے میں ہم شرمائے نہیں محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ علم حاصل کیا اپنے آپ کو پالا اور سنبھالا، غربت میں بھی ایک وقار کے ساتھ جیئے،

دین کا کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی رحم فرمایا۔ مولانا! اب جو بھی عزت اور مقام ملا ہے تو یہ کسی مستحکم بیک گراؤنڈ کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف مسلک حق کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ کریم کے محبوب کریم کی غلامی میں رہنا سعادت جانا اور ان کی عزت و عظمت اور مسلک کی نگہبانی کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تو اس کریم و رحیم رب نے ہمیں بھی باعزت کر دیا۔

تیسرا باب

سیرت و کردار
اربابِ علم و دانش کی نظر میں

اتحاد اہلسنت کے داعی

مفسر قرآن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ
ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان

یہ خبر گلشن محبت میں تمام اہل محبت کو غمگین کر گئی کہ جماعت اہل سنت پاکستان کے دیرینہ رفیق اور کراچی کے امیر محترم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی واصل باللہ ہو گئے۔

دودمانِ رسالت سے پاکیزہ نسبت کے شرف سے متصف علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ سے طویل رفاقت رہی، گذرے ایام زیست کی خوبصورت یادیں لوح دل پر رقم رہیں گی۔

مسلک محبت وحق اور دین امن و آشتی کی پر نور خدمت، جماعت اہل سنت پاکستان کے لیے شبانہ روز جدوجہد ،ناموس رسالت کے تحفظ اور ملک وملت کے مسائل کے حل کے لئے مقبول ومحبوب کوششیں، تحفظ ناموس رسالت کے قانون 295/C کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کرنا۔ اتحاد اہل سنت کے لیے کاوشیں، ملک وبیرون ملک تبلیغ دین کے لیے مساعیٔ جمیلہ، علمی، پروقار تحریریں پر نور علمی وعملی روحانی زندگی شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کا طرّۂ امتیاز ہے۔

دانا لوگ سچ کہتے ہیں کہ برگذیدہ بندگانِ الٰہ زندگی کی صورت ملنے والی نعمت کے لمحات کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری کے شام وسحر سے آگاہ لوگ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شب وروز کی جو ترتیب قائم کی اس کے ہر دن اور رات میں اسلام دوستی، ملک وملت کی محبت، اور افکار محدث بریلی مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ترویج واشاعت کی خوشبو محسوس کی جاسکتی ہے۔

ایک بار انہوں نے ذکر کیا تھا کہ حیدر آباد دکن کے ایک مشہور بزرگ کے مبارک نام کی نسبت سے ان کا نام تراب الحق رکھا گیا۔ آج ان کی حیاتِ مستعار کا جائزہ لینے والی نگاہِ دلنواز اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ تراب الحق نامی جسد خاکی نے ساری زندگی اپنا حق کی مٹی ہونا ثابت کیا ہے۔ مسجد کا منبر ہو یا حجرہ، خلوت ہو یا جلوت، جلسہ ہو یا جلوس ،میٹروپولٹین کراچی کا ہال ہو یا قومی اسمبلی کا فلور، غریب بستیوں کی محفل میلاد یا تختِ حکومت پر براجمان افراد کی مجلس۔۔۔ میری جماعت منزل نواز سفر میں شریک علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ نے ہمیشہ توانا لہجے میں ،ببانگ دہل ڈرے، جھجکے اور دبے بغیر سچ کہا اور خوب کہا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جماعت اہل سنت پاکستان کے تنظیمی جلسوں میں بھی پابندی سے شریک ہوتے۔ خوبصورت لباس، دیدزیب قامت، پروقار انداز اور دبنگ لہجہ آپ کا تعارف ہوتا۔ اپنا مؤقف دلائل کے ساتھ ٹھوس انداز میں پیش کرتے۔ جامع اور مختصر جملوں مین مافی الضمیر بیان کرتے، اپنے

مشورے کے صائب ہونے پر اصرار تو کرتے مگر خواہ مخواہ الجھنے اور اپنی بات پر بیجا لڑ جانے والی عادت سے کوسوں دور رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعتی حلقوں میں آپ کی رائے کا احترام ہوتا اور آپ کے مشورے قبول بھی کیے جاتے۔ جماعت کے قائدین کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کا معاملہ کرتے۔

جماعت اہل سنت پاکستان کے منزل نواز اقدامات اور اہداف کے حصول میں بھرپور ساتھ دینا ان کی عادت کریمہ تھی، سنی کانفرنس کا انعقاد ہو یا سنی سیکریٹریٹ کے قیام کا مرحلہ دروسِ قرآن مجید کا نظم ہو یا تنظیمی نیٹ ورک کی ترتیب،۔۔۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ صف اول میں شامل رہتے۔

جماعت اہل سنت پاکستان کراچی کا مضبوط اور مربوط سٹرکچر آپ کی تنظیمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کراچی میں ایک عشرہ سے زائد مدت سے مسلسل جاری ماہانہ مرکزی درس قرآن مجید آج بھی دیگر اضلاع کے لیے شاندار مثال ہے

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کی زندگی میں جماعت اہل سنت کے دوستوں کے لیے بالخصوص اور عامۃ الناس کے لیے بالعموم بہت جاندار اسباق موجود ہیں۔

☆ مقصد تخلیق کی پہچان اور معرفت
☆ منزل کا شعور اور اس کے حصول کے لیے پر عزم اور انتھک جدوجہد
☆ راہ حیات میں سچائی، تقویٰ، عبادات کی ادائیگی کی روش
☆ باوجود بلند مرتبہ ہونے کہ اپنی جماعت کے قائدین سے محبت اور اطاعت کا قابل رشک جذبہ
☆ اتحاد اہل سنت کے لیے پر خلوص محنت
☆ باہمی ادب واحترام کا قابل تعریف عمل
☆ جماعتی تصلب کا قابل ذکر رویہ
☆ اپنے کارکنان کا بھرپور خیال رکھنا

دعا ہے اللہ کریم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کے درجات مزید بلند فرمائے ان کے صاحبزادے مولانا سید شاہ عبد الحق قادری کو استقامت عطا فرمائے۔

دعا گو و دعا جو
سید ریاض حسین شاہ
ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان

ترجمانِ مسلک رضا

کنز العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی

اہلسنت کے عظیم راہنما، ممتاز روحانی پیشوا، ترجمان مسلک رضا حضرت سید شاہ تراب الحق قادری قدس سرہ العزیز نے نہایت بامقصد اور باہمت زندگی بسر کی آپ نے سنی تشخص کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں آپ نے اپنے علم اور قلم سے معتقدات اہل سنت اور معمولات اہل سنت کے تحفظ کے لیے جاندار کردار ادا کیا۔ آپ نے حیات مستعار کے لیل و نہار رجال کار کی حوصلہ افزائی، مریدین کی تربیت، تنظیمی مشاغل، تعلیمی مصروفیات، ملک وملت کی خدمت اور ریاضت و عبادت کے ہمراہ بسر کیے۔ بندہ ناچیز کی جب بھی آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے غلبہ اہل سنت کے لیے اپنی تڑپ کا اظہار کیا آپ ہمیشہ اسلاف کے مشن اور ان کے طریق کار پر پختگی سے کاربند رہے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے رہے اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان بالخصوص جوان عزم اور جوان ہمت، حضرت سید شاہ محمد عبدالحق قادری کو آپ کے عظیم مشن کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والسلام مع الاکرام

محمد اشرف آصف جلالی

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

ایک شخص، ایک تحریک

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخِ زیبا لے کر

(از مفتی اہلسنّت شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی عبدالعزیز حنفی صاحب مدظلہ)

یقین جانیئے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں قبلہ محترم شہبازِ خطابت مرد مومن علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرسکوں۔ میرا قلم وہ الفاظ کشیدہ کرنے سے قاصر ہے کہ جن کو لکھ کر میں قبلہ شاہ صاحب کی زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کرسکوں میری سوچ میں وہ الفاظ کا ذخیرہ نہیں کہ جو آپ کی شخصیت کی خوشبو کو الفاظ کی شکل میں تحریر کرسکوں۔ پیر طریقت رہبر شریعت شہباز خطابت شعلہ بیاں مقرر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نور اللہ مرقدہ کے ساتھ میری وابستگی تقریباً ۶۸-۱۹۶۷ سے تھی اور گذشتہ ۵۰ برس کی رفاقت رہی، متعدد مواقعوں پر آپ کے ساتھ مختلف موضوعات اور مسائل پر گفت وشنید رہی یہ میرے لئے مشکل بھی ہے اور ایک اعزاز

بھی کہ میں قبلہ محترم کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار مضمون کی صورت میں آپ احباب کے سامنے تحریری شکل میں پیش کر سکوں میری تحریر کا مطالعہ کرنے والوں پر ایک چھوٹا سا حق ضرور ہے کہ جب وہ حضرت اقدس پیر سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کے لئے دست بدعا ہوں تو اس فقیر راقم بے بضاعت کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

موتُ العالِم موتُ العالَم

عالِم کی موت جو ہے وہ پورے ایک عالَم کی موت کہلاتی ہے۔ قبلہ شاہ صاحب جیسی شخصیت روز روز پیدا نہیں ہوا کرتیں ہیں۔ آپ دین اسلام کے سچے پکے خادم، اسلام کے نڈر بہادر مجاہد مردِ حق اور نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق صادق اور غلام تھے۔ جناب محترم و محتشم قبلہ شاہ صاحب کی خدمات جلیلہ بے انتہاء ہیں۔ آپ نے پوری زندگی جہدِ مسلسل کی طرح گزاری آپ ہر ہر لمحہ عوام اہلسنّت کی بہتری و بھلائی کے لئے گامزن رہے اور میرا یہ حُسنِ ظن گمان اغلب ہے کہ قبلہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ کو ان تمام اہداف پر عبور اور مکمل ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی خدمات جلیلہ عالمی سطح پر بھی قابل ستائش تھیں۔ آپ نے فکری نقطۂ نظر سے بین الاقوامی سطح پر کفر کا زور توڑا اور غلبہ اسلام کے لیئے ایک منظم تحریک اُٹھائی۔ اور دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کی خاطر دنیا بھر میں کام کرنے والی سُنی تنظیموں تحریکوں سے رابطہ رکھا۔ پوری دنیا سے مسائل و گذارشات کو سنتے اور پھر اس پر کام کرتے تھے۔ آپ نے حبِّ رسول کی دعوت تمام انسانی حلقوں میں عام کرنے میں مثالی کردار ادا کیا۔ استحکام پاکستان اور نفاذ نظام مصطفی ﷺ کے لیئے منظم ذہن سازی کا فریضہ انجام دیا۔ آپ آخری عمر تک اتحادِ اہلسنّت کے لئے سرگرم رہے۔ سیاسی میدان میں بھی آپ نے اپنی خدمات کا لوہا منوایا آپ ۱۹۸۵ میں اسی کھارادر کے علاقے سے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے اور عوام کی خدمت اور بھلائی کے کاموں میں اپنا حصّہ بٹایا اور معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور خدمت خلق کے فروغ کیلئے اپنی عمر کے آخری لمحات تک فکر مند رہے اور اپنی خدمات سے اندھیروں میں اجالے بکھیرتے رہے۔ آپ نے بد مذہبوں بے دینوں اور باطل طاغوتی قوتوں کے خلاف اپنی بھرپور صلاحیتوں سے جہاد کیا۔ وطن عزیز کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر میں جماعت اہلسنت کی تنظیم سازی کرنا اور پاکستان بھر کی تمام سنی تنظیموں اور تحریکوں کا عملی اشتراک قائم کیا تا کہ مسلک اعلیٰ حضرت مضبوط ہو سکے۔ اور پھر باہمی محبت و الفت اعتماد و یقین کے ساتھ جماعت اہلسنت کی صورت میں آپ نے جو چراغ روشن کیا یہ آپ کی گہری فراست، عمیق بصیرت اور دورَ نظری کا بلند پایہ ثبوت ہے۔ جماعت اہلسنت آپکی جماعت ہے اور آخری وقت تک اس جماعت کے امیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی شخصیت کا ایک پہلو جو نمایاں ہے وہ یہ کہ آپ رئیس التناظیم بھی تھے تمام تنظیمات کو یکجا جمع کر کے انکی سربراہی کرنا یہ آپ ہی کا خاصہ تھا غرض آپ اتحاد اہلسنت کے لیئے خدمات انجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر اقبال نے انہی ہستیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اس شعر میں فرمایا کہ،

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میرا یہ ماننا ہے کہ انسانوں کا اصل وظیفہ ءحیات الفاظ و کلمات کا ورد نہیں بلکہ ان شخصیتوں کی جستجو ہے جن کی صحبتِ نظری، اطاعتِ عملی اور توجہ روحانی سے جادۂ حق کا سراغ مل جاتا ہے۔

زندگی میں شاید سب سے مشکل مرحلہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کیمیاء نظر، جوالہ نور، بیتابِ عشق، بندہ محبت، خوگر اخلاق، صاحب ادراک، معیارِ حق اور رشکِ بندگی شخص کی صحبت میسر آجائے کہ اللہ والوں کی صحبت اور ان کے ذکر سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یہ اللہ والے وہ ہوتے ہیں جو اپنے وجود کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں فنا کرلیتے ہیں۔ ہرگز نمیرند آنکہ دلش زندہ شد بعشق

دمِ عارف نسیم صبحدم ہے اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

میرے عزیز و انسانی معاشرت کے لئے بطورِ معیار ہمہ دم ایسے زندہ اور عظیم کرداروں کی ضرورت رہتی ہے جن میں عبودیت کا شعور نہایت گہرا ہو ایسے افراد معاشروں کی جان ہوتے ہیں جن کے ہاں ہر قول اور ہر عمل پر حبِ رسول ﷺ کی چھاپ لگی ہوتی ہے یہی وہ لائق تکریم ہستیاں ہوتی ہیں جو انسانی قافلوں کے حقیقی راہنما ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ انہیں اگر ڈھونڈا جائے تو یہ علم کی مسندوں پر، اس کے مرکزوں پر، کیف و حال کے زاویوں میں قلم و قرطاس کے جہانوں میں ہر جگہ مل سکتے ہیں۔ انہی سے زندہ افکار کی روشنی پھوٹتی ہے۔ یہی تعمیر حیات کی خوشبوئیں بکھیرتے ہیں۔ انہی سے جنت بداماں ماحول جنم لیتے ہیں۔ یہ خود بھی مہر درخشاں کی طرح چمکتے ہیں۔ اور ان کی باتیں بھی ستاروں کی طرح جگمگاتی ہیں۔ یہ جب انسانی قافلوں کے دوش بدوش چل رہے ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے انسانی دُنیا پر چاند اور سوج محو گردش ہیں اور جب یہ پردہ فرمالیتے ہیں تو زمین آسمان بن جاتی ہے ان کی قبریں اور آرام گاہیں کبھی فیض بانٹتی ہیں پھر لوگ انہیں یاد کرتے ہیں ان کی عظمتوں کی خوشبوؤں کے موتی بکھیرے جاتے ہیں۔ یہ نایاب لوگ بار بار معاشرے کو میسر نہیں آتے۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

میرے عزیز دوستو! اس جہانِ رنگ و بو میں سچی بات ہے کہ جینا اسی کا جینا ہے جو دولت و دنیا، مال و منال، رشتہ ناتوں کو اپنے پائے استغناء تلے روند کر حسن ازل کے شاہکار رحمت عالم رسول اللہ ﷺ کے بن جاتے ہیں۔ اور یہی وہ جینا ہے جو میرے مربی دوست شاہ تراب الحق قادری اپنے چاہنے والوں کو سکھا گئے۔ وہ انسان بڑا عظیم ہوتا ہے جو حسن کی روشنیوں تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ شاہ صاحب بھی انہی عظیم انسانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ شہِ لولاک کے وہ عاشق تھے کہ جن کی رگ رگ اور رواں رواں میں محبت رسول ﷺ نے ڈیرہ جمالیا تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں عشق رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کی دھوم مچائی ان میں سے اکثر مولانا الشاہ احمد رضا خاں

محدث بریلوی کے تلمیذ ہیں، آپ کے ماننے والے ہیں اور ان سے عشق رسول ﷺ سیکھنے والے ہیں۔ انہی قافلہ مستفیدین میں قبلہ شاہ تراب الحق قادری کا شمار بھی ہوتا ہے۔ آپ نے مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت مولانا مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اعلیٰ حضرت کے گھرانے سے روحانی تعلق قائم کیا۔ شاہ صاحب کا مسلک مسلکِ عشق تھا۔ وہ ذکر رسول کو عبادت تصور کرتے تھے۔ بڑے عظیم آدمی تھے۔ ان میں باعثِ کشش بڑی باتیں تھیں۔ وہ رسیلے تھے، سجیلے تھے، دبدبہ دار تھے، طرحدار تھے، سخن فہم تھے، سخن شناس تھے، ادیب بھی تھے اور شہبازِ خطابت خطیب بھی بلکہ خطیب گر تھے۔ متین و فہیم تھے علامہ و فہامہ تھے۔ سامعین کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر گفتگو فرماتے تھے۔ لیکن ان کے یہ سارے رنگ پھیکے ہوتے اگر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے عاشق صادق نہ ہوتے۔

بات عشق کی چل نکلی ہے تو ذہن میں رہے کہ عشق میں نسبتِ محبوب بڑی چیز ہوتی ہے اس حوالہ سے شاہ صاحب کے سید ہونے اور آلِ رسول ہونے کا بھی بڑا خیال آیا۔ الحمد للہ قبلہ شاہ صاحب نے اپنے آباء و اجداد کی فکر و عشق میں ڈوبی ہوئی روایات کو اپنے زاویہ میں زندہ رکھا۔ شاہ صاحب کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔ ہاں البتہ اپنی تابعدار خاندانی مذہبی اور روحانی اقدار وروایات سے دوسروں کو اپنی شخصیت کے سحر میں گرفتار کرلیتے تھے۔ آج جب میری آنکھوں کے سامنے سے انکی شخصیت محو ہوگئی ہے تو میں سوچتا ہوں اور اپنے دل میں یہ کہتا ہوں کہ شاہ صاحب تسلی رکھیں کہ مذہب عشق خلا میں معلق رہنے والی چیز نہیں۔ اس کا اعتراف وقت کی آواز قبر کا نور اور آخرت کی عزت ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کا یہ خاصہ تھا کہ جب بولتے تو مجمع پر سکوت طاری ہوجاتا تھا لوگ آپ کے الفاظوں کو اپنے ذہنوں میں محفوظ کرتے تھے۔ آپ مقرر ہونے کے ساتھ مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف آپ کے ایمانی جذبوں کا اعتراف ہیں۔ عظیم تر بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی تحریروں میں اپنے قلم و زبان کے بجائے قرآن اور صاحب قرآن و اصحابِ رسول ﷺ کی زبان پر اعتماد کیا اور آپ کی تصانیف کی اصل عظمت یہی ہے۔ آپ کی کتب ضیاء الحدیث، تصوف و طریقت اور فلاح دارین کو عوام اہلسنّت میں بڑی پزیرائی ملی لیکن آپ کی تصنیف جمالِ مصطفی کو ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے قاری کو قبلہ شاہ صاحب نے ایک خاکی بدن انسان کو دہلیز جنت پر جابٹھایا۔ جہاں اسے کتاب و سنت کے آئینے میں حضور ﷺ کی زیارت ہونے لگتی ہے اور پھر شاہ صاحب حسن حق کی جستجو میں اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کے رکوع اور سجدے کتاب پڑھنے والے کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مصنف شاہ تراب الحق قادری یہاں پہنچ کر خود ہی اپنے سر پر کرامتوں کا تاج رکھ لیتے ہیں جو یقینا دیر تک لوگوں کے اشہب ذوق کو مہمیز لگاتا رہے گا۔

ممکن ہے کہ شاہ تراب الحق قادری سے بعض حلقوں کو شدت مزاجی کا شکوہ بھی ہو لیکن انہیں جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ بھی الا اللہ کے اثبات سے پہلے لا الہ کی نفی سے شروع ہوتا ہے۔ نفرت محبت کا دوسرا عکس ہوتی ہے۔

جس کو محبوب کے دشمن سے دشمنی کرنی نہیں آتی وہ اپنی ہی محبت میں کھوٹا ہوا کرتا ہے۔ تراب الحق سچے تھے، کوئی حلقہ اگر ان کا یہ قصور سمجھتا ہے کہ وہ دودھ میں مکھیاں ڈالنے والوں کو طہارت کی سند کیوں نہیں دیتے۔ آفتاب کے سامنے بدبودار ہاتھ رکھ کر اسے بے نوری کا الزام دینے والوں کو ماہِ کامل کا لقب کیوں نہیں دیتے۔ ذہنی گندگی والے کیڑوں کو رشک جگنو کیوں نہیں مانتے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قبلہ شاہ صاحب کی مجبوری ہے کہ وہ سچے ہیں۔ ان سے ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ جھوٹوں کے بحر ظلمات میں اپنے آپ کو شامل کریں۔ تاریخ کو یہ کڑوا گھونٹ کسی وقت اپنے گلے سے اتارنا ہی پڑے گا کہ تسلیمہ نسرین اور رشدی سے محبت کا مطلب صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے نفرت ہوا کرتی ہے۔ تراب الحق بہت بہت میٹھے اور اونچے بندے تھے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے حضور گستاخی کرنے والوں کو کبھی معافی کے قابل نہیں جانا۔ دین کا مسلمہ اصول ہے کہ تکبر کرنے والے سے تکبر صدقہ ہوا کرتا ہے۔ الجھنے والوں سے الجھنا یہ بزدلی ہوا کرتی ہے۔ اور پھر خود سوچئے جو جانِ کائنات سے الجھے اُسے اِس دورِ جدید کا لبرل ازم ممکن ہے معاف کردے لیکن شاہ تراب الحق کی غیرت و حمیت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ایسے دین کے دشمنوں گستاخوں کو معاف کریں انہوں نے ان سامراج کے ٹھیکے داروں سے ڈالر اور پونڈ نہیں لئے تھے ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ انکا محکم عقیدہ یہ تھا کہ جسے میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے الفاظ میں بیان کروں کہ

کروں مدحِ اہل دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

میرے سنی مسلمانوں! یاد رکھو کہ شاہ تراب الحق کے دشمنوں کے لئے بھی تراب الحق کو بھولنا دین کے حکم میں بہتر نہ ہوگا اور رہا معاملہ دوستوں کا انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا تراب الحق کتنا عظیم تھا کہ اس نے انہیں اپنی یاد کا درس نہ دیا بلکہ اپنی ذات کو اپنے محبوب کے حرم میں اس قدر بے وقعت پیش کیا کہ ذہنوں پر تراب الحق کے محبوب محمد مصطفی ﷺ چھاگئے۔ مصطفی ﷺ کی محبت جسے دل اور روح کی تمام تر گہرائیوں اور پاکیزگیوں کے ساتھ چاہا جائے اصل میں وہی سچی اور بلند محبت ہوتی ہے۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں تیرے نام پر اللہ اللہ موت کو یہ کس نے مسیحا کردیا

اور ایک مقام پر یوں ہے کہ

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر شخص کے نصیب میں دار و رسن کہاں

بھائیوں ہمیشہ یاد رکھو کہ ہر بڑے کام کی قیمت اپنے آپ کو چھوٹا کرلینا ہے اکثر لوگ اپنے آپ کو چھوٹا کرنے پر رضامند نہیں ہوتے اس لئے وہ کوئی بڑا کام بھی نہیں کرپاتے۔ مگر شاہ تراب الحق نے یہ کرکے دکھادیا کہ کس طرح آدمی بڑا کام کرتا ہے۔

یہ قدرت کا قانون اور فیصلہ ہے کہ ہر جاندار کو اس دارِ فانی سے جانا ہے اور قرآن مجید میں آیہ مبارکہ اس کے ثبوت میں موجود ہے کہ کل نفس ذائقة الموت کہ ہر ذی نفس جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور اس دارِ فانی سے نکل کر آگے کی منزلوں کے لئے سفر طے کرنا ہے۔ تو ۲۷ رمضان المبارک ۱۹۴۴ء کو طلوع ہونے والا علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی زندگی کا سورج اس عالم کو منور کرتے ہوئے ظلم و بدمذہبیت کے طوفانوں سے لڑتے ہوئے سیاہ اندھیری رات میں صبح نور کے اُجالے بکھیرتے ہوئے بالآخر ۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ، ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو غروب ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

اور آخر میں سید شاہ تراب الحق قادری کی دعوت پر لبیک کہنے والوں آج تم شاہ صاحب کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے اپنے دلوں سے عہدِ وفا باندھو آج اگرچہ تم ایک کثیر تعداد میں موجود ہو لیکن کل تراب الحق اکیلا و تنہا اپنے کاندھوں پر یہ مشن لے کر چلا تھا۔ وہ مردِ مومن تنہا ان بدمذہب حاکموں، اعداء الرسول اور ریاکار مبتدعین کے خلاف سینہ سپر تھا۔ اس مردِ حق نے پیمان وفا صرف تہذیب مدینہ سے باندھا۔ اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دست رفاقت صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف بڑھایا آج یہ اس مردِ مومن مردِ حق کے خلوص کا ثمر ہے کہ رسولی نسبتوں کے خادمین نگہت فروز لفظوں سے شاہ تراب الحق قادری کو تعظیم و توقیر کی سلامیاں دیتے ہیں۔ آج گلی گلی منکرین، خود ساختہ مجددین اور شہرت کے مارے قائدین اور جاہل مشائخ نے جو طوفانِ بدتمیزی اٹھا رکھا ہے تو ایسے میں شاہ صاحب کے مریدوں و جانثاروں کا فرض ہے کہ وہ بالبصیرت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر رضویت کی جنگ ایسے بدحال لوگوں کے خلاف تیز تر کر دیں فتح بالآخر حق کی ہی ہوتی ہے۔

بس میں سلام کہتا ہوں، سلام لکھتا ہوں شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کے نام اور انکے آفاق گیر کام کے نام کہ اے میرے مربی محسن، اہلسنّت کے رہبر، مسلک اعلیٰ حضرت کے لاثانی بے تاج بادشاہ دلوں کے چین شاہ تراب الحق قادری کائنات کی زندہ حقیقتیں تیرے محبوب اور تیرے عشق کا اعتراف کرتی ہیں۔ کہ تیرے علم کا استاد عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا۔ تیری کتابوں میں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنیوں نے تمہیں وہ دوام عطا کر دیا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک عاشقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ انقلاب دیتی رہیں گی۔ اور آخر میں امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کے ان اشعار پر اپنی تحریر ختم کرتا ہوں کہ

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت، روح رواں سنیت

کا المناک سانحہ ارتحال

علمبر دار مسلک اعلیٰ حضرت علامہ محمد حسن علی رضوی بریلوی کے سوگوار قلم سے

آہ۔ آہ صد آہ اس دور قحط الرجال میں عظیم المرتبت مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت روح روان سنیت و رضویت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی مصطفوی رحمۃ اللہ علیہ بھی داغ مفارقت دے گئے اور جام وصال حقیقی نوش فرما گئے آخر وہ گھڑی وہ ساعت آہی گئی جس کا دو سال سے خطرہ لگا ہوا تھا اور ہم شب و روز کروٹ کروٹ ان کی صحت و تندرستی اور درازی عمر کی مسلسل دعائیں کرتے اور کراتے رہتے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق یہ ہے جو بوقت تعزیت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین و ملت امام اہلسنّت الامام احمد رضا خان فاضل بریلوی قادری برکاتی قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اسی کا ہے جو اس نے دیا اسی کا ہے جو اس نے لیا صبر پر بہتر اجر ہے دنیا میں کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی المناک رحلت عظیم حادثہ فاجعہ اور دل دوز سانحہ ہے جس کے اثر سے فضائے سنیت و رضویت مدتوں مغموم و متاثر رہے گی وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے۔ بہت لگتا تھا دل محفل میں جنکی آج صرف کراچی نہیں آج سندھ نہیں پورے ملک کی فضا مغموم و ملول نظر آتی ہے وہ ایمان کا اعلیٰ درجہ لیکر اس فانی دنیا سے گئے جس طرح ان کے مشفق و محسن فدائے مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی قدس سرہ اس دنیا سے ایمان کا اعلیٰ درجہ لے کر گئے اور پھر شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم فقیہ عالم شیخ الشیوخ افخم مولانا شاہ مصطفی رضا خان صاحب نوری برکاتی قدس سرہ اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کا بہت اعلیٰ درجہ لے کر دنیا سے گئے اور اپنے علوم و فیوض و برکات کے گہرے نقوش چھوڑ گئے کہ مدت العمر یادگار رہیں گے اور مسلمانان عالم کے لے مشعل راہ و مینارہ نور ثابت ہونگے۔ انشاء اللہ العزیز۔

علماء و مشائخ کی کمی نہیں اور سب کا اپنی اپنی جگہ ایک مقام ہے مگر مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب علیہ الرحمہ رضوی کچھار کے وہ شیر نر تھے جو دفاع اہلسنّت و تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت کا مجاہدانہ کردار ادا کر رہے تھے جن کے دم قدم کی برکت جہد مسلسل اور محنت شاقہ سے گلشن سنیت و رضویت سرسبز و شاداب و سدابہار تھا۔ استقامت ، جرأت و بہادری و دلیری اس مجاہد جلیل مرد میدان کے گرد گھومتی تھی وہ دفاع اہلسنّت کے لئے

بالخصوص کراچی جیسے عروس البلاد میں شبانہ روز مجاہدانہ کردار ادا کر رہے تھے۔ مسلمانان کراچی ان کے وجود باجود سے پیر طریقت فدائے مسلک اعلیٰ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صاحب قادری رضوی کے علمی و روحانی فیوض و برکات کی تازگی حاصل کر کے فرحت و مسرت محسوس کرتے تھے۔ حضرت ممدوح موصوف نے حقیقی اور واقعی طور پر حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین قدس سرہٗ کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ کھوڑی گارڈن کی مرکزی جامع مسجد میمن اور مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ اور دینی روحانی ترجمان سنیت ماہنامہ مجلہ "مصلح الدین" کو خوش اسلوبی سے چلانا۔ مساجد اہلسنّت کا عدالتی اور قانونی طور پر جنگ لڑ کر تحفظ و دفاع فرمانا، کراچی جیسے وسیع و عریض شہر کے ہر علاقہ کی سنی تنظیموں، سنی مدارس سنی اشاعتی اداروں سے بھرپور تعاون کرنا اور ہر محاذ پر مخالفین کو موئثر و معقول جواب دینا، مریدین کی مسلسل تربیت فرمانا، آپ کے عظیم و جلیل و ناقابل فرموش یادگار کارنامے ہیں جو مدتوں یاد رہیں گے اور فقیر کو یہ کہنے میں کچھ باک نہیں کہ وہ جماعت اہلسنّت کے روح رواں تھے اور حق یہ ہے کہ جماعت اہلسنّت صرف کراچی میں نظر آتی ہے اور اس طویل و عریض وسیع ترین اس شہر میں ہر طرف جماعت اہلسنّت کے دفاتر نظر آتے ہیں اور جماعت اہلسنّت سے وابستہ علماء واحباب سرگرم نظر آتے ہیں اور تبلیغی جلسوں جلوسوں اور پمفلٹ کتب ورسائل کی اشاعت سے جماعت اہلسنّت کو فروغ دے رہے ہیں اور پروان چڑھا رہے ہیں اور ہر طرف جماعت اہلسنّت کی تنظیمیں اور باڈیاں نظر آتی ہیں ایک بار فقیر اپنے ہفت روزہ پروگرام پر کراچی گیا ہوا تھا مجھ فقیر سگ بارگاہ رضوی کو اپنے دفتر میں یاد فرمایا متعدد علماء احباب کو لینے کے لئے بھیجا اپنے آفس کی بالا منزل سے نیچے تشریف لا کر استقبال کیا کراچی کے مختلف علاقوں کی تنظیموں کے سربراہ بھی موجود تھے جو سب اس فقیر کو عرصہ دراز سے جانتے مانتے ہیں۔

خوش مزاج و خوش انداز تھے مسائل و معاملات کی گتھیاں سلجھانا جانتے تھے معاملات کی تہہ تک پہنچنا ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا دوران گفتگو فقیر نے عرض کیا کہ جناب آپ کی جماعت اہلسنّت کا مرکزی دفتر کہاں ہے؟ برجستہ فرمایا "بس یہی ہے"۔ فقیر کو نہایت پر تکلف اعزازیہ سے نوازا مختلف النوع تحائف اور بہت اعلیٰ عطریات کی شیشیوں سے نوازا اور دو مقامات کیلئے فرمایا وہاں وہاں فلاں فلاں جگہ جماعت اہلسنّت کے دفاتر کا افتتاح اور دعا فرمائیں گے بعد عشاء جب یہ فقیر مختلف علماء واحباب کی معیت میں وہاں پہنچا وہاں علماء و احباب کا ایک جم غفیر تھا ایک جھنڈا بہت بڑا اور اونچا تھا اور جماعت اہلسنّت کے بے شمار ولاتعداد جھنڈے تھے پھولوں کے ہاروں سے لادھ دیا گیا مصافحہ و معانقہ دست بوسی کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا دفتر کا حسب ضابطہ افتتاح کیا دعا کے بعد صلوۃ وسلام دعا خیر و برکت ہوگئی۔

کاش کہ ہماری پنجاب کی جماعت اہلسنّت کے عہدیدار بھی طاہر القادری جیسے صلح کلی کی غلامی، قصیدہ خوانی، ہمنوائی چھوڑ کر کراچی کی طرز پر جماعت اہلسنّت کیلئے موئثر انداز پر گرمی و دلچسپی سے مخلصانہ کردار ادا کریں کیونکہ جعلی شیخ الاسلام کو تمام اکابر اہلسنّت مسترد کر چکے ہیں کام کریں جماعت کا نام اور لیبل استعمال نہ کریں اسی طرح تین بار کھوڑی

گارڈن اب مصلح الدین گارڈن کی مرکزی میمن مسجد میں یاد فرمایا اپنی مسجد مدرسہ اور مختلف شعبہ جات کا معائنہ کرایا اور اپنے دفتر میں خاص مسند پر بٹھایا اور مختلف النوع کھانوں مٹھائیوں اور فروٹ کا ڈھیر لگوا دیا۔ مراجعت پر حسب معمول و حسب سابق تحفہ تحائف عطریات اور کپڑوں کے دو جوڑے مرحمت فرمائے۔ بار بار ان کی ایسی نوازشات عنایات یاد گار ہیں اور یاد گار رہیں گی۔ جن دنوں شارح بخاری فقیہہ العصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قادری برکاتی رضوی نائب مفتی اعظم اور ملک التحریر حضرت علامہ ارشد القادری الرضوی قدس سرہ کا تھوڑے تھوڑے وقفہ سے وصال ہوا تو بھی فقیر کراچی حاضر تھا دارالعلوم امجدیہ میں ہر دو بزرگان دین وملت کے لئے تعزیتی جلسہ تھا مجھ فقیر کو بھی یاد فرمایا بکثرت علماء واحباب مدرسین و طلاب اور مہتمم دارالعلوم امجدیہ علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی رضوی کی موجودگی میں تقاریر کے بعد مجھ فقیر ہی سے دعا کرائی۔ اسی طرح دو بار عرس سیدنا اعلیٰ حضرت یوم رضا عرس قادری اور دارالعلوم امجدیہ کے جلسہ دستار فضیلت میں مجھ فقیر کو یاد فرمایا بہت ہی عظیم الشان روح پرور پروگرام وسیع لنگر شریف کے ساتھ ہوتے تھے ہر بار علامہ سید شاہ تراب الحق قادر رضوی علیہ الرحمۃ نے اپنے دست محبت سے پی آئی اے وایر و ایشیاء کے ٹکٹ عنایت فرمائے۔

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ اس فقیر (محمد حسن علی رضوی) کے نام سے اور یہ فقیر حضرت شاہ صاحب کے نام نامی سے تو بہت پہلے سے واقف تھے کیوں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مربی و مشفق و محسن حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ یاد گار رضا پاکستان جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور (اب فیصل آباد کے جلسہ دستار فضیلت میں تقریباً ہر سال تشریف لاتے تھے اور امام اہلسنت نائب اعلیٰ حضرت سیدی حضور محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قدس سرہ سے غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے ان کو بمنزلہ اپنے استاد کے سمجھتے تھے کیونکہ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کے استاد محترم حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ اور سیدی سندی حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ آپس میں استاد بھائی اور دونوں ہی حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی برکاتی رضوی کے بھی خلیفہ تھے اور استاد بھائی بھی تھے اور حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین قدس سرہ کو بھی حضور صدر الشریعہ اعظمی مصنف بہار شریعت اور سرکار سیدنا مفتی اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اجازت و خلافت تھی اور اس فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی رضوی) کو بھی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے علاوہ شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا حضور مفتی اعظم اور خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری اور خلیفہ و نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں بریلوی (والد گرامی حضرت تاج الشریعۃ) سے اجازتیں وخلافتیں حاصل ہیں (زہے نصیب) ان روحانی حقیقی مسلکی نسبتوں کے باعث حضرت قبلہ قاری محمد مصلح الدین قدس سرہ بھی اس فقیر پر کمال درجہ شفقت و محبت فرماتے تھے اور فقیر کی تصنیف و تالیفات سنی رسائل و جرائد میں فقیر

کی تحریروں سے بہت متاثر و مسرور ہوتے تھے بلکہ چند بار از راہ شفقت و عنایت وہ سیٹھ حاجی عبد الحمید مکی ابن سیٹھ حاجی عبد العزیز مرحوم کے ذریعہ صرف ملاقات فقیر کے لیے میلسی بھی تشریف لائے۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی عنایات اور انتہائی قریبی گہرے روابط کو دیکھ کر حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری قدس سرہ بھی مجھ فقیر سے بہت قریب ہوتے چلے گئے اور ایک بار حضرت شاہ صاحب کے خدام و حلقہ احباب کے کچھ سرگرم عزیزان طریقت نے فقیر کی ایک کتاب "آئینہ حق و باطل" اپنے طور پر چھپوالی اور فقیر نے ملتان شریف کے ایک سنی کتب خانہ سے وہ خرید لی اس میں زیر سرپرستی علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی لکھا ہوا تھا اس پر فقیر نے اپنا مکتوب پہلی بار حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق کے نام حاضر کیا کہ آپ نے فقیر کی کتاب آئینہ حق و باطل، چھپوالی بڑی خوشی اور کمال درجہ روحانی مسرت ہوئی مگر دو چار کتابیں اس فقیر دعاگو کو بھی بھیج دیتے۔ فقیر کا عریضہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت پہنچا فوراً پچیس کتابیں اور نہایت پر خلوص محبت بھرا مکتوب آیا جس میں بڑی عاجزانہ انداز میں معذرت بھی کی گئی کہ ہمیں یہ کتاب آپ سے اجازت و منظوری لیکر چھپوانی چاہیے تھی ہمارے نوجوانوں نے بعجلت ایک دینی مسلکی ضرورت کے باعث آپ سے اجازت حاصل کئے بغیر چھپوالی معذرت خواہ ہیں ناگوار خاطر نہ ہو۔۔۔ الخ یہ خلوص محبت یہ تواضع یہ انکساری دیکھ کر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے باہمی خلوص و محبت کے تعلقات بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ فقیر جب بھی کراچی حاضر ہوتا حضرت قبلہ قاری صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دیتا اور حضرت علامہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہر بار ضرور حاضر ہوتا اور کبھی نہ ہو سکتا ہوتا تو کمال شفقت و محبت سے وہ خود عطریات اور فقیر کی زیر تعمیر مسجد و مدرسے کے لئے بطور تعاون خطیر رقم لیکر خود فقیر کی قیام گاہ پر تشریف لے آتے۔ کاش جملہ سنی بریلوی علماء و احباب میں ایسا گہرا تعلق اور باہمی ربط و ضبط ہو بطور تحدیث نعمت عرض کرتا ہوں فخر سے نہیں رب تبارک و تعالیٰ کے فضل سے کہتا ہوں سلسلہ عالیہ برکاتیہ رضویہ کے جملہ احباب حضور سید العلماء مارہروی حضور احسن العلماء مارہروی اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم، حضور برہان ملت۔ حضور شیر بیشہ اہلسنّت قدست اسرارہم اور مخدومی حضرت تاج الشریعہ سلمہ ربہ واطال اللہ عمرہ کے مریدین متوسلین اور حلقہ طریقت علماء و احباب مجھ فقیر سگ بارگاہ رضوی پر خاص عنایات فرماتے اور خاص محبت رکھتے ہیں۔

میلسی میں فقیر نے سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا تو پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی کے بعد سب سے زیادہ اور بھرپور تعاون حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا مولیٰ عزوجل اجر عظیم و جزاء جمیل سے سرفراز فرمائے آمین۔ علاوہ بریں مجھ فقیر کے علاوہ بھی شہر کراچی اور مختلف علاقوں کی دینی مسلکی تنظیموں کی سرپرستی فرماتے اور مختلف اداروں سے تعاون فرماتے تھے۔ اپنے خاص مسلکی انداز فکر سے فقیر کی متعدد تصانیف چھپوا کر شائع کیں جن میں اس وقت مجھے آئینہ حق و باطل، تکفیری

افسانہ ، عجائب انکشاف، مفتی اعظم فقیہہ عالم ، اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت، دعوت کا تحقیقی تعاقب، اثبات مزارات، اہلسنت کی یلغار، تین اعتقادی رشتے یاد ہیں ۔ محسن اہلسنّت پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کراچی میں مسلک اعلیٰ حضرت کے ستون تھے جملہ مسائل میں حتیٰ کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے خلاف بھی عدم جواز کے قائل و عامل تھے اور بریلی شریف و خلفاء اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ پر عمل فرماتے تھے جب تک امام اہلسنّت محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قدس سرہٗ اس ظاہر دنیا میں جلوہ افروز رہے حضرت قبلہ قاری صاحب نے کسی کو مرید نہیں فرمایا اور جو مرید ہونے کو آتا صاف فرماتے حضرت محدث اعظم پاکستان تشریف لانے والے ہیں ان کے مرید ہو جانا یہی جذبہ یہی مسلکی ولولہ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کا بھی تھا اور حق یہ ہے کہ انہوں نے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کر دیا اور مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت کی حدود و قیود میں رہ کر پر خلوص نمایاں مسلکی و دینی خدمات انجام دیں۔

جب مغفرت ذنب کے سلسلہ میں اور جدید محقق نے سیدنا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں الفتح کے ترجمہ کو عقلاً مخدوش قرار دیا اور داڑھی شریف وغیرہ چند مسائل میں من مانی کی تو ایسے افکار کے استیصال میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی طرح ایک بزرگ نے اپنائیت کے انداز میں ازراہ معلومات دریافت کیا کہ کیا آپ واقعی سید ہیں، ساداتِ کرام سے ہیں۔۔۔ تو شاہ صاحب نے اپنے خاندانی سلسلے سادات کے نسب نامہ کی فوٹو کاپیاں مجھ فقیر کو ارسال فرمادیں اور فقیر نے آگے وضاحت کردی۔ بہر حال فقیر اس بات پر اختتام کرتا ہے کہ مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت روح روان سنیت و رضویت علیہ الرحمۃ کی عظیم و جلیل خدمات کی اللہ تعالیٰ جزاء جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور اہل کراچی پر خاص اپنا کرم و فضل فرمائے اور سید شاہ تراب الحق صاحب جیسا مرد میدان مخلص مجاہد جلیل بے لوث مبلغ اسلام و مبلغ مذہب اہلسنّت عطا فرمائے اور آپ کے مزار پر انوار کو فیوض و برکات کا منبع و مصدر بنائے اور آپ کی اولاد امجاد کو آپ کا صحیح اور قرار واقعی جانشین بنائے آمین۔ اگر فقیر مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ پر لکھنا شروع کردے تو بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر کیا کروں مسلسل علالت ضعف و نقاہت مانع ہے فقیر عزیز گرامی قدر خلف و جانشین کے لیے دل کی گہرائیوں سے کامیابی کی دعا کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

محمد حنیف اللہ والا ضیائی
المدینۃ المنورۃ

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا آفتاب کو چراغ کی روشنی میں دیکھنے کے مترادف ہے تاہم آفتاب کو دیکھنے اور اس سے متمتع ہونے کے بغیر چارہ بھی نہیں. آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان تھے تاھم آپ کے تمام فیصلے آپ کی باطنی قوت اور خدا داد بصیرت کا نتیجہ تھا۔ آپ بہت بڑے موحد ہیں۔ جس کا یہ مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں ذات حق کا مشاہدہ آپ پر غالب تھا۔

آپ جب تبلیغی دورے میں تشریف لے جاتے تو آپ جاتے ہوئے اور واپسی بھی مدینہ شریف ہوتے ہوئے جاتے اور پابندی سے مدینہ شریف قطب مدینہ کے آستانے پر حاضری ضرور دیتے اور یہ سلسلہ آخری سفر مدینہ منورہ میں بھی جاری رہا انشاء اللہ آپ کا فیضان جاری رہے گا۔

طالب دعا

علامہ شاہ تراب الحق قادری کا سانحہ ارتحال

ناقابلِ تلافی نقصان

حضرت علامہ مفتی محمد ابراھیم قادری رضوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

حضرت پیر طریقت رہبر شریعت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کا سانحہ ارتحال بلاشبہ اہلسنّت و جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرت کا شمار اہلسنّت کے اکابر رہنماؤں میں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت خوبیوں سے نوازا تھا وہ صوری، معنوی، ظاہری باطنی محاسن سے آراستہ تھے۔ ایک وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے۔ ان کے وعظ و خطابت کے چرچے ہر طرف تھے۔ وہ ایک قادر الکلام سحر بیان اور شعلہ نوا خطیب تھے وہ جس

موضوع پر بولتے خوب بولتے تھے۔

خوبصورت، نیک سیرت، خوش خصال اور پروجاہت شخصیت کے مالک تھے۔۱۹۸۵ء میں کراچی سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے وہاں بھی انہوں نے اہلسنّت کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔۱۹۸۶ء میں قومی اسمبلی میں بننے والے قانون توہین رسالت میں ان کا کردار بہت زیادہ نمایاں جاندار اور لائق فخر تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے استاذ محترم مفتی اعظم حضرت مفتی محمد حسین قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے دوستانہ مراسم تھے حضرت کی دعوت پر شاہ صاحب سکھر جلسوں میں کئی بار تشریف لائے۔وہ اس فقیر پر بھی بہت مہربان تھے۔حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد ہم نے سکھر میں ایک بڑا جلسہ "ذکر حبیب کانفرنس" کے نام سے کرنا چاہا اور اس کے لیے قرار پایا کہ حضرت شاہ صاحب کو دعوت دی جائے۔ میں اسی سلسلے میں سکھر سے کراچی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے مجھے کمر کا عارضہ ہو گیا ہے۔اب باہر جانا کم کر دیا ہے۔ لیکن آپ نے سفر کی صعوبت اٹھائی ہے اس لئے میں دعوت قبول کرتا ہوں۔

دوران علالت آج سے ڈیڑھ دو سال قبل مجھے فون کیا کہ آپ نے کرسی پر نماز پڑھنے سے متعلق جو آرٹیکل لکھا ہے اس کی ایک کاپی مجھے بھیج دیں۔ حضرت نے اس مضمون کو بہت پسند فرمایا اور اس کی جزئیات پر بہت تحسین فرمائی۔

الغرض انکی دینی، ملی، مسلکی اعتبار سے بڑی خدمات ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔انکی رحلت سے پورے ملک اور خاص کر کراچی کی فضاء بہت سوگوار ہے۔ ان کی بیش بہا دینی خدمات اور عوام میں مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازے سے لگایا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا جیسے سارا شہر امڈ آیا ہو بلاشبہ ان کا جنازہ کراچی میں ہونے والے چند بڑے جنازوں میں شمار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی خدمات کا انہیں بہترین صلہ عطا فرمائے ان کے صاحبزادگان اور خصوصاً ان کے صاحبزادے حضرت مولانا علامہ شاہ عبد الحق قادری زید مجدہم کو ان کا بہترین جانشین بنائے۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

فقط محمد ابراہیم قادری رضوی عفرلہ
خادم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر
۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۶

موت العالم موت العالم

موتِ عالم سے بندھی ہے موتِ عالَم بے گماں
روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

خلیفہ مفتی اعظم ہند، عالم بے بدل، یاد گار سلف، مخزن اخلاق، پیر طریقت، ولی نعمت، مرد مومن، مرد حق قبلہ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کا وصال اہلسنت کیلئے کسی سانحہ سے کم نہیں ہے۔ اہلسنت کے عظیم علمی ادارے "دار العلوم امجدیہ" کے یہ نامور اور نڈر سپوت تقریر، تحریر، اور دعوت و تبلیغ، نیز تنظیم و تحریک ہر میدان کے شہسوار اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ دار لعلوم امجدیہ ہی میں آپ نے شہزادہ صدر الشریعۃ بدر الطریقہ، ممتاز المحدثین، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری رحمتہ اللہ علیہ سے سند حاصل کی۔ اللہ کریم آپ کی مرقد پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین۔

دعا گو۔ جانشین شہزادہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ۔
صاحبزادہ محمد انتصار المصطفیٰ اعظمی نوری وجملہ خلفاء ومریدین

ایک عظیم شخصیت

جامع المعقول والمنقول علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی
شیخ الحدیث دار العلوم انوارِ رضا، راولپنڈی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حضراتِ گرامی! اس دنیا میں ہر آنے والے نے لازماً جانا ہے مگر کچھ لوگ ایسے ہوا کرتے ہیں جن کے جانے کے بعد یوں گویائی صادق آتی ہے،

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

جانے والوں میں ان دنوں وہ عظیم شخصیت ہم سے جدا ہوئی کہ ان کی جگہ کا خلا پُر کرنا محال ہے۔ میری مراد پیر سید تراب الحق شاہ صاحب قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے اوائل عمر ہی سے عظمتوں کا مالک گردانا تھا۔

آپ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ آپ نے دینی علوم کا زیادہ حصہ فاضل جلیل قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ سے حاصل کیا اور دارالعلوم امجدیہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور انہوں نے خلافت واجازت عطا کی اور مزید برآں علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ نے بھی دستارِ خلافت سے نوازا۔ صاحبانِ علم ودانش کی متفقہ رائے ہے کہ پاکستان میں فکرِ رضا کے صحیح محافظ اور مخلص پاسباں پیر سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی علیہ الرحمہ تھے۔

حضرت شاہ صاحب عشقِ رسول کے جذبے سے سرشار تھے اس لیے آپ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ عشاقِ رسول کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا۔ آپ نے ساری زندگی اتباعِ رسول ﷺ اور عشقِ مصطفی ﷺ میں گزاری اسی لیے آپ لاکھوں نوجوانوں کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کرنے میں کامیاب رہے۔ آپ نے ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا اور ظالم وجابر لوگوں کے خلاف ہمیشہ بھرپور آواز اُٹھائی۔ آپ نے شدید علالت کے باوجود غازی ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور ناموسِ رسول ﷺ کے دفاع کو اپنی دینی سرگرمیوں کا محور بنائے رکھا۔

پیر سید تراب الحق شاہ صاحب ایک دردِ دل رکھنے والے انسان تھے۔ آپ نے دکھی انسانیت کے لیے بھی بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ ۲۰۰۵ء میں زلزلے نے بے پناہ تباہی مچائی۔ شاہ صاحب قبلہ نے آزاد کشمیر میں شہید ہونے والی ۳۵ سے زائد مساجد تعمیر کرائیں اور انجینئر علامہ حافظ محمد آصف قادری صاحب کے ذریعے لاکھوں روپے کا سامان متاثرین زلزلہ کے لیے بھجوایا جس میں کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر ضروریاتِ زندگی کے سامان سے بھرے درجنوں ٹرک بھی تھے۔ اسی طرح جب ملک میں شدید سیلاب آیا تو شاہ صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر اور لیہ میں سیلاب زدگان کے لیے بھی امدادی سامان پر مشتمل کئی ٹرک روانہ کیے۔

پیر سید تراب الحق شاہ صاحب قادری علیہ الرحمہ سے میرا خاص دلی تعلق رہا ہے۔ آپ کی دعوت پر ایک بار مجھے حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جبکہ دو مرتبہ شاہ صاحب میری دعوت پر جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت کے لیے دارالعلوم انوارِ رضا راولپنڈی تشریف لائے اور خصوصی خطاب بھی فرمایا۔

معروف عالم دین پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کی وفات نا قابلِ تلافی نقصان ہے۔ ملتِ اسلامیہ خصوصاً اہل سنت و جماعت ایک سچے عاشقِ رسول سے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی نظام مصطفی ﷺ اور دین اسلام کے لیے خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ آپ کی مایہ ناز کتابوں میں "جمالِ مصطفی ﷺ، تصوف وطریقت، سیدنا امام اعظم، رسولِ خدا ﷺ کی نماز، فضائلِ صحابہ واہل بیت، تفسیر انوار القرآن، ضیاء الحدیث، مبارک راتیں، تحریک آزادی میں علماء اہلسنت کا کردار، مزاراتِ اولیاء اور توسل، خواتین اور دینی مسائل اور حضور ﷺ کی بچوں سے محبت" زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کے جنازے پر لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع روشن دلیل ہے کہ آپ سچے عاشق رسول ﷺ اور ولی اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کا روحانی فیض تا قیامت جاری وساری فرمائے، آمین۔

محسن اہلسنت

پیر سید محمد نوید الحسن شاہ مشہدی
سجادہ نشین درگاہ حضرت حافظ الحدیث، بھکھی شریف، ضلع منڈی بہاؤ الدین

مشہور مقولہ ہے: مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ
ترجمہ: عالِم کی موت عالَم کی موت ہے۔

ایک عالم دین کا دنیا سے اٹھ جانا عالم اسلام کے یتیم ہونے کے مترادف ہے، دنیا میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے عالم برزخ میں جانے سے مسلک کا نا قابل تلافی نقصان ہوتا ہے جن میں سے پیر طریقت، رہبر شریعت، محسن اہل سنت، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جن کا اٹھ جانا عالم اسلام کے لیے عظیم سانحہ ہے، جن کا خلا مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔

پیر طریقت، رہبر شریعت، محسن اہل سنت حضرت شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ مسلک حق کے صحیح ترجمان اور اعلیٰ حضرت کے مسلک کی پہچان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں سینکڑوں مساجد و مدارس اور دیگر رفاہی اداروں کی سرپرستی فرماتے تھے اور درجنوں کتابوں کے مصنف تھے۔ حضرت شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فکرِ رضا کے متوالے تھے ،آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دعوت و تبلیغ کے کام کا فیضان صرف پاکستان نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی نظر آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ

علیہ ایک عظیم عالم باعمل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، مذہبی، ملی اور ملکی خدمات کو مدتوں خراج عقیدت پیش کیا جاتا رہے گا۔

حضرت پیر سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کے نامور عالم دین اور خدمت خلق کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نفاذ نظام مصطفی ﷺ میں فعال کردار ادا کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حقوق اہل سنت کے لیے عملی جدوجہد کی اور مسلک حق کی ترویج واشاعت میں فعال اور نمایاں کردار ادا کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وابستگان اور اہل سنت کے لیے حسن عقیدہ اور حسن کردار کی شمع فروزاں کی ہے جس سے راہ حق پر چلنے والوں کے لیے روشنی میسر رہے گی۔

حضرت شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے تشریف لے جانا اہل سنت کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور صاحبزادگان، تلامذہ اور مریدین کو ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علامہ شاہ تراب الحق قادری کی رحلت سے

ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا

حضرت علامہ محمد عبد المبین قادری مدظلہ

دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو یوپی انڈیا

---

۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ بروز پنج شنبہ (جمعرات) کو امیر جماعت اہل سنت پاکستان یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند سے انتقال پر ملال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔

مرحوم اپنے عہد میں علمائے اہلسنت کے معتمد، اور سرخیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی صوفیانہ اور زاہدانہ زندگی اہل پاکستان کے لیے اک بہترین نمونہ تھی، ایسا لگتا ہے کہ اکابر علمائے اہلسنت کے سلسلۃ الذہب کی آپ آخری کڑی تھے۔ تقریر تحریر اور دعوت و تبلیغ پر تنظیم و تحریک ہر میدان کے آپ شہسوار اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے آپ کی جو کتابیں نظر سے گذری ہیں، ان میں دعوت و تنظیم، حیات امام اعظم، فضائل صحابہ و اہل بیت، رسول خدا کی نماز کو نمایاں مقام حاصل ہے آخر الذکر دونوں کتابیں اس لائق ہیں کہ ان کو ہر گھر کی زینت بنایا جائے اور دوسری مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع کیے جائیں، آج ہمارے علما و مشائخ جب رحلت کر کے قبر میں آرام فرما ہوتے ہیں تو ان کی دینی خدمات کو طاقِ نسیاں کی نذر کر دیا جاتا ہے اور ساری توجہ مزار و چادر اور تعمیر قبر کی طرف مبذول کر دی جاتی ہے۔

جب کہ اولین درجے میں ان کے آثارِ علمیہ کی اشاعت پر توجہ دینی چاہیے کہ یہی ان کا سب سے بڑا فیضان ہے ان کے لیے اور سب سے بڑا ایصال ثواب بھی۔

اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ پسماندگان کو صبر واجر کی توفیق بخشے اور انہیں کے نقش قدم پر چلائے، آمین۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

حضرت علامہ مفتی محمد قمر الحسن بستوی

مفتی امریکہ، چیئرمین رویت ہلال کمیٹی امریکہ، خطیب وامام مسجد النور ہیوسٹن

۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء/ ۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ جمعرات کا دن عالم اسلام کے لیے عموماً اور اہل پاکستان کے لیے خصوصاً غم واندوہ کا پیغام لے کر آیا جب عالم اسلام کی مایہ ناز، قد آور اور مرتاض شخصیت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق صاحب ہم سے رخصت ہوگئے اور جلوہ الٰہی میں گم ہو کر ابدی نیند سوگئے۔ اہل سنت کی مایہ ناز شخصیات یکے بعد دیگرے رخصت ہو رہی ہیں اور جو جا رہا ہے اس کی جگہ پُر نہیں ہو پا رہی ہے۔

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ ایک قد آور شخصیت کے مالک تھے اور بڑی خصوصیات کے حامل۔ وہ ایک داعی اسلام، مبلغ سنیت اور ناشر رضویت تھے۔ گوناگوں اوصاف نے ان کو ایسی قبولیت عطا کر دی تھی کہ وہ چار براعظموں میں اپنی دینی تحریکات کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ میں ان کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ حق گوئی ان کا شعار تھی۔ مصلحت کوشی سے وہ کوسوں دور تھے۔ مسلک وملت کا درد ان کو بے قرار رکھتا تھا۔ جب بھی دینی کاز کے لئے ان کو جہاں کہیں سے آواز دی گئی وہ فوری حاضر ہوئے۔ وہ ایک مقرر، ناصح، فقیہہ، داعی، حالات شناس، مصنف، ذہین اور واقعات کی گہرائیوں میں اتر جایا کرتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اتنی جہتوں میں انہوں نے کام کو پھیلا رکھا تھا کہ حیرت ہوتی ہے اور ہر کام وقت طلب مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو وقت میں برکت دی تھی۔ تقریری دورے، مسجد کی ذمہ داری، پھر تصنیف وتالیف وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے وقتوں میں برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ ان سارے کاموں کو قلیل وقت میں کر گزرتے ہیں جن کو دوسرے لوگ ہفتوں اور مہینوں میں کر پاتے ہیں۔ پاکستان میں وہ اسلاف کی زندہ یادگار تھے۔ ان کو دیکھ کر اپنے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں مگر ان کی یادوں نے دلوں کو مسخر کر رکھا ہے۔ کراچی کی تاریخ کا عظیم الشان فقید المثال اژدحام جنازہ،

یہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی قبولیت کی دلیل ہے۔ ایسے لوگ خال خال پیدا ہوتے ہیں جو اپنی خود کی محنتوں سے ان بلندیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ جنت نعیم میں ان کو بلند مقام عطا فرمائے، اور ان کے جانشین حضرت مولانا سید عبد الحق قادری صاحب کو ان کا سچا جانشین بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

ایک ہمہ جہت شخصیت

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری، ہیوسٹن امریکہ

مجھے اس ثابت شدہ حقیقت سے مجالِ انکار نہیں کہ ہر نومولود، جو روئے زمین پر اپنی آنکھیں کھولتا ہے، اسے ایک نہ ایک دن اس دارِ فانی سے کوچ کر ہی جانا ہے کہ یہ دنیا سرائے خانہ ہے، تاہم یہ وضاحت ضرور سن لی جائے کہ سرائے فانی میں ہر آنے والا یکساں نہیں ہے کوئی منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوا، عیش و عشرت سے پر شب و روز گزارے اور رخصت بھی ہو گیا، لیکن دور تو جانے دیں، پڑوسی تک کو نہ اس کے آنے کی خبر ہے اور نہ ہی اس کے جانے کی ایک اور آیا، احباب نے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ جشن ولادت منایا، کچھ عرصہ بعد اس کی شہرت وعزت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی، لیکن اس کے رخصت ہونے کے بعد جلد ہی لوگوں کے حاشیہ ذہن سے بھی وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا اور ایک آنے والا یوں بھی آیا کہ ولادت پر کوئی چراغاں نہیں، کوئی بزم نشاط نہیں، کوئی سامان طرب نہیں، لیکن اردگرد مذہبی وقار وعظمت کی جھلک ہے، جبین نیاز نعمت خداوندی پر ہدیہ تشکر نچھاور کرتے ہوئے خم ہے، اور دونوں ہاتھ بارگاہ ایزدی میں پھیلے ہوئے ہیں، ایسے ماحول میں آنے والا دینی تربیت کے جلو میں پروان چڑھتا ہے اور ایک دن سارے عالم کو اپنے فیضان علوم و معارف سے منور و مجلیٰ کر دیتا ہے، بولتا ہے تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں، خاموش رہتا ہے تو علمی وقار کی جھلک دکھائی دیتی ہے، لکھتا ہے تو علوم وآگہی کے موتی بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، سیاہ رات کی تنہائی میں عشق حقیقی کے چراغ جلاتا پھرتا ہے، گم گشتگان راہ کو عقائد حقہ سے آشنا کرتے ہوئے فرحت وانبساط محسوس کرتا ہے غرضیکہ وہ دیکھنے میں تنہا ہے، لیکن وہ اپنے آپ میں انجمن ہے، اس کے اٹھتے ہی مجلس برخاست ہو جاتی ہے اور بیٹھتے ہی بے آب وگیاہ ویرانے میں اخلاق و کردار، الفت ومحبت اور اعمال صالحہ کے سر سبز و شاداب گلشن لہلہانے لگتے ہیں

گفتگو کی اس منزل پر پہنچ کر دل پکار اٹھتا ہے کہ بظاہر دیکھنے میں ہر آنے والا یکساں ہے، تاہم کردار و عمل، علوم و آگہی اور فیوض و برکات کے پس منظر میں انسانوں کے درمیان آسمان و زمین کا سا فرق ہے۔ اول الذکر سے مراد عام انسان ہیں، ثانی الذکر سے مراد اصحاب زر، ارباب سیاست اور ملوک ہیں، جب کہ آخر الذکر سے میری مراد بادشاہوں کے بادشاہ سے ہے، جن کی حکومت صرف زمین کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی نہیں رہی، بلکہ ان کی حکمرانی کے اثرات لاکھوں انسانوں کے قلوب و اذہان میں ان کے وصال کے بعد بھی، ماتھے کی آنکھ سے دیکھے جاسکتے ہیں، یعنی پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ والرضوان۔

میں نے پندرہ سالوں پیشتر پہلی بار ہیوسٹن، امریکہ کی سرزمین پر آپ کی زیارت کی۔ خطابت کا ایک یکتائے روزگار انداز تھا، کہ جس میں نہ ہی روایتی کرختگی تھی کہ سننے والے خوفزدہ ہو جائیں اور نہ ہی آہستگی کہ سامعین کی دلچسپی کم ہو جائے، بلکہ نہایت ہی میانہ روی اور سہل لب ولہجہ میں گفتگو کرتے۔ کبھی کبھی مزاحیہ جملے بھی کہتے، غیروں کے خلاف گاہے بگاہے تنقیدی جملے بھی کستے اور بڑی ہی نپی تلی، سجی سجائی تقریر فرماتے۔ آپ کی خطابت سے لوگوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم کہ گذشتہ پندرہ سالوں تک مسلسل ہر سال آتے رہے اور شہر میں دسیوں پروگرامات میں خطاب فرماتے، لیکن ہزار مصروفیات کے باوجود، دیوانوں کی ایک بھیڑ اکٹھی ہو ہی جاتی۔ موصوف اچھے قلم کار بھی تھے اور خوب لکھتے تھے۔ تفسیر، فقہ اور ملی مسائل پر کئی کتابیں آپ سے یادگار ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ شہرت، دولت اور علم و حکمت، ایسی نعمتیں ہیں کہ جن میں سے کوئی ایک کسی کے ہاتھ لگ جائے، تو پھر کبر و نخوت اور غرور و تمکنت بہت تیزی سے شخصیت پر حاوی ہو جاتی ہے اور انسان تباہی و بربادی کے دہانے تک پہنچ جاتا ہے، تاہم میں پوری ذمہ داری کے ساتھ شہادت دے رہا ہوں کہ حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے متذکرہ تینوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا، وہ علوم و حکمت سے بھی فیضیاب تھے، عالمی شہرت بھی انہیں حاصل تھی اور دولت و ثروت سے بھی وافر حصہ پایا تھا، لیکن اسے کرم خداوندی کہیے کہ موصوف میں کبر و نخوت اور غرور و تمکنت نام کو نہ تھی۔ وہ اپنے چھوٹوں پر بھی شفیق و مہربان تھے اور بڑوں کی بارگاہ میں نہایت ہی مؤدب، امیروں سے بھی پرخلوص راہ و رسم اور غرباء و مساکین کے سروں پر بھی دست شفقت، اپنے چاہنے والوں کے لیے دعائے خیر اور مخالفین کے لیے بھی دعائے اصلاح، نہ کسی کی بے جا مخالفت اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ، وہ ایک دیوانہ تھے، جو اپنے آقائے نعمت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات عام کی کرنے کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتے۔

کوئی شک نہیں کہ ہم سے "ایک ہمہ جہت شخصیت" رخصت ہو گئی ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ موصوف کے وصال سے صرف ان کے خانوادے کے افراد ہی نہیں، بلکہ دنیائے اہل سنت خلا محسوس کر رہی ہے۔ اللہ

رب العزت اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ان کی قبر پر انوار و تجلیات کی بارش کرے اور پس ماندگان، خصوصیت کے ساتھ ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ عبد الحق قادری کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

آہ! سید شاہ تراب الحق قدس سرہ

ہائے، اے شہر خوباں کے شہریار، اے جلوہ صد رنگ تو کہاں کھو گیا

اسیر غم: ڈاکٹر غلام جابر شمس، بمبئی

خاکِ ہند کی وہ صد رنگی کوند، جو حیدر آباد دکن کے افق سے چمکی تھی، کراچی سندھ کے سر فلک جا کر شہابِ ثاقب بن گئی اور پھر ایک عمودی و عموقی نور مستطیل بن کر ربع مسکوں کے تمام آفاق پر چھاگئی، جس کی برستی روشنی سے ایشیائی ممالک کے در و دیوار، صحرائے افریقہ کے ریگزار و لالہ زار، یورپی مملکتوں اور ریاستوں کے دشت و کوہسار اور امریکی دیار و امصار کے بام و ایوان روشن و منور ہوئے۔۔۔

ہائے اے چکاچوند شہر کراچی کی صبح درخشاں کو ماند کرنے والی سرمئی شام! کتنی بے رحم ہے تو کہ اکیلے اپنی گود میں سمیٹ لیا۔ اپنی آغوش میں چھپالیا۔ بازو میں دبوچ لیا۔ یہ تو نے کیسی ناانصافی کی۔ کیا تجھے خبر ہے کہ اس کی محبت، اس کی عقیدت اور اس کی حسین ترین یادوں اور یادگاروں کا چراغ کتنے دل رنجور و مہجور نے اپنے صحن و آنگن میں جلا رکھا ہے۔ آج تو قوم کی قوم سوگوار ہے۔ ملک کا ملک ماتم کناں ہے۔

واحسرتاہ! حسرت بھی کیوں؟۔ وہ موت تو خود ہی ڈری سہمی دلہن بن کر آئی تھی اور اس محبوب جاں نواز کو تیری تہوں کے سپرد کیا۔ خوب یاد رکھ لے کہ یہ قومی امانت ہے۔ ملی سرمایہ ہے اور جماعتی اثاثہ ہے۔ لیکن اے شام کراچی! تو یاد رکھ!! اس پر تنہا تیرا ہی تو حق نہیں تھا، وہ تو فاطمی چمن کا پھول تھا، حسنی ڈال، حسینی شاخ کا گل تر تھا، وہ چادر پاک، جس میں پانچ انمول و البیلی جانیں سمٹ آئی تھیں، جس میں ایک خاتون اور چار رجال عظیم تھے، اس چادر مبارک کی دائمی رنگتوں، قائمی برکتوں اور دوامی امانتوں کا وہ امین و خازن تھا۔ جس کو وہ اپنی آبائی سخاوت اور توریثی فیاضی کے ساتھ مشرق و مغرب میں بانٹا کرتا تھا۔ داتا کا مسکن تو کراچی تھا، منگتوں کی قطار جہان بھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ جیسا کہ اس مرد کار کا میدان کار دنیا جہان تھا۔

فرد سے فرید، قطرہ سے گوہر اور شخص سے شخصیت بننے کی تشکیلی اساس میں حیدر آبادی تہذیب کی جھلک تھی، بریلی کی وسیع و مؤثر وضع داری تھی اور پھر کراچی کا بانکپن تھا اور سب پر مستزاد حسینی خون کا تیور و طمطراق کہ بس اس جان جاناں کا نظارہ کرتے ہی بنے۔ قد مبارک تو سرو قد، قامت زیبا کی اٹھان تو عرب ناقوں کی کوہان، دراز قدوں میں

سر بلند، پست قدوں میں سر فراز۔ جلوت و خلوت اور مجلس و مجمع عام میں دور سے دِکھائی دیں۔ سر حدیں دم بخود، کبھی اس پار اور کبھی اس پار پہنچانے جائیں۔ ایسی قد آور شخصیت، ایسی مقتدر ہستی۔ وہ کراچی ہی کیا؟۔ وہ تو تمام کرۂ ارض کی شان تھا۔ عقابی آنکھوں کی چمک، اس پر لگی عینک، عجب بہار کا سماں پیدا ہوتا تھا۔ اونچی و باریک ناک، تو خانوادۂ سیادت مآب کی خاص شناخت ہے۔ جو امامت و قیادت اور سرداری و سربراہی کی علامت ہے۔ پارۂ سیم و طلا کی آمیزش لیے رنگت ایسی دل بہار کہ جاں نثار کیا کیجیے۔ دل نچھاور کیا کیجیے۔ لبہائے نازنین تو ایسے کہ کتنے لالہ رخوں، زہرہ جبینوں اور سیم ساقوں کے لبہائے نازک کی سرخیاں قربان۔

سنت نبوی کی بہار لیے دستار زیب سر، کبھی شیروانی، کبھی جبہ زیب سیم تن، دست اقدس میں منقش عصا، ساتھ میں خدام و حفاظی دستہ، اب جب یہ شہزادۂ غوثیت مآب لب واکریں اور لہجہ دھیمہ ہو، تو شیرینی سے پر، مٹھاس سے بھر پور، علمی نکات سے لبریز اور سوقیت و ابتذال سے دور، لگے کہ 'نہج البلاغۃ' کے اوراق و صفحات سے علم و معرفت، حکمت و دانائی، زبان و بیان کی رعنائی و برنائی اور درد و سوز رم جھم بارش ہو رہی ہے اور جب لہجہ ذرا تیز ہو، تو شیر نر کی وہ دھاڑ و للکار کہ کوہ و جبل کے سینے دہل اٹھیں اور ابل پڑیں، مگر دونوں صورت میں وقار، متانت، سنجیدگی اور تاثیر و تاثر بر قرار۔ پھر کس میں یارا کہ اس مواج و جوال رفتار پر بند باندھ سکیں۔ بس اب صرف سنا کیجیے اور دیکھا کیجیے اس مرد مجاہد، بطل جانباز، شہر یار علم، شہباز سلوک و معرفت، فکر و تدبر کا تاجور، خطابت و مناظرہ کا تاجدار، کردار و عمل کا کھنکتا سکہ، زبان و ادب کا بادشاہ، تاریخ و ثقافت کی چلتی پھرتی لائبریری، تکلم، تخاطب، تقریر، تحریر، تحقیق، تنقید، حسن مزاح اور لطیف طنز و ظرافت کے اداشناس اور سب سے بڑھ کر یہ کہ متین و متواضع، حلیم و بردبار، شفیق و کریم، نیک خوئی و خیر خواہی کے خوگر، عشق و وفا اور صدق و صفا کی ڈگر، نبوی اخلاق اور ساداتی صفات کے اس پیکر کے جوبن کا تماشہ، جو اب اس وقت اوج و موج پر ہے۔

حضرت والا گوہر کا یہ مزاج کہ اگر کوئی مصلح و مقرر ہوائی جہاز سے آیا۔ ہوٹل میں قیام رہا۔ رات خطاب کیا اور صبح رخصت ہو گیا، تو نتیجہ خیز کام نہ ہو گا۔ نتائج و اثرات اس وقت ظاہر ہوں گے۔ جب کہ آپ عوام میں گھس کر اور بیٹھ کر ان کے دکھ درد کو بانٹیں اور ان کے مسائل کو سمجھیں اور حل پیش کریں۔ صرف تھیوری بتانے اور فارمولہ سنا دینے سے کام بنتا نظر نہیں آتا۔ جب تک نہایت ہمدردی کے ساتھ عملی تربیت و تعاون نہ ہو گا، اثر بھی مرتب نہ ہو گا'۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہمدردی و دردمندی سے لبریز اور حکمت و موعظت سے پر یہ جملے کسی رہنما اصول، حکیمانہ و صوفیانہ اور دانشورانہ نکات سے کم نہیں۔ عوامی و سماجی معاملات و مسائل کی جڑوں تک پہنچ کر ان کے فاسد اسباب و عوامل کی تشخیص اور پھر انہیں راست رخ پر لا کر حل کر دینا حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی قائدانہ و مدبرانہ اور خداداد صلاحیتوں کا بین ثبوت تھا۔ خواہ وہ مسائل علمی و تعلیمی ہوں یا دینی و عرفانی ہوں یا سماجی و سیاسی یا پھر معاشی و روزگاری۔

اگست ۲۰۰۱ء میں یہ خاکسار کراچی پہنچا۔ مقالۂ ڈاکٹریٹ کے لیے یہ مطالعاتی سفر تھا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر عالی وقار سید والا تبار سید وجاہت رسول قادری صاحب بنفس نفیس اسٹیشن پر موجود تھے۔ دیکھتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے کہ میری حیثیت تو طالب علمانہ تھی۔ صدر موصوف مجھے اپنے گھر لے گئے اور فریش ہو کر پھر اپنی گاڑی سے جماعت اہل سنت پاکستان کے امیر و رئیس، لاکھوں لاکھ انسانوں کے ماوا و ملجا اور مرشد و مربی حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر لے گئے۔ بعد رسم تعارف و تواضع برکت آثار ہونٹوں سے جو پہلا جملہ نکلا، یہ تھا: پولیس اسٹیشن میں کاغذات کی انٹری ہو گئی؟۔ صدر موصوف نے کہا: ابھی تو پہلے پہل یہیں آئے ہیں۔ فرمایا: ویزا، پاسپورٹ لائیے۔ دیکھ کر فرمایا: ویزا صرف کراچی کا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ انٹری ہو جائے گی۔ یہ فرما کر کاغذات ایک کارکن کے حوالے کر دیا۔ تب فرمایا: آپ لاہور ضرور جایئے گا۔ ملتان، فیصل آباد اور اسلام آباد، جہاں جہاں ضرورت ہو، بے خوف ہو کر جایئے۔ یہ رکھیے ہمارا کارڈ اور جب واپس بھارت جانا ہو، ایک دن پہلے اطلاع کر دیجیے گا۔ تاکہ قانونی دفتری کام نپٹا کر آپ کا ویزا، پاسپورٹ آپ کو بروقت مل جائے'۔

یہ سن کر صدر موصوف نے کہا: لیجیے۔ آپ کا کام بن گیا'۔ کوئی ایک مہینہ یہ خاکسار علمی افراد و شخصیات، اداروں، اکیڈمیوں اور لائبریریوں کے دروازے کھٹکھٹا تا اور تلاش و مطالعہ میں مصروف رہا۔ جب واپسی کا وقت آیا، خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ سفر و تلاش اور حصول مواد کی روداد سنائی۔ سن کر فرحاں و شاداں ہو گئے۔ فرمایا: کل واپسی ہے؟۔ عرض کیا: جی۔ فرمایا: اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم علیہما الرحمہ، میرے سرکاروں پر خوب دل لگا کر کام کیجیے گا۔ یہ کام بارگاہ غوث پاک میں قبول ہو گا اور آپ سرخرو ہوں گے'۔ عرض کیا: حضور! آپ اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ دونوں دستہائے اقدس اٹھا کر میرے سر پر رکھا۔ دیر تک کچھ پڑھ کر سر اور سینے پر دم کیا اور پھر فرمایا: یہ ہدیہ ہے (قلم، کتابیں اور کپڑے) اور یہ زاد راہ (نقد رقم) جایئے۔ آپ کو اللہ و رسول کی امان میں دیا'۔ دست بوسی کی اور الٹے پاؤں واپس ہوا، تو میرا سر بار احسان سے خمیدہ تھا اور پلکیں اشک تشکر سے نمناک تھیں۔

ہندوستان پہنچ کر میں نے ٹیلی فونک رابطہ رکھا۔ کاموں کی پیش رفت اور رپورٹ دیتا رہا اور دعائیں لیتا رہا۔ ۲۰۰۵ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے اپنا پچیس سالہ جشن منایا۔ ہندوستان سے کئی حضرات مدعو تھے۔ ان میں خاکسار کا نام بھی تھا۔ لیکن نہ مجھے جانے کا موقع تھا اور نہ ویزا ہی ملا۔ اس وقت تک خاکسار کی کئی کتابیں ہند و پاک سے شائع ہو چکی تھیں۔ اس جشن میں میں تو نہیں پہنچ سکا، مگر میری کتابیں ضرور پہنچ گئیں۔ ایک سیٹ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی حاضر کیا تھا۔ ۲۰۰۷ء تک خاکسار کی اور کتابیں شائع ہو کر منظر عام آئیں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی، علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ اقبال احمد فاروقی علیہم الرحمہ اور خود حضرت صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ کی خصوصی دعوت پر ۱۷/ مارچ ۲۰۰۷ء کو دوش ہوا پر صبح سویرے کراچی حاضر ہوا۔ شام کو 'امام

احمد رضا سیمینار و کانفرنس' میں مقالہ پڑھ کر سنایا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ ہی صدارت فرمارہے تھے۔ سامعین اور خواندہ افراد سے ہال کھچاکھچ بھرا تھا۔ بر سر منبر شاہ صاحب علیہ الرحمہ، کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر قاسم رضا، صوبائی حکومت سندھ کے ایک معزز وزیر اور صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری نے مل کر خاکسار راقم کی گل پوشی کی، گولڈ میڈل گلے میں ڈالا اور شال پوشی کی۔ ایک بار پھر یہاں میرا ماتھا جھکا ہوا تھا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ اس وقت میری ماں اور ان کی دعائیں مجھے بہت یاد آرہی تھیں۔ جب کہ دل حمد الٰہی میں سجدہ ریز تھا۔

شہر کراچی اور دوسرے شہروں میں خاکسار کے اعزاز میں کئی استقبالیہ مجلسیں منعقد ہوئیں۔ ان میں ایک یادگار اور شاندار جلسہ طالب ہاشمی کے بنگلہ کے پارک نما گارڈن میں آراستہ ہوا۔ جس میں شہر کے علما، دانشوران اور معززین نے شرکت کی۔ صدارت و سرپرستی پھر وہی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تھی۔ مبادیات کے بعد خاکسار کو موقع دیا گیا۔ 'امام احمد رضا اور علما و مشائخ کراچی: عقائد و فکری نظریات میں قدر اشتراک اور روابط و تعلقات' عنوان بنا کر بیان کیا۔ بحمد اللہ سامعین ایک خوشگوار تاثر سے سرشار تھے۔ بعدہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے اراکین و مخلصین اور حکومت پاکستان کے سابق کیبنٹ منسٹر اور 'المصطفیٰ فلاحی سنٹر' کے سربراہ حاجی حنیف طیب نے ایک خطیر رقم اعزازیہ میں پیش کیا۔ خاکسار نے شکریہ کے ساتھ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کو بخلوص و صدق دل نذر کردی۔ اس عمل سے حاضرین پھر ایک بار محظوظ و مسرور ہوئے۔ تب صدر مثل بدر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ مائک کے سامنے نمودار و جلوہ بار ہوئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

'بھارت سے آئے عزیزم ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب نے اپنے علمی ذوق، قابل قدر کام اور پر خلوص عمل سے ہم سب کو ایک خاص لذت و کیف سے ہمکنار کر دیا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کے اس فرزند معنوی کا اقبال اللہ تعالیٰ روز افزوں بلند کرے'۔ اور پھر فرمایا: عزیز موصوف نے اعزازیہ تو نذر گزار دی۔ لیکن میں انہیں ایک ایسے اعزاز سے سرفراز کرتا ہوں، جس کو یہ دنیا و عقبیٰ کی سعادت و سرفرازی تصور کریں گے'۔ یہ فرما کر اس گنہگار کو اپنے سینے سے لگالیا اور اعلان فرمایا: میں انہیں بزرگوں کی روحانی امانتوں، جو مجھے اپنے مرشدان کرام سے تفویض ہوئی ہیں، کی اجازت و خلافت سے معزز و متفخر کرتا ہوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ حسن نیت اور حسن عمل سے اپنی حیات کے لمحوں کو معمور رکھیں اور خلق خدا کو فائدہ پہنچائیں۔

حاضرین نے مبارک باد دی۔ اس لمحۂ مسعود اور برکت و مسرت خیز گھڑی میں لگا کہ یہ کس عالم بالا کی سیر ہے اور سارا وجود وجد و کیف کی رقت و مسرت سے شرابور تھا اور ضمیر نے اندر سے آواز دی: یہ فضل الٰہی و رسالت پناہی کی موج کرم کی بھرن ہے اور فیضان رضا کی اترن ہے۔ اختتام سفر پر پھر حاضر خدمت عالیہ ہوا۔ تب پھر وہی ماسبق جیسی داد و دہش اور دعائیں اور یہ فرما کر رخصت کیا: جا بیٹا! جا!! خدا اور رسول کی رضا اسی میں ہے کہ میرے رضا کا کام کرو۔ یہ کام

آپ کو دنیا و آخرت میں شاد کام کرے۔ جا، اللہ و رسول آپ کا حامی و ناصر ہو‘۔ یہاں ایک بار پھر میری آنکھیں آب اشک سے وضو کرنے لگیں اور جب ان کے دفتر سے باہر آیا، تو میرے قدم سو سو من کے ہو چکے تھے۔ آہ! وہ ایک یاد گار اور آخری ملاقات تھی۔ سترہ دن بعد جب سرزمین پاک سے واپسی ہونے لگی، تو محبت، عنایت، نوازش، اللہ حافظ اور دعائیہ و الوداعیہ کلمات کی سوغاتیں دامن میں سما نہیں رہی تھیں۔ پاک دل حضرات کی محبتوں اور یادوں کی لکیریں ذہن کے اسکرین پر ایک ایک کر کے ابھر اور ڈوب رہی تھیں۔

امیر جماعت اہل سنت پاکستان حضرت سید شاہ تراب الحق قادری، سعادت لوح و قلم پروفیسر محمد مسعود احمد علیہما الرحمہ کراچی میں، محسن و کرم فرما حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، سفیر رضویات علامہ اقبال احمد فاروقی اور الحاج مقبول احمد ضیائی علیہم الرحمہ لاہور میں، ان کے نور نور چہرے اور ان کی یادیں اور باتیں، جن سے خوشبو ہی خوشبو بکھرتی تھی، نوع بہ نوع ہو کر سماعت و بصارت کے پردوں پر ناچ رہی ہیں۔ گونج رہی ہیں۔ ان ڈوبے آفتابوں کی شعاؤں سے قلب و نظر روشن ہے۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خاکی شبستانوں کو روشن و منور رکھے۔

خانقاہ و درسگاہ، عوامی جلسہ گاہ اور ایوان سیاست و اقتدار تک جن کی ہر ایک اپیل پر لبیک کہتا تھا اور کبھی کبھی تو لرز ہی اٹھتا تھا۔ ایسا فرد فرید، مرد خلیق، سوختہ دل، جانباز و جگر باز، جب خانقاہی محبت و مروت، نرمی و نیک خوئی اور انسانی تہذیب و شرافت سے کام نہیں چلتا تھا، تو پھر ’نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری‘ پر عمل پیرا ہو جاتا تھا، بندگان خدا کا وہ ہجوم، جو ان کی حیات پاک میں ان کے جلو میں اکٹھا ہوتا تھا، آج ان کے جلوس جنازہ میں اس کا پچاسوں گنا ازدہام کراچی کے بولٹن مارکیٹ میں مجتمع ہو گیا تھا۔ یہ ان کی خداداد مقبولیت و ہر دل عزیزی کا بین ثبوت تھا۔ ان کی جاں گداز خدمات جلیلہ کا عظیم صلہ تھا اور یہ بارگاہ الٰہی کا وہ بھاری انعام تھا، جو اس نے اپنے بندوں کو دِکھا دیا اور بتا دیا کہ جو خدا کی راہ تسلیم و رضا میں مرمٹ چکا ہوتا ہے، اللہ کریم اس کے نام و نشان کو یوں ہی نیک نام و تابناک کر دیتا ہے۔ کراچی کی تاریخ گواہ ہے کہ امیر جماعت اہل سنت پاکستان، زعیم و ضیغم قوم و ملت زندہ تھے اور زندہ رہیں گے۔ بس بات صرف اتنی ہے کہ اب وہ ایک ریشمی چلمن کے اس طرف ہے۔ جہاں سے وہ تو دیکھ سکتے ہیں۔ ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں! اہل نظر اور صاحب دل کی بات پھر کچھ اور ہے۔

مخدوم گرامی مرشد اجازت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جن سے کئی کئی بار اکتساب فیض کیا تھا، وہ پچھلے کئی برسوں سے علیل تھے۔ ابھی ۳/ اکتوبر کو صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری سے دیر تک برقی لہروں پر بات ہوئی۔ فرمانے لگے: شاہ صاحب قبلہ کی حالت بہت نازک ہے۔ دعا کریں اور کرائیں کہ اللہ جل مجدہ راحت و عافیت عطا فرمائے‘۔ پھر ۶/ اکتوبر کو وہ خبر سنائی، جس کو سننے والا اور سنانے والا، دونوں کا دل ڈوب جاتا ہے۔ ’شاہ صاحب وصال فرما گئے‘۔ یہ سن کر

کس کی تاب ہے کہ اپنے پر قابو پائے اور پلکوں کا جھڑنا روک لے۔ استرجاع پڑھا اور بے جان سا ہو کر رہ گیا۔ اپنی لائبریری میں بیٹھا تھا۔ فوراً ان کی دی ہوئی کتابیں، جن پر شاہ صاحب کے دستخط اور دعائیہ جملے ہیں، ان کی تحریروں کو بوسہ دینے لگا۔ تب پھر اپنے آپ کو سمیٹ اور سنبھال کر احباب کو یہ اندوہ ناک اطلاع دے کر عرض کیا کہ وہ مجلس تعزیت و ایصال ثواب قائم کر کے بلندی درجات کی دعا کریں۔ چنانچہ کئی مدارس و مساجد میں یہ عمل خیر انجام دیا گیا۔ کل ۷/ اکتوبر یوم جمعہ تھا۔ یہاں کثیر مسجدوں میں بعد نماز جمعہ بلندی درجات کے لیے دعائیں کی جارہی تھیں اور وہاں نماز جنازہ کے بعد مخدوم گرامی قدس سرہ الباری کو اللہ کریم کے جوار رحمت میں سلا کر 'نم کنومة العروس' کا مژدہ جانفزا سنایا جارہا تھا۔

اس سوگوار تحریر کے وقت ان کا گلاب سا کھلا چہرہ، ان کے نصیحت آمیز اور دعائیہ جملے، جو اپنی زندگی کا نصب العین بنا ہوا ہے، ان کی فکر و تدبر اور درد و تڑپ سے تر آواز کی کھنک اور گرج، جس میں شبنم کی سی نمی اور برف کی سی ٹھنڈک ہوتی تھی، سامنے مجسم ہو کر کھڑی ہو گئی ہے اور 'ائے شہر خوباں کے شہریار!' اور 'ائے جلوۂ صد رنگ! تو کہاں کھو گیا' میری زبان کا ورد بنا ہوا ہے۔ ائے میرے پاک پروردگار خالق و مالک! تو اپنے محبوب کے صدقے میں ان کے مشن 'جماعت اہل سنت' کو زندہ و تابندہ اور فعال و متحرک رکھ اور ان کے صاحب زادے و جانشین حضرت علامہ سید شاہ محمد عبد الحق قادری دامت برکاتہم کو ان کے مشن کا مخلص و سرگرم سربراہ اور 'الولد سر لابیہ' کا سچا عکس و مظہر بنا! آمین ثم آمین یارب العالمین۔

آہ مسلک رضا کا ترجمان چلا گیا

حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی انگلینڈ

فانی دنیا سے جانے والے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ کوئی جاتا ہے تو اس کے پیچھے ایک گھر ایک خاندان افسوس اور اظہار غم کرتا ہے، مگر کچھ جانے والوں ایسے ہوتے ہیں جن کا جانا پوری قوم و ملت کے لیے باعث غم و افسوس ہوتا ہے۔ انہیں میں قائد ملت ناشر مسلک رضا محافظ فکر رضا معتمد حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر مد ظلہما حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق علیہ الرحمۃ کی رحلت بھی ہے۔ جیسے ہی اکناف عالم میں آپ کے وصال کی خبر عام ہوئی تعزیتوں اور اظہار غم و افسوس کا ایک سلسلہ چل پڑا اور تا حال محافل و مضامین کی شکل میں جاری ہے۔ اس کی ایک کڑی بلیک برن کی سرزمین پر حضرت مولٰنا شفیع صاحب کے گھر پر منعقد ہوئی جس میں متعدد علماء و حفاظ نے شرکت کی اور قرآن خوانی و نعت خوانی کا

اہتمام ہوا، نیز علماء نے مشترکہ طور پر یہی کہا کہ ایک سنیوں کا مردِ مجاہد نیز مسلک رضا کا سچا ترجمان چلا گیا۔ اخیر میں حضرت علیہ الرحمۃ کے ترقی درجات کے لیے دعا ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا حنیف رضوی، مولٰینا اقبال مصباحی، مولانا محسن، مولٰینا خیر الدین، مولٰینا فاروق اشرفی، حافظ الیاس، وطاہر اشرف، قاری محبوب رضوی، الحاج قاضی مشتاق رضوی شریک تھے۔

منبع فیوض و برکات

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

سابق صدر شعبہ اردو ڈاکٹر بھیم راؤ یونیورسیٹی، مظفر پور بہار

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی محترم اور قد آور شخصیت ایک شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی۔ جس کے زیر سایہ مسافران رہ دین وسنیت قلبی راحت اور ذہنی سکون محسوس کرتے تھے۔ وہ ایسے عالم ربانی تھے، جس کو بلا تکلف سر چشمۂ ہدایت اور منبع فیوض و برکات کہا جا سکتا ہے۔ ان کی دینی بصیرت، سیاسی شعور، اصابت رائے اور پختگی فکر و تدبر کا سارا زمانہ معترف و مداح تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد ہماری مذہبی، تہذیبی اور سیاسی زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا، وہ شاید کبھی پر ہو سکے۔

مولیٰ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے اور ان کے خانوادۂ محترم اور ان کے علمی و فکری وارثین کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت کے دینی مشن کو پورے اخلاص و عزیمت کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔

فرش سے ماتم اٹھے وہ طیّب و طاہر گیا

حضرت علامہ شمس الحق قادری مصباحی

نیو کاسل ساؤتھ افریقہ

Shamsulhaquemisbahi@gmail.com

---

۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ۔ ۶ اکتوبر ۲۰۱۶ بروز جمعرات امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی، مجاہد دوراں مرد مومن، مرد حق، پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کے انتقال پر ملال کی خبر نے پورے عالم اسلام کو سوگوار کر دیا آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل رنج و غم سے دوچار ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تغمد اللہ الفقید بواسع رحمتہ ورفع درجاتہ فی جَنّٰتِ النَّعِیم والھم ذویہ واتباعہ الصبر والسلوان وان یخلف علیھم بالخلف الصالح۔ آمِین یارَبَّ الْعَالَمِین۔

جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات نیو کاسل کے جملہ اساتذہ اور طلبہ حضرت کی بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں اور پسماندگان کے شریک غم۔ حضرت موصوف نوّر اللہ مرقدہ نے ۲۰۱۴ میں جامعہ کے جلسہ دستار بندی کے دوروزہ پروگرام میں اپنی خدمت بابرکت کا موقع عنایت فرمایا اور پھر ہمیشہ اپنی محبتوں سے نوازتے رہے۔ فالحمد للہ علی ذلک

آپ ایک بے داغ رہنما، ممتاز عالم دین، قادر الکلام مقرر، ساحر البیان خطیب، کہنہ مشق مدرس، صاحب اسلوب مصنف، گہری سوجھ بوجھ کے مالک، پختہ رائے کے حامل، وسیع المطالعہ اور بالغ نظر مفتی، علمائے اہل سنت اور اکابرین جماعت کے محبوب و معتمد، مسلک اعلی حضرت کے سچے، بیباک اور بلند آہنگ ترجمان وبیان اور ایک نہایت وضع دار، متقی وپرہیز گار مصلح ومرشد طریقت کے طور پر پوری دنیا میں مشہور ومعروف تھے۔

تاریخ میں ایسی کم شخصیات گزری ہیں جنھوں نے بیک وقت ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن کا میدان بھی بخوبی سر کیا ہو۔ عوامی اور سماجی زندگی کی بے تحاشا مصروفیات کے باوصف علمی اشغال اور تزکیہ نفس پر بھی بھرپور توجہ مرکوز رکھی ہو۔

اپنی سیاسی زندگی میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے پارلیمنٹ کی سطح سے ہمیشہ شرعی اور دینی مسائل کے حل کی کوشش فرمائی اور مسلمانوں کے عالمی مسائل کو بھی اعلی حکام اورارباب اقتدار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کی پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت، فکر امت اور عوامی خدمت میں جہد مسلسل کی آئینہ دار تھی۔ ان کی مجاہدانہ للکار سے باطل سہمارہتا تھا اور اپنے تازہ دم ہو جایا کرتے تھے۔ علماو معاصرین اور اپنے طلبہ ومریدین کے لیے آپ پوری زندگی جدوجہد اور عمل پیہم کی علامت بنے رہے۔ ایمانی فراست، دینی حمیت، سیاسی بصیرت، اور زبردست قومی، ملی اور سماجی خدمت وقیادت کا اعلی شعور آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

بیدار مغزی، اولوالعزمی، ارادہ کی مضبوطی، تصلب فی الدین اور مسلک پر یقین، حالات سے باخبری اور قوم و ملت کی بروقت صحیح نباضی اور بے لوث رہنمائی نے ان کی شخصیت کو بڑا پر اعتماد مقتدا اور ذی وقار امام بنادیا تھا۔ اکابرین کی تعظیم، اصاغر نوازی، احباب کی عزت، تحمل وبرداشت، وسعت ظرف، کثرت عمل اور جرأت وبے باکی ان کی شناخت تھی۔

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

آپ کے انتقال پر ملال سے صرف ملک پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم علمی، روحانی، سیاسی، ملی اور سماجی قائد اور عبقری شخصیت سے محروم ہوگئی۔ یقیناً آپ کی رحلت موت العالم موت العالم کی صحیح مصداق ہے جس سے جماعت اہل سنت کے ایک عہد زریں کا خاتمہ ہوگیا۔

فعَسَی رَبُّنَا اَنْ یُبْدِلَنَا خَیرًا مِنھا اِنَّااِلَی رَبِّنَا رَاغِبُونَ اللھم اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیرا منھا آمین یارَبَّ الْعَالَمِینَ۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

علم و فضل کی ایک انجمن

مولانا غلام مصطفی رضوی مالیگاؤں
خادم التدریس والافتاء جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات نیو کاسل، ساوتھ افریقہ

جو آفتاب ۱۹۴۴ء میں دکن ہند میں طلوع ہوا تھا وہ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو عروس البلاد کراچی میں غروب ہوگیا۔ یہ روح فرسا اطلاع سوہانِ روح بنی کہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قبلہ شاہ صاحب کی ذات بڑی ہمہ جہت، ہمہ وصف اور گوناگوں خوبیوں کی حامل تھی۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک تحریک تھے، ایک تنظیم تھے، پوری بزم تھے، جن کا چلا جانا بزم کا سونی ہو جانا ہے، جن کی رحلت لاکھوں دلوں کو تڑپا گئی۔ رہتے تھے کراچی میں لیکن دُنیائے سنیت کے دلوں میں دھڑکتے تھے۔ دوری و قرب سے ان کی ذات ورا تھی۔ رب نے ان کے فیضان سے دور و نزدیک کو سیراب کیا۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ ہند کی زمیں سے اُٹھے اور عالم پر چھا گئے۔ ۱951ء میں ہجرت کر کے ہند سے سندھ جا پہنچے، کراچی جا بسے۔ سیادت کا جمال تھا ہی، علم و فضل کے کمال نے چمکا دیا۔ روحانی تشنگی بریلی شریف میں بجھی۔ حضور مفتی اعظم کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ کئی چشموں سے سیرابی کی۔ لاکھوں تشنہ کاموں کی پیاس بجھائی۔ سلسلہ قادریہ رضویہ کے عظیم شیخ تھے۔ ارادت مندوں کا حلقہ کئی ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔ جن میں علما و مدبر بھی ہیں، دانش ور اور اہلِ قلم بھی اور سرکردہ شخصیات و صاحب فکر و فن بھی۔

قبلہ شاہ صاحب کو رب قدیر نے حکمت و تدبر اور دانش و تدبیر سے نوازا تھا۔ آپ کے دم قدم سے کئی شعبوں میں خدمتِ دینِ متین کا سلسلہ وسیع ہوا۔ گستاخانِ بارگاہِ رسالت کے مقابل آپ نے کئی تحریکوں کو دوام بخشا۔ مختلف محاذوں پر

علم و حکمت کے ساتھ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے خدمات پیش کیں۔ قادیانی و اس نوع کے دیگر گستاخوں کی سازشوں کا دنداں شکن جواب دیا۔ آپ کے ایستادہ خطوط پر کثیر تنظیمیں فعال ہیں اور مختلف شعبوں میں خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

قادرِ مطلق نے خطابت کے جوہر سے نوازا تھا۔ اچھوتا انداز۔ راقم جیسے لاکھوں نوجوان آپ کے اسلوبِ خطابت کے باعث متاثر ہوئے۔ بلاشبہ ہزاروں عنوانات پر آپ نے خطبے ارشاد فرمائے۔ موضوع کا حق ادا کر دیا۔ سلاستِ زبان و بیان، نکھرا انداز، صاف و شستہ لہجہ، غیر ضروری الفاظ سے اجتناب، صرف کام کی باتیں، استدلال کی زبردست قوت۔ کتاب و سنت سے جب دلائل پیش کرتے تو زورِ بیاں دیدنی و شنیدنی ہوتا۔ سادگی و متانت لفظ لفظ سے ٹپکتی۔ سمجھانے کا انداز اِس قدر عام فہم کہ کم علم بھی مفہوم تک رسائی حاصل کر لیتا۔ اسی لیے انٹرنیٹ پر بھی آپ کی خطابت کی مقبولیت ہے۔ رہتے کراچی میں تھے لیکن فیضانِ علمی سے ہند کیا افریقہ و امریکہ، یورپ و عرب سبھی مستنیر ہوئے۔

ایک درجن سے زائد کتابیں یادگار ہیں جن میں علم و وسعت مطالعہ کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے۔ تصنیف و تالیف کا نکھرا ذوق آپ کے اخلاصِ عمل پر دال ہے۔ تحریر میں تاثیر ہے۔ فکر کا جوہر تاباں سطر سطر سے ظاہر ہے۔ ہند و پاک سے آپ کی تصانیف کے بہ کثرت ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ چند تصانیف کے نام اس طرح ہیں:

۱-ضیاء الحدیث ۲- جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳- تصوف و طریقت ۴- دعوت و تنظیم ۵- فلاحِ دارین ۶- خواتین و دینی مسائل ۷- کتاب الصلوٰۃ ۸- مسنون دُعائیں ۹- تفسیر سورہ فاتحہ ۱۰- اسلامی عقائد ۱۱- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت ۱۲- مبارک راتیں ۱۳- ثنائے سرکار ﷺ

مسلکِ اسلاف پر سختی سے کاربند تھے۔ دین کے معاملے میں کبھی مداہنت نہیں کی۔ احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بلاخوفِ لومۃ لائم مسلکِ حق کا تحفظ کیا اور ہر سازش کا مناسب و بروقت علمی جواب دے کر گلشنِ اسلام کی حفاظت کی۔ مسلکِ رضا کے مخلص داعی تھے؛ شریعت کی حفاظت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ ایسے دور میں جب کہ شرعی قدروں کی پامالی عام ہے حفاظتِ شریعت کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور اپنی تقویٰ شعار زندگی سے اسلامی احکام پر عمل کا نمونہ پیش کرتے رہے۔

صلہ و ستائش سے بے پروا ہو کر رضائے الٰہی کی خاطر دین و سنیت کی اشاعت کی۔ اخلاصِ عمل کے جوہر سے آراستہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فراعنہ عصر آپ کو لرزا براندام نہ کر سکے۔ اربابِ سیاست آپ کے ضمیر کا سودا نہ کر سکے۔ ہر محاذ پر باطل نامراد ہوا۔ جیت ہمیشہ حق کی ہوئی۔ مردِ مومن و امام دوراں تھے جن کی بے باکی نے ایوانِ اقتدار کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ اپنی درویشی میں مقامِ رفیع کو آپ نے مستور رکھا۔ صاحبِ دل تھے، روحانی اعتبار سے مقامِ بلند پر فائز تھے۔ مخدوم تھے لیکن خادمانہ حیات پیش کی، باکمال تھے لیکن خاکساری اختیار کی، صاحب دل تھے لیکن فقر میں اسے چھپائے رکھا،

صبر اختیار کیا، ایامِ رُخصت میں بھی فرائض و واجبات کو مقدم رکھا۔ آپ نے اپنی عملی زندگی سے اسلافِ کرام کی مبارک زندگیوں کی یاد تازہ کر دی۔

فکرِ رضا، تحقیقاتِ رضا، تصانیفِ رضا، کلامِ رضا، سلسلہ رضا کی نشرواشاعت میں مثالی کردار پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت سے بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی سبب ہے کہ نگارشاتِ رضا کی اشاعت میں بھی حصہ لیتے رہے۔ نسبتوں کا احترام کرتے تھے۔ احکامِ شرع میں بریلی شریف کے محتاط فتوؤں پر عمل کرتے۔ مسلکِ عشق و عرفان کے کامیاب مبلغ تھے۔ سچے عاشق رسول تھے۔ سفیر مسلکِ رضا تھے۔ حضور تاج الشریعہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ جمیع اکابرِ اہلِ سنّت کا احترام فرماتے، سبھی سلاسلِ حقہ کی توقیر فرماتے۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے اپنے کام کی جولان گاہ بنجر زمینوں کو بنائی۔ کامیابی کے ساتھ انھیں گل زار فرمایا۔ مسلکِ اسلاف کی ترجمانی کی، فکر رضا کی نمائندگی کی، حق کی ترسیل کی، کئی میادین کو اپنی خدمات سے سیر اب کیا۔ داعیانہ فہم و فراست کے ساتھ اشاعتِ اسلام کی، مسندِ تدریس سے طلبہ میں علم و عرفان کے جوہر تقسیم کیے، تزکیہ و سلوک کے مسافروں کو منزلِ مقصود تک پہنچایا، قادریت کے جام لُٹائے، رضویت کے روحانی دھارے سے پیاسوں کو سیر اب کیا، اُمورِ شرع میں رہبری کی، طریقت کی وادیوں کو سیر اب کیا، بے شرع صوفیا کی شناعت سے باخبر کیا، بدعات و منکرات سے خلقِ کثیر کو بچایا۔ بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک تھے، کئی چشموں سے سیر اب تھے، کئی بزرگوں کے فیض یافتہ تھے، کئی نسبتوں کے حامل تھے۔ اللہ کریم ان کی تربت پر رحمت و انوار کی موسلا دھار برکھا برسائے اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبہ جنوں خیز اور عزم تازہ عطا کرے۔ آمین۔

مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے داعی

علامہ غلام سبحانی رشیدی
خادم ضیاء القرآن مسجد آرلنگٹن ٹیکساس امریکہ

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی رحلت یقیناً دنیائے سنیت میں بہت بڑا خلا ہے۔ مجھے شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے شرف ملاقات کا شوق اس وقت سے تھا جب پہلی بار ۱۹۹۸ء میں قیام افریقہ کے دوران آڈیو فقہی مسائل پر بیان سنا تھا، لیکن میری پہلی ملاقات ۲۰۰۱ء میں عظیم الشان میلاد النبی کانفرنس ڈیلس میں ہوئی جس میں حضور

تاج الشریعہ ، حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ بھی شریک تھے۔ اسی موقع پر ضیاء القران سینٹر کا افتتاحی پروگرام انھیں بزرگوں کے قدوم میمنت سے ہوا،

حضرت شاہ صاحب جب بھی ڈیلس تشریف لاتے ضیاء القران میں خطاب فرماتے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے۔ خطاب کا انداز بہت ہی سادہ اور دلچسپ ہوتا، گویا آپ کی شخصیت بیک وقت فکر و تدبر، افتاء و قضا، خطابت وصحافت، تصنیف وتالیف، تنظیم و تعلیم ہر محاذ پر باوقار اور پُر عزم نظر آتی، خداداد قائدانہ صلاحیت بارعب انداز بیان، اہل سنت وجماعت کے معمولات کا دفاع، اس پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب ان کی تحریر و تقریر سے عیاں ہے، خوش مزاج ایسے کہ ہر خاص و عام متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، مسلک اعلی حضرت کے سچے داعی، بدلتے حالات میں بھی اپنے اسلاف سے سر موانحراف نہ فرماتے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی، آپ کی رحلت موت العالِم موت العالَم کی مصداق ہے۔

رب قدیر اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقہ ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اور ان کے پس ماندگان مریدین متوسلین بالخصوص علامہ عبد الحق اور ان کے برادران کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کی پوری ٹیم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کے حوالہ سے تاثرات پیش کرنے کی پہل پر ہدیہ تبریک کی مستحق ہے۔

(غلام سبحانی رشیدی)

مرد مومن مرد حق

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمہ اللہ علیہ

از، مفتی اعظم سندھ و بلوچستان محامد العلماء مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

، مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب محمد صلیٰ علیہ وسلم نحن عباد محمد صلیٰ علیہ وسلم

وہ ایسے مرد حق تھے، جن کے خمیر میں حق کا غلبہ تھا، اسطرح وہ اسم با مسمّیٰ تھے۔ نسیم پہلوان سے وہ تراب الحق کہلائے اور اس نام سے مشہور ہوئے۔ گویا وہ بغداد مقدس کے مشہور ولی، جنید بغدادی پہلوان کی طرح تھے۔ جنہوں نے کشتی

میں ایک سید زادے کی لاج رکھی اور ولایت کے اعلیٰ مرتبہ کو پا گئے۔ اور تراب الحق تو خود سید زادے تھے، ان کی کونسی ایسی خدمت تھی کہ وہ کورنگی کے نسیم پہلوان سے علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق بن گئے اور دنیا میں اسی "حق کی مٹی" سے مشہور ہو کر زمانے کو فیضیاب کر گئے۔ میری ان سے پہلی ملاقات دار العلوم امجدیہ کراچی میں ہوئی تھی۔ یہ ۱۹۷۰ء کا زمانہ تھا، پھر ان کی نسبتوں اور استاذ المکرم حضرت قبلہ علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ و الرضوان سے قربتیں دیکھ کر فقیر بھی ان سے قریب ہوتا چلا گیا۔ اور الحمد للہ یہ قرب آخر وقت تک حاصل رہا اور اب بھی ہے اور رہے گا۔ پھر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کی ان پر عنایات نے اور خانقاہ رضویہ بریلی شریف کی توجیہات نے ان کو اور بھی محبوب بنایا اور بالآخر وہ جلد مرد مومن مرد حق کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ وہ اکثر علماء کی آنکھ کا تارا رہے۔ خصوصاً میرے والد گرامی خلیل ملت علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ و الرضوان بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے اور آخری عمر شریف میں جب والد گرامی نے ۱۹۸۴ء کے آخر میں شاہ صاحب کو حیدر آباد آنے کے لئے فرمایا تو شاہ صاحب، تمام کام چھوڑ کر، والد گرامی کی عیادت کو تشریف لائے اور صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائی اور حضرت کی خواہش پر روحانی استخارہ بھی فرمایا۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ و الرضوان ہر میدان کے سپہ سالار تھے۔ وہ نہ کسی سے مرعوب ہوتے تھے اور نہ کسی کے سامنے جھکتے تھے۔ خواہ میدان نقابت ہو، میدان خطابت ہو، یا میدان سیاست ہو، ہر جگہ اپنا لوہا منوا چکے تھے، وہ فقیر پر بھی تین نسبتوں سے بڑے مشفق تھے، (۱) والد گرامی کی نسبت (۲) استاد المکرم علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ سے تلمذ کی نسبت اور (۳) ایک ہی دار العلوم میں طلب علم کی نسبت۔ فقیر جب کبھی ان سے ملاقات کو حاضر ہوتا، فوری اہتمام فرماتے، خواہ وہ مسجد کے کمرے میں ہوں، یا گھر کے کمرے میں چائے یا مشروب سے تواضع لازمی فرماتے تھے۔ میں اس شخصیت سے جلوت میں تو کثیر ملتا تھا، کبھی کبھی ان کے دوران آرام بھی حاضر ہوا تو فوراً اندر بلا لیا اور تواضع کا حکم دیا۔ فقیر بھی ان سے بہت سے دنیوی معاملات میں مشورے کو حاضر ہوتا تو انتہائی توجہ سے سن کر اعلیٰ مشورہ دیتے، فرماتے تھے، برکاتی میاں صاحب آپ سے ہمارے بہت سے رشتے ہیں اور ہر رشتے کے الگ لوازم ہیں، وہ فقیر کی دعوت پر احسن البرکات کے جلسے میں بھی تشریف لائے۔ ایک بار ایک نازک مسئلے پر ایک عالم سے اختلاف ہو گیا، وہ عالم والد گرامی کی وساطت سے فقیر کے بھی قریب تھے، فقیر ان عالم کے پاس حاضر ہوا اور ان سے عرض کی، مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے، اور فقیر سے ناراض ہو گئے، مگر میں نے ان سے کہا کہ اس اختلاف کی وجہ سے میں سید صاحب کو نہیں چھوڑ سکتا، اگر آپ کو ناپسند ہے تو میں آپ کے پاس نہیں آؤنگا۔ مگر علامہ شاہ تراب الحق قادری کی خدمات بہت وزنی اور موثر ہیں۔ فقیر ان سے ملتا رہے گا۔ آخری مہینوں میں، مدینہ منورہ میں بھی حضرت سے ملاقات رہی، کراچی میں بھی عیادت کو حاضر ہوتا رہا اور بے شمار مرتبہ ان سے مختلف ضرورتمندوں کے لئے تعویذ بھی لئے۔

فقیر نے شاہ صاحب کے ساتھ پاکستان میں تو کم سفر کئے لیکن بیرون ملک سفر میں، بنگلہ دیش کا سفر بہت یادگار رتھا، یہ غالباً ۲۰۰۰ کی بابت ہے، چاٹگام (بنگلہ دیش) میں سنی کانفرنس کا دعوت نامہ آیا، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علامہ سید حامد سعید کاظمی کراچی سے جناب رفیع الدین صاحب اور حیدرآباد سے یہ فقیر، برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے ہمراہ تھے، بنگلہ دیشی قونصلر نے ویزا بمشکل دیا، ڈھاکہ تک سفر بہت آرام دہ تھا، وہاں سے چاٹگام کی اندرون ملک کی پرواز تھی۔ چھوٹا جہاز تھا۔ جہاز کے کپتان نے دعائے سفر پڑھی، جو غلط تھی، شاہ صاحب نے کپتان کو چلتی پرواز میں ہی پیغام دیا کہ آپ نے دعا صحیح نہیں پڑھی۔ کپتان نے کہا کہ مجھے صحیح لکھ کر دیدیں۔ شاہ صاحب نے مجھے کہا کہ برکاتی میاں، آپ کا خط اچھا ہے، تو ان کو واضح طور پر دعائے سفر لکھ کر دیدیں فقیر نے لکھ کر دیدی۔

سنی کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں ہم سب لوگ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میزبان عالم علامہ عبدالرحمن چاٹگامی اسٹیج پر آئے اور شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے کہا کہ "شاہ صاحب آپ نے ہمارا خانہ خراب کردیا" ہم سب ہی اس جملے پر چونک گئے، علامہ شاہ تراب الحق قادری نے مڑ کر کہا کہ بھئی میں نے آپ کا کیا خانہ خراب کردیا ہم لوگوں کی علی الصبح واپسی تھی، وہ موصوف گویا ہوئے "دیکھیں حضرت ہم نے کل دوپہر کو آپ کا خانہ (کھانا) رکھا تھا ، آپ تو صبح صبح جارہے ہیں، ہمارا تو خانہ (کھانا) خراب ہوگیانا۔ سب لوگ بڑے محظوظ ہوئے، یہاں بتاتا چلوں کہ الحاج محمد حنیف طیب کے مشورے پر، برکاتی فاؤنڈیشن نے مجھے بھی بہ طور خاص اس کانفرنس میں شرکت کے لئے بھیجا تھا اور میں نے چاٹگام میں پانچ منٹ تک بنگالی میں تقریر کی تھی، میں تو بنگالی کی الف سے بھی واقف نہیں ہوں، مگر میرے ایک تلمیذ رشید پیر الحاج رفیع الدین مختاری علیہ الرحمہ (آف کوٹری) نے مجھے میرے مضمون کا ترجمہ کرکے بنگالی میں لکھ کردیا، جو میں نے وہاں پڑھ دیا تھا۔ بہر حال یہ ایک یادگار سفر تھا۔

کسی بزرگ کا قول ہے (غالباً امام احمد بن حنبل کا) ہمارے منصب کی گواہی ہمارے جنازے دیں گے۔ وہ مقام و مرتبہ حضرت شاہ صاحب کو ملا، جن کے جنازے میں شرکت کو ہر خاص و عام معتقدین اور غیر معتقدین نے بھی اپنے لئے سعادت جانا۔ اور جنازے میں ٹاور (بولٹن مارکیٹ) سے آرام باغ تک جم غفیر، ان کے مقام کو خوب واضح کررہا تھا۔

ان کے سسر الی والد علامہ قاری صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ان کو اور بھی ہیرا بنادیا تھا۔ یہ بھی بہت خوشی کا مقام ہے کہ قاری صاحب کے بھانجے اور فرزند علامہ شاہ تراب الحق رحمہ اللہ علیہ نے ان کی ظاہری حیات میں ہی ان کے بہت سے کام سنبھال لئے تھے۔ اسطرح شاہ صاحب نے اپنی جگہ خالی نہیں چھوڑی اور فوری طور پر خلا پُر ہوگیا، حضرت عزیزی القدر مولانا شاہ عبدالحق قادری سلمہ الباری نے انتہائی صبر، حلم اور رعب کے ساتھ، شاہ صاحب کی جگہ سنبھال لی ہے اور تمام تر سعادتوں کا رخ مولانا عبدالحق صاحب کی طرف ہوگیا ہے۔ جسطرح علامہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ خواص و مشائخ و علماء میں مشہور تھے اسطرح فرزند تراب الحق بھی خواص و عوام میں اپنا مقام بنا چکے ہیں شاہ صاحب کی شخصیت کا نمایاں پہلو، ان کا انداز خطابت شوق مطالعہ، ذوق احقاق حق تو تھا ہی مگر ان کی اعلی گونج دار آواز اور گفتگو نے ان کی شخصیت کو

حسین تر بنادیا تھا۔ ان کا مخصوص وضع کا لباس، عمامہ شریف، دو پلی خانقاہی ٹوپی اور خوبصورت پٹکا، ان کی نشانی اور طرۂ امتیاز تھے۔ جو آج تک فقیر کی آنکھوں میں اپنا رنگ بکھیرتے ہیں۔ وہ عموماً ہر موسم صدری زیب تن فرماتے تھے، پاجاما اور کرتا ان کی خاص وضع تھی۔

آخر عمر میں، ان کے مریدوں اور معتقدین نے حضرت کو آمادہ کرلیا اور حضرت نے چند سالوں میں نہایت خوبصورت کتب تحریر فرمادیں، جو آج بھی اپنا رنگ جمائے ہوئے ہیں۔ شاہ صاحب کی خطابت سے ہر عمر اور ہر صنف کے لوگ مانوس تھے اور شوق سے ان کو سننا چاہتے تھے۔ یہ چند سطور بہ عجلت تحریر کی ہیں، کہ میرے فاضل دوست برادرم محمد اشفاق قادری نے فون پر مجھ سے فرمایا کہ رئیس بھائی کا یہ پیغام ہے کہ عرس چہلم کے موقعہ پر ایک کتاب قارئین کی نذر کی جائے تو یہ چند کلمات قلم برداشتہ لکھدئے ہیں۔ شاہ صاحب قبول فرمائیں تو زہے عز و شرف۔

امیر اہلِ سنّت کا سانحۂ ارتحال

دین کا ایک مخلص خادم تھا، نہ رہا!

صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری

کسی ہمہ جہت شخصیت کا اسی قوم سے اٹھ جانا، اس قوم کے لیے یقیناً ایک عظیم سانحہ ہوتا ہے۔ لیکن زندہ قومیں اس سانحہ کو یوں برداشت کرتی ہیں کہ ان ہستیوں کے پیچھے ایک دوسری صف تیار رہتی ہے جو تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ اور جانے والی شخصیتوں کے تجربوں سے مستفید ہوتی ہے، لہذا ایسی شخصیات کے اچانک اٹھ جانے کے بعد جو خلا ہے وہ جلد پر ہو جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ قوم مسلم میں اب قحط الرجال کا وقفہ ہر گذرنے والی صدی میں بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے (آمین بجاہِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

امیر اہلِ سنّت حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی شخصیت ایک ایسی ہی ہمہ جہت شخصیت تھی جس کا نعم البدل فی الحال نظر نہیں آرہا ہے۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۹۴۴ء میں حیدرآباد دکن کے سادات گھرانے سے طلوع ہونے والا یہ آفتابِ علم ۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ / ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو اپنی علمی، تبلیغی، روحانی اور تنظیمی صلاحیتوں کی جولانیاں دکھانے کے بعد کراچی کے افق پر غروب ہو گیا۔ اور کروڑوں مسلمانانِ پاکستان کو سوگوار چھوڑ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

ایسی ہمہ جہت شخصیت کا انتقال پر ملال موت العالم موت العالم کی زندہ تصویر ہوتا ہے۔ ان کا جنازہ دیکھ کر حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا وہ قول یاد آتا ہے کہ "جنازے خود فیصلہ کریں گے کہ کون حق گو ہے اور کون

جھوٹا ہے۔" تو امیر اہلِ سنّت حضرت شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کے جنازے نے جو ڈھائی کلو میٹر تک پھیلا ہوا تھا اور شرکاء کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق ۵ لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ فیصلہ کر دیا کہ حق گو اور حق پرست کون تھا اور امیر اہلِ سنّت کہلانے کا اصل مستحق کون تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی تکفیر صرف اس وجہ سے کی تھی کہ آپ آیہ مغفرت ذنب کے کنزالایمان ترجمہ کو دیگر تراجم پر ترجیح دیتے تھے وہ بھی نہ صرف جنازہ میں شریک تھے بلکہ انہوں نے دعائے مغفرت بھی کی۔ اب کوئی ان حضرات سے پوچھے کہ حضرت اب آپ کی مسلمانی کہاں گئی؟

بلا شبہ حضرت امیر اہلِ سنّت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ والرضوان کا سانحۂ ارتحال ملّتِ اسلامیہ بالخصوص ملّت اہلِ سُنن پاکستان کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ ان کی ذات گرامی ہمہ جہت خدمات جلیلہ کی آئینہ دار تھی۔

سرزمین کراچی سے جنوں خیز دل و دماغ لے کر اٹھنے والی شخصیت برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش سے لیکر یورپ وامریکہ، افریقہ غرض شرق سے لے کر غرب تک اپنی تبلیغی، تعلیمی، تنظیمی اور تعمیری صلاحیتوں اور سرگرمیوں کے نقوش ثبت کر گئی۔

جس طرح وہ علمی، دینی و سماجی حلقوں میں اپنی حق گوئی، بے باکی اور حق پرستی کے لیے معروف تھے اسی طرح انہوں نے سیاسی میدان میں بھی اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر دونوں جانب حق بات پر اپنی صلابت اور استقامت کے جوہر دکھائے۔ خوارج کی ذہنیت والے اور دہشت گرد نظریات کے حامل ٹولے کے سامنے نڈر اور بے باک ہو کر ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا کرتے تھے۔ امیر اہلِ سنّت کی دبنگ آواز اور ان کے زور خطابت کے آگے ان کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔ ان کی دبنگ اور گرجدار آواز کا ایک کراماتی مظاہرہ ایک مرتبہ یہ ہوا حضرت امیر اہلِ سنّت کسی پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے تھے، ابھی ان کی گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ اسپیکر نے ان کے کسی جملہ پر ناراض ہو کر ان کا مائیک بند کر دیا کہ یہ خود ہی خاموش ہو کر بیٹھ جائیں کیونکہ مائیک بند ہونے سے ان کی گفتگو کوئی بھی سن نہیں پائے گا، لیکن اسپیکر کو حیرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ ان کی آواز کی گھن گرج اسمبلی ہال کے ہر حصہ میں پہنچ رہی ہے اور تمام ممبران دلچسپی اور حیرانگی سے ان کا نکتہ نظر سن رہے ہیں۔

ان کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت جس بزم، جس مجلس، جس انجمن میں ہوتی، میر مجلس، رونق بزم اور سریر آرائے انجمن کی حیثیت رکھتی تھی، اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن وقت و صفحات کی کمی کے باعث صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے، غازی ممتاز قادری (شہید) علیہ الرحمہ کی رہائی کی تحریک عروج پر تھی۔ یہ ان دنوں کی بات جب حضرت امیر اہلِ سنّت علیہ الرحمہ سخت علیل اور صاحبِ فراش تھے۔ چلنا پھرنا بہت مشکل تھا بائیں طرف فالج ہاتھ

اور پاؤں دونوں پر تھا۔ گردوں کی خرابی کے باعث ڈائیلیسس (Dialysis) پر تھے۔ بظاہر ان کا کسی جلسے کی صدارت کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔

غازی ممتاز قادری بچاؤ تحریک کا یہ جلسہ کراچی کے وسیع وعریض نشتر پارک میں رکھا گیا تھا۔ منتظمین کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ امیر اہلِ سنّت علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب سخت علیل ہیں، ان کی غیر موجودگی میں ایسا نہ ہو کہ نشتر پارک کا آدھا حصہ بھی بھر نہ پائے تو منتظمین کے لیے بڑی سبکی کا باعث ہوگا۔ حالانکہ اس جلسے میں شرکت کے لیے ملک اور شہر کراچی کی نامور شخصیات تشریف لا رہی تھیں۔ جب اس تحریک کے روحِ رواں مناظر اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ اور ضیغم اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی جلسہ میں شرکت کے لیے کراچی تشریف لائے تو امیر اہلِ سنّت کی عیادت کو گئے۔ درمیان گفتگو جلسہ کا ذکر ہوا آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا کہ ”ناموس رسالت کے محافظ اس مجاہد کی رہائی کے جلسے میں یہ فقیر حصول برکت کے لیے ضرور شرکت کرے گا۔“

چنانچہ جب لوگوں نے سنا کہ حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری جلسہ میں شرکت فرما رہے ہیں تو شہر کے کونے کونے سے لوگوں کا ہجوم امنڈ آیا، اور نہ صرف نشتر پارک بھر گیا بلکہ ارد گرد کی گلیوں اور سڑکوں تک مجمع پھیل گیا۔ امیر اہلِ سنّت سخت علالت کے باوجود جلسہ میں بہت دیر تک وہاں موجود رہے۔

بستر علالت، بلکہ بستر مرگ پر بھی ان کی دینی حمیت، عزم وہمت اور مردانگی کا یہ حال تھا:

شیر دل مرد حق یک بیک سو گئے راہ تکتی رہی رہنما کھو گئے

یہ تو تھا ان کی ہشت پہلو شخصیت کا ایک رخ۔۔۔ تاریخ کے لکھنے والے لکھیں گے اور ان کی ہمہ جہت شخصیت کے ہر پہلو پہ لکھا جاتا رہے گا۔ وہ ایک اچھے عالم، ایک اچھے خطیب، ایک اچھے مصنف کے علاوہ ایک اچھے منتظم اور اچھے نباض قوم بھی تھے۔ انہوں نے کراچی اور سندھ کی سطح پر جس طرح جماعت اہلِ سنّت کو ٹوٹ پھوٹ کے بعد دوبارہ منظم کیا ہے اور جس طرح اس میں دوبارہ روح ڈالی ہے یہ ان کے تدبر، فراست دینی اور تنظیمی مزاج اور ملی نظم وضبط کی پابندی کا آئینہ دار ہے۔

پھر یہ کہ کراچی میں جس طرح کسی زمانے میں جماعت مودودی اور دیگر خارجی جماعتوں نے فلاحی پلاٹوں اور پارک پر قبضہ کر کے اور اہلِ سنّت کی مساجد اور مدارس پر کہیں مکر وفریب اور کہیں لاٹھی اور بندوق کے زور پر قبضہ کرنے کی مہم چلائی ہوئی تھی، یہ امیر اہلِ سنّت علامہ شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ ہی تھے جنہوں نے دن رات ایک کر کے پورے شہر کی سنّی مساجد ومدارس کی فہرست تیار کی قانونی طور پر ان کے ٹرسٹ بنوائے اور پھر گورنر، وزیر اعلیٰ اور شہر اور علاقے کے کمشنر زو ڈپٹی کمشنر، آئی جی، ڈی آئی جی، علاقے کے پولیس افسروں سے پے در پے ملاقاتیں کر کے نہ صرف بیسیوں کی تعداد میں اپنی قبضہ شدہ مساجد مدارس واگذار کرائے، بلکہ شہر کی نئی قائم ہونے والی آبادیوں مثلاً نارتھ کراچی اور گلستانِ جوہر کے علاقوں میں اپنے حسن تدبر سے اور اہلِ سنّت وجماعت کے بعض مرکزی اور مقامی زعماء سے

مل کر خاموشی کے ساتھ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ تمام رفاہی پلاٹوں کی فہرست بنوائی اور قانونی تقاضے پورے کر کے ان پر مساجد اور مدارس تعمیر کروائے۔ اس ضمن میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اہل سنّت کے معروف سیاسی وسماجی رہنما اور فقیر کے عزیز دوست جناب حاجی حنیف طیب صاحب زید مجدہٗ اور بعض دیگر زعماء کے تجربوں اور تعاون سے بھرپور فائدہ اٹھایا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان علاقوں میں تقریباً ۹۰٪ مساجد و مدارس الحمد للہ اہل سنّت (مسلک اعلیٰ حضرت) کے ماننے والوں کے پاس ہیں۔ اس ضمن میں علامہ شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کا ایک مقولہ بہت مشہور ہے اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

پوری زندگی بھر کا بہترین ایصالِ ثواب:

(۱)۔ عالم بنو یا عالم بناؤ۔ (۲)۔ ہر گھر یا ہر خاندان، یا ہر محلہ میں ایک عالم دین کا ہونا بہت ضروری ہے۔"

آپ کے اس مقالہ سے آپ کی فکر، نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے ماقبل منصوبہ بندی، اور علمِ دین کی ترویج و اشاعت سے غایت درجہ دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔

غرضیکہ آپ جن فکری، تربیتی، تنظیمی، تبلیغی اور تعمیری صلاحیتوں کے حامل تھے وہ فی زمانہ کم لوگوں کو حاصل تھی۔ فقیر کے ساتھ ۵۰ سال سے دوستانہ، محبانہ مراسم تھے۔ ان کو خلوت و جلوت میں راقم نے قریب سے دیکھا ہے۔ نہایت ملنسار اور مرنجامرنج انسان تھے۔ حق یہ کہ بحیثیت انسان بھی بہت اچھے تھے۔ مزید برآں ان کی علمی، تعمیری اور تحریکی کاوشوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں، جو زبانِ حال سے ہر لمحہ صبح قیامت تک یہ صدا دیتی رہیں گی:

تم نے خیرات میں یہ پھول نہیں ۔۔۔ خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

جہاں حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ نے چمنستان اہل سنّت میں اپنے خونِ جگر سے طرح طرح کے پھول کھلائے ہیں وہیں آپ نے ہمیں ایک ایسا گل خوش رنگ بھی عطا کیا ہے جس کی خوشبوئے مشک بار سونگھ کر ہی لوگ کہہ اٹھتے ہیں: اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

اور یہ گل خوش رنگ ان کے لختِ لائق و فائق فرزندِ ارجمند صاحب حضرت سجادہ مولانا سید عبد الحق قادری رضوی حفظہ الباری ہیں۔ یہ اپنے طرزِ تکلم اطوار، فکر و فہم ہر اعتبار سے اپنے والدِ ماجد کے عکسِ جمیل ہیں۔ ان کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر اہلِ سنّت علیہ الرحمہ نے موصوف کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کا تراشیدہ ہیرا ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہماری نیک تمنائیں اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صدا پھلتا پھولتا رکھے اور ان سے دین و مسلک کا وہ کام لے جو ان کے آبا و اجداد کا طرۂ تھا۔

رب قدیر بصدقہ نبی بشیر و نذیر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت علامہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ کے حسنات کو قبول اور سیئات کو محو فرمائے اور جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین):

منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست ۔۔۔ دل برِ دلدار و قت جاں برِ جانانہ شد

(ترجمہ: حافظ کی منزل اب حق تعالیٰ کی بارگاہ ہے، اس لیے کہ دل دلدار کے پاس چلا گیا اور جان جانانہ کے پاس پہنچی)

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

تعلیماتِ رضا کے عظیم علمبردار

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (جامعہ کراچی)

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی برکاتی قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے عظیم مفسر، محدث اور فقیہہ اعظم ہیں بلکہ دنیائے اسلام میں آپ مجددِ دین وملت کی حیثیت میں مسلّم ہیں آپ کو وصال فرمائے لگ بھگ صدی گذر گئی مگر آپ کی تمام علمی اور قلمی کاوشیں آج بھی علماء دین اسلام کے لیے مشعل راہ ہیں، الحمدللہ پچھلے دس سالوں میں امام احمد رضا کی کئی کتب عرب دنیا میں شائع ہوئیں جن کے مطالعے سے علماء حق استفادہ کر رہے ہیں اور عرب کے علماء آپ کو علامہ شامی جیسے مستند عالم کے ہم پلہ قرار دے رہے ہیں۔

پاک و ہند میں پچھلی صدی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں علمائے دین اور مفتیان عظام اور مشائخ کرام نے آپ ہی کی تعلیمات سے افادہ کرتے ہوئے اہل سنّت وجماعت کے مسلک کو فروغ دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وصال رضا کے بعد ان کے تلامذہ مثلاً مولانا ظفر الدین قادری بہاری، مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی، حضرت سید احمد اشرف محدث بریلوی، حضرت سلیمان بہاری، حضرت ابوالبرکات اور حضرت ابوالحسنات قادری لاہوری رحمہ اللہ علیہم اجمعین اور اجل خلفائے کرام مثلاً حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی، حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قادری، مولانا سید دیدار علی الوری لاہوری، حضرت مولانا ضیاء الدین قادری مدنی، حضرت مولانا ہدایت رسول قادری اجمعھم اللہ اجمعین نے تعلیمات رضا کو فروغ دینے میں آپ کے دونوں صاحبزادگان حضرت مولانا حامد رضا اور حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری کی سرپرستی میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ حقیقتاً ان چراغوں نے برصغیر کو اتنا روشن کر دیا تھا کہ آج تک اس روشنی سے یہاں کے مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان ہی روشن چراغوں میں ایک نہایت روشن شمع حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری رضوی نوری علیہ الرحمہ کی بھی ہے جنہوں نے پاکستان میں بالعموم اور شہر کراچی میں بالخصوص پچھلے ۵۰ سالوں میں تعلیماتِ امام احمد رضا کو فروغ دینے میں انتہائی کلیدی کردار ادا کیا جس کے باعث آپ نے اہل سنّت کے عوام وخواص کے دلوں میں جگہ کی اور اللہ عزوجل نے انہیں وصال کے فوراً بعد دکھا دیا کہ تم نے میرے دین کی خدمت کی اور میرا ذکر کیا تو دیکھو کہ میں نے تمہارے ذکر کو لاکھوں دلوں میں اتار دیا جس کا مظاہرہ دنیا نے دیکھ لیا کہ کراچی کی تاریخ میں کسی بھی عالم دین اور شیخ طریقت کا اتنا بڑا جنازہ دیکھنے

میں نہیں آیا۔

سید شاہ تراب الحق قادری ابن سید شاہ حسین قادری (المتوفی ۱۹۶۴ء) ابن سید محی الدین برصغیر کی ریاست حیدرآباد دکن میں ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے نانا حضور حضرت مولانا انوار اللہ خاں فاروقی (المتوفی ۱۳۳۵ء) کی شخصیت علمائے اہلِ سنّت میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے جو نہ صرف ریاست حیدرآباد دکن کے والی نظام الدین کے استاد مقرر ہوئے بلکہ کئی اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔ آپ کے نانا کی ساری زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ میں گزری۔ سید شاہ تراب الحق قادری اپنے نانا کی خُو میں رنگے ہوئے تھے یہ ہی وجہ ہے کہ آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سے اپنی ساری زندگی رشد و ہدایت اور دعوتِ تبلیغ کے لیے وقف کر دی تھی۔

شاہ صاحب اپنے والد ماجد کے ساتھ سقوطِ حیدرآباد دکن کے بعد جلد ہی ۱۹۵۱ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر کراچی تشریف لے آئے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ اپنے خالو یعنی حضرت انوار اللہ فاروقی کے داماد حضرت مولانا حافظ قاری مصلح الدین صدیقی (المتوفی ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء) علیہ الرحمۃ کے زیر تعلیم رہے جنھوں نے شاہ صاحب کو پہلوانی کے اکھاڑے سے نکال کر مذہب کے رنگ میں لاکھڑا کیا اور اسلامی رنگ میں ایسا رنگ دیا کہ جلد ہی غالباً ۱۹۸۲ء میں اپنا جانشین بھی اپنی زندگی میں مقرر کر دیا۔ شاہ صاحب نے بھی نہ صرف بھانجے بلکہ داماد بن کر اپنی بقیہ زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کو مشن مصلح الدین سمجھ کر ایسا نبھایا کہ خالو بھانجے جس طرح دنیا میں بغل گیر ہوتے تھے آج مرقد میں اسی قرب کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ غالباً ۱۹۶۸ء میں بریلی شریف تشریف لے گئے تو اس دورے میں آپ نے امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی قدس سرہٗ العزیز (المتوفی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء) کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ رضویہ نوریہ میں بیعت ہوئے۔ شاہ صاحب کو مفتی اعظم ہند کے ساتھ ساتھ اپنے سسر بزرگوار پیر طریقت حضرت قاری مصلح الدین، حضرت علامہ مولانا مفتی ضیاء الدین قادری مدنی، حضرت مولانا فضل الرحمان قادری مدنی اور مزید کم از کم ۱۵-۲۰ شیوخ سے اجازت و خلافت تھی مگر آپ نے اپنے استاد اور شیخ مجاز حضرت قاری مصلح الدین قادری نوری کے جانشین بننے کے بعد اسی سلسلہ قادری رضوی نوری کو فروغ دیا اور آپ نے لاکھوں مسلمانوں کو سلسلہ قادریہ رضویہ میں شرف بیعت عطا کر کے تعلیمات رضا میں اہم ترین کارنامہ انجام دیا۔

شاہ صاحب سے احقر کی پہلی ملاقات قاری مصلح الدین قادری علیہ الرحمہ کے وصال سے ایک دن قبل قاری صاحب کی مسجد میں ایک محفل میں ہوئی یہ محفل جس میں حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری نوری بریلوی مہمانِ خصوصی تھے اور اس محفل میں احقر کے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی بھی تھے بہت پر رونق اور روح پرور محفل تھی اس تقریب میں دونوں بزرگوں نے موت کے عنوان پر گفتگو فرمائی تھی اور عجب اتفاق ہے کہ دوسرے دن خبر آئی کہ قاری صاحب کی طبیعت

اچانک خراب ہو گئی اور آپ کا وصال ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کی سوئم کی محفل میں ایک صاحب جو مدینہ پاک سے میت والے دن آ گئے تھے انھوں نے کہا کہ انھوں نے چلنے سے پہلے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ آپ کراچی جائیں تو وہاں قاری مصلح الدین کو میرا اسلام پہنچائے گا۔ یہ سن کر مجھے بہت مسرت ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ ایسے مقبول بندے کے جنازے میں شرکت کا موقع ملا اور پھر ۳۴ سال کے بعد مردِ مومن مردِ حق کے عظیم جنازے میں بھی شرکت کا اللہ نے موقع نصیب کیا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی نیکیوں کے وسیلے سے ہماری بخشش فرمائے۔ آمین۔

شاہ صاحب سے اکثر محافل میں ملاقات ہو جایا کرتی۔ خاص کر ۱۹۸۳ء۔۱۹۸۶ء میں مفتی اختر رضا خان قبلہ کے دورہ کراچی کے موقع پر آپ کی اکثر محافل میں شاہ صاحب ضرور موجود ہوتے اس لیے مراسم بھی بڑھتے رہے اور شاہ صاحب کی شفقت بڑھتی رہی۔ شاہ صاحب ہمیشہ احقر کو پروفیسر کہہ کر مخاطب کرتے تھے والد صاحب کی بھی بہت توقیر فرماتے کہ والد ماجد مولانا حشمت علی خاں کے مرید تھے چنانچہ جناب والد ماجد کا ۱۹۸۹ء میں وصال ہوا تو قادری مسجد سولجر بازار میں آپ نے شرکت فرماتے ہوئے والد صاحب کا جنازہ بھی پڑھایا تھا۔

راقم ۱۹۸۳ء سے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا سے منسلک ہے۔ ادارے کی جب ابتدائی مطبوعہ کتب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب اور قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ کا ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے قیام ۱۹۸۰ء میں اہم کردار ہے جس کو سید ریاست علی قادری نوری (م ۱۹۹۲ء) نے کراچی میں قائم کیا۔ اس ادارے کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حضرت شمس بریلوی، مولانا شفیع صاحب قادری، مولانا اطہر نعیمی جیسے اکابرین کی مشاورت بھی ہمیشہ حاصل رہی۔ سید ریاست علی قادری نوری بریلوی نے جب پہلا مجلہ "معارفِ رضا" شائع کیا تو اس کی تمام تر اشاعت کا کام شاہ صاحب نے انجام دیا تھا چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ "معارفِ رضا" کی اوّل اشاعت حضرت شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی مرہون منت ہے جس کے ثمرات، آج بھی جاری ہیں کیونکہ یہ سلسلہ اشاعت پچھلے ۳۷ سال سے بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہے اور اللہ نے چاہا تو یہ سلسلہ مزید آگے جاری رہے گا جس کا اجر و ثواب حضرت شاہ صاحب کو ملتا رہے گا۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ۱۹۸۰ء سے سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کرتا رہا ہے جس میں قبلہ شاہ صاحب کراچی کے واحد عالم دین ہیں جنھوں نے امام احمد رضا کانفرنس میں سب سے زیادہ مقالات پیش کیے پچھلے چند سالوں سے جب وہ زیادہ بیمار رہنے لگے تو آپ نے شرکت کی مگر تقریر نہ کر سکے مگر ہمیشہ دعاؤں سے نوازتے رہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے ۱۹۹۲ء میں آپ کو ادارہ کا سرپرست بنایا تا کہ آپ سے برابر مشاورت جاری رہے چنانچہ آپ نے ہمیشہ اہم مواقع پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ ایک انتہائی اہم کارنامہ آپ کا چند سال قبل یہ ہے کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا جس کو ایک سازش کے تحت ہائی جیک کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اس سازش میں کچھ اہل ثروت حضرات نے کوشش کی کہ پہلے مجید اللہ قادری اور وجاہت صاحب کو ایک دوسرے سے دور کر دیا جائے اور پھر احقر کو

نکال کر اس ادارہ پر اجارہ داری قائم کرلی جائے۔ سازش کرنے والے کافی حد تک کامیاب ہو گئے اور احقر کو ادارہ سے دور کرنے کی تیاری مکمل کرلی گئی۔ احقر نے معاملے کو شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا شاہ صاحب نے ادارہ کے تمام افراد کو اپنے گھر بلایا پہلے ساری شکایتیں سنیں اس کے بعد سمجھایا اور احقر اور وجاہت صاحب سے فرمایا کہ آپ دونوں نے ہی ادارہ آگے لے کے جانا ہے اس لیے آپ کسی سازش کا شکار نہ ہوں اور سازشی ٹولے کو ادارے سے فارغ کریں آخر میں حضرت نے دعا بھی فرمائی جس کے باعث کام آسان ہوا اور قبلہ وجاہت رسول قادری نے آہستہ آہستہ اس سازشی ٹولے کو ادارہ سے فارغ کیا اور شاہ صاحب کی حکمت اور دعا کام آئی۔ آج الحمد للہ ادارہ آپ کی دعاؤں کی بدولت خدمت انجام دے رہا ہے اور حضرت کی توجہ خاص کا محتاج ہے۔

حضرت سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی تحریر و تقریر دونوں ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت کی عکاسی ہوا کرتی تھیں آپ کی تقریر کسی موضوع پر ہو آپ کے وسیع مطالعہ کے باعث آپ اس میں تعلیماتِ رضا کے پہلو ضرور پیش نظر رکھتے اور اس کو مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں سمجھایا کرتے یہ ہی صورت حال آپ کی تحریر میں بھی نمایاں ہے۔ آپ نے اگرچہ دیگر تبلیغی، معاشرتی، سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے اہلِ طریقت حضرات کی تربیت پر بھی خاصہ وقت صرف کیا مگر اس کے باوجود تحریر میں بھی آپ نے چند اہم یادگار چھوڑی ہیں یہاں آپ کی چند تحریر کے نمونے پیش کرنا چاہوں گا جو آپ کی تعلیماتِ رضا کے فروغ کی غماض ہیں۔

امام احمد رضا کی دینی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مقالے میں رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا نے ردِّ بدعات و اصلاح رسوم کے لیے عظیم قلمی جہاد کیا۔ گستاخانِ رسول کی تحریروں پر گرفت کی۔ علوم فقہ و حدیث کی ترویج و اشاعت کے علاوہ ان کا عظیم کارنامہ تنقیص رسالت کے فتنے کی بیخ کنی اور ناموس رسالت کے تحفظ کی تحریک ہے۔

امام احمد رضا نے بڑی فراست ایمانی اور دلائل قرآنی کے ساتھ ان علماء کو جنھوں نے اپنی تحریروں میں ذات اقدس ﷺ کو تنقیص کا نشانہ بنایا تھا دعوت رجوع دی، ان کو سمجھایا، اللہ اور رسول کا واسطہ دیا۔ مسلمانوں کے تفرقے کا خوف دلایا۔ تحریری طور پر ان کی عبارات کی طرف توجہ دلائی، مہینوں ان سے خط و کتابت کی۔ ان کو بالمشافہ گفتگو کی دعوت بھی دی تاکہ ان کی اصلاح کی کوئی صورت نکل سکے اور ان کی گستاخیوں کی وجہ سے مسلمان مزید تفرقوں اور گروہ بندیوں سے بچ سکیں۔

آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں:

امام احمد رضا نے گستاخانِ رسول کی گرفت فرما کر ایک فقیہ اور امام وقت کا فریضہ ہی انجام نہ دیا بلکہ ایک سچے مومن اور عاشقِ رسول ہونے کا ثبوت دیا اور توہین رسالت کے فتنہ کا سدّباب کر کے مسلمانوں پر احسانِ عظیم کیا۔"

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی، از: شاہ تراب الحق، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء، ص ۴۵۔۴۷)

سید شاہ تراب الحق قادری اپنے ایک اور مقالے میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ اتنے بڑے مصنف تھے کہ ہر ۵ گھنٹے کے اندر ایک کتاب تحریر فرما لیتے تھے۔ ملاحظہ کیجئے شاہ صاحب کا تبصرہ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ جس کی مثال نہیں ملتی، یہ ہی وجہ ہے کہ چوٹی کے علمائے عرب و عجم نے آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔ اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بے مثال علمی اور تحقیقی خدمات کو ان کے ۶۵ سالہ زندگی پر تقسیم کریں تو ہر ۵ گھنٹے میں اعلیٰ حضرت اس امت کو ایک کتاب (تصنیف) دیتے ہوئے نظر آتے ہیں بلاشبہ یہ وہ خدمات ہیں جو کوئی ادارہ اور انسٹی ٹیوٹ ہی کر سکتا ہے جسے بریلی کی سرزمین کے اس بوریہ نشیں نے تن تنہا کر دکھایا سچ کہا کسی نے:

وادیٔ رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے　جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

لیکن جو اس صدی میں ہے تنہا رضا کا

اگلوں نے بہت کچھ لکھا ہے علم دین پر

(اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت، از: شاہ تراب الحق قادری، ماہنامہ معارفِ رضا، شمارہ ۳، مارچ ۲۰۱۲ء، ص ۱۶۔ ۲۲)

آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۱ سے زیادہ ہے جس میں چند بہت اہم تصانیف ہیں مثلاً:

(۱)ضیاء الحدیث، (۲)جمال مصطفیٰ، (۳)تصوف وطریقت، (۴)دعوت و تنظیم، (۵)فلاح دارین، (۶)اسلامی عقائد۔ ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ آپ کے آڈیو اور وڈیو پر مشتمل ہے جس کی تعداد ہزاروں میں پہنچتی ہے اگر ان سب کو تحریری شکل میں منتقل کر دیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو سکتا ہے۔

سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ دور حاضر میں تعلیماتِ رضا کے عملی نمونہ تھے آپ مسلک کے معاملے میں کبھی مصلحت سے کام نہ لیتے بلکہ آپ نے ہر مقام پر چاہے وہ K.M.C کی بلڈنگ کا اجلاس ہو، پاکستان کی قومی اسمبلی کا ہال ہو۔ ایوان صدر ہو یا ایوانِ وزیر اعظم، گورنر ہاؤس ہو یا چیف منسٹر ہاؤس، جامعات کے ہال ہوں یا کالج کے میدان ہوں اسکول کے جلسے ہوں یا مدارس کے پروگرام ہوں اسی طرح T.V کے مذاکرے ہوں یا ریڈیو پاکستان کے پروگرام آپ نے امام احمد رضا کے پیغام کو پہنچایا اور ان تمام ایوانوں میں سلام رضا کو جاری کروایا۔ کاش کہ ہمارے دیگر ذمہ داران بھی بغیر کسی مصلحت کے اپنا تعارف تعلیماتِ رضا کے حوالے سے کرایا کریں تاکہ ہمارا مسلک فروغ پائے۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب جیسی استقامتِ مذہب ہم سب کو عطاء فرمائے۔ (آمین!)

پاسبانِ مسلک رضا

ڈاکٹر مفتی محمد ظفر اقبال جلالی
پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ اسلام آباد

پیر طریقت، رہبر شریعت، مخدوم اہل سنت، پاسبانِ مسلکِ رضا حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی، سیاسی اور مذہبی خدمات قابل تحسین ہیں۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک رضا کی ترویج اور اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قابل فخر سماجی خدمات سرانجام دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں مساجد کے قیام اور آبادکاری کے ساتھ ساتھ کئی مدارس بھی قائم فرمائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم و معارف کی ترویج و اشاعت کے لیے مختلف ادارے قائم کیے جو مسلک اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت و فراست علمی، اخلاق وایثار اور بزرگی کا ڈنکا چہار دانگِ عالم میں گونج رہا ہے اور عصر حاضر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور روحانی دنیا میں ایک خاص اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

حضرت پیر سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی، سیاسی اور سماجی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ کے لیے کامیاب کوششیں کرتے گزار دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اہل اسلام کے لیے قابل تقلید ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کردار سے سنت نبوی ﷺ کی جھلک نظر آتی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں جمالِ مصطفی ﷺ، تصوف وطریقت، سیدنا امام اعظم، رسولِ خدا ﷺ کی نماز، فضائلِ صحابہ واہل بیت، تحریک آزادی میں علماء اہلسنت کا کردار، مزاراتِ اولیاء اور توسل، خواتین اور دینی مسائل اور تفسیر انوار القرآن زیادہ مشہور ہیں۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار کتب تصنیف کیں وہاں آپ نے عوام الناس کی خدمت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی مخلوق کا خالق کے ساتھ رشتہ جوڑنے کی طرف راہنمائی کی۔

حضرت شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا خلا مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔ ربِ قدوس ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانے سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کی ہمت عطا فرمائے اور

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر ثابت قدم رہنا نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور آپ کے صاحبزادگان، تلامذہ اور مریدین کو آپ کے پیغام کو عام کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اک پھول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کا

انجینئر حافظ محمد آصف قادری

مہتمم مدرسہ انوار القرآن، اسلام آباد

ترجمانِ مسلکِ اہلِ سنت:

۱۹۸۲ء میں پہلی بار ایک نمازِ ظہر حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کی امامت میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر نماز کے بعد مسجد کی پہلی منزل پر واقع حجرہ شریف میں شاہ صاحب قبلہ کی زیارت ہوئی۔ چہرہ انور سے نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، جمال ایسا کہ لذتِ دیدار کے باعث نظریں ہٹانا دشوار ہو اور جلال ایسا کہ ان کے سامنے لب کشائی کرنا محال ہو جائے۔ لہجہ ایسا کہ سننے والا گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن گوش ہو جائے اور گفتگو ایسی کہ گویا منہ سے رنگ برنگ پھول جھڑ رہے ہوں اور سننے والوں پر وجد طاری ہو۔

فخر السادات شاہ صاحب قبلہ کی بارگاہ میں مجھ فقیر نے عرض کی، حضرت! یہ فرمائیں کہ ترمذی شریف میں ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"بے شک بنی اسرائیل میں بہتر (۷۲) فرقے ہوئے تھے اور میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے جن میں سے ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے

عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! وہ جنتی گروہ کون سا ہو گا؟ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا،

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی "جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"

آج ہر فرقہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے راستے پر ہے لہٰذا وہ صراطِ مستقیم پر ہے اور جنتی ہے۔ حضرت! ایک عام مسلمان جو قرآن وحدیث کا مکمل علم نہیں رکھتا، اس کے لیے جنتی گروہ کی شناخت کیسے ممکن ہے؟

حضرت شاہ صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا، حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے کہ وہی مسلمان جنتی ہو گا جو آقا و مولیٰ ﷺ اور صحابہ کرام کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد رکھے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عقائد کا علم حاصل کیا جائے تاکہ صراطِ مستقیم کی پہچان آسان ہو جائے۔ آپ نے چونکہ عام مسلمان کے لیے سوال کیا تو جواب یہ ہے کہ مسلمان نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی یہ آیات تلاوت کرتے ہیں،

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝

"ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ اُن کا جن پر تو نے انعام واحسان کیا"۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں یعنی اولیاء اللہ کا راستہ ہے! اب آپ بتائیں کہ حضرت غوث اعظم اللہ کے انعام یافتہ بندے ہیں یا نہیں؟ داتا گنج بخش اللہ کے انعام یافتہ ہیں یا نہیں؟ خواجہ غریب نواز اللہ کے ولی ہیں یا نہیں؟ بابا فرید گنج شکر اللہ کے ولی ہیں یا نہیں؟ اب آپ یہ دیکھ لیں کہ سارے اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو اہلسنت کے سوا کسی گروہ میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں ملے گا، لہٰذا اہلسنت وجماعت کے جنتی گروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے،

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا

وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

پھر آپ نے کئی احادیث مبارکہ بھی بیان فرمائیں جن سے ثابت کیا کہ اہل سنت کے وہی عقائد ہیں جو صحابہ کرام کے تھے۔ ان احادیث کو مجھ فقیر نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں تحریر کر دیا ہے۔ اُس وقت تک فقیر "مُذَبذَبِین" میں سے تھا، اسی دن ان کی محبت کا اسیر ہو گیا۔

پاسبانِ فکرِ رضا:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ذہانت، دیانت، صداقت، شجاعت، قیادت، وجاہت، تفکر، تدبر، معاملہ فہمی، تفقہ فی الدین، فراست اور تقویٰ، غرض یہ کہ آپ کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے، حق تو یہ ہے کہ آپ ایک جامع کمالات شخص تھے۔ آپ کی شخصیت کے کئی پہلوؤں پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

آپ جب خطاب فرماتے تو فصاحت وبلاغت سے بھرپور اور علمی و عقلی استدلال سے مرصع مگر عوام کے دلوں میں گھر کر لینے والی سادہ اور عام فہم گفتگو کرتے، آواز ایسی دلکش اور منفرد کہ ہر شخص کی توجہ کا مرکز و قبلہ بن جاتی، اندازِ بیاں سحر انگیز گویا الفاظ موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، اور نور علیٰ نور یہ کہ روحانی اور وجدانی کیف پرور مضامین، گویا علم کا سمندر موجزن ہے، یا شریعت وطریقت کا مینارہ نور ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہر سننے والے کے دل کو عشق مصطفی ﷺ کے نور سے روشن کیے جارہے ہیں۔

دنیا بھر کے علماء ومشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ، مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک یعنی مذہب اہلسنت کے سچے پاسبان تھے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا نام باطل کے مقابلے میں حق کی پہچان ہے۔ شاہ صاحب نے

ساری زندگی اپنی تمام تقاریر اور تصانیف کے ذریعے عظمت مصطفی ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ کا درس دیا۔ حضور تاج الشریعہ نے آپ کے متعلق فرمایا، "شاہ صاحب مسلک حق کے سچے ترجمان اور پاکستان میں مسلک اعلیٰ حضرت کی پہچان ہیں"۔

حضرت شاہ صاحب "آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی" کی منہ بولتی تصویر تھے۔ آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں جو حق سمجھا، اسے بلا کسی خوف وخطر اور سود وزیاں سے بے نیاز ہو کر بیان کیا۔ جب آپ قومی اسمبلی کے رکن تھے، اُس وقت کسی بدمذہب نے اسمبلی میں یہ بکواس کی کہ صلوٰۃ وسلام پر پابندی عائد کی جائے۔ تو قبلہ شاہ صاحب نے قومی اسمبلی میں ببانگِ دہل یہ اعلان فرمایا، صلوٰۃ وسلام ہرگز بند نہیں ہو گا بلکہ ہم تو قومی اسمبلی میں بھی کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھیں گے۔ پھر آپ نے ایسا ہی کیا اور یوں بدمذہبوں کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیے۔

بعض اہلِ علم نے رسوائے زمانہ کتاب "تحذیر الناس" کے متعلق لچکدار رویہ اختیار کیا اور بعض نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایمانِ ابی طالب کے بارے میں جمہور اہلسنت کے مذہب سے انحراف کیا تو آپ نے (لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ) کا مصداق بن کر دلائل وبراہین کے ساتھ انہیں غلط نظریات سے رجوع کی طرف مائل کیا۔ اور جس کسی نے رجوع نہ کیا، آپ نے فکر رضا کے سچے پاسبان ہونے کا حق ادا کیا اور اس سے کنارہ کش ہو گئے۔

عاجزی اور اخلاص:

آپ کی ذات غرور وتکبر سے پاک اور عاجزی کا پیکر تھی۔ جو کوئی آپ کی مجلس میں بیٹھ جاتا گرویدہ ہو جاتا۔ جب کوئی بیعت ہونے کے لیے آتا تو آپ فرماتے، میں فقیر آدمی ہوں، کوئی اچھا سا پیر تلاش کرو۔ آپ نے اپنے لیے کبھی غیر معمولی القاب کو پسند نہ کیا۔ احقر نے ایک اشتہار میں "آفتابِ ولایت" اور دوسری جگہ "ماہتابِ طریقت" تحریر

کر دیا تھا، اس پر شاہ صاحب نے ناراضگی ظاہر فرمائی اور فرمایا، صرف پیر طریقت لکھ دیا کرو، یہی کافی ہے۔

کئی پیرانِ کرام ائیر پورٹ پر اپنے مریدوں کا آنا پسند کرتے ہیں مگر احقر کو شاہ صاحب نے سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ مجھے لینے کے لیے کوئی اور ائیر پورٹ نہ آئے۔ کئی علماء ومشائخ متعدد گارڈز کے ہمراہ سفر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے کبھی کوئی گارڈ یا گن مین ساتھ نہ رکھا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا عملی درس دیا۔ آپ پیدل چلنے میں یا کسی کے ساتھ موٹر سائیکل پر سفر کرنے میں بھی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ اسی طرح کئی علماء عوام سے مصافحہ کیے بغیر جلسوں سے چلے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس شاہ صاحب ہر نماز کے بعد اور ہر جلسہ کے بعد عوام سے مصافحہ فرماتے تھے۔

آپ کی شخصیت کا وہ پہلو جس نے آپ کو بے شمار معاصرین سے ممتاز کیے رکھا، وہ آپ کا اخلاص ہے۔ آپ جو کام کرتے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے کرتے۔ مثلاً ملک بھر میں مساجد کی تعمیر، مدارس کی معاونت اور مصیبت زدگان کی امداد۔ ہر سال لوگوں کو بلا معاوضہ ہزاروں تعویذات عطا فرماتے۔ نیز سال میں کم وبیش ایک ہزار تقاریر کیا کرتے مگر کبھی تقریر کا معاوضہ نہیں لیتے۔ ۱۸ سال فقیر کی دعوت پر مرشد کریم ،اسلام آباد تشریف لائے مگر کبھی نذرانہ قبول نہ کیا۔ کئی سال ٹکٹ کے پیسے بھی یہ کہہ کر لوٹا دیے کہ "مولانا! آپ کا مدرسہ زیرِ تعمیر ہے، یہ اس کے لیے رکھ لیجئے"۔ اور کئی بار برادر م محمد عاطف قادری کو حکم دیا کہ لفافہ کھول کر صرف ٹکٹ کے پیسے نکال لو اور باقی رقم واپس کردو۔

مجھ فقیر نے آپ کو کبھی اپنی ذات کے لیے کچھ لیتے نہیں دیکھا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ پیری مریدی کو ایک کاروبار بنا دیا گیا ہے اور کئی جگہ عقیدت مندوں اور مریدوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ بغیر نذرانے کے پیر صاحب سے مصافحہ کرنا ادب کے خلاف ہے۔

حضرت شاہ صاحب نہ صرف یہ کہ عام لوگوں سے نذرانے قبول نہ کیا کرتے بلکہ اپنے چاہنے والوں کو از خود نوازا کرتے۔ آپ ہمارے گھر کبھی خالی ہاتھ تشریف نہیں لائے۔

آپ فرمایا کرتے، جو بندہ کسی دنیاوی فائدے یا تعریف و شہرت کی خاطر نیکی کرتا ہے تو وہ نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو عمل چھوٹا ہو مگر اخلاص سے ہو وہ اس عمل سے بہتر ہے جو بڑا ہو مگر اخلاص سے خالی ہو۔ اخلاص کی ترغیب کے لیے آپ یہ حدیث قدسی بھی بیان کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، "اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جسے میں اپنے محبوب بندے کے دل میں رکھ دیتا ہوں"۔

ولی کامل:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ صرف شریعت کے عالم و فاضل اور راہبر و راہنما ہی نہیں بلکہ بحر طریقت کے غواص اور فضائے تصوف کے شہباز بھی تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے صاجزادے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفی رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کو طریقت کے معروف سلاسل قادریہ، برکاتیہ، اشرفیہ، شاذلیہ، منوریہ، سنوسیہ وغیرہ میں حضور مفتی اعظم ہند کے علاوہ پیر طریقت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی اور جگر گوشہ قطبِ مدینہ حضرت علامہ مولانا فضل الرحمن مدنی علیہما الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ ان اولیائے کاملین کے فیوض و برکات سے ایک عالم کو اب بھی مستفیض فرما رہے ہیں۔

عارفِ ربانی حضرت شاہ صاحب قبلہ کے روحانی مقام سے متعلق ایک یادگار واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ ۱۹۹۵ء میں فقیر نے برادرم حافظ محمد عارف قادری کے ہمراہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ وہاں ریاض الجنت کے قریب حاجی محمد حنیف طیب صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ اسی دوران کسی نے حاجی صاحب کو بتایا کہ پشاوری بابا تشریف لا رہے ہیں۔

ہم نے پوچھا تو حاجی صاحب نے بتایا کہ یہ ایک بڑے بزرگ ہیں اور مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر ہیں۔ وہ جب تشریف لائے تو حاجی صاحب نے ان سے ہمارا تعارف کرایا کہ یہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کے مرید ہیں۔ پشاوری بابا نے یہ سنتے ہی فرمایا، "شاہ صاحب ولی کامل ہیں، ان کا بڑا مقام ہے۔ صبح کراچی میں ہوتے ہیں اور شام کو مدینے میں"۔ سبحان اللہ!

عزیزم سید زمان علی جعفری صاحب زید مجدہ نے بتایا کہ پشاوری بابا کا اصل نام سید یوسف علی قادری ہے، انہوں نے ۵۲ حج پیدل کیے اور وہ جنات کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ چار سال قبل ان کا وصال ہوگیا۔ ان کی نماز جنازہ تاج الشریعہ نے پڑھائی۔ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ کی حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے محبت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ آپ نے فرمایا، "جو شاہ صاحب کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے اور جو میرا مرید ہے وہ شاہ صاحب کا مرید ہے"۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی کرامت اتباعِ سنت اور شریعت پر استقامت ہے۔ فقیر کے ذاتی تجربہ اور علم میں کثیر واقعات ہیں کہ کوئی بات دل میں سوچ کر ہم شاہ صاحب کی خدمت میں گئے اور ہمارے عرض کیے بغیر ہی شاہ صاحب نے اس کا جواب ارشاد فرمادیا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ کسی معاملہ میں آپ نے کوئی بات فرمادی، اگرچہ اُس وقت آثار نہیں تھے مگر بعد ازاں وہی ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا۔ فقیر کا ارادہ ہے کہ ایسے واقعات اور دیگر کرامات کو علیحدہ سے ایک کتاب میں جمع کردیا جائے۔

مقبولِ بارگاہِ الٰہی:

فرمانِ الٰہی ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

"بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب اُن کے لیے رحمن (مسلمانوں کے دلوں میں) محبت ڈال دے گا"۔ (مریم:۹۶)

یعنی اُنہیں اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں اُن کی محبت ڈال دے گا۔(تفسیر خزائن العرفان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے، میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبریل علیہ السلام اس بندے سے محبت کرتے ہیں پھر جبریل امین آسمانی مخلوق میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اس لیے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے“۔ (بخاری کتاب التوحید، مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب)

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ پھر اہلِ زمین کے دلوں میں اس بندے کی محبت اترتی ہے۔ رب تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی بارے میں ہے کہ ”بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، عنقریب اُن کے لیے رحمن (مسلمانوں کے دلوں میں) محبت ڈال دے گا“۔(ترمذی کتاب تفسیر القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اولیائے کاملین کا عام مسلمانوں میں پسندیدہ اور مقبول ہونا بارگاہِ الٰہی میں ان کے محبوب ہونے کی دلیل ہے۔

۴ محرم الحرام جمعرات کا دن اہل سنت کے لیے ایک سخت ترین دن تھا۔ اس دن عالمِ اسلام کے عظیم مبلغ اور مفکر، اہل سنت کے بے مثل قائد و امام، متلاشیانِ صراطِ مستقیم کے رہبر و راہنما، سالکینِ طریقت و تصوف کے شیخ کامل، پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس عالمِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ افسوس ناک خبر ملتے ہی فقیر بھی اپنے متعدد دوستوں کے ساتھ شام ہی کو اسلام آباد سے کراچی پہنچ گیا اور حضرت کے جانشین صاحبزادہ حضرت علامہ سید شاہ عبدالحق قادری جیلانی زید مجدہ سے تعزیت کی۔

اگلے دن صبح نماز فجر کے بعد ہی سے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے دیدار کے لیے لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے۔ کچھ ہی دیر میں یہ اجتماع ہزاروں کی شکل اختیار کر گیا۔ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں نعتیں پڑھی جاتی رہیں اور لوگ قطار در قطار حضرت شاہ صاحب قبلہ کا آخری دیدار کرتے رہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد چشمِ فلک نے وہ تاریخ ساز منظر دیکھا کہ شمعِ رسالت کے دس لاکھ سے زائد پروانے اپنے محبوب قائد، اپنے محسن اور پیر و مرشد کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے ایم اے جناح روڈ اور اس کے اطراف کی گلیوں میں جمع ہو چکے ہیں۔

غور کیجئے! آج جبکہ لوگ مال کی محبت میں مبتلا اور نفسا نفسی کا شکار ہیں اور وقت ایک نہایت قیمتی دولت بن چکا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے پاس اپنے عزیزوں سے ملنے کا وقت نہیں، کیا کسی روحانی فائدے کے بغیر محض ایک "میت" کے دیدار کی خاطر قطاروں میں گھنٹوں کھڑے رہنے کی مشقت برداشت کی جاسکتی ہے؟ کیا لاکھوں لوگوں کا اپنے آرام دہ گھروں اور دفاتر کو چھوڑ کر سفر کرنا اور پھر گرمی اور دھوپ میں ایک گھنٹہ کھڑے رہ کر نماز جنازہ کا انتظار کرنا یونہی بغیر کسی وجہ کے تھا؟ کیا لوگ بیرونِ شہر اور بیرونِ ملک سے کثیر مال خرچ کر کے دور دراز کا سفر کر کے بغیر کسی سبب کے نمازِ جنازہ کے لیے پہنچ گئے؟.....!!

لاکھوں مسلمان اپنا قیمتی وقت اور محنت سے کمایا ہوا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کے اس کامل ولی کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے، اس کا سبب یقیناً یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی محبت ایمان والوں کے دلوں میں ڈال دی ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت مبارکہ اور حدیث سے ثابت ہے۔ اسی بناء پر روزانہ ہزاروں مسلمان داتا دربار، پاک پتن شریف، اجمیر شریف، بغداد شریف، بریلی شریف اور دیگر اولیاء کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔ یہ بات بتانا بھی ضروری ہے کہ شاہ صاحب کے ایصالِ ثواب کے لیے ملک بھر کی مساجد اور مدارس میں قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

یہ بات زبان زدِ خاص وعام ہے کہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ غازی ممتاز حسین قادری شہید کا ہوا، اور اس کے بعد سب سے بڑا جنازہ حضرت

علامہ پیر سید شاہ تراب الحق قادری علیہما الرحمہ کا تھا۔ کسی غیر حکومتی شخص کی نماز جنازہ میں کثیر مسلمانوں کی شرکت اس کے عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا یہ قول مشہور ہے کہ " ہمارے جنازے ہمارے حق پر ہونے کی گواہی دیں گے "۔ نیز حدیث شریف میں مسلمانوں کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ قرار دیا گیا ہے۔ بلاشبہ ان کے جنازوں میں لاکھوں مسلمانوں کی شرکت ان پاکیزہ بزرگوں کے حق پر ہونے کی دلیل بھی ہے اور ان کے اولیاء اللہ ہونے کی سند بھی۔ رب تعالیٰ اپنے اولیاء سے بغض و عناد رکھنے سے بچائے اور ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی محبت، رفاقت اور شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شاہ صاحب کے ساتھ ایک حج

محمد عرفان قادری

مدینہ منورہ

الحمد للہ! تقریبا ۱۲ سال قبل غالباً ۱۴۲۵ ہجری مطابق سن ۲۰۰۵ء میں شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کے ساتھ اراکین حج ادا کرنے کا موقع نصیب ہوا اور اس کی بہت سی یادیں آج بھی بالکل تر و تازہ ہیں۔ مجھے لکھنے کا نہ ڈھنگ ہے نہ ہی سلیقہ مگر چند باتیں اختصار کے ساتھ جو میرے خیال میں شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کی بلند پایہ شخصیت اور اعلیٰ مرتبہ کا اندازہ لگانے کو کافی ہیں وہ پیش خدمت ہیں:

۱۔ مکمل سفر حج میں، چاہے دن ہو یا رات، مکہ مکرمہ ہو یا مدینہ منورہ، حاجی صاحبان اور مقیم حضرات بلا جھجک شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) سے ملاقات کو آتے اور اپنے مسائل عرض کرتے اور یہ سلسلہ صرف حج ہی کے مسائل سے متعلق نہ ہوتا بلکہ مختلف عناوین پر سوالات ہوتے اور شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) نہایت مشفقانہ انداز میں ان کے تسلی بخش جوابات بیان

فرماتے۔ اور یہ حاجی صاحبان بھی کسی ایک خاص حج گروپ کے نہیں بلکہ مختلف حج گروپس، شہروں اور ممالک سے حاضر ہوتے۔

۲۔ صرف عوام ہی نہیں، پاکستان اور مختلف ممالک سے آئے ہوئے ذی علم علماء و مشائخ بھی شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) سے گاہے گاہے ملاقات کو آتے اور مختلف مسائل پر نہایت ہی علمی گفتگو ہوا کرتی۔ بعض اوقات علماء کا کچھ مسائل پر اختلاف ہوتا تو وہ شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) ہی سے صحیح مسئلہ پر رہنمائی کی درخواست کرتے۔

۳۔ ساتھ ہی ساتھ نعت خواں حضرات بھی شاہ صاحب کی محافل کی رونق ہوا کرتے۔ اعلی حضرت یا ان کے خلفاء اور تلامذہ کے کلام پڑھے جاتے اور شاہ صاحب بہت غور سے سماعت فرماتے اور جہاں جہاں تلفظ یا ادائیگی کی غلطیاں ہوا کرتی ان کی اصلاح فرماتے اور خاص تلقین فرمایا کرتے کہ صرف اعلی حضرت یا ان کے خلفاء و تلامذہ کا کلام پڑھا جائے کہ وہ نظم کے ساتھ ساتھ شرعی قوانین کے بھی مطابق ہوتے ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا کہ جب نعت خوانی کی محفل نہ ہوئی ہو۔

۴۔ شاہ صاحب بہت ہی کم آرام فرماتے اور غالباً اس سے بھی کم کھاتے۔ عوام اور علماء سے ملاقات کے ساتھ ساتھ اکثر وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ ہم چند ساتھی چونکہ اکثر اوقات شاہ صاحب کی خدمت میں رہتے اور ہم سب ہی کا مشاہدہ تھا کہ ہم نے اپنے جاگتے ہوئے تو کم از کم شاہ صاحب کو آرام کرتے نہیں دیکھا اور اگر کبھی کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو کھجور، آب زمزم شریف اور کبھی چند نوالے دال یا سبزی۔

۵۔ میں نے چونکہ اپنے بچپن سے جوانی تک علماء میں سب سے زیادہ عرصہ شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کی مسجد یا شاہ صاحب کی صحبت میں گزارا اور یقیناً صرف میں ہی نہیں ہر کسی نے شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کو نہایت ہی وجیہہ، باوقار، نڈر اور بہت ہی مضبوط اعصاب کا مالک پایا۔ مگر عرفات کے میدان میں، ہم نے شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کو اور کم از کم میں نے زندگی میں پہلی بار اس طرح سسکیاں لیتے روتا، تڑپتا اور گڑگڑاتا دیکھا جیسے عموماً بچے رویا

کرتے ہیں۔ اور شاہ صاحب کو اس کیفیت میں دیکھ کر تمام حجاج کرام پر ایک رقت کا سما بندھ گیا اور تمام آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

۶۔ حج کے دوسرے یا غالبا تیسرے روز جمعہ کا مبارک دن تھا۔ اور منیٰ میں موسلا دھار بارش ہوئی۔ منیٰ چونکہ وادی ہے اور آس پاس پہاڑی سلسلہ بھی ہے اور یہ ڈھلان پر ہے۔ بارش اتنی زوروں سے ہوئی کہ خیمے تک اڑنے لگے اور لوگوں کا سامان بھی ساتھ بہنے لگا۔ اور پانی خیموں کے اندر آنے لگا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خوف پیدا ہوا کہ آج شاید ان کی زندگی کا آخری دن ہے۔ خواتین کی چیخ و پکار بھی سنائی دینے لگی۔ اتنے میں شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) نے خود اپنی چھڑی مبارک سے بھی اور کچھ کارکنان کو ہدایت کی کہ ایک حصار بنایا جائے اور تمام لوگ جو وہاں تھے یا آس پاس موجود تھے ان سے کہا کو وہ اس حصار میں آ جائیں۔ شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) نے درود شریف اور دیگر وظائف کا ورد فرمایا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ میں نے اور دیگر احباب نے خود دیکھا کہ پانی خیموں سے باہر پوری قوت کے ساتھ بہہ رہا تھا مگر حصار کے اندر داخل نہ ہوا۔ اور کچھ ہی لمحات میں بارش کا زور کم ہونے لگا اور بہتا ہوا پانی بھی تھمنے لگا۔ اللہ اکبر! وہ منظر آج بھی نگاہوں میں گھومتا ہے اور اس ولی کامل مرد مومن مرد حق کا دعا کے لئے ہاتھ پھیلانا یاد آتا ہے۔ سبحان اللہ۔

یادیں تو بہت ہیں مگر خاص سفر حج کے وہ مبارک لمحات جو شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کے ساتھ گزرے وہ میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔ اللہ کریم سے امید ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے اس ولی کامل کے صدقے ہم سب کے حج اور حاضری کو شرف قبولیت بخشا ہو گا۔ اللہ کریم شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

چوتھا باب

تصنیفی و تالیفی
خدمات

مفکر اسلام علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی کتب کا تعارف

علامہ محمد آصف اقبال مدنی عطاری
خطیب جامع مسجد عثمان غنی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ کراچی
asifraza2526@gmail.com

"آج ہمارے علما و مشائخ جب رحلت کر کے قبر میں آرام فرما ہوتے ہیں تو اُن کی دینی خدمات کو طاق نسیان کی نذر کر دیا جاتا اور ساری توجہ مزار و چادر اور تعمیر قبہ کی طرف مبذول کر دی جاتی ہے جبکہ اولین درجے میں اُن کے آثار علمیہ کی اشاعت پر توجہ دینی چاہیے کہ یہی ان کا سب سے بڑا فیضان ہے اور ان کے لیے سب سے بڑا ایصال ثواب بھی۔"

یہ اقتباس مفکر اہلسنت مفتی محمد عبد المبین نعمانی قادری زید مجدہ (چریا کوٹ، انڈیا) کے اس تعزیت نامے سے ماخوذ ہے جو انہوں نے قبلہ پیر طریقت، رہبر شریعت، محافظ ناموس رسالت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہند کے لیٹر ہیڈ پر ارسال فرمایا تھا۔ سچی بات ہے کہ علماء و مشائخ اور اکابرین کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی سب سے بڑی خدمت اُن کے نسبی و روحانی جانشینوں کے لیے یہی ہے کہ اُن کے دینی و علمی مشن کو آگے بڑھائیں مگر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تعمیر مزار و قبہ بھی ضروری ہے کیونکہ یہ ہستیاں شعائر اللہ کی حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا ان کے مزارات بنانا اور اُن کا تحفظ کرنا مسلمانوں کا ایمانی فریضہ اور شروع سے رائج ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان نفوس قدسیہ کا فیضان دنیا سے جانے کے بعد بھی جاری رہتا اور لوگ ان مراکز تجلیات سے جھولیاں بھر بھر کے فیوض و برکات پاتے ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے اَن گنت آثار علمیہ چھوڑے ہیں جن میں سے ایک آپ کی بے مثال وشاندار کتب بھی ہیں۔ علامہ نعمانی صاحب اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:"آپ کی جو کتابیں نظر سے گزریں ہیں اُن میں "دعوت و تنظیم"(مبلغ بنانے والی کتاب)، " امام اعظم"، "فضائل صحابہ واہل بیت"، "رسول خدا کی نماز" کو نمایاں مقام حاصل ہے، آخر الذکر دونوں کتابیں اس لائق ہیں کہ اِن کو ہر گھر کی زینت بنایا جائے اور دوسری مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع کیے جائیں۔"

پیش نظر مضمون میں قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی بعض کتب کا تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ اِن کتب کے بارے میں کچھ آگاہی حاصل ہو اور عوام اہلسنّت میں ان کے مطالعہ کا جذبہ بیدار ہو اور وہ عقائد واعمال سے آگاہی حاصل کر کے شاہراہِ عمل پر ترقی کا سفر جاری رہے۔ لمحہ موجود میں بشمول کثیر اہل علم ہماری اکثریت مطالعہ کتب سے دور ہوتی جارہی ہے اور اکابرین کی اصلاحِ عقائد واعمال سے بھرپور مساعی جمیلہ سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھارہی۔ یہی وجہ تھی کہ راقم نے کتاب **"مطالعہ کیا، کیوں اور کیسے؟"** لکھی تھی۔ مضمون میں کوشش ہوگی کہ راقم حضور قبلہ شاہ صاحب کی کتب کا مختصر تعارف پیش کرے اور کتب کی اہمیت وافادیت کے سلسلے میں اپنے رائے کے بجائے کتب پر بصورت تقریظ وتقدیم موجود علماو اکابر کی مستند ومعتبر آراء وتاثرات ذکر کرے۔ قبلہ شاہ صاحب نے کم وبیش ۲۱ کتابیں تحریر فرمائیں، آپ کی بے شمار دینی ومسلکی اور سیاسی وسماجی مصروفیات کے پیش نظر یہ تعداد بہت زیادہ ہے، کتب کے ناموں کی یہ خوبی ہے کہ کتاب کا عنوان وموضوع نام سے ہی ظاہر ہے۔ اسمائے کتب درج ذیل ہیں:

(۱)جمال مصطفی ﷺ (۲) عظمت مصطفی ﷺ (۳)خواتین اور دینی مسائل (۴)سیدنا امام اعظم (۵) مزاراتِ اولیاء اور توسل (۶)رسول خدا کی نماز (۷)فلاحِ دارین (۸)فضائل صحابہ واہل بیت (۹) مبلغ بنانے والی کتاب (دعوت و تنظیم) (۱۰) تفسیر انوار القرآن (۱۱) حضور ﷺ کی بچوں سے محبت (۱۲)ضیاء الحدیث (۱۳) نماز کی کتاب (۱۴) تصوف وطریقت (۱۵) مسنون دعائیں (۱۶) تفسیر سورۃ فاتحہ (۱۷) اسلامی عقائد (۱۸) مبارک

راتیں(۱۹) دینی تعلیم (۲۰) تحریک آزادی میں علماء اہلسنت کا کردار (۲۱) ختم نبوت۔

قبلہ شاہ صاحب کی ہر کتاب ہی اپنے موضوع پر لاجواب ہے مگر فی الحال یہاں بعض کتب کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے، بغور پڑھیے اور ان کتب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگائیے۔

(۱) جمال مصطفی ﷺ:

کتاب کیا ہے بس عشق رسول سے لبریز جام کوثر ہے، کتاب کے کل صفحات: ۲۸۸ ہیں ،فنی اعتبار سے کتاب ۸ ابواب میں منقسم ہے جن میں عشق مصطفی، حسن مصطفی، جمال اعضائے مصطفی، اخلاق مصطفی، خصائص مصطفی، احسانات مصطفی اور علامات محبت مصطفی ﷺ کا ایمانی ووجدانی بیان ہے۔

استاذ العلماء، محسن اہلسنّت، محشی کتب درسِ نظامی علامہ عبد الرزاق بتھر الوی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں: احادیث کی کتب میں آپ (ﷺ) کے اوصاف وکمالات مختلف ابواب میں مندرج ہیں یعنی وہ موتی مختلف جگہ بکھرے ہوئے ہیں جنہیں عام انسان کے لیے ایک جگہ جمع کرنے اور انہیں ایک سلک میں پرو کر ایک قیمتی ہار کی شکل میں لانے کی ضرورت تھی۔ اگرچہ مبسوط کتب میں اس کی پہلے بھی کوششیں ہو چکی ہیں تاہم عام شخص کے لیے وقت کی قلت کا لحاظ کرتے ہوئے مختصر انداز میں خلاصہ کے طور پر ہادئ حق حضرت علامہ الشاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے ان موتیوں کو جمع کر کے جمال مصطفی ﷺ کے عنوان سے پیش فرمایا ہے۔ (مقدمہ بر" جمال مصطفی ﷺ"، ص۱۹)

محقق عظیم، مصنف ومترجم ومولف شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: اس وقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب مدظلہ العالی کی تازہ تصنیف جمال مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم پیش نظر ہے، اس کے بارے میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ سرکار دوعالم، پیکر زیبائی ﷺ کا ذکر ہو اور بیان کرنے والا " دیدۂ صدیق" کا حامل صحیح العقیدہ سنی ہو تو فرشتے بھی مرحبا کہہ اٹھیں۔ (جمال مصطفی ﷺ، "جمال مصطفی "ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص ۲۲)

حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی صاحب تحریر فرماتے ہیں: حضرت علامہ پیر سید شاہ تراب الحق قادری کی تصنیف لطیف جمال مصطفی ﷺ من وعن پڑھی، روح کو راح، صدر کو انشراح، دل ودماغ کو طمانیت وجلاء کی کیفیت سے متکیف پایا۔ یوں محسوس ہوا جیسے حضرت شاہ صاحب قبلہ نے رسول اکرم نبی دوعالم ﷺ کے شمائل حمیدہ، خصائل جمیلہ اور فضائل متکاثرہ کے بحر بیکراں میں شناوری کرتے ہوئے جو دُرہائے یکتا ہاتھ لگے، انہیں پوری امانت ودیانت کے ساتھ ایمان واخلاص کے دھاگے میں پرو کر ملت اسلامیہ کے دلوں کی دنیا منور کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب عقائد کی درستگی، تعمیر سیرت، اخلاص والفت کی پختگی اور طہارت قلب ونظر کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ (جمال مصطفی ﷺ، "جمال مصطفی" ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص ۲۳)

ادیب شہیر مترجم کتب حدیث علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی زید مجدہ فرماتے ہیں: "جمال مصطفی ﷺ" علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب کا ایک عظیم تحقیقی شاہکار ہے جو نہ صرف ان کے عشق رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ گلستانِ محبت رسول کے مہکتے پھولوں کی آبیاری میں بھی نہایت عمدگی سے ممد ومعاون ہے۔ اس کتاب مستطاب میں سرکار دوعالم کے سراپا مبارک کو نہایت حسین، دلکش اور محبت بھرے انداز میں پیش کیا گیا ہے بالخصوص باب ششم میں سرکار دوعالم ﷺ کے خصائص کا خلاصہ احادیث کی روشنی میں نہایت اچھوتے انداز میں پیش فرمایا گیا ہے۔ (جمال مصطفی ﷺ، "جمال مصطفی" ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص ۲۵)

مفسر قرآن، فصیح اللسان علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں: آپ کی کتب میں ضیاء الحدیث، تصوف وطریقت اور فلاح دارین اپنی عظمت تسلیم کرواچکی ہیں لیکن خیال ہے کہ آپ کی کتابوں میں جو مقام "جمال مصطفی ﷺ" کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو میسر نہیں۔ "جمال مصطفی ﷺ" میں دراصل بلاواسطہ آقا حضور ﷺ کے حسن کی لہر قاری کتاب کے دل اور روح میں جا اترتی ہے، مطالعہ کا وہ مرحلہ بڑا دلچسپ ہوتا ہے جب شاہ صاحب خاکی بدن انسان کو دہلیز جنت پر جا بٹھاتے ہیں جہاں اُسے کتاب وسنت کے آئینہ میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہونے لگتی ہے، وہ ان کے یاقوتی لبوں سے جھڑتے پھول دیکھتا ہے، وہ انکی تابانی

اور درخشندگی سے اپنا مقدر اُجالتا ہے، انکی زلف جنت گیر کی خوشبو سے لے کر انکی نگاہِ ناز کے جلوؤں تک بہت کچھ بلکہ سب کچھ قاریٔ کتاب بے نقاب و بے حجاب دیکھنے لگ جاتا ہے۔(جمال مصطفی ﷺ، "جمال مصطفی" ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص ۳۳)

(۲)خواتین اور دینی مسائل:

کسی کا قول ہے کہ "تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا"۔ صحیح بات ہے کہ اچھے اور سچے معاشروں کی بنیاد عورتوں کے پاکیزہ وباحیا کردار سے جڑی ہوئی ہے، اگر عورتیں اخلاق حسنہ کا پیکر بن جائیں تواِن کے سوز دُروں سے ملتیں سنور جائیں۔ کتاب "خواتین اور دینی مسائل" اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، ۱۱۱ ابواب پر مشتمل کتاب ۲۷۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جن میں عقائد، ضروریات و معمولاتِ اہلسنّت، ارکانِ اسلام، خواتین کے مخصوص مسائل، پردے کے احکام، شادی بیاہ کی رسمیں، حقوق العباد بالخصوص میاں بیوی کے حقوق، طلاق و خلع کے مسائل، میت کے مسائل اور مزارات پر عورتوں کی حاضری کا حکم وغیرہ باتوں کا مختصر مگر جامع بیان ہے۔

فاضل جلیل محترم ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد کشمیر لکھتے ہیں: پیر طریقت علامہ مولانا شاہ تراب الحق قادری عصر حاضر کے اُن علماء میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ کے قلم سے خواتین کے حوالے سے دینی مسائل کی ترتیب وتدوین ایک فقہی ضرورت کا ازالہ بھی ہے اور حدود ناآشنا ہوتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کی عملی کوشش بھی۔۔۔۔ چند سطور کے بعد فرماتے ہیں: عبادات و حقوق کا بیان اور معاشرتی بے اعتدالیوں کی اصلاح قرآن وسنت کی روشنی میں اس طرح کی گئی ہے کہ مولانا کے علم کی وسعت، مشاہدے کی قوت اور دین متین سے ان کی گرویدگی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔(خواتین اور دینی مسائل، تقریظ جمیل، ص ۱۱)

(۳)حضرت سیدنا امام اعظم:

حضور قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان نے یہ کتاب لکھنے کے دو سبب بتائے تھے۔ کتاب کے پیش لفظ میں مرقوم ہے: موجودہ دور کے غیر مقلد طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اہلسنت حنفی مسلمانوں کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے برگشتہ کرنے کی سعیٔ مذموم میں مصروف ہیں ۔ان حالات میں اہلسنت پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات اور افکار سے آگاہی حاصل کریں اور بدعتیوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے اس کتاب کا ایک سبب تالیف یہی ارشاد فرمایا اور دوسرا سبب حصول برکت قرار دیا۔(حضرت سیدنا امام اعظم، پیش لفظ، ص ۸)

واقعی ہمارے اسلاف میں بڑے بڑے اماموں نے سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے حصول برکت کی خاطر مختلف زبانوں میں آپ کے حالات و کمالات پر مفصل و مختصر کثیر کتب تحریر فرمائیں۔ قبلہ شاہ صاحب کی یہ کتاب ”حضرت سیدنا امام اعظم“ بھی اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب کے ۱۸ ابواب میں منقسم ہے جن میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا تعارف، اخلاق و کردار، عقل و ذہانت، ولایت و کرامت، وصایا و نصیحتیں، علم حدیث میں مہارت و ثقاہت اور اساتذہ و تلامذہ کا تذکرہ ہے نیز فقہ کی فضیلت، اہمیت اور ضرورت کو قرآن وسنت و اقوال ائمہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ احناف کا عامل بالحدیث ہونا اور عائد ہونے والے الزامات کے جوابات، فقہ حنفی کی وجہ ترجیح اور تقلید کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کے متعلق علمائے ذوالاحتشام کے تاثرات پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے:

ادیب و محقق پروفیسر سید عبد الرحمن شاہ بخاری، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ،کتاب کے مقدمہ میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو زبردست خراج تحسین پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: زیر نظر کتاب ”سیدنا امام اعظم“ امام اعظم ابو حنیفہ کی بارگاہِ عالی میں حضرت شاہ صاحب کی طرف سے ارمغان محبت ہے۔ دنیا کو آج امام اعظم کے بے مثال فقہی بصیرت سے

روشناس کرانا وقت کی اشد ضرورت ہے۔۔۔اور حضرت شاہ صاحب نے امام اعظم کی سوانح پر قلم اٹھا کر وقت کی اس پکار پر لبیک کہا ہے۔(حضرت سیدنا امام اعظم، تقدیم، ص ۴۲)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پیش نظر کتاب "سیدنا امام اعظم" رضی اللہ عنہ کے چند صفحات دیکھنے کا موقع ملا۔۔ جن میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات بیان کیے گئے ہیں۔ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ شاہ صاحب نے بڑی دیدہ ریزی اور دماغ سوزی سے کتاب مرتب کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے دورِ بے راہ روی میں ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے ورنہ ہر شخص اٹھ کر ائمہ دین مجتہدین کے منہ آنے کی کوشش کرتا ہے۔(حضرت سیدنا امام اعظم، تقریظ جلیل، ص ۲۰)

استاذ العلماء مفتی عبد الرزاق بھترالوی زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں: حنفی حضرات کو باطل مذہب والوں سے بچانے کے لیے پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید الشاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ کتاب تصنیف کر کے احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ کا ارشاد فرمایا ہوا یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے: "میں نے خیال کیا، کوئی مانے یا نہ مانے، کم از کم اپنا تو کوئی نہ بھاگے۔" میں نے اس کتاب کا چند مقامات سے مطالعہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء بھی فائدہ حاصل کریں گے۔ (حضرت سیدنا امام اعظم، تقریظ جلیل، ص ۲۵)

(۴) رسول خدا کی نماز:

غالباً راقم کی حضور قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں دوسری حاضری تھی، فقیر نے آپ کی خدمت میں دعوت اسلامی کی "مجلس رابطہ بالعلماو المشائخ" کی طرف سے قبلہ شیخ طریقت، امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی زید مجدہ الکریم کی تصنیف "اسلامی بہنوں کی نماز" تحفے میں پیش کی اور ساتھ ہی ملتان میں ہونے والے تین روزہ اجتماع کی دعوت بھی دی، حضرت نے تحفہ میں دیئے گئے اُس نسخے پر اپنے ہاتھ سے

ناچیز کا نام "مولانا" کے سابقے کے ساتھ لکھا۔ کتاب دیکھ کر استفسار فرمایا: "اس میں خواتین کی نماز کے صرف مسائل درج ہیں یا دلائل بھی ہیں؟" عرض کی: حضور! کتاب عام عوام کے لیے لکھی گئی ہے لہٰذا تخریج کے ساتھ فضائل و مسائل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ پھر شاہ صاحب نے عورتوں کے نماز میں بیٹھنے کے متعلق ایک مسئلے کا ذکر کیا اور پوچھا: اس مسئلے پر احناف کے پاس کیا دلیل ہے؟ فقیر نے اپنی بساط بھر کچھ کتب کے حوالہ جات کے ساتھ چند معروضات پیش کیں تو فرمایا: "مولانا! مطالعہ کرتے رہتے ہو۔" پھر فرمایا: ہم بھی "رسولِ خدا کی نماز" کے عنوان سے نماز کے موضوع پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں مسئلہ رفع یدین اور دیگر اختلافی مسائل کو دلائل سے ثابت کیا جائے گا۔ فقیر نے عرض کی: "اس موضوع پر فلاں فلاں دلیل بھی ہے۔" تو پاس رکھے بیگ میں سے کتاب کا مسودہ نکال کر دکھایا اور فرمایا: مولانا! آپ کی بیان کردہ دلیل بھی اس میں شامل کروں گا۔ پھر اصاغر نوازی و حوصلہ افزائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: "کتاب مکمل ہو جائے تو ہم آپ کے پاس بھیجیں گے، آپ اِسے ذرا دیکھ لیجئے گا۔"

۲۴۴ صفحات پر محیط کتاب "رسول خدا کی نماز" مسئلہ رفع دین کے ساتھ ساتھ نماز کے اُن تمام مسائل مع دلائل پر مشتمل ہے جن میں غیر مقلدین کا احناف سے اختلاف ہے۔ آیئے اِس کتاب کے بارے میں علمائے کرام کے تاثرات ملاحظہ کیجیے:

جامع المعقول والمنقول علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی مد ظلہ العالی (راولپنڈی) لکھتے ہیں: مختلف فیہ مسائل میں سے ایک اہم عنوان رفع یدین ہے کہ کیا تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں دورانِ نماز رفع یدین کا عمل تھا؟ اور اگر تھا تو کیا وہ دائمی اور مستقر ہے یا منسوخ، اس عنوان پر اہلسنت کا موقف کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے موقع پر ہے باقی مواقع پر نہیں۔ اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اپنے دور کے محقق عالم، شیخ طریقت پیر سید شاہ تراب الحق صاحب قادری گیلانی مد ظلہ العالی خلیفہ مجاز مفتیٔ اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور عنوان کی وضاحت کا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر طرہ یہ کہ مخالفین کے استشہادات کو نقل کر کے اتنے مسکت جوابات تحریر فرمائے ہیں جو جوابِ لاجواب ٹھہرے۔ اگر کوئی انصاف پسندی سے کام لے کر ضد اور تعصب کی عینک

اتار کر اس کتاب کو پڑھے گا تو حنفیت کو ترجیح دینے لگے گا۔۔کچھ آگے جاکر لکھتے ہیں: مصنف حفظہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قولی و فعلی کو نقل کر کے ہر دو سے اپنے موقف کو محکم ثابت کرتے ہوئے تطبیق بین الحدیثین جو مشکل ترین کام ہے، اتنی وضاحت سے کیا کہ انصاف سے مطالعہ کرنے والا اس کو حق الیقین کے درجے تک کا استحقاق دے گا۔(رسولِ خدا کی نماز، تقریظ جلیل ،ص ۱۵۔۱۶)

حضرت علامہ عبد الرزاق بتھرالوی زید علمہ وفضلہ فرماتے ہیں: حنفی مسلمانوں کی خدمت میں آخری عرض یہی ہے کہ حضرت پیر طریقت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی کی کتاب ”امام اعظم“ اور رفع یدین کی منسوخیت پر زیر نظر کتاب کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ غیر مقلدین کے فریب میں نہ آئیں۔راقم تو قبلہ شاہ صاحب کا دل و جان سے گرویدہ ہے۔وجہ اِس کی یہ آپ کا علم اور زہد و تقوی ہے، لیکن اس سے بڑھ کر آپ کا محب مصطفی کریم ﷺ اور محب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محب اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور محب اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم ہونا آپ سے میری گرویدگی کا باعث ہے۔(رسولِ خدا کی نماز، تقریظ جلیل، ص ۱۳)

(۵) فضائل صحابہ واہل بیت:

اسلام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایمان کے لیے کسوٹی قرار دیا گیا اور حضرات اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت کو کمال ایمان فرمایا گیا ہے، پھر جہاں ایک طرف صحابہ کرام کو ہدایت کے ستارے کہا گیا تو دوسری طرف اہل بیت اطہار کو منزل مقصود تک پہنچانے اور نجات دلانے والی کشتی قرار دیا گیا ہے، الغرض ہدایت و نجات کے حصول کے لیے ان دونوں گروہوں کی محبت و پیروی ضروری ہے۔امام اہلسنّت، مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار،

اصحاب　　حضور

نجم ہیں ،اور ناؤ ہے

عترت رسول اللہ کی

کتاب ''فضائل صحابہ واہل بیت'' ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے ،اس میں حضرات صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین وعشرہ مبشرہ کے فضائل ،اہل بیت اطہاراور ازواج مطہرات کے فضائل ،خلافت راشدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ،مسئلہ فدک ،حضرت امیر معاویہ کے فضائل ،یزید پلید (علیہ ماعلیہ) اوراُس کے فتنہ کا بیان اور آخر میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی باہم محبت کو بیان کیا گیا ہے۔ذیل میں دیکھئے کہ محققین واہل نظر اس کتاب کے متعلق کیارائے رکھتے ہیں:

محقق اہلسنّت ،شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پیش نظر کتاب ''فضائل صحابہ واہل بیت'' اہل سنت وجماعت کے نامور عالم ،مبلغ اسلام ،پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف ہے ،جس میں انہوں نے بڑے عمدہ انداز میں صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہمکے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں اور اختلافی مسائل میں اہل سنت وجماعت کا موقف بھی بیان کیا ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ جو بات کی ہے باحوالہ کی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایمان افروز کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فیض تادیر اور دور دراز تک جاری وساری رکھے۔امین یارب العالمین۔(فضائلِ صحابہ واہل بیت ،تقریظ جلیل ،ص۸)

محسن اہلسنّت ،استاذالعلماء علامہ عبدالرزاق بتھرالوی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں: کتاب ''فضائل صحابہ واہل بیت'' میں آپ (شاہ صاحب) نے صحابہ کرام کی شان اور اہل بیت کی شان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے تصنیف فرماکر بھٹکی ہوئی دنیا کو راہِ راست پر لانے کی عظیم کوشش فرمائی ہے۔(فضائل صحابہ واہل بیت ،تقریظ جلیل ،ص۱۶)

حضرت علامہ بتھرالوی زید مجدہ الکریم کی تقریظ جلیل ''تقریظ'' سے زیادہ ''مقدمہ''محسوس ہوتی ہے کیونکہ آپ نے اپنی تقریظ میں کتاب کے مضامین کا ماحاصل

اور حضرات صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے تعلق سے اہل ایمان کا اجماعی موقف پیش فرمادیا ہے۔

(۶) تصوف وطریقت:

"تصوف وطریقت کو شریعت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو روح کو جسم کے ساتھ ہے ۔جس طرح انسان روح اور جسم کا مرکب ہے اسی طرح شریعت وطریقت دونوں کا حامل انسان ہی مومن کامل کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اگر عبادت کی روح جسے حدیث جبریل میں "احسان" کہا گیا، ان سے جدا ہو جائے تو محض ظاہری افعال باقی رہ جائیں گے جن میں نہ ذوق ہو گا نہ نورانیت وروحانیت اور نہ ہی سکون قلب۔"

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام۔۔۔ میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

یہ پیراگراف کتاب "تصوف وطریقت" کے پیش لفظ سے لیا گیا ہے جس میں تصوف وطریقت کا تعارف بڑے ہی آسان پیرائے میں کروادیا گیا ہے۔ تصوف شریعت سے کوئی الگ راستہ نہیں بلکہ دونوں ایک ہی ہیں۔ ہمارے اسلاف واکابر نے یہی بتایا ہے ۔چنانچہ، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رب تعالیٰ تک پہنچانے والے تمام راستے بند ہیں سوائے اُس شخص کے جو حضور نبی کریم ﷺ کے طریقہ کی پیروی کرتا ہے لہٰذا جو قرآن وسنت کو یاد نہ کرے اُس شخص کی اقتدا و پیروی نہ کی جائے کیونکہ ہمارا یہ علم تصوف اور طریقت کا راستہ قرآن وسنت کا پابند ہے۔(الرسالۃ القشیریۃ، ص ۵۱) اور امام اجل علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔(الطبقات الکبری للشعرانی، ج ۱، ص ۴) یہی بات تاجدار بریلی، مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھائی ہے کہ "**شریعت حضور اقدس سید عالم ﷺ کے اقوال ہیں اور طریقت حضور کے افعال اور حقیقت حضور کے احوال اور معرفت حضور کے علوم بے مثال۔** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ الی مالایزال۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص ۴۶۰)

۲۷۲ صفحات پر مشتمل قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی یہ کتاب "تصوف وطریقت" تصوف کے تعلق سے پیدا ہونے والے کئی سوالات کا بہترین جواب ہے، اس میں تصوف کی شرعی حیثیت و حقیقت کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، پیری و مریدی کی ضرورت و اہمیت، تزکیہ نفس اور مقامات اولیاء و سالکین وغیرہ کی تفصیلات درج ہیں۔ فاضل جلیل علامہ مولانا محمد افضل کوٹلوی صاحب لکھتے ہیں: تصوف کیا ہے؟ روح تصوف کیا ہے؟ اولیاء اللہ کی کیا پہچان ہے؟ طلب مرشد اور بیعت کیوں ضروری ہے؟ سالک و مجذوب میں کیا فرق ہے، کیا تصوف ترک دنیا کا نام ہے، وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ زیارت قبور کا طریقہ کیا ہے؟ استمداد اور اعانت کی کیا نوعیت ہے؟ وصال کے بعد اولیاء اللہ کے روحانی تصرفات کی کیا حقیقت ہے اور تصوف کے اسرار و رموز کیا ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو عام لوگوں کے ذہنوں میں اُبھرتے ہیں۔۔۔ چند سطور بعد فرماتے ہیں: "ضرورت تھی اس امر کی کہ ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات دور کرنے کے لیے علمی سطح پر جواب دیا جائے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے آسان فہم انداز میں ان کی تسلی کی جائے۔ الحمدللہ! اس اہم ضرورت کو پیر طریقت، رہبر شریعت مولانا علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ نے کما حقہ پورا کر دیا ہے۔ آپ کی تصنیف لطیف "تصوف وطریقت" میں ان تمام سوالوں کے جوابات موجود ہیں، ہر سوال کا جواب قرآن و حدیث، اقوال بزرگانِ دین اور سیرت اولیائے کاملین کے حوالوں سے دیا گیا ہے۔" اسی پیراگراف کے آخر میں دل کی بات کہتے ہیں: "کتاب پڑھتے ہوئے ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر کر قلب و روح کی تسکین کا سامان بنتے چلے جاتے ہیں۔" (تصوف وطریقت، مقدمۃ الکتاب، ص ۱۳)

اب ملاحظہ کیجئے کتاب پر اُن اصحاب کی رائے جو صائب الرائے بھی ہیں اور راہِ تصوف وطریقت سے آگاہ بھی، واضح رہے کہ علماء و مشائخ و اسلامی اسکالرز کے سب سے زیادہ تاثرات اسی کتاب پر ہیں جن میں سے بعض اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد نور الحسن نوری صاحب، صدر المدرسین مدرسہ فیض رضا

کولمبو، سری لنکا لکھتے ہیں: زیر نظر کتاب "تصوف وطریقت" آپ کی دوسری معرکۃ الآراء اور مستند تصنیف ہے جس کا میں نے بالاستعاب مطالعہ کیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، ٹھوس دلائل وبراہین سے مزین ومرصع ہے۔" (تصوف وطریقت، تقریظ جمیل، ص ۱۷)

مترجم کتب کثیرہ مبسوطہ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی زید مجدہ الکریم فرماتے ہیں: یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ مجاہد اہلسنّت پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے نہایت قیمتی اور جامع کتاب "تصوف وطریقت" تحریر فرما کر مسلمانوں کو ایک انمول تحفہ دیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے جہاں تصوف کے حقیقی اور صحیح مفہوم کو واضح کیا ہے وہاں اُن مسائل کی نشاندہی بھی فرمائی جو اہلسنّت وجماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان وجہ نزع بنے ہوئے ہیں، حضرت علامہ نے ثابت کیا کہ اہلسنّت وجماعت (بریلوی) انہی عقائد ومعمولات کے حامل ہیں جو صدیوں سے چلے آرہے ہیں اور اب کسی سازش کے تحت ان کو بدعت قرار دے کر امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ (تصوف وطریقت، "تصوف وطریقت" جید علماء ومشائخ کی نظر میں، ص ۱۹)

زینت المشائخ دیوان سید آل سیدی پیرزادہ معینی صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف رقم طراز ہیں: اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فیض یافتگان صاحب نظر علماء حق میں سے ایک صاحب علم وفضل ہستی پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ہے جو تحریر وتقریر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ آپ جید عالم بھی ہیں اور پیر کامل بھی۔۔۔ چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: (دیگر کتابوں کے علاوہ) خاص طور پر "تصوف وطریقت" اس فیضان اولیاء کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تصوف کے دقیق موضوع پر پچاس اہم سوالوں کے مدلل اور تحقیقی جوابات تحریر فرما کر آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ احسن طور پر سرانجام دیا ہے۔۔۔ دو صفحے بعد لکھتے ہیں: اگرچہ پوری کتاب تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے علم کا خزانہ ہے لیکن کتاب کا گیارہواں باب طریقت ومعرفت کے راہ نوردوں کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے جس میں مصنف نے تصوف کے اسرار ورموز بیان

کیے ہیں۔ اس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف وطریقت کی فضا میں حضرت شاہ صاحب کی پرواز بہت بلند ہے۔ (تصوف وطریقت، "تصوف وطریقت" جید علماء ومشائخ کی نظر میں، ص ۲۱ تا ۲۳)

استاذ العلماء مفتی عبدالرزاق بتھرالوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: زیر نظر کتاب "تصوف وطریقت" کے مصنف پیر طریقت، رہبر شریعت، عالم شریعت، واقفِ رموز طریقت، عارف حقیقت، واقف اسرار حقیقت، مبلغ اسلام، مفکر اسلام، داعی حق، متکلم حق، عالِم حق، عامل علی الحق، واصل الی الحق، مرد مومن مرد حق پیر السید شاہ تراب الحق مدظلہ العالی ہیں، تصوف میں اسی تصنیف کو معیاری کہا جاسکتا ہے جس کا مصنف اسرار معرفت وحقیقت سے آگاہی رکھنے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل بھی ہو۔ آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے یہ کتاب تصنیف کر کے احسان عظیم فرمایا ہے اور موجودہ دور کی ایک اہم دینی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

(تصوف وطریقت، "تصوف وطریقت" جید علماء ومشائخ کی نظر میں، ص ۲۹)

ڈاکٹر ایس ایم زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان لکھتے ہیں: جناب شاہ تراب الحق قادری صاحب کی ایک اور عالمانہ تصنیف معنون بہ "تصوف وطریقت" ادارہ افکارِ اسلامی کی طرف سے حسن طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے جس میں تصوف اور مسائل سلوک کا اجمالی مگر خاصا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

(تصوف وطریقت، "تصوف وطریقت" جید علماء ومشائخ کی نظر میں، ص ۳۳)

(۷) ختم نبوت:

عقیدہ ختم نبوت یعنی حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، یہ اسلام کا اساسی وبنیادی عقیدہ ہے جس کا منکر کافر ہے۔ قرآن وسنت کا یہی فیصلہ ہے، نبوت کے جھوٹے دعویدار ہر دور میں سر اٹھاتے رہے اور اہل حق اُن کی سرکوبی کرتے رہے، ماضی قریب میں مرزا غلام قادیانی کی صورت میں اس فتنے نے اپنے مغربی آقاؤں کی آشیرباد سے کچھ زیادہ ہی تباہی پھیلائی اور اس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ الحمد للہ! اہل اسلام نے بھی پہلے دن سے ہر جگہ زبان وقلم سے ان کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، بالخصوص امام

اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، قبلہ عالم پیر مہر علی چشتی اور امیر ملت سید جماعت علی شاہ ودیگر اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اِس فتنے کو فرو کرنے میں تحریر و تقریر اور عملی جدوجہد کا پورا پورا حق ادا کیا اور پاکستان کے علماء واکابر نے اِس فتنہ کی تباہ کاریاں روکنے کے لیے قادیانی تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کا کام سرانجام دیا اور ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے دیا۔ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب مستطاب ''ختم نبوت'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں آپ نے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیوں سے متعلق کم وبیش تمام ابحاث کو یکجا کر دیا ہے۔ ۱۰ ابواب پر مشتمل کتاب ۲۴۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جن میں عقیدہ ختم نبوت کو قرآن وحدیث، سماوی کتب اور عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے پھر فتنہ قادیانیت کا پس منظر، مرزا کے دعویٰ نبوت کا سفر، حیات مسیح بن مریم علیہ السلام کا بیان، قادیانی فتنہ کے خلاف علمائے حق کا کردار، یہود ونصاریٰ کی سازشیں اور آخر میں ''تحذیر الناس'' کا رد کیا گیا ہے۔ کتاب پر مقدمہ رئیس التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ کتاب کے متعلق علماء کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

فتاویٰ رضویہ (تخریج شدہ) کی ۱۴ جلدوں کے مترجم، جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی زید مجدہ الکریم فرماتے ہیں: پیش نظر کتاب ''ختم نبوت'' موضوع مذکورہ بالا پر انتہائی وقیع وجامع اور معلومات ثمینہ کا بہترین خزینہ ہے جو مفکر اسلام، سباح بحر طریقت، سیاحِ بادیہ شریعت اور سباق میدانِ خطابت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رشحات قلم کا ثمر جمیل ہے۔ شاہ صاحب ایک بالغ النظر، وسیع المطالعہ، سریع القلم اور کثیر التصانیف بزرگ عالم دین ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف جلیلہ منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر نافع خلائق قرار پاچکی ہیں۔ موصوف کی یہ تازہ تصنیف عقیدہ ختم نبوت کی تمام تر تفصیلات ومباحث پر محیط اور دلائل وبراہین عقلیہ ونقلیہ سے مدلل ومبرہن ہونے کے ساتھ ساتھ تائیداتِ اسلاف سے بھی مؤید ہے۔ مصنف فاضل مدظلہ العالی نے اثباتِ مدعی

کے ساتھ ساتھ ابطال باطل کا بھی حق ادا کیا ہے۔ (ختم نبوت، تقریظ جلیل، ص ۹)

رئیس المناظقہ حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم انوارِ رضا، راولپنڈی رقم فرماتے ہیں: یوں تو آئے دن کوئی نہ کوئی نئی تحقیق پر مبنی کتاب ختم نبوت کے عنوان پر آتی رہتی ہے۔ حال ہی میں اس عنوان پر بنام ''ختم نبوت'' نئی اور جامع کتاب کا مسودہ نظر سے گزرا۔ یہ کاوش اور ہمہ جہت کتاب شہزادۂ غوث اعظم، سید السادات، پیر طریقت پیر سید شاہ تراب الحق صاحب قادری خلیفہ مجاز مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف منیف ہے جو اس عنوان پر اتنی جامع کہ دوسری کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ (ختم نبوت، تقریظ جلیل، ص ۱۰)

سر دست حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سات کتب کا تعارف پیش خدمت ہے، زندگی بخیر آپ کی دیگر کتب کا تعارف اور اُن پر علمائے کرام کی آراء و تاثرات دو مزید اقساط میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق شاہ صاحب کی پہلی کتاب ''ضیاء الحدیث'' تھی اور آخری کتاب ''ختم نبوت'' ہے۔ اکثر کتب کی ترتیب و تزئین اور طباعت کی خدمت آپ کے مرید جناب انجینئر حافظ و قاری مولانا محمد آصف قادری کے حصہ میں آئی جن کا بھرپور ساتھ دیا حافظ و قاری محمد عارف قادری صاحب نے، بعض کتب پر قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے انتہائی قریبی سعادت مند مرید و خلیفہ حضرت مولانا محمد رئیس قادری صاحب زید مجدہ اور حافظ عبد المصطفیٰ قادری صاحب نے بھی کام کی سعادت پائی، علامہ رئیس قادری صاحب شاہ صاحب کی اولین تصنیف ''ضیاء الحدیث'' کو تخریج کے جدید تقاضوں کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کتاب پر کافی کام ہو چکا ہے، تخریج کا کام راقم الحروف کے برادرِ اصغر حضرت مولانا محمد کاشف اقبال زید اقبالہ نے انجام دیا ہے، الغرض جس نے جس طرح بھی قبلہ حضور شاہ صاحب کی کتب پر کام کیا اللہ تعالیٰ اُن سب حضرات کو دارین میں شاد و آباد رکھے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آخر میں دعاء ہے کہ اللہ کریم قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو نوازتا رہے اور ہمیں اُن کے آثار علمیہ کی

نشر واشاعت کی بھرپور توفیق عطا فرمائے۔ امین

مضمون کا اختتام ہمارے ممدوح و محبوب قبلہ پیر طریقت، رہبر شریعت سید شاہ تراب الحق قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق رُکن مجلس شرعی مبارک پور مفتی عبد المبین نعمانی قادری مدظلہ العالی (دار العلوم قادریہ چریاکوٹ یوپی انڈیا) کے ان کلمات پر کرتا ہوں: "یادگارِ اسلاف حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری اپنے عہد میں علمائے اہلسنت کے معتمد اور سرخیل کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کی صوفیانہ اور زاہدانہ زندگی اہل پاکستان کے لیے ایک بہترین نمونہ تھی، ایسا لگتا ہے کہ اکابر علمائے اہل سنت کے سلسلۃ الذہب کی آپ آخری کڑی تھے۔ (تعزیتی مکتوب)

محمد آصف اقبال مدنی عطاری عفی عنہ

امام وخطیب جامع مسجد عثمان غنی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ لائٹ ہاؤس کراچی

asifraza2526@gmail.com

چھٹا باب

سفر آخرت

سیّدی تراب الحق شاہ صاحب کا سفر آخرت

از: محمد ساجد برکاتی

قُوْلُوْ الِأَھْلِ الْبِدَعِ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمُ الْجَنَائِزُ حِیْنَ تَمُرُّ

ابنِ کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں امامِ اہلِ سنّت احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے حالات میں محدث دارِ قطنی علیہ الرحمہ کے حوالے سے آپ کا قول نقل کیا کہ:

قُوْلُوْ الِأَھْلِ الْبِدَعِ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمُ الْجَنَائِزُ حِیْنَ تَمُرُّ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۰، ص ۳۷۴)

''اہل بدعت سے کہہ دو کہ ہمارے جنازے جب نکلیں گے تو وہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔''

اس قول کی بنیاد حق و باطل کا فرق ہے اور حق وہی ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے، جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے ہم تک پہنچا۔ کسی بدعتی، ملحد، مشرک کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس قول کو اپنے جنازے کے لئے مثال بنائے۔ کیوں کہ آپ کا یہ قول صرف ''مَا أَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَأَصْحَابِي'' کے عقیدے والوں پر ہی صادق آتا ہے، جن میں ایک عظیم نام ممتاز عالم دین حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

عالمِ اسلام کا یہ درخشاں ستارہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۳ ہجری کو ہندوستان کی اس وقت کی ریاست حیدرآباد دکن میں طلوع ہوا اور ساری زندگی علم کی روشنی سے اہل

سنت کو جلا بخشی اور بالآخر طویل علالت کے بعد جمعرات، ۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ ہجری بمطابق ۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو غروب ہو گیا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا آخری دیدار میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں جمعۃ المبارک سے قبل تقریباً صبح ۹:۳۰ بجے سے کرایا گیا جس میں ہزاروں کی تعداد میں افراد قطار در قطار انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ شریک تھے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ زائرین کی قطاریں مسجد کے مین گیٹ سے گلی کی تین سمتوں میں تھیں، جب کہ اُن قطاروں کا طول تا حد نگاہ تھا۔ آخری دیدار کے موقع پر بھی نہایت رقت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے۔

آپ علیہ الرحمہ کے جنازے میں بھی انتہائی رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے، اشکبار آنکھیں، اُداس چہرے، ایک دوسرے کو تسلی دیتی زبانیں؛ یہاں بھی عینی شاہدین سے علم ہوا کہ میمن مسجد بولٹن مارکیٹ تا تبت سینٹر جنازہ شریف کی صفیں دیکھی گئیں۔ ملک بھر سے جید علما و مشائخ کرام، سیاسی و سماجی کارکنان، محبین، معتقدین، متعلقین، مریدین، طلباء اور عوام اہلسنت کی لاکھوں کی تعداد میں شرکت نے بارگاہِ خداوندی میں آپ کی مقبولیت کی خوب ترجمانی کی۔

قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تدفین آہوں اور سسکیوں کے ساتھ، آپ کے استاذ گرامی خلیفہ ٔ قطبِ مدینہ و صدر الشریعہ حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے پہلو میں کی گئی۔

آپ علیہ الرحمہ کے ایصالِ ثواب کے لیے مزارِ پُر انوار سے متصل میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں سوئم و قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ تین ہزار سے زائد قرآنِ پاک ،لاکھوں کی تعداد میں کلمہ طیبہ اور درودِ پاک کا تحفہ آپ کی خدمت میں ایصال کیا گیا۔

ملک بھر کے مختلف زبانوں کے اخبارات و رسائل و جرائد نے اچھے انداز میں کوریج کی اور خبریں شائع کیں، جن میں سے کچھ معروف اخبارات، جن کے تراشے محفوظ ہیں، یہ ہیں:

اُردو اخبارات: ”روزنامہ اوصاف ،روزنامہ نئی بات ، روزنامہ پاکستان ،روزنامہ انتخاب، روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ جرأت، روزنامہ جنگ، روزنامہ آغاز ،روزنامہ قومی اخبار، روزنامہ دنیا،روزنامہ جہانِ پاکستان،روزنامہ اخبارِ نور،روزنامہ شرافت،روزنامہ محور،روزنامہ ایکسپریس،روزنامہ مشرق ایوننگ اسپیشل،روزنامہ امروز،روزنامہ نئی بات،روزنامہ باخبر عوام، روزنامہ کائنات،روزنامہ امسال،روزنامہ آزاد ریاست، اور روزنامہ یادگار۔

سندھی و انگریزی اخبارات: روزنامہ سندھ پوسٹ کراچی، Dawn, The Nation, The News وغیرہ وغیرہ۔

الغرض: مرکزِ تجلیات قادریہ رضویہ سے فیوضات و برکات کے چشمے یقیناً تاقیامت جاری رہیں گے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس آستاں کو صدا شاد و آباد رکھے۔

آمین۔

علماء ومشائخ کے تعزیتی پیغامات:

*شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ساری زندگی دین میں گزری قومی اسمبلی میں ناموس رسالت قانون سازی میں اپنا اہم کردار ادا کیا(حاجی محمد حنیف طیب، سربراہ نظام مصطفی پارٹی)

*شاہ صاحب علیہ الرحمہ درجنوں مساجد کے سرپرست اعلیٰ تھے ان کا خلاء دیر تک محسوس کیا جائے گا(مفتی منیب الرحمن، چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی)

*شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے دین اسلام کی سربلندی اور ملک کی سلامتی کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا(ثروت اعجاز قادری، سربراہ پاکستان سنی تحریک)

*شاہ صاحب کی جماعت اہلسنّت اور مسلک اہلسنّت کے لئے خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔(مولانا محمد بشیر فاروق قادری، سرپرست اعلیٰ سیلانی ویلفیئر انٹرنیشنل)

*شاہ صاحب علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور دنیائے سنیت کی آبرو تھے آپ کی دینی وملی خدمت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی(علامہ سراج اظہر قادری، خطیب وامام پھول گلی مسجد ممبئی ہند)

*شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے علمی کمالات سے ایک دنیا کو سیراب فرمایا(مولانا سعید نوری، جنرل سیکریٹری رضا اکیڈمی ممبئی ہند)

*شاہ صاحب علالت کے باوجود اپنا مشن جاری رکھے ہوئے تھے آپ کی خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔(علامہ عارف رضوی، ممبئی)

*شاہ صاحب کے وصال پر بے حد افسوس ہوا(صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، صدر جمعیت علماء پاکستان)

*شاہ صاحب نے نوجوانوں کو خدمت اسلام کا ایک نیا ولولہ عطا فرمایا، آپ نے اپنی زندگی مخلوق خدا

کے لئے وقف کر رکھی تھی ہر چھوٹے بڑے کی بات بغور سنتے اور اسکا ازالہ فرماتے (ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، رکن اسلامی نظریاتی کونسل)

* اللہ تعالیٰ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (مفتی شمشاد احمد مصباحی، جامعہ امجدیہ یوپی ہند)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا وصال نہ صرف عوام پاکستان بلکہ عالم اسلام کے لئے بہت بڑا نقصان ہے اللہ تعالیٰ ان کی دینی، ملی اور سماجی خدمات کو قبول فرمائے (سید عقیل انجم قادری، صاحبزادہ افتخار احمد عباسی، میاں منیر احمد سہروردی، قاضی احمد نورانی، عہدیداران جمیعت علماء پاکستان (نورانی)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے وصال سے امت مسلمہ میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے آمین (مولانا غلام سبحانی، ضیاء القرآن مسجد آرلنگٹن ٹکساس)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے سنیوں کے عقائد کو پختہ کرنے میں اہم کردار ادا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے (محمد نصیر شریف رضوی، حیدرآباد، دکن ہند)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ساری زندگی دین اسلام کی سربلندی کے لئے طویل جدوجہد کی (محمد شاہ رخ قادری، محمد یونس قادری، سکندری یوتھ آرگنائزیشن)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ساری زندگی علمی کام کیا ان کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ان کے ایصال ثواب کے لئے مساجد مدارس اور دینی لائبریریوں کا قیام ہے۔ (مولانا محمد سلیم قادری، نگراں بزم رضویہ اہلسنت وجماعت)

* شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر ہمیں اپنے والدین کے انتقال سے زیادہ افسوس ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہمارے درمیان سے چلی گئی۔ (مولانا شیر زمان ضیائی، کویت)

اے سید شاہ تراب الحق

حضرت علامہ بدر القادری (ہالینڈ)

عالم ربانی، مبلغ سنیت، ماہر دین وسیاست حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی صدر جماعت اہلسنّت پاکستان کی ہالینڈ تشریف آوری (۲۷ جون ۲۰۰۴ء) کے موقع پر تحریر کردہ تہنیتی کلام۔

اے منادی دیوان حق　اے سید شاہ تراب الحق
روئے باطل ہے تجھ سے فق　اے سید شاہ تراب الحق

اے سید شاہ تراب الحق

ہر دعا، پنپے آئین نہیں　صلح کلیت دین نہیں
حق والوں کا یہ آئین نہیں　درس احقاق ہے سخت اوق

اے سید شاہ تراب الحق

سرمایہ بیش بہا ہے تو　قاری مصلح کی ادا ہے تو
اعلیٰ حضرت کی صدا ہے تو　قصر نجدیت تجھ سے شق

اے سید شاہ تراب الحق

فاسق فاجر اب رہبر ہیں　گمرہ، ملت کے لیڈر ہیں
علماء پر ذمے اکثر ہیں　قل اعوذ برب الفلق

اے سید شاہ تراب الحق

کیسے فتور کا وقت آیا　خود ڈستا ہے اپنا سایا
نیکی کی پلٹ گئی کایا　کل جو ناحق تھا آج حق

اے سید شاہ تراب الحق

تو ہے وہ مرشد روحانی سمجھائے جو رمز قرآنی
پا کر تری نسبت عرفانی ہیں سیکڑوں دل گویا حق حق

اے سید شاہ تراب الحق

تو رہبر اہلسنّت ہے تیرے قدموں میں برکت ہے
سچ بولنا تیری عادت ہے تیرے خطبوں سے ہے واضح حق

اے سید شاہ تراب الحق

اللہ کرے آئے وہ گھڑی برپا ہو نظام مصطفوی
اور تو ہو از فیضان نبی مسند سیادت کی رونق

اے سید شاہ تراب الحق

حق کی مٹی سے خوشبو نے حق ملے گی
تراب الحق سے کیا تقوی کی بو نہ ملے گی؟؟

مرد مومن سے ملقب ہوا میرا شاہ سید
مرد حق کی خوبی اور کس میں ملے گی

قائد بھی ہیں، قیادت میں تمہارے شاہ
علماء کے مرکز میں یہ نظیر کس کی ملے گی؟

ہاں پاؤ گے یہ نظیر فی شیوخ اہل السنۃ
نایاب ہے، کمیاب ہے، بہت کم ہی ملے گی

محب سید و اہل بیت ہے یہ گناہ گار
مولا کے صدقے مولا سے بخشش ملے گی

تاریخی مادہ ہائے سن وصال

از : حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی

امیر جماعت اہل سنت کراچی، نقیب مسلک رضا حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

سید شاہ تراب الحق قادری

(74+306+603+603+139+315=1437)

اپنے نام کے اعداد کے شمار والے سال تک ہے

۱۴۳۸ھ		۲۰۱۶ء
محب اولیا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		سوانح فیض رضا
بتوفیق حق، مرد مومن مرد حق		سوانح نقیب مسلک رضا
واصل امیر جماعت اہل سنت		گو، عاشق اعلیٰ حضرت
بلند نسب، ترجمان اہل سنت		زاہد حق نقیب مسلک رضا
عطائے حق، ترجمان اہل سنت		مؤحد، غریق رحمت
صاحب اثر مہربان سنیت		بدرگاہ حبیب، طالب مغفرت
دعا جوید، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		وجیہہ، صاحب فیض رضا
از دعا یاد، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		با کمال، صاحب افکار اعلیٰ حضرت
علومرتبہ، محمدی سنی، حنفی، قادری		مشہور عالم مسلک حق اہل سنت و جماعت
والاصفات، رحمۃ اللہ علیہ		
مداح رسول، حبیب رضویاں		
از رہ حب مصطفیٰ، مقبول خاص وعام		
از حب رب العالمین، مقبول خاص وعام		

حضرت تاج الشریعہ کے تعزیت نامہ میں تین القاب درج ہیں "نقیب مسلک رضا" "حبیب رضویاں" "مقبول خاص وعام" میں نے یہ تینوں بھی شامل کر لئے ہیں۔ حروف کے اعداد شمار کرنے میں یا کسی طرح کوئی غلطی ہوئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔　　کاوش : کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہٗ

❀❀❀

آہ ایک اور مرد مجاہد چلا گیا

از : علامہ محمد سلمان رضا فریدی مصباحی مسقط عمان

افتخار اہل حق، ترجمان سُنّیت، مرجع العلماء، افضل الفضلاء، عاشق شاہ زمن، نازش اہل سنن، مجاہد اسلام، سربراہ اہل وفا، پیر طریقت، رہبر شریعت، مرد مومن، مرد حق حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند) کی بارگاہ میں خراج عقیدت۔

ذی قدر تراب الحق، ذی جاہ تراب الحق		اسرار شریعت کے، آگاہ تراب الحق
دکھلائے زمانے کو افکار کے وہ جوہر		حیرت سے پکار اٹھے، سب واہ تراب الحق
کیا سوز بلالی تھا کیا جذب اویسی تھا		تو عاشق صادق تھا، واللہ تراب الحق
کردار کے جلووں میں کھویا تھا جہاں سارا		افسوس ہوئے رخصت، ناگاہ تراب الحق
سکتے میں زمانہ ہے، رحلت کی خبر سن کر		غمگیں ہیں اہل حق، سب آہ! تراب الحق
تو فکرِ رضا کا اک، بے باک مجاہد تھا		فرقت ہے تری ہم کو، جانکاہ تراب الحق
ہر دشمن ایماں پر، غالب تھی تری جرأت		نا کام رہے سارے، بدخواہ، تراب الحق
مسلک کی حفاظت سے، پیچھے نہ ہٹے تا عمر		تجھ پر نہ چلا جبر واکراہ تراب الحق
بڑھ چڑھ کے سدا تو نے ملت کی حمایت کی		کس درجہ تھی ملت کی پرواہ تراب الحق
مدھم نہ کبھی ہوں گے جلوے تیری حکمت کے		تو نیر ملت ہے اے شاہ تراب الحق
چھوڑیں گے نہ ہرگز ہم دستور عمل تیرا		تا حشر رہے گا تو ہم راہ تراب الحق
ذرے تیری چوکھٹ کے ہم دوش ثریا ہیں		تو عشق رسالت کا اک ماہ تراب الحق
تا حشر رہے تیرے مرقد پہ گہرباری		اعزاز تجھے بخشے اللہ تراب الحق
کردار حسینی کے بنتے ہیں جہاں انجم		انوار کا مرکز ہے درگاہ تراب الحق
ہاتھوں میں ہے جن کے بھی اے شاہ تیرا دامن		وہ لوگ نہیں ہوں گے گمراہ تراب الحق
اعجاز و شرف تیرا کیا مجھ سے بیاں ہوگا		ہے فکر فریدؔی تو کوتاہ تراب الحق

❁❁❁

تو نیّرِ ملّت ہے، اے شاہ تراب الحق

از: علامہ محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی مقیم حال مسقط عمان

مدھم نہ کبھی ہوں گے، جلوے تری حکمت کے
تو نیّر ملّت ہے، اے شاہ تراب الحق

چھوڑیں گے نہ ہرگز ہم، دستور عمل تیرا
تا حشر رہے گا تو ہمراہ تراب الحق

ذرے تری چوکھٹ کے ہمدوش ثریا ہیں
تو عشق رسالت کا اک ماہ تراب الحق

تا حشر رہے تیرے مرقد پہ گہر باری
اعزاز تجھے بخشے اللہ تراب الحق

کردار حسینی کے بنتے ہیں جہاں انجم
انوار کا مرکز ہے درگاہ تراب الحق

ہاتھوں میں ہے جنکے بھی اے شاہ ترا دامن
وہ لوگ نہیں ہوں گے گمراہ تراب الحق

اعجاز و شرف تیرا کیا مجھ سے بیاں ہوگا
ہے فکرِ فریدی تو کوتاہ تراب الحق

❀❀❀

شریعت اور طریقت کی ضیا حضرت تراب الحق

از : علامہ سید قدسی مصباحی

شریعت اور طریقت کی ضیا حضرت تراب الحق
مسلمانوں کے نوری پیشوا حضرت تراب الحق

خطابت ہو کہ ہو تحریر یا تدریس کا میداں
رہے ہر گام ذیشاں مقتدا حضرت تراب الحق

گذاری حق کی ترویج و اشاعت میں حیات اپنی
مقدس دین کے تھے رہنما حضرت تراب الحق

نہ آیا حرف شکوہ لب پہ وقتِ آزمائش بھی
سراپا پیکرِ صبر و رضا حضرت تراب الحق

رہے پر جوش داعی مسلکِ احمد رضا کے وہ
تھے حق گو، حق نگر، حق آشنا حضرت تراب الحق

زمانہ اب بھی ہے مداح ان کی طرزِ الفت کا
عجب مخلص تھے آلِ مصطفیٰ حضرت تراب الحق

دعائے مفتی اعظم کی کچھ ایسی ہوئی تاثیر
بنے ہر دلعزیز اور باصفا حضرت تراب الحق

کبھی یہ اہل سنت بھول پائیں غیر ممکن ہے
تھے ایسے حاملِ خلق و وفا حضرت تراب الحق

افسوس آج سنیوں کے رہنما گئے

افسوس آج سنیوں کے رہنما گئے
سب مقتدی کھڑے رہے وہ مقتداء گئے

اب شمع علم کون جلائے گا ان کے بعد
وہ اپنے بعد چھوڑ کر کتنا خلا گئے

سارے مرید آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے
بے چین و مضطرب ہیں شہِ باصفا گئے

فیض رضا کہوں یا کہ حسن ضیا کہوں
تم سنیوں کو ٹھوس عقیدہ سکھا گئے

کیسے سنبھالیں خود کو اجاگر ہمیں بتا!
ہم ہو گئے یتیم کہ وہ پیشوا گئے

❁❁❁

تراب حق رہِ حق کے اوقار اب نہ رہے

از : کوثر چشتی نیویارک امریکہ

تراب حق رہِ حق کے وقار اب نہ رہے
تھا جن پہ مسلک وملت نثار اب نہ رہیں

ہیں رشک بار مسلمان ان کی فرقت میں
جو درد قوم کے تھے غمگسار اب نہ رہے

زمانہ جن کی خطابت سے مستفیض ہوا
وہ بزم علم کے امن و قرار اب نہ رہے

تھا خلق ایسا کہ ہر شخص ان کا تھا شیدا
جو اہلِ قدر کے تھے شہ سوار اب نہ رہے

تمام عمر کٹی ان کی خدمتِ دین میں
نبی کے وارث والا تبار اب نہ رہے

میں درد و غم سے ہوں بے حد نڈھال اے کوثرؔ
ہمارے دین کے وہ پاسدار اب نہ رہے

منقبت حضرت علامہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمۃ

کلام: سید وجاہت رسول تاباں قادری

سچائی کا امین تھا دھن تراب حق		حق گوئی کا نشان تھی تیغ تراب حق
شہر وفا میں دھوم ہے ذکرِ رسول کی		یہ بھی ہے سعی و کاوش عشق تراب حق
سنتا تھا درد دل کا قصہ جو غمگسار		وہ آشنا سپاس تھا شاہ تراب حق
تیغوں کے سائے میں پڑھی جس نے نماز عشق		اس دور میں دکھاؤ تو مثل تراب حق
تنظیم ، اتحاد اور ایمان کی لگن		اہل سنن کے سر پہ ہے قرض تراب حق
درویشی، انکساری و حب نبی پاک ﷺ		یہ کل متاع زیست تھی بہر تراب حق
یارب کمال "عبد" ہو مثل سراج حق		دیکھیں انہیں تو کہہ اٹھیں تراب حق
دیکھا جو عبد حق کو تو عکس جمیل ہیں		صورت و حسن سیرت شاہ تراب حق
تکفیر کا تلک جو کرتے تھے آج وہ		بن کر "منیب" آئے ہیں پیش تراب حق
کہتے ہیں لوگ آج کہ وہ مرد حق اٹھا		روئیں گے صدیوں جس کو بنام تراب حق
اک بزم مصطفیٰ ہے یہ، طیب بلائے آئے ہیں		دیکھے تو کوئی آکے یاں شان تراب حق

تاباںؔ مقدر اپنا ہو ، گر تم بھی چل سکو

اک عزم بالیقین سے راہ تراب حق

منقبت

حضرت امیر اہل سنّت شاہ تراب الحق قادری نوری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

(سرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی)

کلام: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری تاؔباں

حق گو ہیں حق پسند ہیں حضرت تراب حق		اک مرد حق ہیں بے گماں حضرت تراب حق
سنگم ہیں قادریت و برکاتیت کے آپ		ناشر ہیں رضویات کے حضرت تراب حق
غوث الوریٰ ہیں شاہ ولایت بفضل حق		غوث الوریٰ کے نائب ہیں حضرت تراب حق
ہیں عبدحق نائب سجادہ بے شبہ		آئینۂ سیرت حضرت تراب حق
ظلمت کدہ میں آج ہے روشن سراج حق		یہ ہے کرامت آپ کی حضرت تراب حق
مسجد کے بام و در سے خوش آتی ہے یہ صدا		صَلّوا علی النّبیّ الامّی بِقُرب حق
ذرّوں سے دیکھی گونجتی تکبیر ربّ حق		سجدے جہاں پہ کرتے ہیں حضرت تراب حق
باطل کا معاملہ ہو تو سیف یداللّٰہی		مومن کا معاملہ ہو تو رحمت تراب حق
ان پہ نثار سُنّی ہیں پیر و جوان سب		اک انجمن علم ہیں حضرت تراب حق
وہ ہیں ہلالِ شرف فلکِ عزّو جاہ کے		برتر قیاس سے ہیں حضرت تراب حق
احمد رضا سے رشتہ ہے عشق رسول ﷺ کا		فکرِ رضا کے حامل ہیں حضرت تراب حق

جب بھی کسی نے بات کی میلاد کے خلاف	مثل شہاب لپکے ہیں حضرت تراب حق
تسلیم غیر کو بھی ہے جاہ تراب حق	مہر وفا کی شان قیادت تراب حق
لرزہ عدو پہ طاری بنام تراب حق	شیر خدا کی گھن گرج حضرت تراب حق
وہ اہتمامِ محفلِ میلاد ہے کہ آج	ہر گھر سجا ہوا ہے بہ نکہت تراب حق
پڑھتے نماز عشق ہیں تیغوں کے سائے میں	اس رسمِ عاشقی کی ہیں رفعت تراب حق
جمع یہاں ہیں ارد گرد سب اہل قرب حق	حق رہنما دلیل ہیں حضرت تراب حق
حی علی الفلاح کی دعوت پہ دوڑ کے	آتے ہیں لوگ دور سے بہ نہضت تراب حق
ہر معاملے میں کرتے ہیں یہ فتح باب حق	ہیں منبع دانائی و حکمت تراب حق
روشن ہے مصطفیٰ ﷺ سے جو شیدا ہے آپ کا	چشم و چراغ زہرہ (رضی اللہ عنہا) ہیں حضرت تراب حق
اللہ (عزوجل) رکھے ان کو سلامت بہ کر و فر	اہل سنن کی آن ہیں حضرت تراب حق

یکتائے روزگار کو تاباں مرا سلام

وہ نازشِ خطاب ہیں حضرت تراب حق

اک پھول نبی کے گلشن کا، میرا سوہنا شاہ تراب الحق

از نتیجہ فکر: شاعر اہلسنّت ڈاکٹر رفیق نشتر

اک پھول نبی کے گلشن کا، میرا سوہنا شاہ تراب الحق
وہ غوث کا دل وہ جان رضا، میرا سوہنا شاہ تراب الحق

وہ ماہ رخ و رخشندہ جبیں، وہ مظہر شان مصلح الدیں
وہ منبع بحر جودو سخا، میر اسوہنا شاہ تراب الحق

وہ قائد اہلسنّت ہے، وہ روح رواں ملت ہے
بے مثل خطیب شعلہ نوا، میر اسوہنا شاہ تراب الحق

سر چشمہ رشد و ہدایت بھی وہ مخزن علم و فضیلت بھی
وہ گنج متاع بیش بہا، میر اسوہنا شاہ تراب الحق

اک ذکر یہی محفل محفل، اک شور یہی منزل منزل
ہے راہبروں کا راہنما، میرا سوہنا شاہ تراب الحق

کیوں کیف نہ دل پر طاری ہو، جب شیخ کی مدحت جاری ہو
اور سامنے خود ہو جلوہ نما، میرا سوہنا شاہ تراب الحق

وہ راحت جان عالم ہے، وہ فیض رسان عالم ہے
خلقت کے لیے مصروف دعا، میر اسوہنا شاہ تراب الحق

ہیں اور بھی اہل فکر ونظر، ارباب طریقت میں نشترؔ
وہ سب سے الگ وہ سب سے جدا، میرا سوہنا شاہ تراب الحق

❁❁❁

نامہ سپاس

علامہ پروفیسر قاری ریاض احمد بدایونی
سابق پرنسپل پریمیئر کالج کراچی

(وصال سے پہلے لکھا گیا کلام)

اہلسنّت کی جماعت کے امیر　ہیں جو حاجت مند لوگوں کے نصیر
باعث کونین ﷺ کے ہیں متبع　سرور دارین ﷺ کے ہیں متبع
وہ جو ہیں آل محمد مصطفیٰ ﷺ　یادگار مجتبیٰ و مرتضیٰ
شہ تراب الحق امیر عاشقاں　رہنمائے مومنات و مومناں
درس قرآن کے محرک شاہ تراب　قادری مسلک کے سالک شاہ تراب
پورے پاکستان کے ہوں یہ امیر　ان کے دم سے ہوں عقیدے مستنیر
یہ جدھر جائیں اندھیرے دور ہوں　ان کے نقش پا چراغ طور ہوں
ہیں مسلمانوں کے محسن لاکلام　عشق شاہ دوسرا ﷺ ان کا پیام
کاذبوں کے واسطے قہر الٰہ　غاصبوں کو یہ نہیں دیتے پناہ
اعلیٰ حضرت کی جو تعلیمات ہیں　ان کے روز و شب کے معمولات ہیں
یاالٰہی ان کو عمر خضر دے　ان کو مالا مال کر برکات سے

خضر کی عمر اے ریاض ان کو ملے
ان کو فارغ کردے کل حاجات سے

❀❀❀

گونجتا ہے ہر سمت ترانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

کیوں نہ ہو میرا دل دیوانہ حضرت شاہ تراب الحق کا
دل سے ہے شیدا ایک زمانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

عالم و فاضل، شیخ طریقت ، عاشق صادق، صاحب عظمت
کس کا ہے منصب کفر مٹانا ،حضرت شاہ تراب الحق کا

دل سے کی اسلام کی خدمت ، رب نے عطا کی ان کو عزت
گونجتا ہے ہر سمت ترانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

کوئی کسی کا دیوانہ ہے کوئی کسی کا پروانہ و شیدا
میرے لبوں پر ہے افسانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

عشق نبی پہچان ہے ان کی عشق نبی ہی آن ہے ان کی
کام ہے روشنیاں پھیلانا حضرت شاہ تراب الحق کا

کیسی خطابت فرماتے ہیں، سب کے دلوں کو گرماتے ہیں
خوب بھرا رب نے پیمانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

جب مہ عرفان کے پی لو چاک گریباں اپنے سی لو
شام و سحر وا ہے میخانہ حضرت شاہ تراب الحق کا

❀❀❀

رہبر و رہنما تراب الحق

رہبر و رہنما تراب الحق	میرے دل کی صدا تراب الحق
جان و جانانِ اہلسنت ہیں	جان پر مدعا تراب الحق
دل کا چین اور آنکھ کی ٹھنڈک	تیری ہر ہر ادا تراب الحق
دین حق کی سربلندی کو	تو نے ثابت کیا تراب الحق
استقامت رہی جسے حاصل	ہے وہ روشن دیا تراب الحق
علم و عرفان و کیف و مستی کا	جام تجھ کو ملا تراب الحق

❀❀❀

سنت حق کی صدا ہیں حضرت شاہ تراب

سرور دیں پر فدا ہیں حضرت شاہ تراب	سنت حق کی صدا ہیں حضرت شاہ تراب
جانشینی حضرت مصلح ان کو مل گئی	کیا انوکھے دلربا ہیں حضرت شاہ تراب
عالم و فاضل ہی کیا یہ مرشدی برحق بھی ہیں	نائب احمد رضا ہیں حضرت شاہ تراب
دین احمد کے مبلغ ہیں یہ اٹھتے بیٹھتے	منفرد مدحت سرا ہیں حضرت شاہ تراب
ہے تراب الحق کی صورت میں جمال اولیا	مشعل راہ ہدا ہیں حضرت شاہ تراب
اہل ایماں کے لئے سرتا بہ پا پیغام حق	داعی امن و وفا ہیں حضرت شاہ تراب
نسبت غوث الوریٰ سے ہوگئے ہیں مالا مال	با صفا و باولا ہیں حضرت شاہ تراب

لاڈلے حضرت ضیاء الدین کے خاص یہ ہیں

عاشق احمد رضا ہیں حضرت شاہ تراب

❀❀❀

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

از : محمد علی انصاری

پہاڑوں کا سا استقلال ہے جس کے تکلم میں		سمندر سا سکوں جس کی خموشی میں جھلکتا ہے
وہ اک آواز جو سچائی کے نغموں کا پیکر ہے		انھی نغموں کا نور اس کے حسیں رخ پر برستا ہے

محب اہلسنّت کے لئے تعبیر خواب الحق

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

نبی کی سنتوں کو عام کرنا جس کا مقصد ہے		اسی کے دم سے قائم روح عشق مصطفی بھی ہے
کرم سرکار ﷺ کا جسکی بدولت ہم پہ ہوتا ہے		ہمارے درمیاں وہ مرکز صدق وصفا بھی ہے

مرے سرکار کے دم سے بنا جو آفتاب الحق

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

بنایا ہے اسے اللہ نے گفتار میں ایسا		وہ جو گرجے تو گستاخ نبی کے دل دہل جائیں
مگر میرے نبی سے اسکا کچھ ایسا تعلق ہے		بنے جو موم تو موم سے پتھر پگھل جائیں

کتاب عشق ختم المرسلیں کا ایک باب الحق

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

ستارہ آسمان عشق احمد کا وہ ایسا ہے		کہ جس کو دیکھ کر عشق محمد دل میں جاگ اٹھے
وہ جس کے جسم سے عشق نبی کی روشنی پھوٹے		وہ جس کی گرمی گفتار سے شیطان بھاگ اٹھے

ہر اک گستاخ پر گرتا ہے جو بن کر شہاب الحق

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

خدائے بزرگ و برتر کے ہم پر کتنے احساں ہیں		نبی کے فضل سے ہم پر خدا کی خاص رحمت ہے
ادا جتنا کریں ہم شکر اسکا اے علی کم ہے		ہمارے درمیاں وہ ذات فخر اہلسنّت ہے

نبی کا ہے برائے اہلسنّت انتخاب الحق

تراب الحق، تراب الحق، تراب الحق

ہر اک سنی محبت سے پکارے شاہ تراب الحق

از: حضرت علامہ حافظ نثار احمد قادری، مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی

خدا کے شیر پیارے مصطفی کے شاہ تراب الحق	چہار اصحاب و اہلبیت والے شاہ تراب الحق
علی و فاطمہ حسنین غوث پاک کے پیارے	امام اعظم و احمد رضا کے شاہ تراب الحق
محمد مصطفی حامد رضا جیلانی و اختر	رضا و قطب طیبہ کے بھی پیارے شاہ تراب الحق
محدث ازہری مفتی وقار دین کے پیارے	جناب مصلح الدین کے نظارے شاہ تراب الحق
امیر اہلسنّت پیشوائے اہل حق بیشک	ہر اک سنی محبت سے پکارے شاہ تراب الحق
بقول کاظمی پہچان سنیت ہے نام انکا	دیئے اوصاف تجدیدی خدا نے شاہ تراب الحق
شہنشاہ ولایت نے دی شہناز خطابت کو	ولایت با کرامت با خدا ہے شاہ تراب الحق
مبلغ آج ان سا ہو کوئی تو سامنے آئے	جناب مصلح الدین کی دعا ہے شاہ تراب الحق
قیادت آج خود نازاں ہے موصوف قیادت پر	وہ قائد اہلسنّت کو ملا ہے شاہ تراب الحق
وہ مرد مومن و مرد مجاہد مرد حق غازی	تراب الحق تراب الحق صدا ہے شاہ تراب الحق
قبول حق قبول خلق سے آشکارہ ہے	کہ ہر سنی دل و جاں سے فدائے شاہ تراب الحق
عمامہ و کلاہ وریش و جامہ نوری و رضوی	شریعت اور طریقت کی ادا ہے شاہ تراب الحق
نبی اصحاب اہل بیت علی حسنین زہراء کا	گل باغ رضاء و غوثیہ ہے شاہ تراب الحق
کمال علم شرع ظاہری کیا پوچھئے کہ جب	طریق باطنی کا رہنما ہے شاہ تراب الحق
کرم شفقت محبت خندہ پیشانی عطا بخشش	جلال حق جمال دین والے شاہ تراب الحق
سیاست سے نہیں مطلب مگر نور فراست سے	زمانے بھر پر چھا جائے جو چاہے شاہ تراب الحق
شعار خدمت خلق خدا بے لوثی حق گوئی	وبے باکی سے سر اونچے جھکا دے شاہ تراب الحق
سلام اے مرکز امید ملت قوم کے رہبر	حوادث سے خدا تم کو بچائے شاہ تراب الحق
نثار اختر پہ تھی، ہے، ہو عنایت کی نظر دائم	ہو پیارے مرشدی اختر رضاء کے شاہ تراب الحق

جان اہلسنّت و پہچان ما

از: حضرت علامہ حافظ نثار احمد قادری، مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی

رہنمائے دین و ملت شبہ تراب — فاطمہ زہراء کے گلشن کا گلاب
قادری بو نوری رنگ رضوی مہک — مصلح الدین قادری کا انتخاب

عالم شرع و طریقت معرفت — واصل حق الحقیقت آنجناب
گلشن باغ رضا کی ہیں کلی — شہر عرفان ولایت کے شباب

نسل نبوی میں ہے بچہ بچہ نور — نور سے ہوتا ہر اک راہ یاب
راہ حق اسلاف کا طور و طریق — آپ ہیں اسلاف کی روشن کتاب

ہیں عزیز جان اہلسنّت اور — مرجع مخلوق حق انکی جناب
میرے مرشد کو بھی ہیں محبوب اور — اولیائے حق کو بھی سید تراب

کیوں امیر اہلسنّت ہو نہ وہ — جس کو دیں علماء اہل حق خطاب
جان اہلسنّت و پہچان ما — حضرت علامہ سید شاہ تراب

ہے رضائے مصطفی مطلوب گر — دامن انکا تھام لو بڑھ کر شتاب
دامن سید سے وابستہ ہوا — دین و دنیا آخرت میں کامیاب

برکت علم و عمل حب نبی — فیض رضوی قادری انکی جناب
بوئے سید شبہ تراب الحق سے ہے — مست امجدیہ چمن کا ہر گلاب

شہسوار راہ عرفان حبیب — اور طریقت کے ہیں گویا ماہتاب
عظمت شبہ کا ہے ہر اک معترف — گرچہ ہو خود علم کا وہ آفتاب

نام شبہ سے چہرہ کھلتا ہے مگر — زلزلہ ایوان نجدی میں بپا
منکرین فضل پر گو ہے عذاب — کرتے ہیں آواز حق سے آنجناب

السلام اے قادری گلشن کے پھول — حضرت علامہ سید شاہ تراب
عالم علم لدنی ہیں حضور — اور نثار اختر فقط دود کتاب

اپنے فیض باطنی اختری — قادری رضوی سے کر دو فیضیاب
اے مرے مرشد کے منظور نظر — ہو نثار اختر پہ فیض بے حساب

سنیوں کی جان حق کا پاسباں

مسلک احمد رضا کا ترجماں	سنیوں کی جان حق کا پاسباں
ہر عقیدت مندان سے فیضیاب	اہلسنت کے لئے اک سائباں
جرأت و ہمت کا پیکر باخدا	عدل و حرمت اور صداقت کا نشاں
علم میں تقویٰ میں اور تقریر میں	لوگ کہتے ہیں شہنشاہ بیاں
اس کا چہرہ یاد حق کا آئینہ	جو بھی دیکھے لب پہ ذکر حق رواں
جس کی ہیبت قصر باطل پر محیط	منہ چھپائے باطل آئے وہ جہاں
ہر گھڑی دین نبی کے واسطے	اک محافظ ہے ہمارے درمیاں
مرکز فیض رضا و غوث ہے	پیر میرا اور اس کا آستاں
نام لیتا ہوں ادب سے اس طرح	شاہ تراب الحق میرا دل اور جاں
وہ جواب اپنا ہیں خود اور لا جواب	شان کیا اکرم کرے ان کی بیاں

❀❀❀

محروم ونامراد نہ سائل کوئی گیا

مجموعہ اوصاف ولایت ہے جس کی ذات		اور ترجمان حق و صداقت ہے جس کی ذات
ابو نہائے باطل و اغیار دین میں		اک زلزلۂ حق و کرامت ہے جس کی ذات
خوف خدا و عشق نبی میں ہیں جو فنا		بر اہل ایمان شفقت و رحمت ہے جس کی ذات
محروم و نامراد نہ سائل کوئی گیا		سب سنیوں پہ رب کی عنایت ہے جس کی ذات
ہر بات ہے مطابق حکم خدا رسول		اور ہر عمل میں عامل سنت ہے جس کی ذات
آل نبی پاک بھی نائب رسول کا		اک پیکر و کمال و نصیحت ہے جس کی ذات
میدان معرفت ہو کہ راہ سلوک ہو		ہر راہ میں رہنمائے حقیقت ہے جس کی ذات
مرشد میرا وہ پیر میرا رہنما میرا		قلب و جگر کو باعث راحت ہے جس کی ذات
نام تراب الحق وہ میرا شاہ و بادشاہ		اکرم کے لیے لائق عزت ہے جس کی ذات

❁❁❁

نعرہ یہ لگتا رہے حضرت تراب الحق کا

کیا بیاں ہو مرتبہ حضرت تراب الحق کا		نجدیوں پہ دبدبہ حضرت تراب الحق کا
علم وحکمت کے ہیں پیکر یہ ہیں عالم باعمل		کتنا اعلیٰ خلق ہے حضرت تراب الحق کا
ہو شریعت یا طریقت ان میں ہیں یہ باکمال		کتنا اعلیٰ سلسلہ حضرت تراب الحق کا
سنیوں کے ہیں امیر اور سنیوں کو ہیں عزیز		سنیت پہ ہے کرم حضرت تراب الحق کا
مرد مومن مرد حق یا سیدی یا مرشدی		نعرہ یہ لگتا رہے حضرت تراب الحق کا
حق نما و حق نگر حق بیں تراب الحق رہے		ڈنکا یہ بجتا رہے حضرت تراب الحق کا
کررہا ہوں میں دعا یا رب دل غمگین سے		خادم صادق بنا حضرت تراب الحق کا
جھومتا ہے اپنی قسمت پہ یہ زاہد قادری		مجھ پہ ہے فضل و کرم حضرت تراب الحق کا

❁❁❁

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق

از : مولانا سید عبدالوہاب اکرم قادری

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

وہ جسکی نقل میری اصل سے بھی اعلیٰ ہے	وہ جس کی بات ہر ایک گفتگو سے بالا ہے
وہ جس کی ایک توجہ نے غم کو ٹالا ہے	وہ جس کی یاد میرے قلب کا اجالا ہے

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

وہ جس کی ایک عنایت میں کام میرا ہوا	وہ جس کے نام کی برکت سے نام میرا ہوا
وہ جس کے در پہ میں بیٹھا تو دام میرا ہوا	وہ جس کی بات کہ تکیہ کلام میرا ہوا

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

وہ جس کا حسن نگاہوں کو بھا گیا میری	وہ جس کا چہرہ نظر میں سما گیا میری
وہ جس کا ہاتھ کہ کشتی ترا گیا میری	وہ جس کا ملنا کہ قسمت جگا گیا میری

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

وہ جس کو دیکھنا میرے لئے عبادت ہے	وہ جس کی ذات میرا مرکز محبت ہے
وہ جس کے دم سے میری زندگی میں راحت ہے	وہ جس سے نسبت و رشتہ میری سعادت ہے

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

وہ جس پہ رحمت رب علی ہے اے اکرمؔ	وہ جسکو نسبت خیر الوریٰ ہے اے اکرمؔ
وہ جو کہ نائب غوث و رضا ہے اے اکرمؔ	وہ جسکے در کا تو ادنیٰ گدا ہے اے اکرمؔ

وہ میرا پیر میرا رہنما تراب الحق، میری مراد میرا مدعا تراب الحق

❀❀❀

ہر طرف ہے نور پھیلا، شہ تراب الحق تیرا

از: مولانا محمد شاہ فیصل قادری مصباحی ساؤتھ افریقہ

ہر طرف ہے نور پھیلا، شہ تراب الحق تیرا
نوریوں ہی کا گھرانہ شہ تراب الحق تیرا

مست تھا ذکر خداوندی سے، ہر دم، بے شبہ
اس لیے ہر سو ہے چرچا، شہ تراب الحق تیرا

مظہر غوث الوری ہو آپ، یہ ایمان ہے
کام تو جاری رہے گا، شہ تراب الحق تیرا

علم و ادب و فکر کو بخشی ہے تو نے زندگی
ہر طرف بجتا ہے ڈنکا، شہ تراب الحق تیرا

اپنے آقاؤں کے وعدوں کو، نبھایا آپ نے
سلسلہ چلتا رہے گا، شہ تراب الحق تیرا

چودہ سو اڑتیس ہجری کے گئے تھے تین دن
پنجشنبہ وصل ٹھہرا، شہ تراب الحق تیرا

شکر رب مصطفی سے مست ہے فیصل بھی کہ
فیض روحانی ہے پاتا، شہ تراب الحق تیرا

شاہ فیصل خان قادری مصباحی بلرام پوری
خادم امام احمد رضا جامع مسجد
دار العلوم جامعہ المدینہ
جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

❀❀❀

منقبت در پیر طریق رہبر شریعت شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت سید شاہ تراب الحق قادری الجیلانی دامت برکاتہم

کیا خوب میں منگتا، تراب الحق کے در کا
میری گردن میں ہے پٹہ تراب الحق کے در کا

یہ مانا سخت مجرم ہوں، گناہ میرے زیادہ ہیں
وسیلہ بھی تو ہے اعلیٰ، تراب الحق کے در کا

یہاں اپنے پرائے سب، کرم اک جیسا پاتے ہیں
جہاں میں خوب ہے چرچا، تراب الحق کے در کا

یہاں ہر بگڑی بنتی ہے، یہاں قسمت سنورتی ہے
کہ جانے کیا کوئی رتبہ، تراب الحق کے در کا

کہ اس دربار کے لاکھوں گدا ہیں، میں نہیں تنہا
ہے ہر کوئی یہاں شیدا، تراب الحق کے در کا

یہاں احمد رضا اور مفتی اعظم کا نائب ہے
جہاں میں چلتا ہے سکہ، تراب الحق کے در کا

ملی جس کو اماں ، قاری محمد مصلح الدین کی
ہے یہ اعجاز کس در کا تراب الحق کے در کا

مجھے مرسل حشر میں خلد کی حسرت نہیں کوئی
کہ بس مل جائے اک ٹکڑا، تراب الحق کے در کا

نتیجہ فکر:

محمد عتیق شاہ مرسل قادری

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ 5 ستمبر 2002

نذرانہ عقیدت

بحضور پیر طریقت، رہبر شریعت، شہنشاہ خطابت، مظہر اعلیٰ حضرت

سیدی و مرشدی حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد اہلسنت کا، شہنشاہ ہے خطابت کا
متاع جان اور ایمان، میرا شاہ تراب الحق

جو سارے بدمذاہب لشکروں پر تنہا بھاری ہے
وہ جس کا وار ہر بے دین پر ہر بار کاری ہے

محافظ ساری ملت کا، ہے مظہر اعلیٰ حضرت کا
میرا مسلک میری پہچان، میرا شاہ تراب الحق

مقابل ہر شقاوت کا ، مخالف کی عداوت کا
میرا ہادی میر انگران، میرا شاہ تراب الحق

مجھے جو مصطفی ﷺ کے عشق کے آداب سکھلائے
صحابان نبی کی عظمتیں جو صاف بتلائے

وہ جس کا مسلک حق کے لئے ہی سارا جیون ہے
جو ہر اک دردمند سنی کے دل میں مثل دھڑکن ہے

وہ غازی ہر صحابت کا، وہ شہزادہ سیادت کا
وہ جس پہ جان و دل قربان، میرا شاہ تراب الحق

جو ہے سالار ملت کا، "جماعت اہلسنت" کا
جو ہر سنی کا ہے ارمان، میرا شاہ تراب الحق قادری

بتایا جس نے مجھ عاصی کو بندہ غوث اعظم کا

کیا شیدا مجھے احمد رضا خان قطب عالم کا

دعا ہے یہ کہ اب وہ عمر خضر جاوداں پائے

اوراسکی کامرانی کا علم تا حشر لہرائے

جو رہبر ہے شریعت کا، میرا مرشد طریقت کا

شفاعت کا میری سامان، میرا شاہ تراب الحق

مسیحا اہلسنّت کا، سبب نزول رحمت کا

دل مرسل کا نگہبان ، میرا شاہ تراب الحق

جسے یہ ناز کہ وہ کرم مصلح الدین پہ

وہ جو کہ گامزن ہے نقش قدم مصلح الدین پہ

جو ضامن استقامت کا ، خلیفہ ہے ہدایت کا

جو ہے اب میر کارواں، میرا شاہ تراب الحق

از: خاکپائے شاہ تراب الحق دامت برکاتہم القدسیہ

محمد عتیق شاہ قادری مرسل

۱۷ شعبان المکرم، ۱۴۱۹ھ

بمطابق 6 دسمبر 1998ء۔ بروز اتوار

❀❀❀

منقبت

بحضور خلیفۂ مفتی اعظم ہند پیر طریقت رہبر شریعت مرد مومن مرد حق

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

ہیں عطائے خدا شاہ تراب الحق		نائب اولیاء شاہ تراب الحق
عاشق مصطفی شاہ تراب الحق		فیض احمد رضا شاہ تراب الحق
عظمت مصطفی کے سپاہی ہیں یہ		کلک احمد رضا شاہ تراب الحق
کیوں نہ رحمت پہ رب کی میں نازاں رہوں		مجھ کو مرشد ملا شاہ تراب الحق
ہے یقیں میری منزل ہے خلد بریں		ہیں میرے رہنما شاہ تراب الحق
مرشدی مجھ کو دامن میں رکھنا سدا		ہے میری التجاء شاہ تراب الحق
بانٹا عالم میں تم نے ہے فیض رضا		مجھ پہ نظر عطا شاہ تراب الحق
آپ کی اک نگاہ کا فیضان ہے		میری عز و بقا شاہ تراب الحق
کیسا اعلیٰ مقدر ملا ہے مجھے		ہیں میرا پیشوا شاہ تراب الحق
کیوں ہو خطرہ مجھے زور شیطان کا		ہیں میرے مقتدا شاہ تراب الحق
اپنے عباسؔ کو رکھنا اپنا سدا		اسکی ہے التجاء شاہ تراب الحق

از خاکپائے علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

محمد عباس علی قادری، 23 مارچ 2012

❀❀❀

ہدیہ عقیدت

بحضور جگر گوشہ غوث اعظم جیلانی قدس سرہ، خلیفۂ اعظم مولانا مصطفی رضا بریلوی قدس سرہ
پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، مصلح الدین گارڈن، کراچی

☆☆☆☆☆

نتیجہ فکر ابو الفتح حافظ نثار احمد قادری رضوی اختری، دار العلوم امجدیہ کراچی

پاسبان مسلک احمد رضا	میر اہلسنّت وحق آشنا
شبہ تراب حق نما شیر خدا	واقف اسرار و کامل رہنما
بحر فیض مصلح الدین و رضا	دلبر غوث و علی و مصطفی
صورت و سیرت نظام مصطفی	صاحب نور فراست باخدا
ملک میں بھی چاہو گر نبوی نظام	تھام لو دامن تراب الحق کا
اے وطن کے باسیو ہر مرض کی	ہے دوا بس اک نظام مصطفی
چور اچکے بدامن بہروپیے	باخدا ہو جائیں گے یا زیر پا
ہے نظام مصطفی ضامن ترا	عزت و اولاد و جان و مال کا
ملک و ملت کے جوانو آؤ ہم	آج سب مل کر کریں عہد وفا
ہے جماعت اہلسنّت بس ہمیں	شبہ تراب الحق ہیں اپنے رہنما
ایلے گیلے ہیں بہت قائد مگر	منفرد ہے سب میں یہ قائد مرا
متقی و پارسا حق کا ولی	حق کہے ہر آن ہر جا بر ملا
خدمت مخلوق حق انکا شعار	قادری رضوی ہے فیض ان کی عطاء
غرض اطلاق ان پہ ہے لاریب فیہ	امنوا وکانوا یتقونo کا
نعمت حق ہیں تراب الحق مرے	سرزمین پاک پہ شکر خدا
وقف دین وملت ان کے صبح و شام	خدمت اسلام و سنت میں سدا
سنیت کی آپ سے پہچان ہے	رضویوں کی ہے تراب الحق صدا
شیر حق کی ہے صدائے حق جہاد	منکر حق پہ ہے گو قہر خدا
اے تراب الحق ابن بو تراب	واحفظ الشافی لک من کل داء
انت لی نعم الاحب ماسوی	افتخار دین و شبہ اختر رضا
فضل مرشد سے نثار اختر ہمیں	قائد و رہبر تراب الحق ملا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از : ابو الحسان محمد رمضان گلفر چشتی قادری

فیڈرل B ایریا، واٹر پمپ عروج اسکوائر مدینہ آرٹ کراچی

بخدمت مخدومی مولائی ذخری لیومی وغدی لازالت شموش فیوضہ

سیدی تراب الحق القادری

ہے کہ یوں کی ادا خوئے کرم		کونسی شب ہے نہ ہو جس کی سحر
شان والے صاحب عز و عظم		کون سے خطے پہ دائم ہے قہر
چھانٹے ہیں غمزدوں سے درد و غم		کونسی آندھی چلی آٹھوں پہر
رکھتے ہیں ہر دم فقیروں کا بھرم		کونسا طوفاں رہا ہے عمر بھر
میں بھی اک ادنیٰ تیرا ہوں دردمند		ظلمتوں میں نور آئیگا ضرور
خار را کن درچمن سرو بلند		آپکا گل پہ کرم ہوگا حضور

رکھتے ہو تم دیں پسندوں پہ نگاہ		میں بھی ہوں لاتقنطوا پہ کاربند
سنتے ہو اخلاص سے دکھوں کی آہ		آپ بھی ہو حسب وعدہ ارجمند
گمراہوں کے واسطے ہو حق کی راہ		منتظر فیضان ہوں فکر بلند
شہ تراب الحق شہ بیکس پناہ		کاٹتے ہو کب تفکر کے کمند
آپ کے ہوتے ہوئے ویراں رہوں؟		کب کلی پہ قطرہ شبنم گرے
شکوہ سنج گردش دوراں رہوں؟		غنچہ محبوب کب گل تر بنے

فقر ہو شکوہ کناں تو فقر کیا		نظر ہو بے بصر تو پھر نظر کیا
ولا خیر فی الشکوی الی غیر مشتک		ولا بد من شکوی اذا لم لکن صبر
ابر ہو بے محل تو پھر اثر کیا		الم تران البحر ینضب ماوہ'
ذوق مردہ ہو تو نظم و نثر کیا		ویاتی علیٰ حیتانہ نوب الدھر
درد سے شکوہ دہر ہو الاماں		الم تران الفقر یرجی لہ الغنی
حق کا حامی دربدر ہو الاماں		وان الغنی یخشی علیہ من الفقر

دامن محبوب میں تنگی نہیں		دیر ہو تو خیر دو رنگی نہیں
ترجمہ سچ ہے کہ شکوہ نہ ہو باشکراں		صبر گر رخصت ہو پھر ہے بیگماں
نسبت دلدار افرنگی نہیں		یہ رضا والا ہے در بھنگی نہیں
جب نہ ہو دریا میں پانی بھی رواں		درد سے پھر تڑپتی ہیں مچھلیاں
جی رہا ہے آس پر ہوگی نظر		اک نہ اک دن گل پہ برسیگا ابر
فقرس شاہی ہے امید و رجا		ہے غنا کو خوف ہر دم فقر کا

بارگاہ سیدی مخدوم

۔۔شاہ تراب الحق حبیبی

❁❁❁

گوشۂ ترجمان فکر رضا

یعنی

حضرت علامہ حافظ محمد حنیف صاحب منظری

کی حیات اور کارنامے

فکر رضا کا ایک عظیم ترجمان

علامہ قمر الزماں خان اعظمی
سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن (لندن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵ر جنوری ۲۰۱۷ء کو نماز مغرب کے وقت حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی کا سانحہ ارتحال۔

حضرت مولانا محسن کے ذریعے حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی کی طبیعت کے خراب ہونے کی اطلاع ملی جامع مسجد نارتھ مانچسٹر میں نماز ظہر کے بعد تمام نمازی مصروف دعا ہو گئے یہ سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے اختتام پر ان کی صحت اور درازی عمر کی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہی گئے تھے کہ عزیزم مولوی ذوالفقار نے اطلاع دی کہ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ کا مکہ مکرمہ کے ہاسپیٹل میں وصال ہو گیا "انا للہ وانا الیہ راجعون" کے کلمات کے ساتھ دعا کیلئے اٹھے ہوئے ہاتھ اور کلمات ترجیع آنسوؤں اور سسکیوں میں تبدیل ہو گئے۔

علامہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگ بے پناہ محبت کرتے تھے وہ تقریباً بیالیس (۴۲) سال ہماری تمام محافل ، مجالس اور جلسوں کے روح رواں تھے۔ شمالی انگلستان کا کوئی جلسہ کوئی کانفرنس اور کوئی میٹنگ ان کے بغیر نامکمل تصور کی جاتی تھی۔ ۱۹۷۲ء میں انگلینڈ کی سرزمین پر وہ اس وقت تشریف لائے جب پورے ملک میں صرف چند علماء اور مشائخ مصروف عمل تھے۔ مسجد رضا پرسٹن کے علاوہ زمین پر مسجد کی حیثیت سے تعمیر کی گئی کوئی اور مسجد نہیں تھی۔ لوگ گھروں میں فیکٹریوں میں یا اس طرح کی دوسری بلڈنگوں میں نماز کا اہتمام کرتے تھے۔ مولانا حنیف صاحب نے مسجد رضا پرسٹن سے امامت و خطابت اور دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا پھر بولٹن میں لینا اسٹریٹ کی ایک مسجد میں منتقل ہو گئے جو ایک گھر خرید کر بنائی گئی تھی وہاں وہ انتہائی صبر و ضبط اور محنت و مشقت کے ساتھ امامت و تدریس اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں رہے اس وقت لوگ مسلک اہل سنت کے تشخص سے ناآشنا تھے اور ہر اس شخص کو سنی عالم تصور کرتے تھے جو بنام حنفیت عوام میں متعارف ہو نتیجتاً پورے ملک میں دیوبندی علماء سنی بنکر امامت و خطابت کے منصب پر فائز تھے لیکن جب مولانا محمد حنیف علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کام کا آغاز کیا تو انہیں شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا امام اہلسنت پر الزام تراشیوں کا بازار گرم کیا گیا ایسے ماحول میں مولانا نے انتہائی ذہانت اور علم و استدلال کے ذریعہ عقائد باطلہ کی

تردید کی۔ بولٹن میں ایک مناظرے کا اہتمام ہوا جس میں مولانا عبد الوہاب صدیقی اور پیر علاء الدین صدیقی مناظر کی حیثیت سے شریک ہوئے دیوبندیوں کو شکست ہوئی مگر وہ اپنی وسیسہ کاریوں میں مزید متحرک ہو گئے۔ اس مناظرہ کا انتظام بھی مولانا حنیف علیہ الرحمہ نے کیا تھا دوسرا مناظرہ ڈیوزبری کے ٹاؤن ہال میں مقرر کیا گیا مگر اس میں دیوبندیوں کے مشہور عالم عبد الرشید ربانی وعدے کے باوجود میرے مقابلے میں نہ آسکے اور پھر وہ مناظرے کا جلسہ فتح میں تبدیل ہو گیا۔ اب رفتہ رفتہ عوام میں اہلسنت کو دیوبندیوں کے عقائد کا علم ہونے لگا۔

خوش قسمتی سے اسی زمانے میں شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی مدظلہ العالی کی آمد ہوئی اور پورے ملک میں ان کی خطابت کی دھوم مچ گئی۔ فاتح ملت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں لایا گیا اور پورے ملک میں جلسوں اور کانفرسوں کا سلسلہ چل پڑا ان جلسوں میں علامہ محمد حنیف صاحب پورے شمالی انگلستان کی نمائندگی کرتے اور پورے جوش و خروش سے اپنے رفقاء کے ساتھ شریک ہوتے مولانا نے عوام اہلسنت و جماعت میں حرکت و عمل کی روح پھونکی اور اب الحمد للہ ان کے شہر بولٹن میں متعدّد مساجد اور درسگاہیں مصروف عمل ہیں۔ انہوں نے مسجد رضا نور الاسلام، مکہ مسجد، مسجد غوثیہ، مدینہ مسجد میں خدمات انجام دیں اور تعمیر و ترقی میں حصہ لیا۔

ادھر دو سال سے مانچسٹر میں میرے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی عظیم الشان مسجد اور درسگاہ جس پر تکمیل تک ۳۵ر لاکھ پونڈ تقریباً ۳۰ر کروڑ ہندوستانی روپئے خرچ ہو گئے مولانا اس مسجد کی تعمیر کیلئے بھی کوشاں رہے اور دعا بھی فرماتے رہے مجھے یقین ہے کہ اپنے عمرہ کی دعاؤں میں انہوں نے اس عظیم ادارے کو ضرور یاد رکھا ہوگا کاش وہ مسجد کی تکمیل اور افتتاح کا حسین منظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیتے، حضرت مولانا محمد حنیف علیہ الرحمہ ایک باوقار عالم دین اور بہترین انسان تھے لوگ ان کے اخلاق کریمانہ کیوجہ سے ان کے گرویدہ تھے وہ ہر ایک کی تکلیف اور مشکل میں شریک دعا ہوتے اسی طرح ہر ایک کی خوشی اور مسرت کی تقریب میں شرکت فرماتے بشرطیکہ ان تقاریب میں کوئی غیر شرعی عمل نہ ہو۔

مولانا پابند سنت تھے وہ ہر کام سنت کے مطابق انجام دیتے تھے جلسوں اور اجتماعات میں اگر کوئی خلاف سنت کسی عمل کا مرتکب ہوتا تو وہ بلا لومۃ لائم سختی سے محاسبہ کرتے مگر چونکہ ان کی ہر تقریب میں اخلاص اور دلسوزی کا عنصر غالب رہتا تھا اس لئے لوگ ناراض ہونے کے بجائے اصلاح پذیر ہوتے تھے۔

مولانا علیہ الرحمہ نماز باجماعت کے علاوہ تہجد اور نوافل کے پابند تھے ملک کے اندر اگر سفر کرنا ہوتا تو ہمیشہ خیال رکھتے تھے کہ نماز باجماعت ترک نہ ہو اور مسلسل بیماری کے باوجود پنجوقتہ نماز مسجد میں ادا کرتے جن دنوں وہ میری مسجد میں جمعہ کی امامت اور خطابت کیلئے تشریف لاتے تو ہمیشہ آدھ گھنٹہ پہلے آجاتے شدید سردی اور برف باری کے زمانہ میں دو دو بسیں بدل کر بولٹن سے مانچسٹر تشریف لاتے تھے۔

میں نے اپنی بائیس سالہ رفاقت کے دوران ان کا کوئی عمل خلاف سنت نہیں دیکھا مولانا حافظ قرآن بھی تھے اور قرآن عظیم سے انہیں گہرا قلبی رابطہ تھا قرآن عظیم اور درس قرآن کا پابندی سے اہتمام کرتے تھے انہوں نے اپنے ذوق کی تسکین کیلئے دو ایسے شخصوں کو حافظ بنایا، جو اپنی عمروں کی بچاس بہاریں دیکھ چکے تھے ان میں ایک ان کے بڑے بھائی اور دوسرے بولٹن کے منشی خاں تھے، مولانا حنیف ان کے استاذ کی حیثیت سے کئی سال تک پابندی سے ان کے گھر جاکر انکا قرآن سنتے تھے الحمدللہ یہ دونوں بزرگ حفظ قرآن کی دولت سینے میں لے کر راہی ملک عدم ہوئے۔

مولانا علیہ الرحمہ میرے دست و بازو تھے ان کی وجہ سے میں اپنی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کرتا تھا وہ میری غیر موجودگی میں میری ذمہ داریوں کو پوری طرح سنبھال لیتے کہ لوگوں کو میری کمی محسوس نہیں ہوتی تھی اور اب ان کے بغیر میں خود کو تنہا محسوس کر رہا ہوں۔

مولانا علیہ الرحمہ کی دینی اور اخلاقی تربیت بریلی شریف میں اس وقت ہوئی تھی جب حضور سیدی مفسر اعظم و حضور مرشدی وسیدی مفتی اعظم ہند کا دور تھا مولانا نے ان کی زیر تربیت اپنی زندگی کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کیا مولانا علیہ الرحمہ کو حضرت علامہ مفتی اجمل شاہ صاحب نے بریلی شریف مفسر اعظم کے نام ایک خط دے کر بھیجا تھا کہ اس راجستھانی بچے کا خیال رکھا جائے اور پھر انہوں نے بھر پور خیال رکھا اسی لئے ان کی شخصیت پر ان عظیم بزرگوں کا بڑا گہرا اثر تھا مولانا بلاشبہ نمونۂ اسلاف اور بقیۃ السلف تھے۔

مولانا حنیف صاحب ہندوستان میں میرا پہلا تعارف خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق نظامی علیہ الرحمہ کے ذریعے ہوا تھا غالباً ۱۹۶۸ء میں انہوں نے فرمایا تھا گجرات اور راجستھان میں میں نے ایک نوجوان عالم محمد حنیف کو دیکھا جو اصلاحی موضوعات پر بہترین خطاب کرتے ہیں اس وقت سے ان سے ملاقات کا شوق تھا لیکن ان سے ملاقات ہندوستان میں نہیں بلکہ ۱۹۷۴ء میں برطانیہ کی سرزمین پر ہوئی اور پھر وہ ملاقات دائمی رفاقت میں تبدیل ہوگئی مولانا موصوف ہر وقت ملت کی زبوں حالی اور اہلسنت کے اختلاف و افتراق کا ماتم کرتے رہتے اور دل برداشتہ رہتے تھے وہ مجھ سے کہتے کہ اگر تم ہندوستان میں مستقل قیام کر کے اتحاد کی فضا پیدا کر سکو تو میں تمہاری جدائی کو گوارا کرلوں گا۔

انہوں نے ہمیشہ قوم اور ملت کے حوالے سے گفتگو کی اور کبھی اپنی ذاتی پریشانیوں کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے اپنی زریں خدمات کا کوئی صلہ طلب کیا۔

مولانا کے علم میں اگر کسی شخص کے بارے میں یہ بات لائی جاتی کہ وہ مسلکاً سنی ہے اور اسکا خاندان بھی سنیوں کا ہے مگر اس کی رسم و راہ بد عقیدہ افراد سے بھی ہے تو مولانا اس سے نفرت کرنے کے بجائے ملتے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے

سے مسلسل سمجھاتے رہتے اگر وہ ان کوششوں سے مسلک حق پر گامزن ہو جاتا تو فبہا ورنہ اس سے الگ ہو جاتے یہاں متعدد ایسے افراد ہیں جنہیں انہوں نے تشکیک اور دورنگی کے ماحول سے نکال کر خوش عقیدگی کے بہترین معاشرے کا فرد بنا دیا۔

مولانا مرحوم مستجاب الدوات تھے۔ میرے علاوہ درجنوں افراد ان کی دعاؤں کی قبولیت کے شاہد ہیں۔ میری شدید بیماری کے زمانے میں جب میں ہسپتال میں ایک ماہ سے زیادہ زیر علاج رہا تو وہ ہر روز نماز فجر کے بعد تشریف لاتے اور دیر تک دعائیں کرتے رہتے۔ بیماری کے آخری دنوں میں ڈاکٹروں نے میری زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا تھا مگر مولانا اس یقین کے ساتھ کہ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے دعا فرماتے رہے اور اللہ رب العزت نے مجھے شفاء کامل سے نواز۔

آج سے ۴ سال قبل انہوں نے ایک دن نماز فجر کے بعد فون کیا آواز لرزیدہ تھی انہوں نے فرمایا کہ آج میں ۷۰ رسال کا ہو گیا ہوں میں نے پوری رات گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں گزاری ہے دعا کرو کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو میں نے ان کو وہی جواب دیا جو قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمہ نے بوقت وصال مبلغ اعظم حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ہمارے ایمان پر خاتمہ کی ضمانت اپنے ان اشعار میں دی ہے۔

تو نے ایمان دیا تو نے حفاظت میں لیا

اے کریم اب کہیں پھرتا ہے عطیہ تیرا

اس وقت اگر آپ اپنے ایمان کے حوالے سے مطمئن ہیں تو انشاء اللہ خاتمہ بھی بالخیر ہو گا قرآن پاک کی تلاوت ان کے صبح و شام کا وظیفہ تھی ادھر چند سالوں سے ہر وقت قرآن عظیم پڑھتے رہتے تھے وہ حافظ تھے مگر قرآن عظیم کی آیات اور حروف کی زیارت کے ثواب کی غرض سے اپنی جیب میں ہر وقت ایک جیبی قرآن عظیم رکھتے تھے اور جہاں بھی موقع ملتا مصروف تلاوت ہو جاتے مولانا محسن نے بتایا کہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کے راستے میں وہ ہر وقت مصروف تلاوت رہے مسجد نبوی میں متعدد بار قرآن عظیم ختم فرمایا قرآن عظیم سے شغف کا یہ عالم تھا کہ عالم اسلام کے مشہور قاری حضرت قاری خیر محمد صاحب جو فن تجوید کے امام ہیں اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے تعلیم و تدریس سے روٹھ گئے تھے مولانا حنیف نے انہیں منا کر دوبارہ تدریس پر آمادہ کیا اور اس وقت بولٹن اور مانچسٹر دونوں جگہ فریضۂ تدریس انجام دے رہے ہیں خود مولانا حنیف صاحب بھی عمرہ پر جانے سے پہلے حفظ کی کلاس لیتے تھے چنانچہ ان کی فاتحہ کی تقریب میں میں نے ان درجنوں حفاظ کو دیکھا جو انسے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

مولانا علیہ الرحمہ فلسطین بیت المقدس وغیرہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہے مگر اس بار ان کے سفر کا عالم عجیب تھا جیسے ان کو یقین ہو گیا تھا کہ حرم پاک میں قرض جان اتارنے کی دعا کی قبولیت کا وقت آگیا ہے۔ مولانا اقبال مصباحی کے

صاحبزادے نے انگلش میں ایک بہت اچھی تقریر کی تو مولانا نے ان کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا کہ آج کے بعد میں تمھاری کوئی تقریر نہ سن سکوں گا۔

مدینہ مسجد جہاں حفظ کی کلاس لیتے تھے اس مسجد کے صدر حاجی نادر صاحب سے کہا کہ میں عمرے پر جارہا ہوں اور واپس نہیں آؤنگا اس لئے آپ میری کلاس کیلئے کسی دوسرے مدرس کا انتظام کرلیجئے مسجد کے نئے امام مولانا نصیر اللہ سے کہا کہ اب میں مطمئن ہوں کہ مسجد کا کام آپ کے زیر اہتمام انتہائی خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوتا رہیگا۔

بارگاہ رسالت میں مواجہ اقدس میں نصف ساعت تک مصروف گریہ وزاری رہے اور انتہائی دلسوزی سے آنسوؤں کی زبان سے عرض حال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے بھی ان پرسوز دعاؤں میں شامل ہوگئے تھے غالباً انہیں یقین تھا کہ یہ آخری زیارت ہے۔

عمرہ کے تمام ارکان کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ میں طبیعت ناساز ہوئی۔ ابتداءً ڈاکٹروں نے ضیق النفس کا علاج کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے ڈاکٹروں نے تمام تدابیر اختیار کیں مگر بے سود ان تمام کاروائیوں مولانا مکمل ہوش وحواس کے ساتھ رہے، وصال سے کچھ پہلے انہوں نے مولانا محسن سے کہا کہ مولانا سورہ یٰسین کی تلاوت کیجیے اب میں سفر آخرت پر روانہ ہونے والا ہوں" مولانا نے سورہ یٰسین کی تلاوت کے ختم اور حرم شریف سے اذان مغرب کی آواز کے ساتھ علم وعمل کا آفتاب غروب ہوگیا۔ مولانا کا سفر آخرت اتنا حسین تھا کہ اس کی تمنا ہر مسلمان کرتا ہے، لیکن لوگوں کو ہزاروں آرزوؤں ودعاؤں اور التجاؤں کے بعد بھی یہ منصب جلیل میسر نہیں آتا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا،

وہ یقیناً اس کے مستحق تھے، کہ انہیں زمین حرم اپنی آغوش میں لے اور بلد الامین میں جان کی امانت جان آفریں کے سپرد کریں ماہ ربیع الغوث میں جمعہ کی شب میں وصال فرمایا اور جمعہ کے دن آغوش قبر میں ان کی سرفرازی کا دن تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وصال کے بعد چہرے کی زیارت کرنے والوں نے یٰأیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضيه فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی کا اطمینان وسکون ان کے چہرے پر دیکھا۔

میں نے مولانا محسن سے فون پر عرض کردیا تھا، کہ غسل وتدفین کے درمیان میں جب بھی موقع ملے آپ اپنے رفقاء کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرلیجئے گا انہوں نے دودرجن رفقاء کے ساتھ نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور انہیں قبر میں اتارنے کا بھی شرف حاصل ہوا، فجزاہ اللہ خیر الجزاء

ایک جیالا رضوی مجاہد حرم مکہ میں سو گیا

مولانا شمس الہدیٰ

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب ایک عالم شریعت نائب نبی رحمت، مظہر اسلاف امت اس جہاں سے کوچ کرتا ہے تو ساری خلقت پوری دنیا تڑپ اٹھتی ہے۔ بے چین و بے قرار ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ موت العالم موت العالَم۔ عالم کی موت سارے عالم کی موت کے مترادف ہے۔

میرے بڑے خاص کرم فرما عالم باعمل، پیکر اخلاص و وفا پاسبان مسلک رضا حضرت علامہ حافظ و قاری محمد حنیف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انھیں پاکیزہ نفوس سے ہیں کہ جن کی وفات حسرت آیات سے پوری دنیائے سنیت خصوصًا (یو۔کے) اور یورپ کے علمائے کرام اور عوام اہلسنت میں خاصا اضطراب پیدا ہوا اور جماعت اہلسنت کے مشائخ عظام میں ایک عظیم خلا محسوس کیا جائے گا۔

حضرت علامہ رضوی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے وجیہ، خلیق، ہنس مکھ، ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کی گفتگو میں وزن، جاذبیت، مٹھاس، دلوں میں اثر پیدا کرنے کا پہلو بڑا نمایاں تھا۔ آپ کی خطابت سے علماء و عوام کے ساتھ ساتھ عظیم خطبا بھی حرکت میں آجاتے اور ان کے بعد خطابت کرنے میں انہیں خاصا زور لگانا پڑتا۔ سادگی اور تواضع ان کا خاصہ تھا۔ میں نے انہیں اپنے چند معاصر علما کی دست بوسی کرتے خود مشاہدہ کیا۔ خرد نوازی بھی ان کا خاص جوہر تھا۔ علمائے اہلسنت بولٹن و مانچسٹر خاص طور پر اس کا مظاہرہ فرماتے رہتے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ سب ان کے استاذ و مربی اور پیر و مرشد قطب زمانہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر کیمیا اثر کا کرشمہ ہے کہ جس نے کتنے ذروں کو رشک آفتاب و ماہتاب بنا دیا اور کتنے گمناموں کو ہمدوش ثریا کر دیا۔

میں نے جب پہلی مرتبہ انگلینڈ جانے کا ارادہ کیا تو کافی تردد میں مبتلا تھا۔ اس وقت مجھے ہمت اور حوصلہ افزائی فرمانے والے مہربانوں میں علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پیر بھائی ہونے کا بھی خاصا خیال فرماتے تھے۔

فقیہ فقید المثال امام احمد رضا قدس سرہ کے موقف پر ہمہ دم جبل شامخ نظر آتے تھے، کچھ مجتہد مزاج افراد اگر کبھی اس کے خلاف آواز اٹھاتے تو حضرت علامہ رضوی صاحب تڑپ جاتے اور اس کے سد باب میں ہر ممکن سعی بلیغ فرماتے۔

میں نے جب شہر خلیل آباد یوپی انڈیا میں مذہبی اور مسلکی ضرورت کے پیش نظر "کلیۃ البنات الرضویۃ" ادارہ قائم کیا تو

علامہ رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا، نیز اپنے متبرک تعاون سے نوازتے رہے۔ مسائل شرعیہ میں برابر تبادلۂ خیال فرماتے رہتے اور ملاقات کے لیے دارالافتا "کنزالایمان" میں علمائے ذوی الاحترام کے ساتھ تشریف لاتے رہتے اور اپنے بیش بہا مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔

میں نے جب (یو۔کے) اور یورپ میں موسم گرما میں وقت سحر اور حنفی عشا پر "شمس الانوار" نامی کتاب مرتب کی اور طبع ہو کر مقبول خواص و عوام ہوئی تو مجھے امام احمد رضا ایوارڈ عطا فرمانے میں جہاں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی دام ظلہ، نمونۂ اسلاف حضرت مفتی منیر الزماں صاحب قبلہ مدظلہ، مرد حق آگاہ حضرت مفتی محمد اشفاق رضوی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ حافظ محمد ابراہیم جرمن صاحب قبلہ وغیرہم پیش پیش رہے وہیں علامہ رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی کلیدی کردار رہا ہے۔ حضرت عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، بارگاہ رسالت میں حاضری دے کر ۵ر ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ میں یہ رضوی شیر سراپا مکہ میں ہمیشہ کے لیے سو گیا اور یہی ان کی قلبی آرزو بھی تھی، ان کے مؤدب عزیز حضرت مولانا محمد محسن مصباحی دام ظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے انھیں ان کی آخری آرام گاہ میں سلا دیا۔ خدا تعالیٰ ان کی قبر انور پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے آمین بجاہ النبی الامین علیہ افضل الصلاۃ واکمل التسلیم

حزین رضوی

شمس الہدیٰ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

مسؤل دارالافتا کنزالایمان ہیک منڈ وائک یو۔کے

۲۳.۴.۱۴۳۸ھ

....

حضرت علامہ حنیف رضوی علیہ الرحمہ کا سفر عمرہ و آخرت

مولانا محمد محسن رضوی

بولٹن (یو۔کے)

الحمد للہ یہ فقیر پورے سفر میں حضرت علامہ محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ رہا اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا رہا میرے لیے سعادت کی یہ بات تھی رہی کہ اللہ عزوجل نے آپ کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ الحمد للہ علی ذلک

میں نے حضرت کو کم و بیش ۲۰ر سال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ کی پوری زندگی دین متین کی خدمت میں گزری ہے۔ شہر بولٹن اور گرد و نواح کی اکثر مساجد کے قیام میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ یو کے میں تحریک سنی دعوت اسلامی کے قیام اور اس کی راہیں ہموار کرنے میں آپ کی ناقابل فراموش قربانیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت خوبیوں سے نوازا تھا۔ اکابر کا حد درجہ احترام فرماتے، سادات کرام کی تکریم اور ان کی خدمت کرتے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔

آپ کی ایک انفرادی خوبی یہ بھی تھی کہ جس مسجد میں حاضری دیتے، مقامی امام کے لیے خصوصی دعا کے ساتھ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے نیز اسے حق وصداقت پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خانوادہ سے قلبی طور پر عقیدت ومحبت رکھتے تھے، بالخصوص جب مفسر اعظم علیہ الرحمہ کی نوازشات اور احسانات کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہوجاتیں۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف جو آپ کا مادر علمی ہے ہر وقت اس کی تعمیر وترقی کے خواہاں رہتے تھے، اپنے گھر کی کثیر رقم اسی ادارے کے حوالے کرتے تھے۔

سن ۲۰۱۶ کی بات ہے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہ العالیہ ترکی تشریف لائے تو علامہ حنیف رضوی بغرض ملاقات وہاں تشریف لے گئے۔

آمدم برسر مطلب:

یہ فقیر اور حضرت موصوف قدس سرہ العزیز عمرہ کی ادائگی کے لیے ۲۵/ دسمبر ۲۰۱۶ء اتوار کے دن بولٹن سے روانہ ہوئے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے روانگی اور الوداعی ملاقات میں اپنے کچھ احباب کو اشارہ کردیا تھا کہ یہ ان کی آخری ملاقات ہے۔

ناچیز جب مانچسٹر ایرپورٹ پہونچا تو دیکھا کہ حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں قرآن مقدس ہے اور تلاوت میں مصروف ہیں یہ سلسلہ تلاوت جدہ ایرپورٹ تک جاری رہا۔

جدہ ایرپورٹ پر چونکہ وقفہ طویل تھا، اس لیے لمبی نشست بھی ہوگئی حالات حاضرہ اور دینی احوال کے بارے میں بڑی قیمتی گفتگو کی۔ بریلی شریف کا بھی ذکر آیا بالخصوص اپنے مشفق استاذ مفسر قرآن حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں رحمۃ اللہ کی شخصیت پر تفصیلی تبصرہ فرمایا۔

رات ۲/ بجے جدہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے نماز فجر سے پہلے مدینہ طیبہ پہونچے نماز فجر مسجد نبوی شریف میں اپنے طور سے ادا کی۔ نماز کے بعد بڑی دیر تک حضرت علیہ الرحمہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے واپسی میں کہنے لگے، مولانا ایک بیٹا اپنی ماں کی آغوش میں ہو تو وہ غموں کو بھول جاتا ہے اور سکون محسوس کرتا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ سکون اس سرزمین پر ہمارے آقا کی بارگاہ میں ملتا ہے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں چند ایام گزارے، ایک بار بیمار بھی ہوئے مگر بفضلہ تعالیٰ آپ کی طبیعت سنبھل گئی لیکن آپ پابندی سے اور بڑے اہتمام کے ساتھ بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دیتے رہے۔

اب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا وقت تھا، ہم لوگ اس سفر کی آخری حاضری دے رہے تھے۔ واللہ جو کیفیات حضرت علیہ الرحمہ پر طاری ہوئیں اس کو الفاظ کا جامہ پہنانا آسان نہیں۔

میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قلبی کیفیات پر قابو نہ رکھ سکے۔ دوران استغاثہ وطلب شفاعت اور دعا کرتے ہوئے اس قدر زاروقطار روئے کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

بار بار یہ عرض کرتے: یارسول اللہ ہم پر کرم فرمائیں یہاں تک کہ آپ روضۂ اقدس سے باہر آئے لیکن اب بھی آپ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت اور کرم کی بھیک مانگ رہے تھے۔

۲/ جنوری پیر کے دن دوپہر کے بعد مدینہ طیبہ سے روانگی تھی۔ بس میں سامان رکھا گیا، بس چلنے لگی تو میں نے پھر حضرت سے دعا کی درخواست کی، آپ نے کم وبیش ۱۵، ۱۰، منٹ دعا کی وہ بھی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔

چند گھنٹوں میں ہم مکہ معظمہ کی پرانوار فضاؤں میں پہنچ گئے، جب قافلہ مکہ مکرمہ کے حدود میں داخل ہوا تو حضرت نے بس ہی میں شہر مکہ کی عظمت وبرکات پر نہایت ہی بلیغ اور مدلل تقریر فرمائی۔ ہوٹل میں پہنچے، سامان رکھا گیا، رات ۷/ بجے عمرہ ادا کیا، پھر حاضریاں ہوتی رہیں۔

جمعرات کے دن دوپہر کے وقت حضرت کے صاحبزادے نے مجھ فقیر کو فون کیا کہ آپ کو بلا رہے ہیں، میں آپ کے کمرے میں حاضر ہوا طبیعت ناساز تھی، دمہ کی شکایت تھی، مجھ سے فرمانے لگے کہ مولانا یسین شریف کی تلاوت کرو اب اپنا آخری وقت آگیا ہے۔

آپ کو اسپتال لے جایا گیا، علاج ہو رہا تھا یہاں تک کہ مغرب کی اذان شروع ہوئی، آپ نے مکمل اذان سنی۔ اذان ختم ہونے کے بعد جب آپ کو مخصوص کمرے میں لے گئے اور علاج کے لیے ایک بستر سے دوسرے بستر پر لٹایا جا رہا تھا عین اسی وقت آپ نے آنکھ کھولی، فوراً آنکھیں بند ہوئیں۔ لبوں پر جنبش تھی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حدیث پاک میں ہے: اس کے راوی حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ عزوجل اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا کسی اور زوجہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم میں کون ہے جو موت کو مکروہ نہ رکھے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اس وقت کا اعتبار ہے، اس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ پاک اس سے ملنے کو دوست رکھے گا، اور ناپسند تو ناپسند۔

اس کی شرح میں امام نووی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نزع کی وہ حالت ہے کہ جب حالات منکشف ہوتے ہیں اور اس وقت کی توبہ قابل اعتبار نہیں ہوتی ہے، اس وقت وہ مرنا پسند کرے تو یہ اخروی کامیابی کی علامت ہے بلکہ اللہ پاک کا اس کی ملاقات کو پسند کرنا دراصل یہ خاتمہ بالخیر کی نشانی ہے۔

قارئین! حضرت علامہ محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ تو اس حالت سے قبل بھی اپنے محبوب حقیقی اللہ، کریم، رحیم، غفور، عزوجل کی ملاقات کو پسند رکھتے تھے۔ انتقال سے ۵ گھنٹے قبل ہی مجھے بہت اطمنان سے کہا کہ مولانا یٰسین پڑھو آخری وقت

آگیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو جب آپ کے انتقال کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کی موت قابل رشک ہے اور شب جمعہ کا پانا مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔

جمعہ کے دن تقریباً ۱۱ر بجے غسل دیا گیا جس میں ناچیز کے ساتھ آپ کی فیملی کے افراد بھی شریک رہے، جمعہ کی نماز کے بعد حرم میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مکہ مکرمہ میں الشرائع قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

الحمدللہ ناچیز نے قبرستان میں چند احباب کے ساتھ دوبارہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بعد دفن پورے سکون سے قبر پر اذان بھی دی گئی، اس طرح اس عظیم خادم دین متین کو سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ پاک اپنے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے حضرت علامہ محمد حنیف رضوی اور حضرت مولانا محمد منیف رضوی برکاتی علیہما الرحمہ کی بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمین

....

سرزمین برطانیہ میں علامہ حافظ محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

مولانا محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

حضرت علامہ حنیف رضوی رحمۃ اللہ علیہ سنی دعوت اسلامی پر نہایت ہی مشفق اور مہربان تھے، برطانیہ کی سرزمین پر سنی دعوت اسلامی کے تقریباً تمام مرکزی اجتماعات میں حضرت کی شرکت رہتی تھی، حضرت نمونہ اسلاف تھے، اور حضرت کی رگوں میں مسلک، خون کی طرح دوڑتا تھا، برطانیہ کی سرزمین پر فروغ سنیت میں وہاں کے تین عظیم علما میں حضرت کا نام بھی قابل ذکر اور قابل قدر ہے۔ نہایت ہی مخلص باعمل، بے نفس انسان تھے اور ہم جیسے چھوٹوں کو اپنی شفقتوں اور دعاؤں س سے نوازنے والے تھے، حضور مفکر اسلام خطیب اعظم علامہ قمر الزماں خان اعظمی کے بہترین ساتھی اور فروغ سنیت میں آپ کے قدم بہ قدم رہے، اللہ عزوجل نے ان کی خدمات جلیلہ کو اس طرح شرف قبولیت سے نوازا کہ وہ حرمین طیبین کی حاضری کی سعادت سے مشرف ہو کر بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں احرام پہن کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے تھے، اور اذان مغرب سنتے سنتے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور جنت المعلیٰ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب

ہوئی۔ اللہ عزوجل ان کی بے لوث خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور کروٹ کروٹ ان کو جنت کے جلوے نصیب فرمائے۔ سنی دعوت اسلامی کی جانب سے ان کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔

شریک غم

از: محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

....

آہ حضرت مولانا الحاج محمد حنیف صاحب رضوی چل بسے

حافظ عبد اللہ جھنگاروی

نگراں دارالعلوم معین الاسلام تھام ضلع بھڑوچ گجرات،

رہبر شریعت پیکر قوم وملت حضرت مولانا الحاج محمد حنیف صاحب رضوی کی غم ناک خبر بتاریخ ۵/۱/۲۰۱۷ بروز جمعرات رات کے ساڑے دس بجے کو ڈاکٹر محمد محسن پاپلیج والا کے ذریعہ ملی کہ حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مکہ کی سرزمین پر اللہ کے پیارے ہوگیے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خبر ملتے ہی دارالعلوم معین الاسلام تھام میں دارالعلوم کے طلبہ اسٹاف جامعہ عائشہ صدیقہ میں تعلیم لینے والی طالبات عالمہ اور پورے اسٹاف نے قرآن خوانی کا دور کیا اور مرحوم ومغفور حضرت مولانا محمد حنیف رضوی صاحب کے لیے دعاے مغفرت کی، مولائے کریم مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا الحاج محمد حنیف صاحب رضوی چھوٹا ادیپور کے نام سے مشہور تھے اور انڈیا میں جب تک رہے.........

معین الاسلام تھام کے بانی مرحوم ومغفور الحاج ولی محمد گورجی سے گہرے تعلقات رکھتے تھے اور برطانیہ کی سرزمین پر قدم رکھا اس کے بعد بھی دارالعلوم تھام سے لگاؤ اور محبت قائم رکھی، یہاں تک کہ مرحوم ومغفور الحاج ولی محمد گورجی کی قبر پر حاضری دی اور اشک بار آنکھوں سے مرحوم کے لیے دعاے مغفرت گزاری اور اس کے بعد مرحوم ولی بھائی گورجی کے چہلم پر

بھی حاضر رہے، علما کے جھرمٹ میں صوفیانہ انداز، تقریری میدان میں بے مثال مقرر، سنیت کا درد، مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن، پرچم رضویت کا درد، بزرگان دین کی محفلوں میں یکتا مجاز، نوجوان علما میں پیکر خلوص کا انداز، انڈیا، برطانیہ کے علاقوں میں دین کا درد لیکے چلنے والا یہ مخلص نہ معلوم حج کے مبارک ارکان ادا کر کے واپس لوٹے تو دل میں یہ تمنا لے کر آئے کہ کاش ڈھلتی ہوئی عمر میں میری موت آئے تو مکہ کی پاک دامان دھرتی پر یا مدینہ کی روح پرور فضاؤں کی گلیوں میں موت آجائے تو کتنا اچھا، یہی آرزو مرحوم محمد حنیف صاحب رکھتے تھے، اور اپنے ساتھیوں میں بزرگوں میں چرچا کرتے تھے، آخر اللہ نے وہ گھڑی قبول فرمالی اور برطانیہ (بولٹن) سے عمرہ کی نیت سے حرمین طیبین کی مبارک زیارت گاہوں کی نیت سے مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوکر مکہ تشریف لائے اور دل نے جو تمنا کی تھی وہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری فرمادی، اور تاریخ ۵۔۱۔۲۰۱۷ کو مکہ معظمہ میں اللہ کو پیارے ہوگئے، مولائے کریم ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مرحوم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب نے پرسٹن، بولٹن وغیرہ ٹاؤن میں دینی خدمات کیں اور حفظ کلاس بھی بولٹن مدینہ مسجد میں پڑھایا، سفر میں ساتھ رہنے والے سفر کے ساتھی فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد محسن دیادروی سفر کے ساتھی تھے، حضرت مولانا محمد محسن دیادروی صاحب کی دینی و ملی خدمات بھی قابل داد ہے، مولائے کریم اپنے پیارے حبیب کے صدقے میں ان کی بھی عمر میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

حافظ عبد اللہ جھنگاروی

نگراں دار العلوم معین الاسلام تھام ضلع بھڑوچ گجرات،

نوٹ: مرحوم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کا آبائی وطن یوں تو راجستھان ہے، مگر سسرال چھوٹا ادیپور ہے اور چھوٹا ادیپور میں رہتے تھے، اس لیے چھوٹا ادیپوری سے زیادہ مشہور ہوئے۔

فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

منظر اسلام کے ایک ہونہار فاضل اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص مبلغ و داعی حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی بولٹن (یو۔کے) کی حیات مبارکہ کے چند گوشوں پر روشنی ڈالتی ایک عقیدتمندانہ تحریر

مولانا محمد سلیم بریلوی

مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

ایک کامیاب زندگی اور ایک کامران موت: دنیا کے اندر جتنے مذاہب ہیں، ہر مذہب میں جتنے فرقے ہیں اور ہر فرقے میں جتنے افراد ہیں ان میں مذہبی، مسلکی، دنیوی، اعتقادی، لسانی، علاقائی اور رنگ و نسل جیسے بے شمار اختلافات ہیں۔ ہر ایک اپنے مذہب اور اپنی جماعت اور ہر فرد اپنی رائے کو سب سے بہتر مانتا، جانتا اور بتاتا ہے۔ یہ پوری دنیا ہی اختلافات کا مجموعہ ہے۔ اگر پوری دنیا کسی بات پر متفق ہے تو وہ صرف ایک چیز ہے "موت"۔ موت کے سلسلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ ہر ایک یہ جانتا اور مانتا ہے کہ موت برحق ہے۔ ہر حال میں ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ البتہ اس میں ضرور اختلاف ہے کہ کونسی زندگی کامیاب ہے اور کس زندگی کو گزارنے کے بعد آنے والی موت کو ایک کامران موت کا نام دیا جائے۔ کسی کا نظریہ ٹھہرا کہ دنیا میں بے شمار دولت کما کر اپنے وارثوں کو پر تعیش زندگی کا سامان فراہم کر کے موت کو گلے لگانے والا ایک کامیاب انسان اور ایک کامران موت کا مالک ہے۔ کسی نے یہ فلسفہ پیش کیا کہ دنیا میں بڑی بڑی عمارتیں بنا کر دنیا والوں کو تحفہ دے کر اس دنیا سے جانے والے کو کامیاب زندگی کا مالک اور ایک کامران موت کو گلے لگانے والا شخص قرار دیا جائے تاکہ اس کی بنائی ہوئی عمارتوں کو دیکھ کر لوگ اسے یاد رکھ سکیں۔ کسی نے یہ فکر پیش کی کہ بڑے سے بڑے عہدے پر فائز رہ کر زندگی گزارنے والے شخص کو کامیابی کی سند عطا کی جائے۔ غرض کہ کامیاب زندگی اور کامران موت کو انسانوں نے مختلف زاویے اور مختلف اینگلز سے دیکھا۔ لیکن اسلامی فکر ان تمام مذکورہ فکروں اور نظریات کو باطل قرار دیتے ہوئے کامیاب زندگی اور کامران موت کے سلسلہ میں ایک بے مثال نظریہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسلام اس شخص کو کامیاب زندگی گزارنے والا اور کامران موت

پانے والا بتاتا ہے کہ جس نے اپنا مقصد حیات صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے ،آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنایت کردہ اصولوں پر گامزن رہنے اور اللہ ورسول کی اطاعت وفرمابرداری کرنے کو بنایا ہے۔اس نے اپنی پوری زندگی محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی حیات مبارکہ کو جاننے ،ان کے عطا کردہ شعبہ ہائے زندگی کو اپنانے ،ان کے نافذ کردہ احکام کو ماننے ،انہیں احکام کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے اور اپنی دینی و دنیوی زندگی گزارنے میں کسی غیر مذہب اور بدمذہب کے اصولوں اور تعلیمات سے اعراض ،روگردانی اور کوئی لگاؤ نہ رکھنے میں گزاری ہو۔ایسی زندگی گزار کر جب کوئی مخلص ،وفا شعار اور عشق رسول میں سرشار شخص اس دنیا سے جاتا ہے تو بلاشبہ اہل اسلام اس کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ یہ شخص دنیا سے سچا مسلمان بن کر گیا ہے۔اسی صحیح اسلامی فکر اور حق نظریہ کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی جامعیت اور عمدگی کے ساتھ اپنے اس شعر میں یوں بیان فرمایا ہے کہ۔

انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد! میں دنیا سے مسلمان گیا

ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے مذکورہ اوصاف پر مشتمل کامیاب حیات و زندگی گزارنے کے بعد کامران موت ملنے کے سلسلہ میں امام احمد رضا قدس سرہ یوں دعا فرماتے ہیں کہ۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

بلکہ اس کے لیے مزید ترقی کی دعا فرماتے ہوئے یہ تمنا کرتے ہیں کہ ایک عاشق رسول ،ایک وفا شعار امتی اور ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان جب اس دنیا سے جائے تو اس کی شان یہ ہو کہ۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

علامہ حنیف رضوی کی کامیاب زندگی اور کامراں موت:

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی نے جس انداز میں اپنی زندگی گزاری، جس مخلصانہ طریقے سے انہوں نے دین و مذہب کی خدمات انجام دیں۔جس وفا شعاری کے ساتھ انہوں نے مذہب حق مذہب اہل سنت

اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کے فرائض انجام دیئے۔ جس خلوص و محبت کے ساتھ انہوں نے کفر وارتداد کی آلودگیوں میں آلودہ خطوں کے اندر تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عظمت اولیاء کی کامیاب تحریک چلائی۔ جس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ انہوں نے عشق رسول اور محبت رسول کے پیغام کو عام سے عام تر فرمایا اسے دیکھ کر یہ بخوبی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی حیات مستعار بلاشبہ ایک کامیاب زندگی تھی اور اس دنیا سے جب وہ آخرت کے سفر پر نکلے تو ایک کامران موت کو گلے لگا کر انہوں نے اس سفر کی مسافرت اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ دنیا میں رہے تو دیندار لوگ انہیں اپنا قائد و رہنما تسلیم کرتے رہے اور جب وہ اس دنیا سے گئے تو اہل محبت کی دنیا سے یہ آوازیں بلند ہونے لگیں کہ وہ دیکھو! وہ طیب وطاہر بن کر اس جہان فانی سے دار قرار کی طرف جا رہے ہیں۔ ہماری عقیدت یہ کہتی ہے کہ ان شاء اللہ اس دار قرار میں بھی یہ دھوم ضرور مچی ہوگی کہ انہیں ایک اور مومنِ صالح مل گیا۔

مرکز اہل سنت میں سانحہ ارتحال کی خبر: ۶ ر ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ کے دن کا سورج غروب ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ ۵ ر جنوری ۲۰۱۷ء کی شمسی تاریخ تھی۔ ماریشس سے تشریف لائے ہوئے عالیجناب محترم الحاج نوشاد علی جواتا، ان کے بیٹے محترم محمد ارشد علی جواتا اور فقیر راقم الحروف محمد سلیم بریلوی حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ماریشس کے دینی اور مسلکی حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے تقریباً ۱۰ ر بجے تھے کہ اچانک میرے موبائل پر شہزادۂ علامہ ابراہیم خوشتر محترم المقام عالیجناب الحاج الشاہ محمد خوشتر صدیقی مدظلہ کا ایک میسیج آیا۔ میسیج کی پہلی ہی لائن پڑھی تھی کہ ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ باتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضور صاحب سجادہ اور بھائی نوشاد علی جواتا بہت غور سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے موبائل حضور صاحب سجادہ مدظلہ کی طرف بڑھا دیا۔ آپ نے جیسے ہی میسیج پڑھا آپ کے چہرے پر پژمردگی طاری ہوگئی۔ آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ زبان پر کلمۂ ترجیع اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جاری ہوگیا۔ آپ کے کلمۂ ترجیع کو سن کر ہمیں بھی کلمۂ ترجیع پڑھنے کا ہوش آیا۔ بہت دیر تک محفل پر سنّاٹا طاری رہا آخر کار غم واندوہ اور حزن وملال میں ڈوبے لب ولہجے میں حضور صاحب سجادہ نے یوں گفتگو شروع کی کہ "بہت محبت کرنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ اکثر وبیشتر مجھے فون کیا کرتے تھے۔ مجھ سے بہت الفت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بریلی شریف آئے تو میرے ہی غریب خانے پر ان کا قیام رہا۔ علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے عرس میں جب ملاقات ہوئی تب بھی بے پناہ اظہار محبت فرماتے رہے۔ منظر اسلام کا بے پناہ خیال رکھتے تھے۔ احباب کو بھی منظر اسلام کی طرف متوجہ کرتے ۔حالیہ سالوں میں منظر اسلام کے تعلیمی نظام کے تعلق سے جب بھی وہ برطانیہ کی سرزمین پر کسی اہل علم کو رطب اللسان دیکھتے

تو یہاں فون کر کے اس کی اطلاع ضرور دیتے۔ بے پناہ خوشیوں کا اظہار فرماتے۔ منظر اسلام کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتے۔ ان کی گفتگو سے ایسا لگتا کہ ان کا جسم تو برطانیہ میں ہے مگر جان منظر اسلام میں ہے"۔

میں یہ سب سنتا رہا۔ آج ہی کی بات نہیں بلکہ بارہا حضرت صاحب سجادہ مدظلہ کی زبان سے آپ کا ذکر سنتا رہتا ۔ میری ان سے کبھی ملاقات تو نہیں تھی نہ ہی میں نے ان کی زیارت کی تھی مگر کسی شخصیت کا انسان جب بارہا ذکر سنتا ہے تو ذہن میں فطری طور پر اس کا ایک سراپا تیار ہو جاتا ہے۔ جن خوبیوں کا وہ ذکر سنتا ہے انہیں خوبیوں سے آراستہ ایک ھیولا ذہن میں بن جاتا ہے۔ ذہنی رَو ایسی شخصیت کے ذکر کردہ اوصاف کو سن کر تخیلات کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے اتنے دور دراز کے سفر پر نکل جاتی ہے کہ جہاں پہنچ کر اپنے حسی اور حقیقی احوال وکیفیات سے بیگانہ ہو کر گویا کہ اس شخصیت کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے ہو۔ اس کی خیالی مجلس سے مستفیض ہوتی ہو۔ تقریباً یہی حال راقم الحروف کا بھی تھا کہ اچانک علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے بڑے شہزادے اور خانقاہ خوشتریہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد مسعود اظہر خوشتر صدیقی مدظلہ کا فون آیا۔ برجستہ سلام ودعا کے بعد ارشاد فرمایا:" ہمارے بہت مخلص اور سنیوں کے قائد ورہنما اور سرپرست حضرت مولانا حنیف رضوی صاحب انتقال فرما گئے"۔ میں نے برملا دریافت کیا کہ کیا موصوف علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر مشتمل کوئی تحریری مواد دستیاب ہو سکتا ہے؟ حضرت نے کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہاں! میرے پاس ایک انگریزی تحریر ہے جس میں ان کے کچھ حالات زندگی تحریر کئے گئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت کرم فرمائیں اور بذریعے وہاٹس ایپ ارسال فرمادیں۔ حضرت نے اپنے لخت جگر حضرت مولانا محمد سعد خوشتر مدظلہ کے ذریعہ دو صفحات پر مشتمل یہ تحریر بھجوادی۔ میں یہ تحریر پڑھتا رہا اور حضرت مولانا محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ کی حیات مستعار کے گوشوں پر مشتمل خلوص وللہیت سے آراستہ ان کی وادیٔ حیات کی سیر کرتا پہنچ گیا صوبہ راجستھان کے تاریخی شہر چتوڑ گڑھ کے قریب واقع پرتاپ گڑھ کے مضافات میں۔ پردۂ ذہن پر ۱۹۴۴ء کی ۵/ جنوری کا وہ دن گردش کرنے لگا کہ جس میں ایک دیندار گھرانہ ہے، ایک عفت مآب اور دیندار ماں کا آنچل ہے۔ عبدالقادر نامی ایک حافظ قرآن کا مشفقانہ اور گھنیرا سایہ ہے۔ حافظ جی کا یہ گھرانہ دینداری کے روشن ومنور نقوش سے آراستہ ہے اور آج اسی دیندار اور مذہبی گھرانے میں ایک ایسے بچے نے جنم لیا ہے کہ جس سے قدرت کو مذہب ومسلک اور دینی علوم وفنون کی تاریخ ساز خدمات کی انجام دہی کا کام لینا ہے۔ والدین کی محبت وشفقت کے زیر سایہ یہ بچہ دینی تعلیم حاصل کرتے کرتے اپنے بچپن کا سفر طے کرتا ہے۔ پھر منظر نامہ بدلتا ہے ۱۹۵۶ء کا منظر پردۂ ذہن پر نمودار ہوتا ہے جس میں حافظ عبدالقادر کا یہ بچہ

بھوپال کی تاج المساجد میں چلنے والی حفظ و تجوید کی درسگاہ میں شب و روز محنت کر کے اپنے سر پر حفظ قرآن کا تاج زرّیں سجا کر میدان محشر میں اپنے والد گرامی کے سر پر اعزاز و اکرام کے مقدس و بابرکت تاج کو سجانے کا راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو کر اب یہ کمسن بچہ جواں حوصلہ لے کر علوم و فنون کے اُفق پر کمندیں ڈالنے کے عزم سے مزین ہو کر پہنچ جاتا ہے جماعت اہل سنت کے اس جلیل القدر عالم دین کی بارگاہ میں کہ جسے دنیا مفتی اعظم سنبھل حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اجمل علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے۔ ۴ر سال تک حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اجمل علیہ الرحمہ کے مکتبی فیضان سے مالا مال ہو کر اور انہیں کے حسب منشا اور حسب حکم پہنچ جاتا ہے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں۔ منظر نامہ بدلتا ہے ۔اب پردۂ ذہن پر ۱۹۵۹ء کا منظر ہے۔ ”اسلام کے منظر“ منظر اسلام کے در و دیوار ہیں۔ یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے یہ وہی در و دیوار ہیں کہ جن کے ہر ہر حصے سے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں، سیدی سرکار حجۃ الاسلام، سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور سیدی سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلوص و للّٰہیت کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔ سرکار مفسر اعظم ہند کی درسگاہ علم و فن ہے۔ سرزمین راجستھان پر جنم لینے والا یہ بچہ اب ۱۹۴۴ء سے ۱۹۵۹ء کا کافی سفر طے کر چکا ہے۔ نوجوانی میں قدم رکھ رہا ہے۔ پُر خلوص اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا ایک حسین و جمیل ماحول اسے اپنی زندگی سنوارنے کا بھرپور موقع عطا کر رہا ہے۔ اچانک سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کیمیا ساز اس بچے کو اپنے زاویۂ نگاہ کے دائرے میں مقید کر لیتی ہے۔ دور بیں نگاہوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ بچہ ہونہار ہوگا۔ مکتب کے فیضان کے ساتھ ساتھ نگاہ کی کرامت سے بھی اس نوجوان کو دعوت و تبلیغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کرنے والی عظیم خوبیوں کے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ آخر کار یہ نوجوان چار سال تک مکتب کے فیضان کے ساتھ سرکار مفسر اعظم ہند کی نگاہوں کی کرامتوں کے جاموں سے اپنے آپ کو سرفراز کرنے کے بعد ۱۹۶۳ء میں جلیل القدر علماء و مشائخ کے ہاتھوں جبہ و دستار سے نوازا گیا۔

مسلکی خدمات:

آج جماعت اہل سنت سے وابستہ اکثر علماء، مشائخ اور عوام و خواص کے بے راہ روی پر مشتمل جو حالات ہیں انہیں دیکھ کر یہ یقین ہی نہیں ہوتا کہ یہ جماعت ابھی بھی اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج جماعت اہل سنت جو اپنا حقیقی اور حسی وجود رکھتی ہے وہ صرف اور صرف اپنی حقانیت کی بنیاد پر ورنہ انتشار و افتراق، تضلیل و تفسیق، اختلاف و عناد

،بغض و حسد، حرص و ہوس، عداوت و دشمنی، سب و شتم، برائی و چغل خوری اور آپس میں دست و گریباں ہونے کا جو بازار گرم ہے اسے دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ یہ جماعت اور اس جماعت کی رعنایاں چند سالوں ہی کی محتاج ہیں مگر یہ جماعت اہل سنت کی حقانیت، ہمارے اسلاف کرام کی مخلصانہ جدو جہد اور باعمل علمائے اہل سنت کی شب و روز پر مشتمل انتھک کوششوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ الحمدللہ! آج بھی پوری دنیا میں جماعت اہل سنت ہی غالب اور اکثریت میں ہے۔ ہر دور میں اس جماعت کو کچھ ایسے مخلص اور وفاشعار افراد میسر ہوتے رہے ہیں کہ جنہوں نے دنیاوی ہنگاموں سے دور و نُفور رہ کر اپنی زندگی کو جماعت اہل سنت کے عروج وارتقاء اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ ایسے ہی مخلص افراد میں سے ایک ذات مولانا محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ ان کے اندر یہ جذبۂ ایثار اور یہ حوصلۂ خلوص اگر کسی ذات نے پیدا کیا ہے تو اس ذات کا نام ہے مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ۔ آپ کے اندر بھی یہ جذبۂ بے کراں تھا کہ جماعت اہل سنت کا فروغ کیسے ہو؟ مِسلک اعلیٰ حضرت کی نشر اشاعت کس طرح کی جائے؟ معمولات اہل سنت کا تحفظ کیسے کیا جائے؟ عقائد اہل سنت کی پاسبانی کس انداز میں کی جائے؟ اسی کے لیے وہ سرگرداں رہتے۔ مسلک و مذہب کے تئیں سرکار مفسر اعظم ہند کے اس مخلصانہ جذبے سے ان کے یہ چہیتے شاگرد بخوبی واقف تھے۔ الولد سر لابیہ کے اصول کی جلوہ سامانیوں کو قبول کرنے کا مادۂ انفعال موجود تھا۔ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی بے مثال حاصل کی اس پر مستزاد یہ کہ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرامت وولایت سے بھی بھر پور حصہ حاصل ہوا۔ سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روحانی اکتساب فیض یوں حاصل ہوا کہ اس مقدس اور بافیض ذات کے دست مبارک پر اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا۔ مرید ہو کر ایسے مرشد کی نگاہ ولایت حاصل ہوئی کہ جن کی نگاہوں کی تاثیر پل بھر میں ہزاروں کی تقدیر بدل ڈالتی ہے۔ منظر نامہ بدلتا ہے۔ پردۂ ذہن پر ۱۹۶۳ء کا وہ منظر نمودار ہوتا ہے جب منظر اسلام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کرنے کی غرض سے ہندوستان کے مختلف حصوں کی سیر پر نکلتے ہیں۔ کبھی اِندور میں تو کبھی ناگدا ضلع رتلام میں۔ کبھی بھاؤنگر میں تو کبھی چھوٹا اُدے پور کی جامع مسجد میں۔ ۱۹۷۱ء تک مذکورہ مقامات پر تبلیغ دین اور فروغ مسلک کی خدمات کو انجام دینے کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء کو یورپ کی سرزمین پر پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے پرسٹن کی رضا مسجد میں دینی خدمات انجام دیتے ہیں پھر بولٹن کی سرزمین پر اس مقدس گھر کی بنیاد رکھتے ہیں جسے دنیا میں مسجد اور اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ بولٹن کی

سرزمین پر اہل سنت کی اب تک کوئی مسجد نہ تھی یہاں پر ایک مسجد کی بنیاد رکھ کر اسی کو فروغ اہل سنت کے لیے ہیڈ کوائٹر بنا تے ہیں۔

۱۹۷۲ء سے لے کر ۲۰۱۶ء تک برطانیہ کی سرزمین ہی پر مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام عام کرتے رہے۔ سنیت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ لوگوں کو اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے روشناس کراتے رہے۔ اس گھما گھمی میں انہوں نے کبھی بھی منظر اسلام کو فراموش نہیں کیا۔ برابر مادرِ علمی، اپنے پیر خانے اور اپنے مرکز سے رشتہ مضبوط سے مضبوط تر بنائے رکھا۔ جب بھی مرکز میں ہونے والی کسی بھی علمی اور مسلکی سرگرمی میں حصے لینے کے لیے انہیں پکارا گیا۔ فوراً انہوں نے لبیک کہا۔ چنانچہ ۲۰۱۰ء کی بات ہے کہ جب حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے پچاس سال پورے ہونے پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جشن زرّیں نمبر نکالنے کا ارادہ فرمایا تو ہم لوگوں نے آپ کے لیے بھی ایک عنوان منتخب کیا۔ وہ عنوان تھا "ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء اور اس کے اسباب و عوامل"۔ یہ گراں قدر عنوان ان کے لیے اس لیے منتخب کیا گیا تھا کہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے اجراء کے وقت آپ مرکز اہل سنت بریلی شریف تشریف لا چکے تھے۔ چونکہ ۱۹۶۰ء میں سیدی سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ماہنامہ کا اجراء فرمایا تھا اور مولانا محمد حنیف رضوی صاحب سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہیتے شاگرد تھے اس لیے خیال یہ ہوا کہ اس کے اجراء کے اسباب و عوامل سے یہ بخوبی واقفیت رکھتے ہونگے۔ موصوف علیہ الرحمہ نے بھی ہمیں مایوس نہ کیا اور نقاہت و کمزوری نیز شب و روز کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ایک گراں قدر تحریر ارسال فرمائی جو مندرجہ ذیل ہے:

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء اور اس کے اسباب و عوامل:

دین و اسلام کی خدمت اور نشر و اشاعت کے مختلف ذرائع ہیں ان میں وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف، اشاعت کتب دینیہ اور رسائل و اخبارات نیز ماہناموں کا اجراء وغیرہ شامل ہیں۔ اسی لیے ہمارے اسلاف نے ہر دور اور ہر عصر میں مندرجہ بالا ذرائع میں سے کسی نہ کسی ذریعے سے دین اسلام کی نشر و اشاعت کی ہے۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

میرا عنوان ہے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء اور اس کے اسباب و عوامل۔

اصل میں ناچیز جب ۱۹۵۹ء میں بریلی شریف دار العلوم منظر اسلام میں داخلے کے لیے پہنچا تو حضرت استاذی الکریم مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خان قدس سرہ العزیز کی پرکشش شخصیت کا اسیر ہو گیا۔ اور حضرت نے اتنا نوازا کہ آج جب ان نوازشات کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ جب یہ عظیم جریدہ اور ماہنامہ نکلنے والا تھا۔ اس وقت یہ ناچیز حضرت ہی کے در کی غلامی کر رہا تھا۔

حضرت جب ہندوستان کے سنی مسلمانوں کے احوال پر نظر فرماتے تو کافی متفکر ہوتے کہ ان مسلمان بھائیوں کے عقیدے میں پختگی اور استحکام کس طرح پیدا کیا جائے نیز ان کے اخلاق و کردار کو اسلام کے دائرہ میں کس طرح سنوارا جائے اور فکر رضا گھر گھر کس طرح پہونچے نیز لوگوں کا مرکز سے کس طرح رابطہ مضبوط ہو تو آپ نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اللہ عزوجل پر توکل کر کے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے اجراء کا فیصلہ فرمایا اور جمادی الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۰ء میں اس کا پہلا شمارہ آستانہ اعلیٰ حضرت مرکز اہل سنت سے جاری ہوا۔ اس ماہنامہ کے اجراء کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ دار العلوم منظر اسلام کی خدمات سے اس کے معاونین باخبر ہوں تا کہ ادارے کا مزید تعاون کرنے کا جذبہ اور تیز ہو۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اہل سنت میں لکھنے پڑھنے کا ذوق بیدار ہو۔ مختلف عناوین پر مضامین شائع ہوں جن سے لوگوں میں دینی بیداری پیدا ہو۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ سنی مسلمانوں کو عالم اسلام میں مختلف خطوں میں ہونے والی اہل سنت کی سرگرمیوں کا پتہ چلے۔ چوتھا بنیادی اور اہم سبب یہ تھا کہ لوگ فکر رضا جو فکر اسلاف کا خلاصہ ہے، اس سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ اپنے آپ کو اسی فکر میں ڈھالیں۔ پانچواں سبب یہ تھا کہ باطل فرقوں کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کا تحریر میں مسکت و مدلل جواب دیا جائے۔

چنانچہ آج تقریباً پچاس سال ہو رہے ہیں یہ رسالہ اپنے مقاصد اور اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے اور روز بروز ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اس موقع پر حضرت علامہ سبحان رضا خان مدظلہ العالی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس ماہنامہ کو اسلاف کی روایات کے مطابق زندہ رکھا ہے اگر عصر جدید کے عظیم ذرائع ابلاغ انٹرنیٹ پر بھی یہ اردو، انگریزی میں جاری ہو جائے تو اس کی افادیت کی خوشبو اکناف عالم میں پھیل جائے گی۔ اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس ماہنامے کو خوب ترقی عطا کرے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد حنیف الرضوی

بولٹن (یو، کے)

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جشن زریں نمبر صفحہ ۱۲)

یہ تھی وہ گراں قدر تحریر جس میں انہوں نے انتہائی اختصار و جامعیت کے ساتھ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء اور اس کے اسباب و عوامل پر روشنی ڈالی ہے۔ سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن اسباب و عوامل اور جن اہداف و مقاصد کے لیے اس ماہنامہ کا اجراء فرمایا تھا انہیں اہداف و مقاصد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مولانا محمد حنیف رضوی علیہ الرحمہ نے انہیں خطوط پر مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دے کر اس دنیا سے سفر آخرت اختیار فرمایا۔

چونکہ حضور صاحب سجادہ مدظلہ سے موصوف علیہ الرحمہ بے پناہ محبت رکھتے تھے اس لیے آپ کے انتقال پُر ملال کی خبر سن کر حضرت صاحب سجادہ نے ایک تعزیتی تحریر ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے سرِورق کی پُشت پر شائع کرائی جو مندرجہ ذیل ہے:

آہ! منظر اسلام کے ایک مایۂ ناز فرزند اور اہم خیر خواہ

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی، (بولٹن انگلینڈ) نہ رہے

مؤرخہ ۶/ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ /۵/ جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعرات ہندوستانی وقت کے مطابق رات کو بعد نماز عشاء تقریباً ۹/ بجکر ۴۵/ منٹ پر منظر اسلام کے مایۂ ناز فرزند اور اہم خیر خواہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی) بولٹن ، انگلینڈ) مکۃ المکرمہ میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی جامعہ رضویہ منظر اسلام سے تعلیم یافتہ اور میرے دادا سرکار مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک متحرک و فعال مبلغ ہونے کے ساتھ جماعت اہل سنت کے ایک جلیل القدر عالم بھی تھے۔ عرصۂ دراز سے بولٹن انگلینڈ کی سرزمین پر مذہب و مسلک کی قابل قدر خدمات انجام دے رہے تھے۔ منظر اسلام میں اپنا تعلیمی سفر پورا کرنے اور یہاں سے تشریف لے جانے کے بعد بھی وہ منظر اسلام کو کبھی نہ بھولے۔ حتی الوسع اس کے تعلیمی نظام کے عروج وارتقا کے لیے اپنا گراں قدر تعاون پیش فرماتے۔ مجھ فقیر قادری سے انہیں قلبی لگاؤ تھا۔ اکثر فون پر خیر و خیریت دریافت فرماتے، مزاج پُرسی کرتے، خانقاہ رضویہ، مرکز اہل سنت اور منظر اسلام کے حالات معلوم کرتے۔ دعاؤں سے نوازتے۔ اہم اور مفید

مشورے دیتے۔انتقال سے ایک ہفتہ قبل وہ زیارت حرمین طیبین کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے۔اس مقدس سفر پر نکلنے سے پہلے اہل محبت کی جانب سے بولٹن کی مسجد میں منعقد اپنی الوداعیہ تقریر میں دوران خطاب آپ نے اشک بھرے لہجے میں اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ اے کاش! میں اس مقدس سرزمین سے کبھی واپس نہ لوٹوں!!! اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والثنا کے صدقے وطفیل ان کی اس آرزو کو پورا فرمایا۔ مؤرخہ ۶ر جنوری بعد نماز جمعہ حرم شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔اسی مقدس سرزمین پر آپ کی تدفین بھی عمل میں آئی۔مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں آپ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی ہوئی، تعزیتی محفل کا انعقاد ہوا اور اجتماعی طور پر آپ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعائیں کی گئیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے وطفیل آپ کی قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔اہل خانہ متعلقین اور جملہ اہل محبت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہ

خانقاہ عالیہ رضویہ رضا نگر سوداگران بریلی شریف

عالی جناب محمد احمد رضا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند دنوں قبل حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ بانی ومہتمم دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات کے ذریعہ یہ اندوہناک اطلاع موصول ہوئی کہ اہل سنت وجماعت کی عظیم شخصیت مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب قبلہ رضوی مقیم بولٹن کا مکہ شریف میں انتقال ہوگیا، آپ کا وصال یقیناً اہل سنت وجماعت کے لیے کسی حادثہ سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ قوم کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، ہم سب آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں، اور حضرت والا مرتبت نیز اسی طرح حضرت مولانا محمد حنیف صاحب قبلہ کے جواں سال شہزادے مولانا محمد منیف رضا کے ایصال ثواب کے لیے دارالعلوم انوار رضا نوساری گجرات (بنین وبنات) میں ایک تعزیتی محفل کا انعقاد کیا گیا جس میں ۱۱ر قرآن شریف، ۱ر لاکھ پچیس ہزار کلمہ شریف، ۱ر لاکھ پچیس ہزار آیت کریمہ، نیز یٰس شریف وغیرہ کا ایصال ثواب کیا گیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات

بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور آپ سبھی کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقط سرفراز احمد ازہری (پرنسپل) دار العلوم انوار رضا نوساری گجرات ۱۵ر جنوری، بروز اتوار

....

علامہ محمد حنیف رضوی (یو۔کے) کی رحلت:

راقم غلام مصطفی رضوی بغداد مقدس میں حاضر تھا کہ علامہ محمد ارشد مصباحی صاحب (یو۔کے) نے یہ روح فرسا خبر دی کہ حضرت مولانا محمد حنیف رضوی صاحب مکہ معظمہ میں رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہر مبارک مکہ معظمہ میں دو گز زمین بھر مدفن ملنا نصیب وسعادت کی بات ہے۔ مولانا موصوف اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ تعلق ہندوستان سے تھا لیکن خدمت دین وسنیت کا جذبہ مغرب (انگلینڈ) لے گیا۔

خلوص کے ساتھ کام کیا اور کامیاب زندگی گزاری۔ اپنے نقوش جمیل سے بڑے علاقے کو متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مقبولیت سے نوازا جس کے معترف (یو۔کے) میں اقامت پذیر اہلسنت ہیں۔ مالیگاؤں کی مالیگ فیملی سے دیرینہ مراسم و تعلقات تھے۔ راقم نے بغداد مقدس میں ایصال ثواب کیا۔ مالیگاؤں کے احباب اہلسنت نے بھی ثواب کی ترسیل کی اور آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

رپورٹ: نوری مشن مالیگاؤں

....

لائیں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہیں جسے

مولانا محمد قمر رضا بریلوی

خطیب سنی رضوی عیدگاہ شریف پورٹ لوئس مورشس

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھودئے

ڈھونڈا تھا جن کو آسمان نے خاک چھان کر

اس عالم فانی میں ہر روز نہ جانے کتنے نفوس عالم عدم سے عالم وجود میں آتے ہیں اور نہ جانے کتنے عالم وجود سے عالم جاوداں کی جانب کوچ کر جاتے ہیں۔ آنے والوں کے لئے دنیا شادیانے بجاتی ہے اور جانے والوں پر غم کے آنسو بہا کر بھول جاتی ہے۔ لیکن اسی دار فانی میں کچھ ایسے نفوس قدسیہ بھی آتے ہیں جو اپنی زندگی میں بھی لوگوں کی پلکوں پر بیٹھتے ہیں اور اس جہاں سے کوچ کرنے کے بعد بھی لوگ ان کو بھلا نہیں پاتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ان کی یادوں کے چراغ کو اپنے خانۂ دل میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی نفوس قدسیہ اور بابرکات جماعت میں سے ایک ذات تھی عالم ربانی، مفکر اسلام، مجاہد اہلسنت، ترجمان فکر رضا حضرت علامہ الشاہ محمد حنیف رضوی قادری نور اللہ مرقدہ کی۔ جنہوں نے اپنی آنکھیں خواجہ کے ہندوستان اور خواجہ کی ریاست راجستھان کے ضلع پرتاپ گڑھ میں ۵ جنوری ۱۹۴۴ء کو کھولیں اور جب آنکھوں کو بند کرنے کی باری آئی تب بھی ۵ جنوری تھی (۲۰۱۷) لیکن اس بار جگہ وہ تھی جس کو اللہ رب العزت نے امن وامان والا قرار دیا ہے یعنی مکۃ المکرمہ میں آپ نے اپنی زندگی کی آخری سانس لی۔

آپ ایک جید عالم وفاضل، دینی افکار ونظریات کے حامل اور بزرگوں کے صفات عفو ودرگزر کے مالک تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خدمتِ دین متین، فروغ عشق مصطفی ﷺ اور اشاعت فکر رضا میں گزرا۔ آپ کی پوری زندگی دینی تعلیم وتعلم سے عبارت تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حافظ عبد القادر سے حاصل کی اور پھر حفظ قرآن اور تجوید وقرأت کی تکمیل دار العلوم تاج المساجد بھوپال مدھیہ پریش (انڈیا) سے ۱۹۵۶ء میں کی۔ بعد ازاں درس نظامی کے حصول کے لئے معروف عالم وفاضل، مجاہد اہلسنت، مفتی اعظم سنبھل حضرت علامہ مفتی محمد اجمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہونچے۔ جہاں آپ نے دار العلوم اجمل العلوم میں ابتدائی کتب کو نہایت ہی ذوق وشوق اور عرق ریزی کے ساتھ پڑھا۔ شاہ صاحب نے آپ کے دل بیقرار میں حصول علم دین کی تڑپ کو ملاحظہ فرمایا اور پھر علوم عقلیہ ونقلیہ کے حصول کے لئے مرکز علم وفن مرکز اہلسنت سید ی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے اپنے استاد محترم کے اس حکم پر لبیک کہا اور ۱۹۶۰ء میں عشق ووفا اور پیار ومحبت کے شہر بریلی شریف پہونچے۔ جہاں آپ کو نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ حضور حجۃ الاسلام مفسر اعظم حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں رحمۃ الہ علیہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذتہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے بارگاہ رضا میں رہکر بے انتہا محنت ولگن کے ساتھ قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر، معانی وکلام وغیرہ علوم دینیہ وعصریہ کو حاصل کیا۔ پھر وہ مبارک دن بھی آیا کہ جب وقت کے

جلیل القدر علمائے کرام کی موجودگی میں گنبد رضا کی چھاؤں میں علماء و مشائخ کے نورانی ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار علم و فضل کا تاج رکھا گیا۔ اس طرح ۱۹۶۳ء میں آپ نے علوم نبویہ سے فراغت پائی۔ آپ کو بارگاہ رضا سے علم و ادب کی صورت میں جو فیض ملا تھا پھر اس کی ترویج و اشاعت یعنی تبلیغ دین متین کے لئے ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے مدارس و مساجد میں خدمات انجام دیں۔ فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ صوبہ مدھ پردیش کے صنعتی شہر اندور میں جامع مسجد میں خطیب و امام کی حیثیت سے رہے اور وہاں خدمت دین و مسلک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اس کے بعد ناگدہ ضلع رتلام میں خطیب و امام رہے پھر بھاؤ نگر میں درس حدیث کے لئے بحیثیت مدرس رہے اور لوگوں کو ارشادات نبوی سے مالا مال فرمایا۔ ۱۹۶۶ء میں چھوٹا ادے پور کی جامع مسجد میں مدرس، امام و خطیب کی ذمہ داری انجام دیں۔ اس طرح مختلف مقامات پر جاجا کر دین متین، فروغ عشق مصطفی ﷺ، مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دیتے رہے۔

علامہ حنیف رضوی نور اللہ مرقدہ ۱۹۷۲ء میں برطانیہ پہونچے۔ رضا مسجد پرسٹن (برطانیہ) میں آپ امام و خطیب کی حیثیت سے رہے پھر برطانیہ کے ہی شہر بولٹن تشریف لے گئے اس وقت بولٹن کی سرزمین پر کوئی بھی ایک ایسی جگہ نہیں تھی کہ جس کو عقائد کے تحفظ کی جگہ سمجھ کر اللہ کے بندے اپنے خالق و مالک کے حضور عاجزی وانکساری کے ساتھ جمع ہو کر سجدہ کر سکیں۔ بولٹن کی زمین پر سب سے پہلی جماعت اہلسنت کی مسجد کے قیام کا عظیم کام اللہ رب العزت نے آپ ہی کے ہاتھوں کروایا۔ آپ نے بولٹن میں رہکر پورے برطانیہ میں درس قرآن و حدیث کی محافل کا انعقاد کیا اور اس طرح دین مصطفی ﷺ و فکر رضا کی ترویج و اشاعت کی۔

علامہ حنیف رضوی کو خانوادۂ رضویہ سے بے حد محبت تھی۔ اور آپ کو وہ فخر بھی حاصل رہا جس کی تمنا وقت کے جید علمائے کرام نے کی ہے یعنی آپ متقی اعظم شبیہ غوث اعظم شہزادۂ مجدد اعظم مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمۃ الرضوان کے دست حق پر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ نوریہ میں سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضور مفتی اعظم کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ حضور مفتی اعظم کے چہیتے خلیفہ جن کو حضور مفتی اعظم نے اپنی خلافت سے نوازتے وقت ''ولدی العزیز'' کا مژدہ جانفزا سنایا تھا یعنی مبلغ اسلام مرید حضور حجۃ الاسلام خلیفۂ مفتی اعظم حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ (سال وصال ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء مزار پاک پورٹ لوئس، ماریشش) (جہاں فقیر راقم الحروف خدمات دینیہ انجام دے

رہا ہے)ان سے بھی بے حد محبت فرماتے تھے علامہ خوشتر چونکہ برطانیہ میں تبلیغ دین کے لئے جاتے رہتے تھے جب بھی یہ دونوں بزرگ ہستیاں ملتیں دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں چہرے نور علی نور ہو جاتے، اسلاف کرام کی یاد دلاتے۔

آپ نے عیسوی سال نو کی آمد کے موقع پر زیارت حرمین طیبین کا ارداہ فرمایا تھا جب جانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے احباب سے ملاقات کی اور فرمایا کہ یہ میری آپ لوگوں سے آخری ملاقات ہے پھر حرمین شریفین کی مقدس سرزمین پر پہونچے۔پہلے آپ دیار حبیب خدا روضۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور دل میں عشق مصطفیٰ کے جلنے والے چراغ کو مزید روشن مزین کیا بعدہ امن وامان والے مقدس شہر مکۃ المکرمہ پہونچے۔اور طواف کعبہ کر کے غلاف کعبہ کو چوم چوم کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائی اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔پھر ۵/ جنوری ۲۰۱۷ء کا وہ دن آیا جب کہ آسمان کا سورج غروب ہو رہا تھا فضاؤں میں اللہ کی کبریائی کی صدائیں گونج رہی تھی دوران اذان مغرب آسمانِ علم وادب کا یہ ماہتاب بھی غروب ہو گیا۔اللہ رب العزت مغفرت فرمائے۔جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔درجات کو بلند فرمائے۔آمین

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید حیات

فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

....

حضرت علامہ حنیف مسلک اعلیٰ حضرت کے بڑے ہمدرد تھے

مؤرخہ ۵/۱/۲۰۱۷ بروز پنج شنبہ بوقت ۲۱:۴۱ مجھے بولٹن سے ایک درد بھرا میسج جناب حاجی ابراہیم جیوا کی طرف سے ملا کہ ابھی ابھی حضرت علامہ مولانا حنیف رضوی صاحب مکہ شریف میں انتقال کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خبر ملتے ہی دل رنج وغم سے بھر گیا کہ اہل سنت کے ایک جید عالم دین، مسلک اعلیٰ حضرت کے بہت بڑے ہمدرد دنیا سے چل بسے، ان کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔ اللہ عزوجل حضرت کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد حنیف رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کئی برسوں سے بولٹن U.K میں مقیم تھے اور بولٹن، پریسٹن، مانچسٹر اور دیگر شہروں میں اپنے بیانات اور جماعت رضائے مصطفی کے ذریعہ اہل سنت کی بہترین خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ نے عالمانہ وقار کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ صاحب استقامت بزرگ تھے۔ راقم کو بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔

کچھ سالوں پہلے آپ انڈیا تشریف لائے تھے اور عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے عالمی اجتماع میں شرکت فرماکر آپ نے خطاب بھی فرمایا تھا، حضرت کی رفاقت میں بھڑوچ سے ممبئی کا سفر، قیام اور وہاں سے واپسی کا اتفاق ہوا، اسی دوران مجھے آپ کے اخلاق حسنہ، عالمانہ وقار اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے لیے جذبات خیر سے لبریز دل اور فروغ اہل سنت کے لیے حساس فکر کا احساس ہوا۔ حقیر کی ٹوٹی پھوٹی خدمات کو دیکھ کر دل سے دعائیں دیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات سفر عمرہ کے دوران مکۃ المکرمہ میں اس شان سے ہوئی کہ مدینۃ النبی میں روضۂ اطہر کی زیارت کے بعد مکہ معظمہ آکر عمرہ ادا کیا اور واصل بحق ہو گئے۔ رب کریم آپ کے درجات بلند فرمائے۔

مختار المساجد عرف نورانی مسجد دیادرا ضلع بھڑوچ۔ نیز دارالعلوم برکات خواجہ آمود، دارالعلوم گلشن اجمیر بھڑوچ۔ دارالعلوم معین الاسلام تھام۔ دارالعلوم انوار رضا نوساری (گجرات) وغیرہ کئی مقامات پر ختم قرآن کی محافل کا اہتمام کیا گیا۔

شریک غم: پٹیل شبیر علی رضوی دیادروی (اڈیٹر: ماہنامہ برکات خواجہ گجرات)

....

منقبت در شان حضرت علامہ حنیف علیہ الرحمہ

حضرت علامہ قمرالزماں خاں صاحب قبلہ

سنیت کے ترجماں تھے حضرت علامہ حنیف　　اہل عرفاں کی زباں تھے حضرت علامہ حنیف

لے لیا ان کو حرم کی سرزمیں نے گود میں　　متحق وہ بے گماں تھے حضرت علامہ حنیف

مسجدوں کے بام و در بھی یاد رکھیں گے انہیں　　سرپرست و سائباں تھے حضرت علامہ حنیف

ان کے اخلاق کریمانہ کے سبب ہی معترف　　یعنی سب پہ مہرباں تھے حضرت علامہ حنیف

غ٦نو میں ذات ان کی منفرد بے مچل تھی　　پستیوں میں آسماں تھے حضرت علامہ حنیف

ذکروفکر رب میں گزرے ان کے سارے روزوشب　　سلف کا روشن نشاں تھے حضرت علامہ حنیف

قوم و ملت کی ترقی کے لیے تھے سجدہ ریز　　اور مصروف فغاں تھے حضرت علامہ حنیف

چہل سالہ تھی رفاقت آہ اب وہ چل دیے　　مشفق قمرالزماں تھے حضرت علامہ حنیف

Hazart Maulana Mohamed Hanif Abdul Kadir Razvi – Daily life of my grandfather

The beautiful sound of Fajr azaan would mark the beginning but also the end of my grandfather's day. The multiple synchronised radio transmitters would automatically receive the broadcast and play azaan for the whole house to be heard at the crack of dawn, before sunrise. During the azaan, my grandfather would close whatever Islamic book he would be reading, to listen to the azaan in all its glory; whether it be, the Quran or other Hadiths scriptures. He was always in search for more knowledge as he knew that there was an unlimited amount of information and that one can never know it all, but can only do their best to closely follow the true path of Islam.

After carefully placing the book upon the bookshelf, he would proceed to cleanse his body with the act of Wudhu and would complete the first prayer of the day. After Fajr, he would make himself a light snack accompanied with his various medication (Diabetes Injection, asthma inhaler, tablets), to be followed by a restless sleep which would last until around midday, where preparations would then be made for Zohar namaz. The nature of this sleeping pattern was brought on by his systemic ill health conditions and medication interfering with his body's natural circadian rhythm. Regardless of these limiting health conditions, he persevered throughout the night and always made best use of his time. Knowledge and Islam were the fundamentals of his life and his foundations were created with them in the centre.

His diabetic-induced glaucoma eventually became so severe that he was blind in one eye and his other eye was significantly impaired. He opted for the eye surgery but just before the operation, he spent all his time on re-learning the Quran as it would be in a freshly taught Hafiz; he refreshed his memory due to the fact that there was a risk of total blindness from his surgery. His dedication to Islam was incomprehensible. He always maintained the followings of a true Sunni path and would always advise people immediately if they are not following the correct teachings. After the glaucoma surgery, his driving licence was revoked, which left him dependant on drivers (family & friends) who would volunteer themselves to take him to where he wished. A majority of the time, this was either his sons (Ahmed, Mehmud) or grandsons (Kashif, Rehan,

Rizwan), other grandsons usually joined him (Farhan, Faizan, and Hassan) as well as close friends who volunteered respectively.

After praying Zohar namaz, he would eat a small lunch and meet friends or family that would come to visit or he would converse with other well-respected scholars – he didn't feel like he had time for recreational talk and always ensured that he taught people and to enlighten them with the correct way and methods that have been revealed. During this time, important discussions and plans were organised for the upcoming evening or even for the upcoming days! People would visit and ask for help, guidance and assistance in the way of life and the correct, peaceful way of solving any matters in hand. If there was ever a problem that needed rectifying, my grandfather would be the first person of contact with many people and the pacifier of many arguments.

Time would fly by while praying or preaching and before he realised, it would be time for Asar namaz. He would respectfully prepare himself and wait downstairs for the arrival of a voluntary driver to take him to the local mosque. Frequently, my grandfather would take every possible opportunity to visit all other mosques in the Manchester region to preach and propagate Islam.

Following his journey to visit people, his passion for teaching would thrive. He would teach children at various local mosques, to ensure they received the best Islamic education they can get. At the end of his long day, he liked to relax by reading more Islamic books and by praying the Quran. On most days, in the house, he used to sit on the bench swing in the conservatory and keep to himself praying. On some days, when people came to visit, he would happily spend time with people talking about Sunnah and hadiths, he always welcomed people in the house. Time for Maghrib namaz would always be made and everyone was accommodated for.

At Night time for Isha namaz, My grandfather would normally pray Isha namaz in the nearby Mosque or in the house with the males of the household. This included his son (Mehmud) and three grandchildren (Kashif, Rehan and Hassan), respectively. Later He would attempt to sleep but would fail to do so, and this would then lead to my grandfather, using his time productively to prepare for the upcoming day. The sound of Fajr azaan marks the start of a new day. My grandfather committed his whole life, fully towards praying and preaching about Islam

مرحوم علامہ حنیف رضوی نے دین کیلئے مثالی کردار ادا کیا، مختلف رہنما

علامہ حنیف رضوی سچے عاشق رسولؐ اور باعمل مسلمان تھے، علامہ قمرالزمان کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس

مرحوم کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی، پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی، علامہ ارشد مصباحی ودیگر

بولٹن (نمائندہ جنگ) برطانیہ کے ممتاز عالم دین علامہ محمد حنیف رضوی (مرحوم) اپنی اعلیٰ علمی قابلیت اور بلند کردار کی وجہ سے مشائخ عظام اور علمائے کرام میں مفکر اسلام کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے دین اسلام کی سربلندی کیلئے انہوں نے مثالی کردار ادا کیا، ان کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار مرحوم کی یاد میں نارتھ ویسٹ کے مختلف شہروں میں منعقدہ تعزیتی ریفرنس میں سیاسی، سماجی اور مذہبی رہنماؤں نے کیا۔ مانچسٹر کی وائٹ لینڈ مسجد میں علامہ قمرالزمان اعظمی کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں مولانا محمد کلیم قادری، مولانا شبیر سیالوی، مولانا محمد حیات قادری، مولانا محمد عتیق قادری، مولانا خیرالدین گجراتی نے مرحوم کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا ہوا تھا وہ ایک سچے عاشق رسولؐ اور باعمل انسان تھے۔ برطانیہ کے دورے پر آئے ہوئے آستانہ عالیہ چورہ شریف کے سجادہ نشین پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی نے جمعۃ المبارک کے اجتماع میں مرحوم کے درجات کی بلندی اور پسماندگان کے صبر کیلئے خصوصی دعا کرتے ہوئے کہا کہ برطانوی مسلمان ایک عظیم عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں، ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔ غوثیہ مسجد بولٹن میں علامہ ارشد مصباحی کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں مولانا محمد محسن، مولانا نظام الدین مصباحی، مولانا محمد ایوب اشرفی، مولانا محمد یونس، مولانا محمد اقبال، قاری محمد اسماعیل مصباحی نے کہا کہ مرحوم ایک درویش صفت صوفی عظیم عاشق رسول نامور عالم دین نیک اور برگزیدہ شخصیت تھے۔ مدینہ مسجد بولٹن میں علامہ مفتی نصیر اللہ نقشبندی کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں مولانا مسعود قادری، مولانا عارف قبیل، مفتی اشرف القادری،

قاری سیف اللہ قادری
مولانا ظفر محمود فراشوی
مفتی قاری محمد طیب
قادری، مولانا ممتاز احمد
نے کہا کہ مرحوم عالم
اسلام کی ایک بلند پایہ
مدبر، مخلص روحانی
شخصیت تھے۔ صدر العلماء اکیڈمی کے زیر اہتمام سید محمد عرفان اشرفی جیلانی کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں بیرسٹر معین اعظمی، محمد اقدس رضوی، مولانا صابر علی صابر، مولانا محمد طیب نقشبندی، مولانا مبارک، مولانا محمد اسلم بندیلوی، قاری سیف اللہ قادری، سید تصور حسین شاہ، مولانا محبوب احمد نے کہا کہ بولٹن کی مقامی مسلمان کمیونٹی ان کی شاندار دینی خدمات ان کی خوبصورت باتیں اور ان کے کردار کو ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔ کنزرویٹو مسلم فورم نارتھ ویسٹ کے چیئرمین راجہ محمد ادریس کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں راجہ فضل محمود، ملک مظفر حسین، راجہ محمد فرید، راجہ ظفر اقبال، راجہ افتخار احمد ایڈووکیٹ، راجہ عبدالقیوم، راجہ احسان خان نے کہا کہ مرحوم انتہائی ملنسار خوش اخلاق اور ہر ایک کے ساتھ پیار اور شفقت سے پیش آنے والی ایک عظیم شخصیت تھے ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا مدتوں پر نہیں ہو سکے گا۔ پاکستان سوسائٹی کے سابق صدر حاجی راجہ محمد انور خان کی زیر صدارت تعزیتی ریفرنس میں مولانا عبدالرزاق، حاجی محمد مالک، راجہ عارف خان کیانی، مولانا کبیر قمر، حافظ اختر محمود، چوہدری ظہور علی، حاجی ممتاز احمد، صوفی محمد اقبال نے کہا کہ مرحوم نے بولٹن کے مسلمانوں کیلئے بڑا کام کیا خاص طور پر دینی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں ان کے کردار کو بھلایا نہیں جا سکتا آخر میں ان کے درجات کی بلندی کیلئے خصوصی دعا کی گئی۔

گوشۂ ناشر فکر رضا

یعنی

مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں برکاتی بریلوی

کی حیات اور کارنامے

باب اول

حیات وخدمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاندانی پس منظر:

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

"منڈ پنور جنوبی" بہیڑی ضلع بریلی شریف سے جنوب کی سمت میں ایک زمانہ سے پٹھانوں کی بستی مشہور ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی اپنے مبارک قدموں سے اس بستی کو ایک مرتبہ رونق بخشی تھی، اس بستی کی جانب پچھم ایک عظیم درگاہ دادامیاں کے مزار اقدس کے نام سے موسوم ہے، اس کی نشاندہی بھی سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنی تشریف آوری کے موقع پر فرمائی تھی، اسی وقت سے اس کو پختہ بنادیا گیا ہے اور آج یہ وسیع درگاہ کی شکل میں موجود ہے۔

ہمارے آباء واجداد میں جناب صدر الدین خاں عرف صدو خاں مرحوم اسی بستی کے باشندے تھے، متعدّد گاؤں ان کی زمین داری میں تھے اور گھر سے نہایت خوش حال، دین دار اور سادہ مزاج۔ آپ کی شادی رچھا کے ایک موقر گھرانے بشیر احمد خاں کے یہاں ہوئی تھی اور یہ بشیر احمد خاں اعلیٰ حضرت کے یہاں کے حاضر باش تھے۔ ہمارے بچپن کے زمانہ میں بشیر احمد خاں مرحوم کے خاندان کے ایک عظیم بزرگ عظمت خاں جو علم دین سے آراستہ تھے ہمارے یہاں بھوگپور تشریف لاتے تھے تو اسی وقت انہوں نے بشیر احمد خاں کے تعلق سے یہ روایت حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے حوالہ سے سنائی کہ بشیر خاں کا تعلق ہمارے یہاں اعلیٰ حضرت سے خاص طور پر تھا، اس سے معلوم ہوا غالباً وہ اعلیٰ حضرت سے مرید بھی ہوئے ہوں گے۔

جناب صدر الدین خاں کا زمانہ زمین داری جب ختم ہوا اور آپ کا انتقال ہوگیا تو آپ کے دونوں صاحبزادے عبد النبی خاں اور ولی محمد خاں اپنے چچازادوں کے ساتھ منڈ پنور سے ترک وطن کر کے بھوگپور میں آکر بس گئے جہاں ان کے خاندان کو بھوگپور کے موجودہ زمین دار بنے خاں نے سب کچھ اختیارات سونپ دیے۔

جناب ولی محمد خاں ہمارے حقیقی دادا اپنے خاندانی بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور ہمارے والد مولانا محمد علی خاں کو چار سال کا یتیم چھوڑ کر اللہ کے پیارے ہوگئے۔ دادی صاحبہ مرحومہ تو یکم رمضان کو ڈیڑھ سال ہی کا چھوڑ کر انتقال کر گئی تھیں۔

ہمارے بڑے داداجناب عبد النبی خان مرحوم کی شادی جہان آباد ضلع پیلی بھیت کے ایک معزز گھرانے شیخ تفضل حسین صاحب کے یہاں ہوئی تھی، یہ گھرانہ نسباً مستند شیخ صدیقی تھا، ان کے یہاں کی روایت رہی کہ سانپ کاٹتا یہاں تک کہ ناگ نے کاٹا پھر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بڑے دادا کے ایک بیٹے عبد المجید خاں تھے، مرحوم بڑے دادا کا جوانی میں انتقال ہوگیا تو دادی صاحبہ ہمارے حقیقی دادا کے عقد میں آئیں۔ چنانچہ ان کے لڑکوں میں ہمارے والد صاحب تین بھائی تھے: خورشید خاں، دولھا خاں اور مولانا محمد علی خاں، تینوں کے پاس زمیندار کی طرف سے بڑی جاگیریں تھیں۔ دولھا خاں کا غالباً جوانی یا اس سے پہلے انتقال ہوگیا تھا۔

بڑے بھائی عبد المجید خاں نے ہمارے والد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور ان کو پڑھایا لکھایا اور پھر گاؤں کی امامت

ان کے سپرد کر دی گئی جس میں انہوں نے بغیر عوض بیس سال سے زیادہ امامت کی اور کاشت کاری ان کا ذریعہ معاش رہی جو آج بھی ہے۔ہم نے ہوش سنبھالا تو ہم نے اپنے والد صاحب کے بھائیوں بلکہ ان کے چچازادوں میں بھی مثالی اخوت و یگانگت دیکھی جو سب کے درمیان آخر وقت تک باقی رہی۔

ہمارے والد صاحب کی شادی مذکورہ بستی منڈپور جنوبی میں جناب حاجی سخاوت حسین خاں صاحب مرحوم کے یہاں ہوئی جو نہایت دین دار صاحب تقویٰ و طہارت تھے، ہماری حقیقی نانی بھی ہماری والدہ کے بچپن میں انتقال کر گئی تھیں جن کی پرورش ان کی پھوپھی نے کی تھی جو نہایت متقیہ عابدہ بی بی تھیں، میں نے دونوں بھائی بہن کو نہایت دین دار ہی دیکھا۔

ہم نے اپنی والدہ میں اپنے والد اور پھوپھی کی تربیت کا اثر دیکھا اور وہ سب خوبیاں تھیں جو ایک نیک خاتون شوہر کی وفادار بیوی اور اپنے بچوں پر محبت و شفقت اور ان کی خاطر مصائب پر صبر کرنے والیوں میں ہوتی ہیں۔

ہمارے گھر کا دستور تھا کہ جب بھی گاؤں میں کوئی عالم اور بزرگ آتے وہ ہمارے یہاں ہی مہمان رہتے، ہمارے والد صاحب کو ان کی خدمت کر کے بہت خوشی ہوتی اور ہماری والدہ ان کے لیے کھانا تیار کرنے میں خوش ہوتیں، ہمیں کبھی یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی اس سلسلہ میں کبیدگی کا اظہار کیا ہو جب کہ گھر میں وہ تنہا تھیں، ہم سب کا بچپن تھا اور پھر ہم نے اپنی جوانی بلکہ موجودہ وقت میں بھی یہی دستور دیکھا ہے، اگرچہ والدہ ماجدہ کے انتقال سے اب وہ اہتمام نہیں رہا۔

ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو علماء و مشائخ کی خدمت اور خاطر و مدارت کرتا ہے یہ اس کی سعادت تو ہے ہی اس کے ساتھ اس کی اولاد کو اللہ تعالیٰ علم دین کی دولت سے نوازتا ہے۔الحمد للہ ہمارے یہاں اس کا عکس جمیل موجود ہے۔

تعلیم کا آغاز:

میرے تعلیم مقامی مکتب سے شروع ہوئی، قرآن کریم ناظرہ اور اردو کے بعد مجھے ایک اسکول میں داخل کیا گیا جہاں میں نے دو سال میں چار کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ بحمدہ تعالیٰ نماز روزہ کا بچپن سے عادی بنایا گیا تھا، سلام کرنا بھی عادت میں شامل تھا، میں ایک دن اسکول سے واپس آ رہا تھا کہ مجھ سے بے خیالی میں یہ بھول ہوئی کہ چند لوگوں کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے سلام نہیں کیا۔اس مجلس میں والد صاحب بھی تھے، گھر آ کر فرمایا اب تجھے اسکول میں نہیں پڑھاؤں گا۔امتحان قریب تھا، میں نے امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کی مگر والد صاحب کا فیصلہ آخری تھا اور میری اسکولی تعلیم ختم ہو گئی۔

ایک سال تک میں گھر پر ہی اپنے طور پر پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا اور گھر کے کام کاشت کاری میں ہاتھ بٹانا میرا مشغلہ رہا۔ایک سال کے بعد مجھے ایک سائیکل لے کر دی گئی اور بہیڑی میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسہ شیریہ میں حضرت مولانا سلطان اشرف صاحب علیہ الرحمہ کے پاس بٹھایا۔

میں نے ایک ڈیڑھ سال تعلیم حاصل کر کے گلستاں اور میزان تک رسائی حاصل کی تھی کہ والد صاحب بیمار ہو گئے اور ان کی سخت علالت کی وجہ سے مجھے تعلیم چھوڑنا پڑی۔ کاشت کاری کے کاموں میں مشغولیت اختیار کی اور مکمل طور پر میں کاشت کار ہو گیا۔والد صاحب سے مسلسل علیل اور صاحب فراش تھے، زیست کی امیدیں موہوم تھیں اور آئندہ تعلیم کے

ارادے کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ تین چار سال کے بعد جب اللہ رب العزت نے ان کو صحت عطا فرمائی تو والد صاحب نے حکم دیا کہ اب تعلیم دوبارہ شروع کرو، میں نے عذر کیا کہ اب تاخیر ہو چکی ہے، میری عمر بیس کے قریب ہے، مزید وقت میں گنجائش نہیں، یہ آٹھ نو سال کا زمانہ پورا ہونا مشکل ہے، اب اپنے ان بیٹوں کو جو کمسن ہیں پڑھا لیجئے گا اور مجھے کاشتکاری کے لئے گھر ہی رہنے دیجیے۔ فرمایا: نہیں تمہیں پڑھنا ہے۔ لہٰذا میں نے عرض کیا: اب آپ حضرت مولانا سلطان اشرف صاحب کے مشورہ سے کسی مدرسہ میں داخل کرادیں کیونکہ وہ مدرسہ شیریہ چھوڑ چکے ہیں۔

بہر حال مجھے استاذ گرامی کے مشورے سے: بہیڑی ہی میں بحر العلوم میں داخل کرایا گیا۔ یہاں مفتی اعظم سنبھل حضرت مفتی محمد حسین صاحب سنبھلی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مناظر حسین صاحب مسند تدریس پر جلوہ گر تھے ،حسن اتفاق جس دن میرا داخلہ ہوا اس وقت حضرت مفتی اعظم سنبھل بھی مدرسہ بحر العلوم میں تشریف فرما تھے ،اس تعلق سے حضرت مفتی اعظم سنبھل بسا اوقات فرماتے تھے کہ حنیف تم وہی تو ہو جن کا داخلہ میری موجودگی میں ہوا تھا، بہر حال میں نے باکورۃ الادب، میزان اور گلستاں سے تعلیم کا آغاز کیا، میرا طریقہ وہی تھا کہ صبح کو سات کلو میٹر سائیکل سے مدرسہ آتا اور دوپہر کو واپس جاتا اور پھر گھر جا کر کھیتی کے کام میں مشغول رہتا جس طرح پہلے میرا معمول تھا، لہٰذا تعلیم روایتی انداز میں چلتی رہی اور میں اعدادیہ، اولیٰ اور ثانیہ کی جماعتیں اسی طرح پڑھتا رہا، چونکہ گھر کے کاموں میں مسلسل انہماک کی وجہ سے میں اپنے حق میں مستقبل سے کوئی مطمئن نہیں تھا، محنت تو ضرور کرتا تھا لیکن وقت بہت کم ملتا تھا، لہٰذا کتابیں سمجھنے اور یاد کرنے میں مجھے اپنے اوپر کوئی اعتماد نہیں تھا۔ جب میں ثالثہ یعنی کافیہ کی جماعت میں پہنچا تو میرے ایک خاص مربی بن کر فاضل اجل حضرت مولانا انوار عالم صاحب پورنوی تشریف لائے جن کے پاس میری تمام کتابیں کردی گئیں، پھر انھوں نے والد محترم سے فرمایا کہ آپ اس لڑکے کو میرے سپرد کریں اور آنے جانے کا سلسلہ ختم کر کے مستقل: بہیڑی میں رکھیں، چنانچہ چھ ماہ کی کوشش کے بعد مجھے بہیڑی میں ایک مسجد کا امام بنا کر رکھ لیا۔ اب میری باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی یعنی ششماہی بعد۔ چھ ماہ پڑھ کر سال آخر ہوا اور میں تعطیل کلاں میں مسجد چھوڑ کر گھر چلا گیا۔ دوسرے سال پھر گھر سے آنا جانا شروع ہوا اور تعلیم میں کوتاہی اور کمی کا وہی حال کہ گھر کے کام کاج۔ آخر کار ششماہی بعد پھر: بہیڑی کے قریب منڈنپور شمالی میں امامت کر کے باقاعدہ تعلیم جاری ہوئی۔ یہ سال شرح جامی کا تھا، بہر حال جس طرح بھی ہوا سال پورا ہو گیا۔

آئندہ سال میں مبارکپور اشرفیہ میں میری تعلیم کے لیے روانگی ہوئی اور ایک سال رہ کر سادسہ میں تعلیم حاصل کی، یہاں مجھ پر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب کی خاص عنایتیں رہیں۔ لیکن میں پورے سال بیمار ہی رہا، لہٰذا آئندہ سال مجھے بریلی شریف منظر اسلام میں داخلہ لے کر حضرت صدر العلما کی خدمت میں رہنے کا موقع میسر آیا اور پھر یہاں ڈیڑھ سال تعلیم حاصل کر کے فراغت حاصل کی۔

اس طرح میری تعلیم کا باقاعدہ زمانہ کل پانچ سال بھی مکمل نہیں ہوا، یہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل بے پایاں ہے کہ مجھے چند سال میں دستار اور سند فضیلت حاصل ہوئی، یہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۸۹ء کا سال تھا۔

درس و تدریس:

اسی سال سے تدریس کا آغاز کیا، پہلے ڈیڑھ سال کیمری ضلع رامپور، پھر چار سال گلشن بغداد رامپور، پھر تین سال تقریبًا رام نگر اور ڈیڑھ سال جس پور اور چار سال الجامعۃ القادریہ رچھا کی آبیاری اور ۱۹۹۲ میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف آگیا، اس وقت سے تادم تحریر ۲۵؍ سال کا زمانہ بریلی شریف میں گزرا اور گزر رہا ہے۔

ازدواجی زندگی:

میری پہلی شادی ۸۴ میں پیر طرقت حضور اچھے میاں بہیڑی کی صاحبزادی نصرت جہاں مرحومہ سے ہوئی جو دس ماہ کی رفاقت کے بعد داغ مفارقت دے گئیں۔ ان سے ایک بچی عشرت جہاں تھی جو پچیس دن بعد ذخیرۂ آخرت ہوگئی۔

دوسری شادی شاہ گڑھ بہیڑی سے ۸۶ میں محمد یعقوب خاں مرحوم عرف بھلن خاں کے یہاں ہوئی، دو بچیوں طاہرہ فاطمہ اور طیبہ فاطمہ کے بعد ہونہار فرزند محمد منیف رضا مرحوم کی ولادت ۲۴؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ میں ہوئی۔

عزیز القدر راحت جان محمد منیف رضا کی ولادت سے قبل میں نے منت مانی تھی کہ فرزند کی ولادت ہوئی تو اس کو حافظ و عالم بناؤں گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری منت پوری فرمادی اور اپنی امانت جس کا ہمیں امین بنایا گیا تھا واپس لے لی۔ لله ما اعطى وله ما اخذ ولا نقول الا ما يرضى ربنا العظيم والحمد لله على كل حال.

محمد منیف رضا کی ولادت، بیماری اور علاج:

محمد منیف رضا مرحوم کی ولادت سے لے کر انتقال تک جن منازل سے ہمیں گزرنا پڑا اس کی داستان نہایت طویل ہے، اگر میں بیان کروں تو ایک نہایت طویل مضمون لکھنا پڑے گا۔ پھر بھی مختصر طور پر تحریر کر رہا ہوں اور مرحوم کی چند یادوں کے نقوش صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

محمد منیف رضا کی پیدائش کے بعد چار ماہ کی عمر میں طبیعت سخت علیل ہوئی جو نمونیا کی شکل میں تھی، اس وقت میں الجامعۃ القادریہ رچھا میں تھا، علاج کے لیے بریلی ایک ہاسپٹل میں لائے، یہاں چند دن علاج کے بعد ڈاکٹروں نے جانچیں کرائیں اور بالاتفاق یہ کہا کہ دل میں پیدائشی سوراخ ہے، ایک ڈاکٹر نے یہ بھی کہا کہ آپ پنت ہاسپٹل دہلی لے جائیں اور نمبر لگوا دیں، کیونکہ آپریشن ابھی نہیں ہوگا بلکہ پانچ سال کی عمر کے بعد ہوگا، چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اس درمیان کبھی کبھی بریلی کی دوا کا علاج چلتا رہا، بعض احباب نے ہومیوپیتھک کا مشورہ دیا، لہٰذا وہ علاج شروع ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد منیف رضا کا بدن بالکل سوج گیا، بچوں کے ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ فوراً اس کو دہلی لے جائیں، اس کی حالت بہت نازک ہے، میں نے کہا ہم تنہا ہیں، رات کا وقت ہے، یہ تو نہایت مشکل ہے، اس نے پھر ڈسٹک ہاسپٹل کا مشورہ دیا ہم نے عذر کیا اور کہا کہ آپ ہی علاج کریں باقی خدا حافظ۔ چنانچہ اس نے انجکشن لکھے جو قیمتی تھے، ایک اسی وقت لگایا اور باقی دوسرے اور تیسرے دن، اس طرح

ایک ہفتہ میں حالت بالکل صحیح ہوگئی جس پر خود ڈاکٹر کو بھی تعجب تھا۔

بہر حال جب محمد منیف رضا کی عمر پانچ سال کے قریب ہوئی تو ہم نے دہلی کے ساتھ دوسرے شہروں کے چکر بھی لگائے، سنا تھا کہ بنگلور کے قریب دل کا ایک بہت بڑا ہاسپٹل ہے وہاں بھی گئے، وہاں چیکب کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں اس طرح کے بیس ہزار بچے لائن میں لگے ہیں، آپ کے لیے مشورہ ہے کہ اپنے قریب دہلی میں ہی علاج کرائیں۔

غرض کہ ہم نے پھر ہر طرف سے ناامید ہوکر "ایمس" کو اختیار کیا۔ لیکن یہاں کی بھاگ دوڑ اور جدوجہد سے تنگ آکر بہت سے لوگ تھک ہار جاتے ہیں اور علاج کے لیے کسی دوسری طرف کارخ کر لیتے ہیں، مگر ہم جمے رہے، دن رات ایک کر دیا، بریلی سے دہلی کے سفر ہم شمار نہیں کر سکتے کہ کتنی مرتبہ کیے، ۹۶ء کے آخر سے علاج شروع ہوا اور چیکب ہوتے رہے، کبھی ہر ہفتہ اور کبھی ہر ماہ، ہمیں ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ دہلی ہمارے لیے بریلی ہی ہے، اس کثرت سے آنا جانا ہوا۔ رقم کی فراہمی کے لیے گورنمنٹ کے کچھ آفسوں کے چکر کاٹے بہر حال کسی حد تک کامیابی ملی۔ آخر کار دن رات کی دوڑ دھوپ کے بعد ۱۹۹۹ء میں ان جغرافی اور پھر پہلا آپریشن ہوگیا، ہم مطمئن ہوگئے کہ اب محنت وصول ہوگئی لیکن ڈاکٹروں نے چھٹی کے وقت کہا کہ ابھی اس کا ایک ان جغرافی اور آپریشن ابھی اور ہوگا۔ اس کے لیے کارروائی شروع ہوئی اور دو سال کی مدت کے بعد ان جغرافی کے بعد وہ آپریشن بھی ۲۰۰۱ء میں ہوگیا، اس وقت مسلسل ایک ماہ کے قریب ہم "ایمس" ہاسپٹل میں رہے، خیر خدا خدا کر کے کامیابی ملی اور ہم واپس آئے، ڈاکٹروں نے اس کے بعد اولاً یہ کہا تھا کہ ابھی ایک آپریشن اور ہوگا لیکن ہر سال اور کبھی چھ ماہ پر چیکب کرتے رہے، اس دوران محمد منیف رضا کی طبیعت بھی اچھی رہی۔

تعلیم شروع ہوئی اور آگے بڑھتے رہے، ہر سال دہلی جانا آنا رہا، آخر کار ۲۰۱۲ء میں ڈاکٹروں نے کہا اب تو آپریشن کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ ہم لوگ مطمئن ہوگئے اور محمد منیف رضا نے بھی کوئی پریشانی ظاہر نہیں کی، یوں معمولی مرض تو سب کو ہوتے رہتے ہیں، ابھی محرم الحرام کے آخر میں چکن گنیا، ڈینگو اور پلیٹیں کم ہونے کے جو امراض لوگوں کو ہوئے اس میں محمد منیف رضا کے بارے میں بھی ڈاکٹروں کو شبہہ ہوا تو چیکب کرائے گئے اور کوئی مرض تو نہیں نکلا البتہ پلیٹیں نہایت تیزی سے کم ہونا شروع ہوئیں اور ۲۹ رہزار رہ گئیں، علاج شروع ہوا، محمد منیف رضا نے کہا: ابو لوگ پچاس ساٹھ ہزار پر بستر پر لیٹ جاتے ہیں میں تو پھر بھی ٹھیک اور چل پھر رہا ہوں لیکن علاج پابندی سے ہوتا رہا اور پندرہ سولہ بوتلیں اور دوسرے علاج باقاعدہ ہوئے اور چلتے رہے آخر کار بالکل ٹھیک ہوگئے۔

فتاویٰ رضویہ کا کام چل رہا تھا اور چلتا رہا، علالت کے دوران بھی کام کرنے کی کوشش کرتے رہے، ہم سب نے آرام کے لیے کہا تو آرام کیا اور اپنے معاونین کو کام بتاتے رہے حتی کہ لیٹے لیٹے ان کو ہدایات دیتے اور کام جاری رہا، ہم نے سختی سے کام کو منع کر دیا تھا، پھر بھی ان کا طریقہ تھا کہ آرام بھی کرتے اور کام بھی۔ محرم کے آخر میں فتاویٰ رضویہ کا کام مکمل کر دیا جو پانچ چھ سال سے کر رہے تھے۔ ایک دن پیشاب کی دقت ہوئی تو ایک ہاسپٹل میں داخل کیا اور چار چھ گھنٹے میں وہ بالکل صحیح ہوگئے۔

اس سال ان کی دستار فضیلت ہونا تھی، فتاویٰ رضویہ سے فراغت کے بعد اپنی دستار کی تیاریوں میں نہایت خوشی کے

عالم میں پوری مستعدی سے دونوں بھائی منیف رضا اور عفیف رضا لگ گئے، پورے مہینے پوری تندہی سے سارے کام انجام دیے۔ ان کی خوشی تھی کہ میں جامعہ نوریہ میں دستار کے بعد اپنے گھر پر بھی ایک پروگرام کروں گا، اور سب اساتذہ، رشتہ داروں اور دوستوں کو بلاؤں گا۔ اس کے لیے ۵؍ ربیع الاول کی تاریخ طے ہوئی، جامعہ کی دستار میں اپنے تمام اساتذہ بلکہ پورے اسٹاف کو نہایت خوشی سے جوڑے نذر کیے، دستار کے بعد ان کی امی صاحبہ نے کہا کہ ابھی نوٹ بندی کی وجہ سے کچھ پریشانی ہے، لہٰذا اس پروگرام کو دو ماہ کے لیے مؤخر کر دو، میں نے کہا کہ ہم نے محمد منیف رضا کی کوئی خواہش نہیں ٹالی ہے، لہٰذا اس تقریب کو بھی محمد منیف رضا کی خوشی کے لیے اسی وقت کرنا ہے آگے خدا حافظ۔ غرض کہ یہ تقریب ہوئی اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوئی، اس تقریب سے ان کو نہایت خوشی ہوئی۔

۵؍ ربیع الاول سے پہلے ہی میں نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ ۱۲؍ ربیع الاول کو بھیونڈی (ممبئی) کے جلوس میں میری دعوت ہے اور ساتھ میں تمھاری دعوت بھی ہے، ہوائی جہاز سے جانا ہے اگر کوئی عذر نہ ہو تو چلو، جواب میں کہا میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا، ۱۱؍ ربیع الاول کی صبح کو بریلی سے پرائیویٹ گاڑی کے ذریعہ روانگی ہوئی، چار بجے شام کو فلائٹ سے ممبئی اور پھر وہاں سے بھیونڈی رات کو پہنچے، صبح کو جلوس میں شریک ہوئے، شام کو جلوس کے بعد میں نے محمد منیف رضا سے کہا کہ یہ بتاؤ واپس ہوائی جہاز سے جانا ہے یا ٹرین سے، بولے ابو ہوائی جہاز کی سواری تو اچھی لگی مگر اس میں بھاگ دوڑ اور چیکنگ وغیرہ کی دوڑ دھوپ بہت ہے اور ٹرین کی سواری اچھی ہے، میں نے اراکین جلوس سے عرض کیا: اگر آپ کا کوئی مالی نقصان نہ ہو تو ہوائی جہاز کا ٹکٹ کینسل کرا دیں، محمد منیف رضا کی خوشی راجدھانی سے جانے کی ہے لیکن اگست کرانتی جو متھرا رکتی ہے اس کے ذریعہ، مقرر خوش بیان حضرت مولانا محمد یوسف رضا صاحب جن کی دعوت پر ہم گئے تھے میں نے ان سے کہا، انہوں نے فوراً لیپ ٹاپ منگایا اور راجدھانی کا ٹکٹ دیکھا تو مل گیا اور فوراً ٹکٹ کنفرم کر دیا۔ صبح کو بھیونڈی سے روانہ ہو کر ممبئی رضا اکیڈمی پہنچے، عالی جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب نے فرمایا: آج آپ کے ساتھ محمد منیف رضا ہیں، لہٰذا آپ کو دعوت دلی دربار ہوٹل میں کھلائی جائے گی، آپ تنہا ہوتے تو ہم سادہ کھانا آپ کو یہیں کھلاتے، غرض کہ ہوٹل پہنچ کر محمد منیف رضا کے ساتھ ہمیں پر تکلف دعوت کھلائی، واپس ہوئے، امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر صاحب جن کے مدرسہ "جامعہ حرا" سے محمد منیف رضا نے درس نظامی کا آغاز کیا تھا، بھیونڈی میں پہلے اپنے اسی مادر علمی میں حاضری دی اور اپنا مدرسہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ان سے ملاقات کر کے سینٹرل اسٹیشن روانہ ہوئے، صبح ۹؍ بجے متھرا اترے اور شام چار بجے ۱۴؍ ربیع الاول کو واپس بریلی شریف آ گئے، بریلی واپسی پر محمد منیف رضا نے کہا ابو! دیکھو ٹرین کی سواری کتنی اچھی ہے کہ ہم ۴؍ بجے آ گئے، اور رات کو خوب آرام بھی کیا، اگر پلین سے آتے تو رات کو ۱۱ یا ۱۲؍ بجے بریلی پہنچتے۔

صبح کو اپنی موٹر سائیکل جو چوری ہو گئی تھی اور بدایوں میں دریافت ہوئی تھی اس کے سلسلہ میں بدایوں اپنی کار سے گئے، شام کو واپس ہوئے۔

۱۶ یا ۱۷؍ ربیع الاول کی شام کو جب اکیڈمی سے کھانے کے لیے گھر آئے تو میں نے کہا کہ منیف رضا تم کھانا بہت کم

کھاتے ہو، اس طرف توجہ کرو تاکہ صحت اچھی رہے، گھر میں بھی سب نے سمجھایا تو مسکراتے ہوئے کہا، کم خوردن، کم گفتن، کم خفتن.......... میں یہ جملہ سن کر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر آگیا اور ٹہلنے لگا اور یہ سب لوگ جاکر کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دوسرے دن میں نے کہا کہ لونی شریف و سجا شریف کے مشائخ کی سیرت و سوانح پر ساڑھے آٹھ سو صفحات کی کتاب اب تیاری کی منزل میں ہے، تم اس کا پرنٹ نکال دو تاکہ میں اس کی فہرست بنادوں۔ دن میں اس کا پرنٹ نکالا، میں نے فہرست کے صفحے لکھے اور کہا کہ کل کو اس کے نمبر کمپیوٹر سے ڈال کر نکال دینا۔

افسوس کہ پھر وہ کل نہیں ہوسکا اور ہوا تو یوں ہوا کہ صبح ناشتہ میں پھندا لگا اور پھر خون کی الٹیاں شروع ہوگئیں۔

۱۸ ربیع الاول کی شام کو جب گھر والوں نے کھانے کی تاکید کی تو کہا: اچھا لاؤ اب مجھے کھلاؤ کتنا کھلاؤ گے، اب میں تمھاری پتیلیاں صاف کردیا کروں گا اور اس دن معمول سے دوگنا کھایا۔ صبح کو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ میرے ساتھ پڑھی اور کچھ دیر کے لیے آرام کرنے لیٹ گئے، ۹ بجے اٹھ کر اپنے چاچا حافظ محمد امیر خاں سے کچھ ضروری باتیں کیں اور گھر آئے، ناشتہ کا پہلا نوالہ ہی لیا تھا کہ پھندا لگا اور خون کی الٹیاں شروع ہوگئیں اور وہ جاری رہیں، محمد منیف رضا کے چھوٹے بھائی عفیف رضا جو تعلیمی اور تنظیمی میدان میں ہر منزل اور ہر آن ان کے ساتھ رہے، جلدی سے اپنی کار لے کر آئے، راستہ میں پھر الٹی آئی، اس پر محمد منیف رضا نے کہا: عفیف رضا سنو! میں جارہا ہوں ابو کا خیال رکھنا۔ یہ جملہ سن کر دل پر کیا گزری وہ کیفیت بیان سے باہر ہے۔ آگے کے احوال آئندہ اوراق میں۔..............

ہمارے جداعلیٰ (پردادا) صدر الدین خاں عرف صدو خاں کے تین صاحب زادے، محمد نبیہ خاں، عبد النبی خاں، ولی محمد خاں تھے۔

محمد نبیہ خاں کے دو بیٹے بیچا خاں اور بدھن خاں تھے۔

عبد النبی خاں کے ایک بیٹے عبد المجید خاں اور ایک بیٹی تھیں۔

ولی محمد خاں کے تین بیٹے خورشید خاں، دولھا خاں، مولانا محمد علی خاں۔

عبد المجید خاں کے دو بیٹے محمد یٰسں خاں، محمد یعقوب خاں اور دو بیٹیاں۔

خورشید خاں کے ایک بیٹے جمعہ خاں اور تین بیٹیاں۔

دولھا خاں غیر شادی شدہ وفات پاگئے۔

مولانا محمد علی خاں کے چار بیٹے:

راقم الحروف محمد حنیف خاں رضوی　　محمد رئیس خاں (بچپن میں انتقال)

حافظ مولوی محمد امیر خاں رضوی　　حافظ محمد ضمیر خاں رضوی

تین بیٹیاں

رئیسہ بانو، حدیث بانو، انیسہ بانو

راقم الحروف کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

پہلی اہلیہ نصرت جہاں بنت حضرت پیر طریقت اچھے میاں شیری (بہیڑی ضلع بریلی شریف) سے ایک بیٹی عشرت جہاں۔اہلیہ کا انتقال ہماری شادی کے تقریباً دس ماہ بعد رجب المرجب ۱۴۰۵ھ میں ہو گیا تھا اور ان کے ۲۵ دن بعد عشرت جہاں بھی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو کر ذخیرۂ آخرت ہوئیں۔

دوسری اہلیہ عابدہ بی بنت محمد یعقوب خاں عرف بھلن خاں شاہ گڑھ سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔

بیٹے	بیٹیاں
حافظ مولوی محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم و مغفور	عالمہ و معلمہ طاہرہ فاطمہ برکاتی
حافظ مولوی محمد عفیف رضا خاں برکاتی	عالمہ و معلمہ طیبہ فاطمہ برکاتی
محمد نظیف رضا خاں برکاتی	حمیرا فاطمہ برکاتی
محمد توصیف رضا خاں برکاتی	

ہمارے دوسرے بھائی بچپن میں انتقال کر گئے جیسا کہ ذکر ہوا۔

تیسرے بھائی حافظ و مولوی محمد امیر خاں رضوی کی شادی حضور اچھے میاں کی پوتی فیض النسا بنت شہزادے میاں سے ہوئی جن کے دو بیٹے محمد شفیف رضا برکاتی اور محمد عریف رضا برکاتی اور بیٹی عروس فاطمہ برکاتی ہیں۔

تیسرے بھائی حافظ محمد ضمیر خاں رضوی کی شادی شبانہ خاتون بنت محمد آصف خاں درو ٹانڈہ شریف سے ہوئی جو ٹانڈہ شریف کے سجادہ نشین حضور صادق میاں کے دربار کے حاضر باش ہیں، ان کے دو بیٹے محمد نظیف رضا خاں اور محمد وصیف رضا خاں اور بیٹی نوری فاطمہ ہیں۔

ہماری تین بہنیں رئیسہ بانو، حدیث بانو اور انیسہ بانو ہیں۔ رئیسہ بانو زوجہ اچھن خاں بھوگپور ضلع بریلی شریف

ان کے تین بیٹے محمد آصف خاں، حافظ محمد واصف خاں، محمد عاصم خاں۔ ایک بیٹی ثنا فاطمہ۔

حدیث بانو زوجہ محمد ذاکر رضا خاں بھوگپور ضلع بریلی شریف

ان کے چار بیٹے: حافظ و مولوی محمد ناصر رضا خاں، محمد ناظر رضا خاں، محمد ناظم رضا خاں، محمد اعظم خاں۔ تین بیٹیاں رفعت جہاں، نزہت جہاں، نکہت جہاں۔

انیسہ بانو زوجہ محمد راغب خاں پورن پور ضلع پیلی بھیت

ان کے ایک بیٹا محمد کاشف رضا خاں اور ایک بیٹی نوری فاطمہ ہیں۔

اس طرح ہمارے والد محترم مولانا محمد علی خاں صاحب کے ۲۹ پوتے پوتیاں، اور نواسے نواسیاں ہوئے، ان سب کے درمیان سب سے پیارے مرحوم حافظ و عالم محمد منیف رضا برکاتی تھے، میں جب بھی آبائی وطن بھوگپور اپنے گھر والد صاحب سے ملاقات کے لیے جاتا تو سب سے پہلے منیف رضا کا تذکرہ کرتے اور بار بار کہتے کہ تم سب جہاں کہیں بھی رہو خوش رہو،

میں سب کے لیے دعا کرتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ میرا پوتا مولوی محمد منیف رضا میرے لیے ہے، میں نے اس کے لیے فلاں جائداد خاص کی ہے، فلاں کھیت ہے اس میں اتنے درخت ہیں، وہ یہاں خاص طور پر رہے گا اور میری قبر پر فاتحہ پڑھا کرے گا۔

ہماری والدہ ماجدہ مرحومہ کلثوم بانو کا انتقال کا انتقال ۲۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۳ر مئی ۲۰۱۲ء بروز اتوار فجر سے قبل ۳ر بج کر ۱۵ر منٹ پر ہوا جن کا مقبرہ اپنے آبائی قبرستان سے متصل اپنی زمین میں بنایا گیا ہے اور والد صاحب نے اسی سے متصل ایک بیگہ زمین مدرسہ بنانے کے لیے وقف کی ہے تاکہ ان کے لیے ایصال ثواب کا ذریعہ رہے، یہ مدرسہ الثقافۃ السنیۃ کیرالہ کی ٹیم ابھی چندماہ بعد بنانے والی ہے۔

عادات وخصائل:

مولوی محمد منیف رضا مرحوم و مغفور کی عادتیں اور خوبیاں رہ رہ کر یاد آتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ منیف رضا ہمارے گھر کے فرد ہی نہیں بلکہ سراپا رونق تھے، گھر آتے تو اپنے بھائی بہنوں کی محفل کو زعفران زار بنا دیتے، عموماً کھانا کھانے کی مجلس ایک تخت پر سب کی ایک ساتھ ہوتی، کھانا اگرچہ ۱۵ر ۲۰ر منٹ میں کھایا جاتا مگر مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ چلتی جس میں منیف رضا کی خوش طبعی قابل دید ہوتی، میں کبھی کبھی ڈانٹتا اور پڑھنے لکھنے کی ہدایت کرتا، اور پھر جب کام کے لیے جٹ جاتے تو بعض اوقات صبح ہو جاتی، میں تاکید کرتا کہ اب کام بند کرو اور سو جاؤ لیکن صبح کو معلوم ہوتا کہ جو کام دیا تھا مکمل ہو گیا ہے اور رات بھر کام کیا گیا ہے۔ سید صاحب جو آفس کے مینیجر ہیں ان سے بارہا بات ہوتی، ان سے کہتے کہ ابو تو رات مجھ سے سونے کے لیے کہ گئے تھے لیکن میں نے رات بھر کام کیا۔ گویا اس طرح منیف رضا نے سالہا سال کے کام مہینوں میں کر دیے۔

ایک دوسری عادت محمودہ منیف رضا کے اندر یہ تھی کہ غریبوں اور محتاجوں کو داد و دہش ان کی طبیعت میں رچی بسی تھی۔ میں خرچ کے لیے پیسے دیتا تو معلوم ہوتا کہ دو چار دن میں ختم۔ منیف رضا کے بارے میں بہت سے لوگوں کو کہتے سنا کہ ان کا ہاتھ بہت کشادہ تھا، ایک صاحب کل ملے اور بولے مجھے منیف رضا کے انتقال کا بہت افسوس ہے، میں نے کہا کوئی خاص بات دیکھی ہو تو بتا دیجئے، بولے ابھی چند دن پہلے ملے تھے اور مجھے بغیر طلب میری ضرورت کا خیال کرتے ہوئے مجھے اتنے روپے دیے، ایک صاحب نے بتایا کہ مجھ سے منیف رضا نے کہہ دیا تھا کہ جب چاہو اس ہوٹل سے چائے پی لیا کرو پیسے میں ادا کرتا رہوں گا۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہوں گے جو میرے علم میں نہیں آسکے۔

گھر میں کبھی کبھی ان کی والدہ کہتیں کہ منیف رضا تم اپنے مستقبل کو دیکھتے ہوئے خرچ کیا کرو، لیکن ان کو اپنی ایک دھن تھی اور وہ غریبوں کی مدد کرتے۔ گھر میں ضرورت ہوتی تو اپنی جیب کے تمام روپے اپنی امی کو پیش کر دیتے۔ اب مزید میں کیا اس کی خصلتیں بیان کروں مختصر یہ ہے کہ وہ سراپا سخی تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مخلص بھائی کی دنیا سے رحلت......کچھ یادیں کچھ باتیں

مولوی محمد عفیف رضا برادر اصغر

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا　　بس رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک　　نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

برادر من محب گرامی وقار حضرت مولانا حافظ وقاری محمد منیف رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال میرے لئے اور پورے اہل خانہ کے لئے ہزار حادثات غم سے کہیں زیادہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گھر کی ساری رونق و خوشی کہیں گم ہو گئی ہے، والد گرامی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی کا چہرہ بھی افسوس زدہ رہتا ہے ،والدہ محترمہ بھی انتہائی غم کا شکار ہیں، اور تمام بھائی بہنیں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارا کیسا امتحان ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان کردہ ان بشارات سے دل مسرور ہو جاتا ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مؤمن کی موت کے تعلق سے اپنی امت کو سنائیں ہیں، کہ ایک مؤمن جب اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت کرتا ہے تو بھلے ہی اس کے اہل خانہ کتنے ہی غم میں کیوں نہ ہوں لیکن وہ بہت ہی خوش وخرم اس دار فانی سے کوچ کرتا ہے اور اپنے رب اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلووں کا دیدار کرتا ہے، اور ان جلووں سے انتہائی خوشی حاصل کرتا ہے۔

بھائی جان قلبی مرض کی زد میں

جب بھائی جان صرف چار ماہ کے تھے اور بچپن کا زمانہ تھا تو والدہ محترمہ کے بیان کے مطابق ایک دن بھائی جان کی طبیعت اچانک بہت زیادہ خراب ہوگئی، تو فوری طور والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب نے ڈاکٹروں کو دکھایا اور صلاح و مشورہ کیا، تو ڈاکٹروں نے دلوں کو دہلا دینے والی بات بتائی کہ ان کے دل میں پیدائشی سوراخ ہے جس کی وجہ سے طبیعت اچانک علیل ہوگئی ہے، لہٰذا کچھ وقت علاج کے بعد ڈاکٹروں نے والد محترم سے کہا کہ آپ ان کو دہلی کسی اچھے ہاسپٹل میں دکھائیے، لہٰذا والد محترم نے فوری طور پر دہلی کے مشہور و معروف ہاسپٹلوں میں جدو جہد شروع کر دی، ایک مرتبہ بنگلور کے کسی مشہور ہاسپٹل میں دکھانے گئے تو پتہ چلا کہ اس طرح کے مریضوں کی یہاں لمبی فہرست ہے جس کی وجہ سے فوری طور پر علاج نہیں ہو سکتا، اور علاج شروع کرنے میں کافی وقت لگ سکتا ہے لہٰذا وہاں کے ڈاکٹروں نے یہ صلاح دی کہ آپ ان کو اپنے قریب ہی (دہلی یا کسی اور قریبی جگہ) دکھائیں، یہاں ابھی علاج نہیں ہو سکتا، اس کے بعد والد محترم نے کئی ہاسپٹل تلاش کیے، کافی جدو جہد اور محنت کی، بالآخر دہلی کے ایمس (A.I.I.M.S) ہاسپٹل میں علاج کی تیاری شروع کی اور جب وہاں کے ڈاکٹروں سے صلاح و مشورہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس بچے کا آپریشن ہوگا، لیکن وہ آپریشن ابھی نہیں ہوگا، اس لئے کہ ابھی عمر بہت کم ہے اس لئے آپریشن پانچ سال کی عمر میں ہوگا لہٰذا جب تک دوائیوں کے ذریعہ طبیعت کو صحیح رکھنے کی کوشش کی گئی۔

بالآخر وہ وقت آیا جب بھائی جان کا آپریشن ہونا تھا اور ڈاکٹروں نے آپریشن کیا اور اس میں اللہ تبارو تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی، اور ان کے حق میں صحت یابی کی جو دعائیں ہوئیں تھیں وہ قبولیت سے نوازی گئیں، لیکن ڈاکٹروں نے جب پہلی مرتبہ ہاسپٹل سے چھٹی کی تو بتایا کہ ابھی دو سال کے بعد ایک آپریشن اور ہوگا، لہٰذا صحت کا اور دوائیوں کا پوری مستعدی سے خیال رکھیں۔

اور پھر وہ وقت بھی آیا جب دوسرا آپریشن ہونا تھا، اور اس میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد سے ڈاکٹروں کو کامیابی حاصل ہوئی، اور بھائی جان کی صحت میں کافی سدھار آیا، اور پھر جب ڈاکٹروں نے اس بار ہاسپٹل سے چھٹی کی تو کہا کہ اب ایک آپریشن اور ہوگا لیکن وہ ابھی نہیں ہوگا، وہ جوانی کے عالم میں ہوگا، فی الحال آپ کا بچہ بالکل صحت مند ہے، کچھ کمزوری رہے گی، ڈاکٹروں نے والد محترم سے کچھ تنبیہی باتیں کہیں مثلاً یہ بچہ زیادہ وزنی سامان نہ اٹھائے، زیادہ بھاگ دوڑ کا کام نہ کرے، اور کوئی ایسا مشغلہ اختیار نہ کرے کہ جس سے جسم پر زیادہ زور پڑے، بالآخر ہاسپٹل سے چھٹی ملی اور حضرت موصوف اپنے تمام اہل خانہ کے ساتھ گھر واپس آئے۔

تعلیم و تربیت

بھائی جان کی پڑھائی شروع ہوئی اور میری بھی پڑھائی انہیں کے ساتھ شروع ہوئی، بچپن سے ہی ہم دونوں بھائی ہر معاملہ میں ایک ساتھ رہے، چاہے وہ پڑھائی کا کوئی بھی میدان ہو، ہم نے اپنی ابتدائی پڑھائی مدرسہ جامعہ نوریہ رضویہ کے

پرائمری اسکول میں کی، اور ہم دونوں بھائی ایک ساتھ ایک ہی کلاس میں رہے اور ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے، اس کے بعد بھی ہم نے جب بھی مدرسہ یا اسکول تبدیل کیا تو ہم دونوں بھائی ایک ساتھ ہی رہتے تھے، ایسے درجنوں دینی اور دنیوی کام ہیں جن میں ہم ایک ساتھ رہے، مثلاً جامعہ نوریہ رضویہ کے پرائمری اسکول سے پانچ جماعتیں پڑھنے کے بعد والد محترم نے ہمیں قرآن ناظرہ پڑھانے کے لئے ایک قاری صاحب کا انتظام کیا وہ ہمیں گھر پر ہی پڑھانے آتے اور ہم دونوں بھائی ایک ساتھ پڑھتے، ناظرہ مکمل ہونے کے بعد والد محترم نے ہم دونوں بھائیوں کو قرآن حفظ کرنے کے لئے حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مدرسہ میں بھیجا جو اوجھا گنج ضلع بستی میں واقع ہے، وہاں ہم کچھ ماہ رہے اور اس کے بعد گھر واپسی ہوئی، حالانکہ ابھی ہمارا حفظ مکمل نہیں ہوا تھا، پھر ہم بریلی کے ایک اسکول میں پڑھے اور نویں جماعت تک پڑھائی کی اور اس میں بھی ہم دونوں بھائی ایک ساتھ رہے، اس کے بعد والد محترم نے پھر حفظ کو مکمل کرنے کے لئے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں (ازہری میاں مد ظلہ العالی) کے مدرسہ "الجامعۃ الرضا" میں داخل کیا، وہاں بھی ہم نے چند ماہ پڑھائی کی اور ایک ساتھ رہے، ہم نے وہاں تقریباً چھ ماہ کی مدت تک پڑھائی کی اور اس کے بعد واپس آگئے، اب بھی ہم دونوں بھائیوں کا حفظ مکمل نہیں ہوا تھا، اس کے بعد والد محترم نے اپنے شاگرد عزیز حضرت علامہ مولانا انیس القادری صاحب کے پاس ٹھاکر دوارہ (ضلع مرادآباد) حفظ کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا، یہاں بھی ہم دونوں بھائی ساتھ ساتھ ہی رہے، یہاں پر ہماری پڑھائی بالکل شروع سے ہوئی، یعنی جو پچھلے مدارس میں پڑھا تھا وہ ہم نے دوبارہ پڑھا اور حفظ کی پڑھائی بالکل شروع سے کی، ہم دونوں بھائی ایک ساتھ رہتے تھے اور ایک ساتھ ہی سوتے تھے، یعنی ہم دونوں بھائی صرف بھائی ہی نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے دوست سے بھی بڑھ کر تھے، ہماری کوئی بھی کیسی بھی پریشانی ہوتی ہم ایک دوسرے کو بتا دیا کرتے تھے اور ایک ساتھ اس کا حل نکالتے تھے، اسی طرح ہماری حفظ کی پڑھائی کا زمانہ چلتا رہا، اور بیچ بیچ میں بھائی جان دہلی بھی جایا کرتے تھے اپنے چیک اپ کے لئے، ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ ہر چھ مہینے میں یا ہر سال چیک اپ ہوا کریں گے، تاکہ طبیعت کی پوری خبر ڈاکٹروں کو رہے، وہ کمزور تو تھے ہی اس لئے استاد گرامی کی طرف سے ان کے لئے کچھ خاص رعایتیں بھی تھیں جو ہمارے لئے نہیں تھیں، اور اس بات سے ہمیں کوئی گلا و شکوہ نہیں تھا، اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو ان کو اس کی سزا نہیں ملتی تھی بس ڈانٹ کر استاد گرامی ان کو چھوڑ دیا کرتے تھے، اور تنبیہ فرماتے تھے کہ آئندہ ایسا نہ ہو، لیکن اگر ہم کوئی غلطی کرتے تو ہمیں اس کی سزا ملتی تھی، خود ہم بھی ان کا بھرپور خیال رکھتے تھے، کیونکہ ہم بھی جانتے تھے کہ یہ پیدائشی کمزور ہیں، بالآخر تین سال کے بعد وہ مدت آہی گئی جس کا ہم سب کو اور ہمارے رشتہ داروں کو انتظار تھا، ہم دونوں بھائیوں کا حفظ تکمیل کو پہنچا، اور ہمارے مدرسہ جامعہ امام احمد رضا کی طرف سے ایک جلسہ کا انعقاد ہوا اور ہم دونوں بھائیوں کی ہمارے تمام اہل خانہ، اعزا و اقارب کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی اور ہمیں سند حفظ سے نوازا گیا، وہ وقت ہمیشہ ہمارے لیے یادگار رہے گا۔

اس کے بعد ہماری وہاں سے واپسی ہوئی اور والد محترم نے کہا کہ اب درس نظامی کی تعلیم شروع کرنی ہے، تو ہم اس کی تیاریوں میں لگ گئے، اور والد محترم نے فرمایا کہ بانی سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا شاکر نوری صاحب کے مدرسہ (جامعہ

حراء) جو ممبئی کے ایک محلہ مہاپولی میں واقع ہے اس میں تمہارا داخلہ کرایا جائے گا، لیکن اس بار ہم تین بھائی (محمد منیف رضا، محمد عفیف رضا، محمد نظیف رضا) اس مدرسہ میں پڑھائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے، ہم دونوں بھائی درس نظامی کی پڑھائی کے لیے روانہ ہوئے اور چھوٹا بھائی حفظ کی پڑھائی کے لیے روانہ ہوا، وہاں پر ہم نے تقریباً تین ماہ کا زمانہ گزارا اور اس میں ہم دونوں بھائیوں نے اعدادیہ جماعت پڑھی اور محمد نظیف رضا نے کچھ پارے حفظ کیے، بالآخر کچھ ذاتی وجوہات کی وجہ سے ہم واپس آئے، پھر والد محترم نے فرمایا کہ اب جامعہ نوریہ رضویہ میں ہی تم لوگوں کی پڑھائی ہوگی، اسی جامعہ نوریہ رضویہ کے والد محترم پرنسپل بھی ہیں، لہٰذا والد صاحب نے فرمایا کہ یہ رمضان کا مہینہ آرہا ہے اس میں تم لوگوں کو جماعت اولیٰ کی کچھ ضروری کتابیں پڑھاؤں گا اور آئندہ سال جماعت ثانیہ میں تمہارا داخلہ جامعہ نوریہ رضویہ میں ہوگا، لہٰذا تقریباً ڈیڑھ ماہ کے اندر والد صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کو جماعت اولیٰ کی کچھ ضروری کتابیں پڑھائیں اور اگلے سال جماعت ثانیہ میں ہمارا داخلہ جامعہ نوریہ رضویہ میں ہوگیا، اب وہاں پر ہماری باقاعدہ پڑھائی شروع ہوئی، اور خدا کے فضل و کرم اور اس کے رسول کے صدقہ میں آگے بڑھتے رہے، اس دوران بھائی جان کو کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف یا کوئی مرض ایسا لاحق نہ ہوا جو ان کے قلبی مرض پر تنبیہ کرتا ،بالکل صحت یاب رہے، اس دوران ہم نے اور بھی کئی کورس کیے مثلاً عربی ڈپلوما کا کورس ہم دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ کیا، اس کے بعد اردو ڈپلوما کا کورس بھی ایک ساتھ کیا، اور مزید کچھ کورس تھے جو ہم نے ایک ساتھ کیے، غرض یہ کہ ہر علم چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی ہم دونوں بھائی ایک ساتھ ہی رہے، اور درس نظامی کی پڑھائی بھی چلتی رہی، دستار بندی کے سلسلہ میں ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم اپنی دستار خوب دھوم دھام سے منائیں گے، ان کو اس بات کی بہت خوشی تھی کہ ان کی دستار ہونے والی ہے، اور وہ بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے تھے اپنی دستار بندی کی باتیں کرتے ہوئے۔

بالآخر وہ ساعت آ ہی گئی جس کا ہم سب کو اور خاص طور سے بھائی جان کو بے صبری سے انتظار تھا، اور اسی سال (۱۴۳۸ھ /۲۰۱۶ء) کو عرس رضوی کے مبارک موقعہ پر (۲۴/ صفر المظفر) کو ہم دونوں بھائیوں اور ہمارے جماعتی ساتھیوں کو دستار بندی سے نوازا گیا، اس موقعہ پر ہمارے اہل خانہ اور ہمارے قریبی احباب ہماری اس خوشی میں شامل ہوئے، اور ہم دونوں بھائیوں کو دعاؤں سے نوازا، والد محترم بھی ہماری اس کامیابی سے بے حد خوش تھے۔

لیکن بھائی جان یہیں نہیں رکے بلکہ انہوں نے والد محترم سے یہ آرزو طلب کی کہ میں اپنے گھر پر بھی اپنی دستار بندی کا پروگرام منعقد کرنا چاہتا ہوں، ہمارے بھائی جان والد محترم کے بہت قریب تھے اور ہر دینی و دنیوی کام میں والد محترم کا ہاتھ بٹاتے تھے، لہٰذا والد محترم کو بھی ان سے امتیازی محبت تھی، والد محترم نے ان کی یہ آرزو قبول کی اور انتظام شروع کر دیا، اور یہ طے پایا کہ (۵/ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۵/ دسمبر ۲۰۱۶ء) کو ایک جلسہ کا انعقاد امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے سامنے کیا جائے گا، جب مقررہ تاریخ آئی تو عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا اور اس میں بڑے بڑے علمائے کرام اور ہمارے تمام اساتذہ بھی شامل رہے اور ہم دونوں بھائیوں کی دستار بندی کی اور ہمیں اپنی دعاؤں سے نوازا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہمارے روشن مستقبل کی دعا کی، اس تقریب کے بعد ہم سب اہل خانہ اور ہمارے رشتہ دار بہت خوش تھے اور بھائی جان نے تو اپنے مستقبل کے

لئے نہ جانے کیا کیا سوچ رکھا تھا، لیکن خدا کی مرضی کے آگے ہم اور آپ سب بے بس ہیں، اور اللہ تبارک و تعالیٰ جو بھی کرتا ہے اس میں اس کی بہت حکمتیں ہوتی ہیں، جن کو صرف وہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

عادات و خصائل

بھائی جان بہت سی اچھی عادات و خصوصیات کے مالک تھے، وہ غریبوں کی مدد کیا کرتے تھے اور اپنے احباب سے بہت ہی کشادہ دلی کے ساتھ ملتے اور ان کی خاطر و مدارات کرتے تھے، اور ان کی آمد سے بہت خوش ہوتے تھے، کچھ واقعات جو ان کی نرم دلی اور غریبوں کی مدد سے متعلق ہیں رہ رہ کر ان کی یاد دلاتے ہیں، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ محمد ازہر رضا جو اکیڈمی ہی میں ہی رہ کر جامعہ نوریہ رضویہ میں درس نظامی کی تعلیم میں مصروف ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور منیف بھائی اکیڈمی کے آفس میں بیٹھے ہوئے حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے تعلق سے کچھ گفتگو کر رہے تھے تبھی اچانک ایک ضعیفہ جو بہت کمزور تھی اور اس کی بینائی میں بھی ضعف تھا، آئی اور مدد کے لئے کچھ طلب کرنے لگی، تو منیف بھائی نے فوراً اس ضعیفہ کو دس روپے دیے اور جب وہ ضعیفہ جانے لگی تو ان کو پوری طرح اطمینان نہیں ہوا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ ازہر رضا جاؤ اور ان ضعیفہ کو سامنے والے کھانے کے ہوٹل پر لے جاؤ اور ہوٹل والے سے کہہ دینا کہ ان کو اچھی طرح سے کھانا کھلا دیں اور جو قیمت ہوگی وہ میں ادا کروں گا، لہٰذا ازہر رضا نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک غریب کی غریبی دیکھ کر بھائی جان نے ایک چائے والے سے کہا کہ ان کو جب بھی ان کی مرضی ہوا کرے اور یہ آیا کریں تو ان کو آپ چائے پلا دیا کریں، اور جو پیسے ہوا کریں وہ میرے کھاتے میں چڑھا دیا کریں۔

اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو بھائی جان کی سخاوت اور دریا دلی کی یاد دلاتے ہیں، وہ اپنے دوستوں کے بھی بہت سے کاموں میں ان کی مدد کیا کرتے تھے، مثلاً کسی دوست کا کوئی ایسا کام جو والد محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ سے متعلق ہوتا اور وہ آپ سے عرض کرتے ہوئے گھبراتے تو وہ بھائی جان کی مدد لیا کرتے تھے اور بھائی جان بھی ان کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی دوستی کا پورا حق ادا کرتے تھے، ان کے کئی دوستوں نے اس طرح کے واقعات مجھ سے بیان کیے، بھائی جان کے کچھ خصوصی دوست بھی تھے جن سے ان کا ملنا جلنا ہمیشہ رہتا تھا، اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ ان حضرات کا بھائی جان سے بہت لگاؤ ہے اور اکثر ان کی ملاقات ہوتی ہے انہیں حضرات میں سے کچھ خاص کے نام یہ ہیں، محمد طارق رضا، مولانا محمد شارق رضا، مولانا محمد شان رضا، محمد آزاد رضا، حافظ محمد عمران رضا، حافظ محمد اویس رضا، ، محمد حمزہ رضا ، حافظ غلام محمد خاں صاحبان، وغیرہم یہ وہ حضرات ہیں جو بھائی جان کے بہت ہی قریبی اور محبوب دوست ہیں، جن کی آمد و رفت میں ان کے پاس ہمیشہ دیکھا کرتا تھا، اللہ ان حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

علمی خدمات

بھائی جان نے بہت سے علمی کارنامے انجام دیے ہیں، جن میں اکثر کمپیوٹرائز ہیں، چونکہ وہ کمپیوٹر کے ذریعہ علمی

خدمت میں بہت ماہر تھے، اور والد محترم قبلہ مد ظلہ العالی کے ساتھ ہر علمی خدمت میں کمپیوٹر کے ذریعہ پوری طرح سے شامل رہتے تھے، انہوں نے تقریباً سو چھوٹی بڑی کتابوں کی کمپیوٹرائزنگ کی ہے جو امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے شائع ہوئی ہیں، جن میں کچھ عالمی شہرت یافتہ کتابیں بھی ہیں، مثلاً جامع الاحادیث، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ مفتی اعظم اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ"۔

اور اسی طرح بہت سی چھوٹی بڑی کتابوں میں انہوں نے کمپیوٹر کے ذریعہ سے علمی خدمات انجام دی ہیں، اور فتاویٰ رضویہ، جو ترتیب جدید اور خوبصورت رسم الخط کے ساتھ ابھی ان کے عرس چہلم میں منظر عام پر آنے والا ہے، اس کی پوری سیٹنگ، اس کے حاشیوں کی سیٹنگ، اس میں موجود آیات کریمہ کو خوبصورت رسم الخط کے ساتھ سیٹ کرنا، اور احادیث کریمہ کو بھی نمایاں انداز میں قوسین میں کرنا، اور اسی طرح دیگر امور جو تقریباً ۱۶۰۰۰ رصفحات پر مشتمل ہیں ان کو انہوں نے خود اور کچھ لوگوں سے اپنی نگرانی میں انجام تک پہنچانے میں اہم رول ادا کیا جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، حضرت موصوف پچھلے پانچ سال سے مسلسل اس عظیم الشان کتاب پر کام کر رہے تھے اور والد محترم کا ہاتھ بٹا رہے تھے، حتیٰ کہ اگر کبھی ان کی طبیعت بھی خراب ہو جاتی تو بھی ان کا یہ علمی و دینی کام نہیں رکتا تھا، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان کی طبیعت علیل ہوتی لیکن پھر بھی وہ والد صاحب کے ساتھ اس دینی کام میں مشغول رہتے، اللہ تعالیٰ ان کو اس دینی کام کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

بھائی جان پر اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا خاص کرم

چونکہ بھائی جان بچپن ہی سے کمزوری کے شکار تھے، اس لیے تمام دنیوی کاموں میں ان کو کمزوری کا احساس ہوتا تھا، مثلاً اگر ہم چاروں بھائی (بھائی جان (محمد منیف رضا) میں (محمد عفیف رضا)، محمد نظیف رضا، محمد توصیف رضا) کوئی کھیل کھیلتے تو ان کو اس میں بہت دقت ہوتی اور اکثر و بیشتر وہ اس کھیل میں آخری نمبر پر آتے تھے، یا کوئی وزنی کام کرنا ہوتا تو ہم تینوں بڑی تیزی سے وہ کام انجام دیا کرتے تھے اور ان کو اس میں بھی پریشانی ہوتی تھی اور ان کی سانس پھول جایا کرتی تھی، اگر کبھی بھاگ دوڑ کا کوئی کھیل کھیلتے تو بھی وہ اس میں اکثر و بیشتر آخری نمبر پر ہی آتے تھے، اور بھی اسی طرح کے بہت سے کام تھے جن میں ان کو مرض کی وجہ سے کمتری کا احساس ہوتا تھا، لیکن خدا کا فضل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت دیکھیے کہ جب علم دین کی خدمت کا موقع آیا تو ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم سب پر فوقیت عطا کی اور ان کو امتیازی پوزیشن سے نوازا، اور وہ علم دین کے وہ وہ کام کر گئے جو ہم نے آج تک سوچے بھی نہیں ہیں۔ نہ جانے کتنی کتابوں کو وہ کمپیوٹرائز کر گئے، اور کتنی کتابوں کو خوبصورت انداز میں مزین کر گئے، حیرت ہوتی تھی کہ یہ وہی شخص ہیں جن کو ہر دنیوی مرحلہ میں کمزوری کا احساس ہوتا، لیکن جب علم دین کی خدمت کی باری آئی تو ان سب کو اپنے آپ سے کوسوں پیچھے چھوڑ دیا جو کبھی ان کو دنیوی مراحل میں ہرا دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہم سب بہن بھائیوں پر ان کو یہ امتیازی فوقیت عطا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور و رحمت کی بارش نازل فرمائے، آمین۔

بزرگان دین سے لگاؤ

بھائی جان بزرگان دین سے بھی بہت لگاؤ رکھتے تھے، اور ان حضرات کی خدمت گزاری سے بہت خوش ہوتے تھے ،ان کو بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ اور مظہر مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضاخاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت خاص لگاؤ تھا۔

اور اپنے پیر و مرشد پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضور سید ڈاکٹر محمد امین میاں قادری برکاتی (امین ملت قبلہ) سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، جو خوش قسمتی سے ہم سب بھائی بہنوں کے بھی پیر و مرشد ہیں، ان کی تو تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے، اور ہر معاملہ میں اپنے پیر و مرشد کو سب سے اعلیٰ مقام پر رکھتے تھے۔

اور حضور بحرالعلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو عرس رضوی کے مبارک موقع پر یا کسی اور موقع پر اکثر ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے، اس لیے کہ وہ ہمارے والد گرامی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے استاذ گرامی بھی تھے، تو جس موقع پر بھی وہ بریلی شریف تشریف لاتے تو ہمارے والد صاحب ان کا قیام اپنے گھر پر ہی کراتے تھے، تو بھائی جان کو حضرت سے اتنا لگاؤ تھا کہ جب حضرت آتے تو حضرت کو خود اپنی کار سے اسٹیشن لینے جاتے، اور جب والد صاحب نے پہلی بار کار خریدی تھی تو اس میں اہل خانہ کے علاوہ اگر سب سے پہلا کوئی شخص بیٹھا تھا تو وہ حضور بحرالعلوم کی ہی ذات گرامی تھے جن کے لیے ابو سے ضد کر کے ایک دن پہلے ہی منگائی تھی، حضرت کو اپنی کار میں بٹھا کر گھر لائے، اور جب حضرت سے یہ بات عرض کی گئی تو حضرت بھی بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

انتقال پر ملال

۱۹/دسمبر ۲۰۱۶ء کو صبح کے وقت جب میں اور بھائی جان فجر کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں (جو امام احمد رضا اکیڈمی میں ہے) آگئے اور کچھ وقت گزرا تھا کہ اچانک ہمارے ایک دوست (محمد عالم صاحب) کا ان کے موبائل پر فون آیا، فون میں نے اٹھایا اور ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ میں محمد منیف رضا سے ملنے آنا چاہتا ہوں، لہٰذا میری ان سے بات کرا دیجیے، میں نے بھائی جان سے کہا کہ فلاں دوست آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں آپ سے ملاقات کے سلسلہ میں، تو انہوں نے کہا کہ دو کہ آج ظہر کی نماز کے بعد آجائیں، لہٰذا میں نے ویسا ہی کہہ دیا، اس کے بعد میں تقریباً ۹/ بجے ناشتہ کرنے کی غرض سے گھر آیا اور ناشتہ کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ وہ بھی گھر پر ناشتہ کی غرض سے آئے، اور میں جب تک ناشتہ کر کے اپنے گھر کے ایک کمرے میں بیٹھ چکا تھا، اور موصوف ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھ گئے تھے، تبھی اچانک ناشتہ کے دوران ان کو ایک پھندا لگا، تو والدہ محترمہ نے فرمایا کہ پانی پی لو، اس کے بعد کچھ کھانسی آئی تو انہوں نے پاس ہی واش بیسن میں تھوکا تو ان کو خون نظر آیا، تو انہوں گھبراتے ہوئے کہا ارے امی! میرے منھ سے خون آیا ہے، والدہ محترمہ گھبرا گئیں اور انہوں نے فوری طور پر مجھے آواز دی، میں سمجھا کہ ویسے ہی کوئی بات ہوگی، لیکن جب منیف رضا نے مجھے زور سے آواز دی کہ عفیف یہاں آؤ، تو میں گھبرا گیا اور دوڑا ہوا آیا، میں

نے ان کو تخت پر بٹھایا، اس وقت میں نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا اور سورۂ اخلاص پڑھنا شروع کی تو میں نے محسوس کیا کہ ان کے دل کے پاس کچھ خر خر کی آواز آرہی تھی، میں اور گھبرایا، پھر والدہ محترمہ نے فوراً والد محترم کو خبر کی تو والد محترم بھی گھبراتے ہوئے اور اپنے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مدد طلب کرتے ہوئے بھائی جان کے پاس بیٹھ گئے، اور کچھ پڑھنے لگے، اسی دوران میں جلدی سے اکیڈمی سے کار لے کر آیا، جب میں اپنے گھر کے دروازے پر کار لے کر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ان کو منھ بھر خون کی قے ہو چکی تھی، اور ان کا خون دروازے پر بکھرا پڑا تھا، میرے دل کی گھبراہٹ کی انتہا نہ ہو رہی، اور بہنوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بے ساختہ آنسو بہانے لگیں، تو میں نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ کچھ نہیں ہوگا بس دعا کرو، انہوں نے بھی کار میں بیٹھتے ہوئے یہی کہا کہ اپّی (یعنی ہماری بڑی بہن) میرے لیے دعا کرنا، ہم فوراً بریلی کے مشہور ہاسپٹل (مشن ہاسپٹل) کے لیے نکل گئے، راستے میں بھی ان کو دو تین بار الٹیاں ہوئیں، اور راستے میں مجھ سے کہا کہ عفیف میں جا رہا ہوں ابو کا خیال رکھنا، تو میں نے سمجھانے کے انداز میں کہا کہ بھائی آپ کو کچھ نہیں ہوگا بس ہاسپٹل آہی چکا، بہر حال ہم ٹریفک سے بچتے بچاتے ہاسپٹل پہنچے، اور جب ایڈمٹ کرانے لگے تو ایک ڈاکٹر نے کہا کہ یہاں ابھی کوئی دل کا ڈاکٹر نہیں ہے لہٰذا یہاں سے لے جائیے والد محترم نے مشورتاً پوچھا کہ تو کہاں لے جائیں اس ڈاکٹر نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے، تو والد محترم کو اس پر غصہ آیا اور کہا کہ ہم یہاں آتے جاتے رہتے ہیں تم ہمیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتے، اس کے بعد اس ڈاکٹر نے منیف رضا کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کر لیا، کچھ دیر تک دوائیاں دی گئیں، ان کو وہاں بھی خون کی الٹی ہوئی، پھر ہمارے اعزا و اقارب بھی وہاں پہنچ گئے، پھر ایک دوسرے ڈاکٹر سے بات ہوئی (جن سے والد صاحب کے خاص تعلقات ہیں) تو انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اس ہاسپٹل سے نکال لیجیے اور ایک دوسرے ہاسپٹل (میڈی سٹی) لے جائیے۔ لہٰذا وہاں لے گئے، وہاں ان لوگوں نے ایڈمٹ کیا، اور کچھ دیر بعد کہا کہ فوری طور پر خون کا انتظام کیا جائے، آپ کے مریض کو خون کی سخت ضرورت ہے، لہٰذا ہم دونوں بھائی (میں اور محمد نظیف رضا) اور ایک ہمارے محب گرامی محمد عشیر صاحب اپنا خون دینے کے لئے چلے گئے، وہاں سے کچھ دیر کے بعد جب واپسی ہوئی تو پتہ چلا کہ ان کو دہلی ایمس (A.I.I.M.S) لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے، ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ آپ ان کو وہیں لے جائیے جہاں پہلے ان کا علاج ہو چکا ہے، لہٰذا فوراً ایک ایمبولینس کا انتظام کیا گیا اور ساتھ رہنے کے لئے ایک ڈاکٹر کا انتظام کیا گیا، وہ ڈاکٹر جب بھائی جان کو دیکھ کر آئے تو اس نے ہم میں سے کچھ خاص لوگوں کو بلا کر کہا کہ معاملہ بہت نازک ہے اگر آپ یہاں رکھیں گے تب بھی اتنا ہی خطرہ ہے، اور اگر دہلی لے جائیں گے تو راستے میں بھی اتنا ہی خطرہ ہے، اور اتنا ہی خطرہ وہاں دہلی ایڈمٹ ہو کر بھی رہے گا، لیکن یہاں سے بہتر علاج وہاں ہوگا، آگے آپ کی مرضی، تو والد صاحب نے کہا فوراً چلنے کی تیاری کی جائے، اور (میڈی سٹی) ہاسپٹل سے تقریباً ۷:۳۰ بجے ایمبولینس دہلی کے لئے نکلی، اور ۸ر بجے امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے پہنچی جہاں ہمارے سب اعزا و اقارب اور کالونی کے تمام حضرات ان کو دیکھنے کے لیے جمع تھے، لہٰذا جلدی جلدی کچھ خاص لوگوں کی ملاقات کرائی گئی، بھائی جان جس سے بھی ملتے رو کر ملتے اور دعا کی درخواست کرتے، اس کے بعد فوراً ایمبولینس دہلی کے لیے روانہ ہو گئی، اور والد محترم کا کہنا تھا کہ میں راستہ بھر منیف رضا کا دل بہلاتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے

ہم دہلی پہنچ گئے، ادھر ہم سب کے دلوں میں یہ خوف تھا کہ پتہ نہیں ایمس (A.I.I.M.S) والے ایمرجنسی میں ایڈمٹ کریں گے یا نہیں، لیکن تقریباً ۱ر بجے ہمارے قمر الزماں چاچا کا فون آیا کہ صرف ۲۰ر منٹ کے اندر ایمس (A.I.I.M.S) میں ایڈمیشن ہو گیا ہے، تو ہم سب کے دلوں کو راحت ہوئی اور پھر ہم کچھ دیر سو پائے، پھر وہاں دوسرے دن انجیو گرافی ہونی تھی، لیکن وہ دوسرے دن مشین خراب ہونے کی وجہ سے نہ ہو سکی، لہٰذا وہ تیسرے دن ہوئی، اور اس درمیان ایک عدد الٹی کے باوجود ان کی حالت کافی درست رہی، اور شام کو گھر پر موبائل کے ذریعہ والدہ محترمہ سے بات بھی کی، پھر دوسرے دن صبح کو ان کی انجیو گرافی ہوئی، اور ڈاکٹروں نے بتایا کہ پھندا لگنے سے اندر دل میں لگا ایک ٹانکا کھل گیا تھا جس کی وجہ سے خون کی الٹیاں شروع ہوئی تھیں، اب ہم نے وہ بند کر دیا ہے، انجیو گرافی کے تقریباً دو دن کے بعد ہوش آیا، اور ان کو ان دو دنوں تک وینٹی لیٹر پر رکھا گیا، بہر حال اسی دوران میری والد صاحب سے فون پر بات ہوئی تو فرمایا کہ اب تک تو ڈاکٹروں نے کچھ خاص دل کو تسلی دینے والی بات نہیں بتائی تھی، لیکن اب بتایا ہے کہ کافی سدھار ہے، لیکن ابھی وینٹی لیٹر پر ہی رکھا ہوا ہے، کیونکہ پھیپھڑے پوری طرح سے اپنا کام نہیں کر رہے ہیں، وہ لگ بھگ ۸۵ر فی صد کام کر رہے ہیں، اور جب وہ تقریباً ۹۵ر فی صد کام کرنے لگیں گے تو یہ لوگ وینٹی لیٹر ہٹا دیں گے، یہ خبر سن کر دل کو بڑی راحت محسوس ہوئی، اور میں نے والد صاحب سے کہا کہ میں دہلی آنا چاہتا ہوں، تو فرمایا کہ ابھی نہیں، یہاں آکر تم صرف پریشان ہی ہو گے، اور یہاں لیٹنے بیٹھنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے، اور جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنی ہی پریشانی بڑھے گی، ابھی ایک دن اور رکو جب ڈاکٹر وینٹی لیٹر ہٹا دیں گے تو تم اپنی امی کو لے کر دہلی آ جانا اور منیف رضا سے مل لینا، میں نے کہا ٹھیک ہے، پھر دوسرے دن کو یہ خوشخبری ملی کہ اب وینٹی لیٹر ہٹا دیا ہے، اور والد محترم نے فرمایا کہ آج شام کو تم اپنی امی کو لے کر دہلی آ جاؤ، لہٰذا بلا تاخیر ہم رات کو دہلی کے لئے نکلے اور خوشی اس بات کی تھی کہ اب بھائی جان کو ہوش آ گیا ہے اور اب ہم جا کر ان سے ملیں گے۔

لیکن جب تک ہم دہلی پہنچے ان کی طبیعت دوبارہ خراب ہو چکی تھی، اور ان کو پھر سے وینٹی لیٹر پر لے لیا گیا تھا، والدہ محترمہ نے جب یہ منظر دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا اور بے ساختہ ان کے آنسو نکل پڑے، میں بھی گھبرا گیا، کیونکہ میں نے پہلے کبھی بھی کسی بھی مریض کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا، بہر حال اس کے بعد والدہ محترمہ والد صاحب کے ساتھ ایک کمرے پر چلی گئیں، اور میں اور مولانا سکندر عالم صاحب اور میرے چچیرے بھائی محمد طارق رضا ہاسپٹل ہی میں رہے، یہ دونوں حضرات بہت دن پہلے سے ہی وہاں موجود تھے اور اپنی دوستی کا حق ادا کر رہے تھے، بہر حال اسی طرح دن گزرتے رہے، میں بیچ بیچ میں ان کے پاس جاتا تھا اور قرآن کریم کی سورتیں اور دوسری ضروری دعائیں پڑھ کر دم کرتا رہتا تھا، اور ہمارے اعزا و اقارب بھی ان کے لیے دعائیں کرتے رہے، اور دعا کی بات یہیں تک محدود نہیں ہے، ان کے لئے دعائیں پوری دنیا میں ہوئیں۔

لیکن خدا کی مرضی کے آگے کیا کریے گا، ان کی طبیعت دن بدن بگڑتی گئی، سانس لینے کی پوزیشن گرتی گئی، اس کے بعد ڈاکٹروں نے بتایا کہ اب بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے لہٰذا حالت اور نازک ہوتی جا رہی ہے، اسی دوران ان کے جسم کی سوجن بہت بڑھ گئی، اور پھر پتہ چلا کہ اب تقریباً دو دن سے پیشاب نہیں آیا ہے، جو مزید پریشانی کا سبب ہے۔

بالآخر ۲۷ر دسمبر کی صبح جب میں ان سے ملنے پہنچا تو وہی حالت تھی جو پچھلے دو دنوں سے تھی، لیکن سوجن مزید بڑھ گئی تھی، میں کچھ دم کر کے واپس آیا، اس کے بعد میں اپنی کچھ ضروریات سے فارغ ہونے کے لئے باہر گیا، واپس آیا تو پتہ چلا کہ بھائی جان اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں، یہ بات سن کر دل پر اک دھکا سا لگا، اور نم آنکھوں سے میں ان کے پاس گیا، دیکھا تو ڈاکٹروں نے موصوف کو سفید کپڑے میں لپیٹ دیا تھا، یہ منظر دیکھ کر دل وہیں ڈھہ کر رہ گیا، میں نے ان کا چہرہ کھول کر دیکھا تو لگا کہ جیسے سو گئے ہوں، اس کے بعد کچھ دیر تک والدہ محترمہ کو نہیں بتایا، لیکن جب بتایا تو ان کے غم کی انتہا نہ رہی، اور وہ مجھ سے چمٹ کر رونے لگیں اور کہنے لگیں، کہاں چلا گیا میرا بیٹا مجھے چھوڑ کر، اس کے بعد ضروری کارروائی کرنے کے بعد انہیں کو گھر واپس لائے، جب ہم گھر کے دروازے پر پہنچے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر ایک عجیب احساس دل میں پیدا ہوا کہ یہ کیسا عجیب دن ہے جو دل کو لحہ لحہ رونے پر مجبور کر رہا ہے، پھر والدہ محترمہ کو گھر کے اندر لے گئے، لوگوں کے غموں کا ٹھکانہ نہ تھا، لیکن گھر کی عورتوں نے بہت صبر سے کام لیا، اور آہ و بکا سے انتہائی حد تک پرہیز کیا، اور جب گھر آ کر میں نے بھائی جان کا چہرہ دیکھا تو وہ چہرہ اس طرح کھل رہا تھا مانو نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں، خدا کے فضل سے رات صبر کے ساتھ گزاری اور صبح کو تجہیز و تکفین کی تیاری میں لگ گئے، اور تقریباً ۲ر بجے غسل دیا گیا، اور ۳ر بجے نماز جنازہ پڑھی گئی، نماز جنازہ میں کم و بیش ۵۰۰ر علماء کرام و مشائخ عظام نے شرکت کی اور اس کے علاوہ عام مسلمانوں کی تعداد بھی کثیر تھی، نماز جنازہ والد محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ نے ہی پڑھائی، اور اس کے بعد نعت و منقبت پڑھتے ہوئے جنازے کو قبر پر لے کر گئے، قبر کی تعمیر میں کچھ دیری تھی تو پہلے عصر کی نماز پڑھی گئی اور اس کے بعد تدفین کی گئی۔

تدفین کے بعد ان کے دوست احباب نے والد محترم کے ارشاد پر برضا و رغبت ان کی قبر کے پاس تین دن تک لگاتار قرآن کریم پڑھا، اور میں بھی قرآن خوانی کے اس عمل میں شریک رہا۔

والد محترم نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل اسنت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے لیے یہی وصیت فرمائی تھی کہ میری تدفین کے بعد لگاتار تین دن تک میری قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنا، لہٰذا ہم نے بھی منیف رضا کے لئے اس سعادت کا انتظام کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ بھائی جان مولانا منیف رضا کی مغفرت فرمائے، تمام صغائر و کبائر جو ان سے عمداً یا سہواً ہوئے ہوں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں معاف فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین، بجاہ سید المرسلین، صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے　　ابر رحمت ان کی تربت پر گہرباری کرے

از: فقیر محمد عفیف رضا برادر اصغر حضرت مولانا حافظ محمد منیف رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مؤرخہ　۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۴ر جنوری ۲۰۱۶ء

امام احمد رضا، اکیڈمی اور مولانا محمد منیف رضا

مولانا صغیر اختر مصباحی

امام احمد رضا اکیڈمی

امام احمد رضا قدس سرہ کی عظمت کے پرچم دنیا بھر میں لہرا رہے ہیں، ان کی حیات و خدمات پر ارباب فکر و نظر نت نئے انداز سے فکر و قلم کی سوغات پیش کر رہے ہیں، ان کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں مختلف جہات سے کام جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا، متعدّد ادارے سرگرم عمل ہیں، ان سرگرم اداروں میں ایک اہم ادارہ امام احمد رضا اکیڈمی بھی ہے۔ اس کا قیام کب، کیوں اور کس طرح ہوا اس سلسلہ میں اکیڈمی کے بانی ہمدرد قوم و ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت عالی مرتبت الحاج سید شوکت حسین صاحب زید مجدہم نے جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو میں نے صحن مسجد نبوی میں حضرت بحر العلوم سے عرض کیا: حضور! بریلی شریف میں مجھے ایک ایسا ادارہ قائم کرنا ہے جس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جملہ تصانیف موجود ہوں، نیز اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ اور آپ کی خدمات جلیلہ پر لکھی ہوئی کتابیں بھی اس میں موجود ہوں تاکہ اگر کوئی اعلیٰ حضرت پر معلومات فراہم کرنا چاہے تو اس کو کسی مشکل کا سامنا کئے بغیر تمام مواد ایک جگہ مل جائے۔

حضرت بحر العلوم نے فرمایا: سید صاحب! یہ کام بڑا سعادت مندانہ اور مبارک ہے، مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ آپ اس کام کا بیڑا اٹھا رہے ہیں۔ حضرت نے کچھ ضروری اور مفید مشورے بھی ارشاد فرمائے۔ اور میری بہت ہمت بندھائی اور مجھے اس تعلق سے رابطہ رکھنے کیلئے کہا۔ کچھ دنوں بعد حضرت بحر العلوم کی ہندوستان واپسی ہوگئی۔

فروری ۲۰۰۰ء میں مولانا صغیر اختر صاحب مصباحی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف زیارت حرمین شریفین کے لئے آئے، مکہ مکرمہ میں ایک محفل میں ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو کئی امور زیر بحث آئے اور مجھے اندازہ ہوا کہ مولانا کام کے آدمی ہیں، میں نے انہیں اپنے گھر جدہ شریف آنے کی دعوت دی۔ جب وہ آئے تو میں نے اکیڈمی کا منصوبہ ان کے سامنے رکھا اور یہ بھی اصرار کیا کہ اس کام کی ذمہ داری آپ سنبھال لیں۔ انہوں نے ایک محرک و فعال شخصیت حضرت مولانا محمد حنیف خانصاحب صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ کا نام پیش کیا اور یہ بھی بتایا کہ مولانا صاحب حضرت بحر العلوم کے شاگرد ہیں

۔اس گفتگو کے بعد بحر العلوم کی بارگاہ میں خط لکھا گیا اور اس معاملہ میں آپ کی رائے طلب کی گئی۔آپ نے خط پاتے ہی اپنی رضامندی کی مہر لگادی اور کام آگے بڑھانے کی فرمائش کی۔

میں جون ۲۰۰۰ء میں جدہ سے ممبئی آیا اور جلد ہی بریلی شریف کا سفر کیا، بریلی شریف پہونچنے کے دوسرے دن جامعہ نوریہ رضویہ پہنچا اور بعد نماز مغرب وہاں ایک میٹنگ ہوئی۔ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب اپنے بچے محمد منیف رضا سلمہ کے آپریشن کے سلسلہ میں دہلی گئے ہوئے تھے، لہٰذا میٹنگ میں میرے ساتھ یہ حضرات شامل تھے، مولانا صغیر اختر صاحب مصباحی، مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب، مولانا عبد السلام صاحب اور حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب سے فون پر رابطہ رہا۔ جب بحر العلوم نے مولانا محمد حنیف خاں صاحب کے نام پر رضامندی کا اظہار فرمایا تھا مجھے اسی وقت اطمنان ہوگیا تھا کہ مجھے میرے مقصد کے افراد مل گئے۔ لیکن ان حضرات سے گفتگو کے بعد اس اطمنان کو اور تقویت ملی اور میں نے خود سمجھ لیا کہ یہ حضرات مولانا محمد حنیف صاحب کی سربراہی میں بحسن وخوبی اس ذمہ داری کو انجام دے لیں گے۔ میٹنگ میں ابتدائی ضروری امور کے معاملہ میں گفتگو ہوئی اور اس میٹنگ میں سب کچھ طے ہوگیا۔ ممبئی آنے کے بعد میں نے اپنے بعض مخلص احباب کو اپنا پروگرام بتایا، سب نے پسند کیا اور ان احباب میں سے بعض نے یہ مشورہ بھی دیا کہ اکیڈمی کو کسی ادارہ سے منسلک مت کیجئے بلکہ یہ ایک مستقل ادارہ ہو، اس کی اپنی مستقل عمارت ہو اگرچہ فی الحال کرایہ پر ہی سہی، بعد میں اکیڈمی کی اپنی عمارت کیلئے کوشش کی جائے۔ مجھے بھی یہ رائے پسند آئی چنانچہ اسی مشورہ کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ (بحر العلوم نمبر)

اکیڈمی کا آغاز:

محترم سید صاحب کے ادارہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے بریلی شریف کے محلہ حسین باغ میں ۲۲ / ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ / مارچ ۲۰۰۱ء بروز اتوار علماء ومشائخ بالخصوص صدر العلماء الشاہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی علیہما الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سے ایک کرایہ کی عمارت میں اکیڈمی کا افتتاح ہوا اور کام کا آغاز کردیا گیا۔ اکیڈمی کا نام "امام احمد رضا اکیڈمی" قرار پایا جس کے تحت ایک لائبریری اور رضا ریسرچ سینٹر کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ناظم اعلیٰ حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب کی قیادت میں اراکین اکیڈمی کی جدوجہد کا بھی آغاز ہوگیا اور پہلے ہی سال میں قابل قدر علمی سرمایہ جمع کرلیا گیا اس سرمایہ میں مطبوعہ نایاب کتابیں، غیر مطبوعہ تصانیف کے عکوس، امام احمد رضا اور مفتی اعظم کی سیرت وسوانح پر مشتمل قلمی اور مطبوعہ مقالات ومضامین اور مخطوطے بھی تھے (اس دوران رمضان المبارک میں اکیڈمی کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی عمرہ اور زیارت روضۂ انور کے لئے گئے۔ ان کا سفر اکیڈمی کے لئے بھی مبارک و مسعود رہا، چند حضرات نے اکیڈمی کے لئے تقریباً ایک لاکھ روپے کی مالیت کی اہم اہم کتابیں خرید کر عنایت فرمائیں جو بذریعہ "

کار گو" بریلی شریف آئیں۔ حضرت تحسین ملت نے بھی اپنے کتب خانہ کی کچھ اہم کتابیں عطا فرمائیں۔ بریلی شریف کے دو قابل قدر کتب خانے بھی اکیڈمی کو حاصل ہوئے۔ جن میں ایک تو حضرت صوفی اقبال احمد نوری صاحب کا کتب خانہ ہے اس میں جدید قدیم کتابوں کے ساتھ ایک اہم مخطوطہ "تفسیر نور الفرقان" کے نام سے ملا جو حضرت مولانا مفتی حشمت علی صاحب بریلوی علیہ الرحمہ (صاحب شمع ہدایت برائے اطفال) نے حضور اعلیٰ حضرت کی حیات میں تحریر فرمائی تھی تفسیری مباحث ترجمہ کنز الایمان سے متعلق ہیں۔ اوراق بوسیدہ اور خط باریک ہے (الحمدللہ اس کا مبیضہ ہو کر طباعت کیلئے پہونچ گیا ہے، بہت جلد منظر عام پر آجائیگا انشاء اللہ)

دوسرا کتب خانہ عالیجناب محترم ملا لیاقت علی خاں صاحب رضوی مرحوم و مغفور کا ہے۔ اس میں بھی قدیم و جدید کتب کا وافر ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ خاص مخطوطے تھے جن کو محفوظ کر لیا گیا، ان میں " اذاقۃ الآثام" جواہر البیان، اصول الرشاد (تصانیف مفتی نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ) مبیضہ ہو کر منظر عام پر آگئی ہیں۔ اکیڈمی میں سال بہ سال ترقی ہوتی رہی، یہاں تک کہ چوتھے سال دو اہم کام ہوئے۔ دس جلدوں پر مشتمل جامع الاحادیث اکیڈمی سے شائع ہوئی۔ اور رام پور روڈ لب سڑک ۵۰۰ ر گز آراضی اکیڈمی کے لئے خریدی گئی ۱۸ ر نومبر ۲۰۰۴ء میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس میں مشائخ بریلی شریف نے شرکت فرمائی۔ مارہرہ شریف سے حضرت امین ملت تشریف لائے۔ حضرت امین ملت نے دوران خطاب ارشاد فرمایا:" آج کا دن علمی اور دینی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ بریلی شریف میں اپنی نوعیت کے منفرد ادارہ کا سنگ بنیاد رکھا جا تا رہا ہے، یہاں سے امام احمد رضا کی شخصیت پر ریسرچ اور تحقیق کی راہیں کشادہ ہوں گی، ریسرچ اسکالر اور محققین کے لئے مختلف موضوعات پر مواد جمع کیا جائے گا۔ اکابر علمائے اہلسنت کے اثاثہ کو یکجا کیا جائے گا۔ تصنیف و تالیف کیلئے گیارہ ہزار ایک سو گیارہ روپے کی شکل میں عطائے خسروانہ سے بھی نوازا، جامع الاحادیث (مکمل دس جلدیں) کا رسم اجرا بھی فرمایا۔

اکیڈمی کے پانچویں سال اکیڈمی کی پہلی منزل تعمیر ہو گئی چھٹے سال عمارت کا افتتاح ہوا حضرت بحر العلوم تشریف لائے، بانی اکیڈمی حضرت سید شوکت حسین صاحب اور مخیر قوم و ملت محترم الحاج محمد امین کوڈ پا صاحب نے مشترکہ طور دوسری منزل کی تعمیر اپنے ذمہ لی۔

اور پھر دیکھتے ہیں دیکھتے حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کی انتھک کوششوں سے جلد ہی تیسری منزل بھی تیار ہو گئی، تزئین کاری اور فنشنگ بھی بہت جلد ہو گئی، اکیڈمی کا محل وقوع بہت مناسب ہے، عمارت وسیع اور دیدہ زیب ہے اور ذوق مطالعہ رکھنے والے افراد کے لیے دعوت و مطالعہ پیش کرتی نظر آرہی ہے، پہلی منزل دار الاشاعت کے لیے، دوسری منزل اکیڈمک ورک اور لائبریری کے لیے اور تیسری منزل قوم کی نونہال بچیوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لیے تیار کی گئی، نشر و اشاعت، تالیف و تصنیف، اور تحقیق و مطالعہ کا کام جس شد و مد کے ساتھ انجام دیا جانے لگا، تعلیم نسواں کے لیے بھی

وہی جدو جہد شروع ہوئی، مدرسہ کا نام جامعۃ الزہرا تجویز ہوا اور جامعۃ الزہرا سرگرم عمل ہوگیا، حضرت ناظم اعلیٰ کی عالمہ، فاضلہ، صاحبزادیاں، (محترمہ فاضلہ طاہرہ فاطمہ، محترمہ فاضلہ طیبہ فاطمہ) عملی میدان میں آئیں، اور مختصر سے وقت میں، تعلیمی معیار کو بہت آگے پہونچادیا۔

اکیڈمی کی اس مختصر مدت کا ذکر اس لیے بھی ضروری تھا کہ مختصر مدت میں کسی ایسے ادارہ کی ترقی بڑی معنویت رکھتی ہے، جس کا آغاز صفر پر ہوا ہو اور معاونین تک راہیں ہموار نہ ہوں، اکیڈمی کا مخلصانہ کردار اور عملی میدان میں اس کی سرگرم کارکردگی اس کی ترقی کا راز ہے، کام دیکھ کر اکیڈمی سے بعض اہل خیر کا تعلق ہوا، دست تعاون بڑھا اور خوب بڑھا، کسی متبرک مجلس میں اکیڈمی کی تیز گام ترقی پر کسی "کرم فرما" نے غیر واقعی شبہات کا اظہار کیا، مجلس میں موجود ایک جرأت مند مرد نے کہا اکیڈمی کی ترقی کوئی راز نہیں بلکہ اکیڈمی کا خیر خواہانہ کام اس کی ترقی کا سبب ہے، اکیڈمی میں آمد سے زیادہ لگتا ہے اور اس کی بڑی وجہ اراکین کی دیانت وامانت داری ہے۔

خیر! اب اکیڈمی نے بفضلہ تعالیٰ وہ مقام حاصل کرلیا ہے کہ دور دراز تک عوام اور خصوصاً خواص میں اس کا صالح ومثبت تعارف ہو چلا ہے، لوگ استفادہ کررہے ہیں ارباب فکر وقلم کے لیے اکیڈمی ایک مرجع عام بن چکی ہے۔

کسی بھی اشاعتی ادارہ کے لیے ارباب فکر ونظر قلمکاروں کے ساتھ ساتھ متحرک وفعال کارندوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور آج کے دور میں تحریر کو طباعتی جامہ پہنانے کے لیے کمپیوٹر اور اچھے ٹائپسٹ اور کمپوزر کی اہم ضرورت ہوتی ہے، ابتدائی سالوں میں یہ کام مختلف ماہرین سے لیا جاتا رہا، اور دوسروں سے کام لینے کے درمیان یہ تلخ تجربہ بھی ہوا کہ کمپوزنگ کے کام کے لیے ہر وقت حاضر باش بندہ ہونا چاہیے، اکیڈمی کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب نے اسی ضرورت کے پیش نظر اپنے صاحب زادوں کو کمپوزنگ سکھائی گویا: ع

ہم اپنے اندھیروں سے نچوڑیں گے اجالا

آپ کے چاروں صاحبزادوں نے کمپوزنگ سیکھی اور وقت ضرورت کام بھی آے، مگر مولوی محمد منیف رضا خاں کو اس کے لیے زیادہ ہی ہوشیار ومتحرک پایا، انہیں اور آگے بڑھنے کا موقع دیا، موصوف پوری دلچسپی کے ساتھ کمپوزنگ کی باریکیوں کو سمجھتے رہے، خود کو آگے بڑھاتے رہے، والد گرامی نے اپنی ضرورت اور موصوف کی دلچسپی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوے مبارک پور اعظم گڑھ میں اس کے فن کے ماہر ومشّاق محترم مہتاب پیامی صاحب سے رابطہ کیا، مولانا منیف نے چند دن گزار کر ضروری باتیں سیکھیں، کام بڑھتا گیا، مزید بڑھا، جب چند کتابوں کی سیٹنگ میں کچھ دشواریاں آئیں، محترم پیامی صاحب کو بریلی بلایا گیا، وہ آے، کچھ دنوں رہے بھی، درپیش دشواریاں دور کیں، مولانا منیف رضا نے ان کو بخوبی سمجھا اور سمجھ کر ذہن نشین کرلیا، اب کمپوزنگ کی تمام تر دشواریاں، ان کا حل ہاتھ آگیا، ماشاء اللہ بڑی پھرتی اور مستعدی سے کمپوزنگ اور سیٹنگ کے مراحل انجام کو پہنچتے رہے۔

بہت سی کتابیں طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں (تفصیل آگے آرہی ہے) گویا والد گرامی کی دیرینہ تمنا مراد کو

پہنچ گئی، اور اس میدان میں اکیڈمی کا مستقبل بڑا تابناک نظر آنے لگا تھا، کام ہر وقت بلکہ قبل از وقت ہونے لگا، نتائج خوش کن اور امید افزا آتے رہے، کمپیوٹر ورک کی طرف سے بے فکری ہوگئی، امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتابوں کی کمپوزنگ میں مولانا منیف رضا مرحوم کا کلیدی کردار رہا، یوں تو اکیڈمی سے شائع ہونے والی تمام کتابوں کے لیے موصوف مرحوم کی کلی یا جزوی کارکردگی رہی، لیکن درج ذیل کتب میں خصوصی کارکردگی رہی۔

جامع الاحادیث:

دراصل جب جامع الاحادیث کی چھ جلدیں ۲۰۰۱ء میں منظر عام پر آئیں (یہ چھ جلدیں امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف میں مذکورہ احادیث اور افادات رضویہ پر مشتمل ہیں، اپنے موضوع پر الگ نوعیت کی معرکۃ الآرا کتاب ہے، اور مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کی بے مثال تصنیف ہے) ابھی اکیڈمی وجود میں نہیں آئی تھی، جامعہ نوریہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے حضرت مفتی صاحب نے یہ گرانقدر تصنیف تحریر فرمائی تھی، اس وقت مولانا منیف رضا کی عمر نو دس سال کی تھی، اور ابھی تک مولانا کی انگلیاں "کمپیوٹر کی بورڈ" سے آشنا نہیں تھیں، لیکن جب حضرت امین ملت کے حکم اور حضرت بحر العلوم کے مشورہ سے تصانیف اعلیٰ حضرت میں مذکور آیات قرآنیہ اور تفسیری مباحث کو جامع الاحادیث کا حصہ بنایا اور اب "جامع الاحادیث" کی ضخامت دس جلدوں تک پہنچ گئی، اس وقت مولانا مرحوم کا شعور بیدار ہو چکا تھا، اور بعد کی چار جلدوں کی کمپوزنگ اور کسی حد تک سیٹنگ میں ساتھ نبھایا، یہ مولانا مرحوم کے مبارک کام کا آغاز تھا، جامع الاحادیث مکمل دس جلدیں ۲۰۰۴ء میں امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہوئی۔

فتاویٰ بحر العلوم:

بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ نے ایک عرصہ دراز تک فتویٰ نویسی فرمائی، ان کے دستیاب فتاویٰ کی جمع و ترتیب اکیڈمی کے ذمہ آئی، حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب نے بکمال شغف بڑی عرق ریزی اور جاں سوزی کے ساتھ فتاویٰ بحر العلوم کو چھ جلدوں میں ترتیب دیا، کمپوزنگ میں مرحوم مولانا منیف رضا نے بھرپور ساتھ دیا اور پھر مکمل سیٹنگ کی۔

حاشیہ بیضاوی شریف:

یہ درس نظامی میں رائج بیضاوی شریف پر شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کا مایہ ناز حاشیہ ہے، یہ ایک چار سو سال قدیم مخطوطہ تھا، حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کو اس کی تبییض و تحقیق کا شرف ملا، مولانا مرحوم نے اس کی قدرے کمپوزنگ بھی کی اور مکمل سیٹنگ بھی فرمائی، یہ ۱۲۴۸ صفحات پر تین جلدیں ہیں۔

فتاویٰ اجملیہ:

اجمل العلما حضرت مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی کے فتاویٰ کا مجموعہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اس کی جزوی کمپوزنگ کی اور مکمل سیٹنگ مولانا مرحوم نے انجام دی۔

فتاویٰ مفتی اعظم:

سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے قدیم و جدید فتاویٰ کو از سر نو ترتیب دے کر ۷ر جلدوں پر مشتمل فتاویٰ مصطفویہ کی اشاعت میں بھی مرحوم کا اہم کردار ہے، جمع و ترتیب حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب نے فرمائی، اکثر کمپوزنگ اور مکمل سیٹنگ مرحوم نے انجام دی۔

فتاویٰ رضویہ جدید:

مرحوم مولانا منیف رضا خاں صاحب کا بڑا اور اہم کام فتاویٰ رضویہ جدید (۲۲ر جلدیں) ہے، موصوف نے اس کی سیٹنگ میں بہت محنت کی ہے، پندرہ ہزار سے زائد صفحات تقریباً دس بار مرحلہ وار مرحوم کے ہاتھوں سے گزرے ہیں، رات کو دن بنا بنا کر کام کو انجام دیا (پوری تفصیل اداریہ میں موجود ہے) البتہ یہ انتہائی افسوس ناک ہے کہ جب فتاویٰ رضویہ جدید خوبصورت انداز میں چھپ کر آئی تو مرحوم نہ رہے، ہمیں یقین ہے مرحوم کا یہ زریں کام ہی ان کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔

بحر العلوم نمبر:

بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کی حیات و خدمات پر ایک ضخیم نمبر نکالنے کا ارادہ ہوا، اور کام شروع ہو گیا، ۱۲ر سو صفحات لکھنا لکھوانا پھر ان کو کمپوز کرانا بڑی سر دردی کا کام تھا، لیکن جب مضامین آنا شروع ہوئے تو کمپوزنگ بھی اسی شدت سے شروع ہو گئی، مولانا منیف رضا نے کمپوزنگ میں بھی بھر پور ساتھ دیا، بذریعہ ای میل آنے والے مضامین بھی نیٹ سے نکالے، اور پورے بارہ سو صفحات کی سیٹنگ خود مولانا مرحوم نے کی۔

بحر العلوم نمبر کی اشاعت بڑے بڑوں کو حیرت میں ڈال گئی، نشر و اشاعت میں مہارت رکھنے والے ایک بزرگ نے فرمایا: "یہ واقعی جناتی کام ہے"۔

رسائل مفتی اعظم:

یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل چوبیس رسائل کا ایک قابل قدر مجموعہ ہے، اس کی سیٹنگ مرحوم نے ہی انجام دی۔

رئیس الاتقیا مفتی نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ (والد اعلیٰ حضرت) کی مشہور تصانیف تفسیر الم نشرح، اصول الرشاد، اذاقۃ الآثام، کی طباعت بھی مرحوم کی محنتوں کا صلہ ہے، غرض کہ اکیڈمی سے شائع ہونے والے رسائل، کتب کی کمپوزنگ اور خصوصاً سیٹنگ میں مرحوم موصوف کا اہم کردار رہا ہے۔

الغرض: اپنے والد بزرگوار کا دہنا ہاتھ اور حرکت و عمل "الولد سر ابیہ" کا سراپا نمونہ بنکر اکیڈمک سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے، صبح ہو کہ شام، دوپہر ہو کہ رات کا پچھلا پہر والد گرامی کو جب جب منیف رضا کی ضرورت ہوتی حاضر و موجود رہتے، حد تو یہ ہے ناسازی طبع کا بھی شکوہ نہ کرتے، جب کوئی کام زوروں پر ہوتا تو رات دن بن جاتی، والد صاحب کے آرام کا وقت ہی موصوف کے آرام کا وقت ہوتا۔

مجھے ابھی بھی وہ بازگشت سنائی دیتی ہے کہ آواز بلند ہوئی "منیف" فوراً جواب آیا "جی آیا" اور آ گئے، اور پھر وہ ہوتے اور کمپیوٹر ہوتا "کی بورڈ" پر سٹیک چلنے والی انگلیاں اپنا کام دکھاتی جاتی تھیں۔

ہر سال عرس رضوی کے لئے اشاعتی تیاریوں کا آغاز رمضان المبارک سے ہی شروع ہو جاتا اور ذی الحجہ میں یہ تیاریاں طوفانی رخ اختیار کر لیتی تھیں، اس دوران اکیڈمی میں ہر روز تقریباً ۱۶ر گھنٹے کام ہوتا رہتا ہے۔ مرحوم منیف رضا کام میں برابر کے بلکہ بسا اوقات بڑھ چڑھ کر شریک رہتے۔

حاصل کلام یہ کہ رضویات کے فروغ و اشاعت کے لئے امام احمد رضا اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ارکان و ذمہ داران حتی الوسع خدمات انجام دیتے رہے خصوصاً استاذ گرامی مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی کی خدمات زریں حروف سے لکھنے لائق ہیں۔

آج ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ یہ صدمۂ جانکاہ سہنا پڑا کہ امام احمد رضا اکیڈمی کے لئے تیار ہونے والا ایک قیمتی اور لاجواب ہیرا ہمارے درمیان سے رخصت ہو گیا، وہ کیا گیا پورے ماحول کو سوگوار کر دیا۔

میں پھر کہوں گا۔

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

اللہ رب العزت مرحوم کی بخشش فرمائے، جوار رحمت میں خاص جگہ عطا فرمائے، وارثین، متعلقین، عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امام احمد رضا اکیڈمی کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

صغیر اختر مصباحی

باب دوم

یادیں اور باتیں

اکیلا ہوں مگر آباد کر دیتا ہوں ویرانہ

چند یادیں چند باتیں

طاہرہ فاطمہ برکاتی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

للہ ما اعطی و لہ ما اخذ و کل شیئ عندہ بمقدار ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اس کے یہاں ہر چیز کی عمر مقرر ہے۔

اس دنیا میں جو آیا ہے اسے ایک دن جانا ضرور ہے۔ لیکن زیر زمیں دفن ہو جانے والوں میں ہر صورت خاک میں پنہاں نہیں ہوتی۔ کچھ صورتیں ایسی بھی ہوتی ہے جو لالہ و گل کی طرح نمایاں ہو جاتی ہیں اور مرنے کے بعد بھی ہزاروں لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی ذات میرے بھائی مولانا محمد منیف رضا کی ہے جو اپنی زندگی میں تو ہر دل عزیز تھے ہی لیکن اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد ان کی محبوبیت اور مقبولیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ عوام و خواص بلکہ علمائے کرام و مشائخ عظام پہلے ان کی صحت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا گو تھے اور اب مغفرت کے لئے دست بدعا ہیں۔

منیف رضا کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ بزرگ ترین ہستیاں ان کے لئے دعا کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ان الذین آ منو وعملو الصلحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا،

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کرے گا۔ (کنزالایمان)

تفسیر: یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنا محبوب کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے فلاں میرا محبوب ہے تو جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبرئیل آسمانوں میں ندا کرتے ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب

رکھیں تو سب اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے، (خزائن العرفان)

اور یہاں تو حال یہ تھا کہ علمائے کرام بلکہ منیف کے اساتذہ کرام ہی ان کے ہر کام میں پیش پیش تھے۔ اساتذہ کرام کی مبارک جماعت نے ہی ان کو غسل دیا، اور دولہا بنا کر سفر آخرت کے لئے تیار کیا۔ شاید ایسی ہی موت کی خواہش تھی منیف کو، اس لئے وہ اپنے مضمون (جو اعلی حضرت کے متعلق ہے) میں خود لکھتے ہیں۔ "اس دار فانی میں آئے دن لاکھوں اموات ہوتی ہیں اور بے شمار جنازے اٹھتے ہیں مگر ان اموات میں کچھ موتیں وہ ہوتی ہیں جن پر زمانہ رشک کرتا ہے، اور تمنا کرتا ہے کہ اے کاش ایسی موت ہمیں بھی عطا ہو" یعنی جیسی رخصت وہ چاہتے تھے اللہ رب العزت نے ان کی وہ آخری خواہش پوری فرمادی۔

موت تو اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

منیف رضا جہاں امی ابو کے نور نظر لخت جگر اور بیٹے کی صورت میں ملنے والی نعمت تھے، وہیں میرے لئے بھی بھائی کی صورت میں ملنے والی پہلی مراد تھے۔ اس دنیائے فانی میں ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلی جو آرزو میں نے کی تھی وہ میرے پیارے بھائی منیف رضا کی ذات تھی۔ اس وقت رب کریم کی بارگاہ میں بس یہی دعا تھی کہ یا اللہ ہمیں بھی ایک بھائی دیدے، کیوں کہ اس وقت ہم صرف دو بہنیں تھیں، یعنی اللہ نے ہمیں بہن تو دی تھی لیکن بھائی کا ارمان ابھی باقی تھا، بچپن کے زمانہ میں ابو جب کہیں باہر جاتے تو پوچھتے کہ کیا لاؤں، تب میں امی کو اشارہ کر دیتی کہ مجھے ایک بھائی منگوا دو بس۔ ابو ہنس دیتے اور کہتے انشاءاللہ۔ رب العزت نے میری یہ دعا بہت جلد قبول کر لی، اور منیف کو میرا بھائی بنا کر بھیج دیا۔ جب اس کو دیکھا اور گود میں لیا تو زندگی کا ہر ارمان پورا ہو گیا تھا، اس وقت ہم بہنیں دو تھیں اور بھائی ایک ہی تھا، اسی لئے سخت کشمکش رہتی، طیبہ کہتی میرا بھائی ہے، میں کہتی میرا بھائی ہے، میں نے اللہ سے بہت دعا مانگی تھی تب ملا ہے، جب تھوڑا بڑا ہوا اور بیٹھنے لگا تو کھانے کے وقت بھی یہی جھگڑا ہوتا۔ میں اپنے ساتھ بٹھانے کی ضد کرتی اور طیبہ اپنے ساتھ، تو ابو دونوں کا جھگڑا ختم کرنے کے لئے منیف کو درمیان میں بٹھا دیتے اور ہم دونوں کو ادھر اُدھر تب جا کر بات ختم ہوتی۔

یہ جھگڑا اس وقت تک جاری رہا جب تک ہمارا دوسرا بھائی اس دنیا میں نہیں آیا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں دوسرا بھائی عطا کر دیا تب یہ جھگڑا ختم ہوا اور یہ طے ہوا کہ چھوٹا بھائی چھوٹی بہن کا اور بڑا بھائی بڑی بہن کا، لیکن آج میرا پیارا بھائی

مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ کیونکہ یہی نظام رب العلمین ہے "کل نفس ذائقة الموت" کے تحت اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں۔ انبیا و مرسلین علیہم الصلوۃ و السلام و اولیا و صالحیں رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کو اجل آئی۔ جو حیات رب العلمین کی طرف سے انہیں ملی تھی اسے مکمل کرنے کے بعد سب جوار رحمت خداوندی میں چلے گئے۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں

اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

جب تعلیم شروع کرانے کا ارادہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ منیف کل صبح سے مدرسے جائیں گے تو رات ہی سے تیاری شروع ہوگئی، صبح نئے کپڑے پہن کر میرے ساتھ مدرسے گئے لیکن اپنے کلاس میں جانے کے بجائے میرے کلاس میں ہی میرے ساتھ بیٹھنے کی ضد شروع کردی، اور آخر کار سر کو میرے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دینی پڑی۔ جب سبق سنانے کا نمبر آیا اور سر نے اپنے پاس بلایا، تو میری طرف دیکھنا شروع کردیا۔ میں نے اشارہ سے کہا جاؤ، تو اپنی کتاب اور کاپی لیکر سر کے پاس پہنچے، سبق سنایا، اس کے بعد سر نے کچھ لکھنے کے لئے دیا تو خود لکھ کر لے گئے، تحریر دیکھ کر سر کو حیرت ہوئی اور وہ سمجھے کہ یہ کام منیف نے مجھ سے کروایا ہوگا، انہوں نے سختی سے پوچھا تو منیف کی آنکھوں میں آنسوں آگئے، میں فوراً ہی ان کے پاس پہنچی اور سر کو بتایا کہ یہ کام منیف نے خود کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ مدرسے آنے سے پہلے ہی بغیر کسی کے سکھائے پورا "یسرنا القرآن" نقل کر چکے ہیں، اس لئے ان کا ہاتھ بالکل صاف ہے۔ یہ سن کر سر کو بہت حیرانی ہوئی۔ لیکن انہیں یقین نہیں آیا۔ جب میں نے اشارہ کیا تو منیف نے سر کے سامنے ہی لکھ کر دکھایا تو انہوں نے بھی تعریف کی اور پھر کبھی سختی نہیں کی۔

منیف رضا گھر والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے خاندان، دوست، احباب، ساتھیوں، اور اساتذہ کے لئے بھی اہم تھے۔ طبیعت میں خوش مزاجی بچپن ہی سے تھی، سب سے ہنس کر ملتے تھے۔ اور دوسروں کے ہنسانے میں بھی مزہ آتا تھا۔ اگر کبھی کسی کا موڈ آف ہوتا تو اس وقت تک اس کی شامت آتی رہتی جب تک اس کا موڈ صحیح نہیں ہوجاتا اور وہ ہنس نہ دیتا۔ جتنی دیر گھر میں رہتے ہنسی کی آواز آتی رہتی۔ ہر طرف رونق بنائے رکھنا اور سب کو اپنے ساتھ شامل رکھنا منیف کا محبوب مشغلہ تھا۔ کسے معلوم تھا یہ رونق چند دن کی ہے اور سب کو خوش رکھنے والا اور ہنسانے والا بہت جلد سب سے جدا ہوجائے گا۔ میں کبھی کہتی: منیف! رہنے دو پریشان مت کرو! تو فوراً جواب آتا: جب نہیں رہونگا تو اس بھائی کو یاد کروگی۔ گویا کہ رہا ہو۔

اکیلا ہوں مگر آباد کر دیتا ہوں ویرانہ بہت روئے گی میرے بعد یہ شام تنہائی

شاید وہ اتنی سی عمر میں ہی سارے ارمان پورے کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے اپنی دستار بندی کی خوشی میں گھر پر جو پروگرام رکھا تھا اس کی دعوت دینے خود ہی ہر جگہ گئے اور ہر ایک کو الگ الگ اصرار کر کے بلایا گیا، اور جو کسی وجہ سے نہیں آسکا اس سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اسی دعوت کے سلسلہ میں ایک رات پھوپھی کے یہاں تھے، رات میں کھانا کھانے کے بعد باتیں ہونے لگیں، جب رات زیادہ ہوگئی تو امی نے کہا: چلو منیف اب سو جاؤ اور سب لوگوں کو بھی سونے دو اور باتیں بند کرو۔ تو بولے: ارے امی کرنے دو باتیں زندگی کا کیا بھروسہ، کیا پتہ کب کون چلا جائے۔ یہ سن کر سب اپنی اپنی جگہ تھم گئے، پھر وہی ہوا۔ منیف کی اپنے دوستوں کے ساتھ یہ آخری محفل تھی۔ طبیعت خراب ہونے سے دو دن پہلے ابو منیف کو سمجھا رہے تھے: منیف کھانے پینے کا خیال رکھا کرو، تو میں نے بھی لاپرواہی کی شکایت کر دی تو بہت ناراضگی دکھائی اور کہا: اب میں بھی کوئی رعایت نہیں کروں گا، سب شکایتیں ابو تک پہنچاؤں گا۔ پھر اگلے دن معمول سے زیادہ کھانا کھایا اور کہا: لاؤ کھلاؤ کتنا کھلاؤ گی، اب اتنا کھانا کھایا کرونگا کہ پکا پکا کر تھک جاؤ گی، آہ آج وہ پیاری صورت ہم سب کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی ہے۔ سب کے دل چاک ، آنکھیں اشکبار ہیں، اور قلب بے قرار سے بار بار یہی آواز آتی ہے۔

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

لیکن اللہ رب العزت کا بے پناہ شکر و احسان ہے کی منیف اس دار فانی سے اپنی زندگی کے اس دور میں گئے ہیں جو ان کی زندگی کا سب سے سنہرا دور تھا۔ یعنی طالب علمی کا دور۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا: جسے اس حال میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تا کہ اس علم کے ذریعہ دین کو نئی زندگی بخشے تو جنت میں اس کے اور انبیائے کرام کے درمیان صرف ایک ہی درجہ کا فاصلہ ہوگا۔ (مشکوۃ، کتاب العلم)

نیز آپ نے فرمایا: جو جنتی لوگوں کو دیکھنا چاہے اسے طلبہ کی زیارت کرنی چاہیے اور جو طالب علم کسی عالم دین سے علوم شرعیہ حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے اس کے نامہ اعمال میں قدم قدم پر ایک ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔ اور ہر قدم کے بدلہ جنت میں ایک ایک شہر دیئے جاتے ہیں۔ جب وہ زمین پر چلتا ہے تو ہر ذرہ اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

بزرگوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے، حضرت بحر العلوم قبلہ و صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہما اور اپنے پیر و مرشد حضور امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ سے بے پناہ محبت تھی، اپنے پیر و مرشد پر ناز تھا، دوستوں سے کہتے: میرے پیر کے سامنے کسی کے پیر کو بولنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ دستار بندی کی دعوت اپنے پیر کو خود ہی دینے گئے تھے۔ پیر و

مرشد نے بھی بہت حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ اب یہاں سے فارغ ہو کر مصر جاؤ۔ جو بھی مشکل آئے مجھے بتاؤ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ تب بہت خوش ہوئے اور مصر جانے کے لئے راضی ہو گئے اور جانے کا پلان بنانے لگے حالانکہ اب تک کوئی پلان نہیں تھا، مصر جانے کا۔ لیکن پیر کے فرمان کی وجہ سے پکا ارادہ کر لیا، اب جانا ہی ہے۔ اپنے ایک دوست سے بات کی اور دوست کو بھی بتایا کہ پیر و مرشد کا فرمان ہے، لہٰذہ ٹالا نہیں جاسکتا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور مزید تحصیل علم کے لئے جو عزم کیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا، اس سال زیارت حرمین شریفین کا ارادہ تھا۔ یہ ارمان بھی دل میں ہی رہ گیا۔ لیکن مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید قوی ہے کہ وہ گئے نہیں ہیں بلکہ مدینہ کی پر فضا بہاروں میں کھو گئے ہیں۔

تجسس کروٹیں کیوں لے رہا قلب مضطر میں مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہونچا میں دم بھر میں

اپنے بہن بھائیوں کے پیارے، اپنے والدین کے پیارے، اپنے اساتذہ کے بھی پیارے، اپنے شیخ کے بھی پیارے، اچانک ہم سے جدا ہو کر رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ اور ہم سب کو اپنے غم میں روتا ہوا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک تعالیٰ محمد منیف رضا کو غریق رحمت کرے۔ اور ان کی بے حساب مغفرت فرمائے۔ اور قبر پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

از: طاہرہ فاطمہ برکاتی

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منیف رضا کی چند یادیں چند باتیں

طیبہ فاطمہ برکاتی

بنت مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

آنکھیں رو رو کے سجانے والے جانے والے نہیں آنے والے

کیوں رضا آج گلی سونی ہے اٹھ مرے دھوم مچانے والے

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ شعر لکھتے ہوئے دل بھر آیا ہے کہ اے رب کریم ایسا تو سوچا بھی نہیں تھا کہ اپنے پیارے بھائی مولوی محمد منیف رضا برکاتی کے لئے بھی ہمیں ایسا کچھ لکھنا ہوگا۔

کئی گھنٹے سوچنے کے بعد ہمت جٹا پائی ہوں یہ لکھنے کے لئے۔ باتیں تو بہت یاد آرہی ہیں پر آنسو سب گڈمڈ کر دیتے ہیں۔

ہمیں اپنے دونوں بھائی محمد منیف رضا برکاتی اور محمد عفیف رضا برکاتی کی دستار فضیلت کا کتنا ارمان تھا پر ہم لوگوں کو یہ نہیں پتا تھا کہ یہ جشن ہمارے پیارے بھائی محمد منیف رضا کا آخری جشن ہوگا۔ ہم اس کا اب کوئی جشن نہیں دیکھ پائیں گے۔ اس جشن کے چند دن بعد ہی منیف رضا ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا۔ کتنا خوش تھا وہ جامعہ نوریہ رضویہ سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد۔ جب وہ ہمیں گھر لے کر آئے تو اکیڈمی کے گیٹ پر منیف عفیف کے کچھ دوست کھڑے تھے ، تو منیف نے ان کو دیکھ کر نعرۂ تکبیر کی صدا خود ہی بلند کی، کیونکہ اس دن وہ بہت خوش تھے۔ وہ جاندار آواز وہ خوشی کا موقع یہ کھل کے ہنسنا۔ یا اللہ میں کہاں ڈھونڈوں اپنے بھائی کو۔ ہر منظر میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ رات کے کھانے کے بعد ہم سب لوگ باتیں کرتے تھے، ابو بھی اکثر اس میں شامل ہو جاتے تھے، کبھی کبھی میں سوچتی تھی اور اس منظر کو بہت اچھے سے دیکھتی تھی کہ کبھی سب بھائی اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے اور آگے چل کے شاید اتنا وقت ہم سب ایک ساتھ بیٹھ کے اس طرح باتیں نہ کر پائیں تو یہ دن بہت یاد آئیں گے۔ لیکن اے رب کریم یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ دن اتنی جلدی اور اتنی شدت سے یاد آئیں گے۔ منیف کی باتیں اسکی ہنسی اتنا یاد آئے گی۔ کھانے والے روم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ کو دیکھتی ہوں تو دل خون کے آنسوں روتا ہے، دل کرتا ہے کہ یا اللہ کہیں سے وہ آجائے، کاش کہیں سے بھی ہم اس سے پھر سے باتیں کر پائیں، اس کی وہ پیاری سی ہنسی سن پائیں، اے رب کریم کاش یہ ممکن ہوتا کاش۔

منیف کی جس دن طبیعت خراب ہوئی تھی، اس دن میں اور میری بڑی بہن طاہرہ فاطمہ مدرسے میں تھے، میرے موبائل پر چھوٹی بہن حمیرا فاطمہ کی کال آئی تھی کہ گھر پر آجاؤ منیف بھائی کی بہت طبیعت خراب ہے۔ ہم لوگ وہاں سے بھاگم بھاگ آئے تو منیف کو گاڑی میں بٹھا چکے تھے، میں اور اپی اس کے پاس پہنچے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھبرا کے پوچھا منیف کیا ہوا؟ بڑی مشکل سے بول پایا میرا بھائی کہ پورا سینہ اندر سے پھٹا پڑا ہے۔ اس وقت مجھے پتا نہیں تھا کہ میرے بھائی کو خون کی الٹیاں آئی ہیں، میں جیسے ہی گاڑی کے پاس سے نکل کے گیٹ کی طرف پلٹی امی رو رہی تھیں، ابو بھی گیٹ پر کھڑے تھے، ابو کی

حالت دیکھ کے میرا دل اور بیٹھ گیا، وہ بالکل بے جان لگ رہے تھے۔ اور جیسے ہی میری نظر نیچے پڑی میری چیخ نکل گئی، اتنا بہت سا خون تھا، میری حالت اس خون کو دیکھ کے بگڑ گئی، ہاتھ پیر ساتھ چھوڑ گئے، ابو نے مجھے سنبھالا اور چھوٹا بھائی نظیف مجھے اندر لے گیا۔ ابو امّی، اپی اور عفیف۔ منیف کو ہاسپٹل لے گئے، میں نے روتے ہوئے ہی اپنے مدرسے فون کر دیا م، درسے کی معلمات سے بول دیا کہ وظیفہ کروادیں، منیف کی حالت بہت سیریس ہے، ان لوگوں نے فوراً وظیفہ شروع کروادیا اور پھر جتنے دن منیف بیمار رہا ان لوگوں نے اتنے وظیفے کروائے اور خود بھی کئے جن کی تعداد نہیں ہے۔ میں ان سب کا یہ احسان مرتے دم تک نہیں بھولونگی، خاص کر کے عالمہ رفع، عالمہ عائشہ، عالمہ ساجدہ اور ماریہ کا اور مدرسے کی لڑکیوں کا جنہوں نے میرے بھائی کو اپنا بھائی سمجھا اور اس کے لئے اتنی ساری دعائیں کیں اور کروائیں۔

منیف رضا کو پہلے مشن ہاسپٹل لے گئے تھے اور وہاں سے دوسرے ہاسپٹل لے گئے وہاں کے ڈاکٹر لوگوں نے دہلی ایمس کا مشورہ دیا جہاں منیف کے پہلے آپریشن ہوئے تھے۔ تو اسی دن شام تک منیف کو دہلی لے گئے۔ میں اپنے پیارے بھائی سے آخری بار ایمبولینس میں ہی مل پائی جب وہ دہلی جا رہا تھا، ایمبولینس کو ابو نے اکیڈمی کے سامنے رکوایا تھا، تھوڑی سی دیر کے لئے تاکہ منیف سے سب لوگ مل لیں، ایک مجمع تھا اکیڈمی کے سامنے منیف کو دیکھنے والوں کا، کالونی کے سب لوگ آدمی عورتیں بچے سب اور ہمارے بہت سے رشتہ دار جو بریلی آ گئے تھے۔ میں جیسے ہی ایمبولینس میں چڑھی اور منیف کو دیکھا دہل گئی، اتنے سے ٹائم میں ہی میرا بھائی بہت کمزور ہو گیا تھا، خون جو سارا نکل گیا تھا اور دوسرے وہ سب سے ملتے ہوئے رو رہا تھا، میرا دل کٹ کے رہ گیا، اسکی حالت اور اسکو روتے ہوئے دیکھ کے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اے رب کریم کسی بھی ماں باپ اور بھائی بہنوں کو یہ غم نہ دینا کہ ان کے جگر کا ٹکڑا ان کی زندگی کی بہار ان کا دل و جان اس حالت میں ہو اور وہ سوائے رونے تڑپنے کے کچھ نہ کر پائیں مولیٰ ایسا غم کسی کو نہ دینا۔

اس ٹائم ہم بہت مجبور تھے، منیف جس سے بھی مل رہا تھا ہاتھ پکڑ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ میرا بھی ہاتھ پکڑا، میری چینخیں نکلنے لگیں، کیا کرتی منظر ہی ایسا تھا، بس اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کے یہ ہی بول پائی بابو ہمت نہیں ہارنا، سب دعائیں کر رہے ہیں سب کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں، انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا۔

لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ منیف سے میری آخری ملاقات ہے۔ عفیف نے مجھے نیچے اتروادیا ایمبولینس سے یہ بول کے کہ ایسے مت رو اس سے منیف اور پریشان ہوگا اور اسے گھبراہٹ ہوگی۔ اب مجھے یہ افسوس ہے کہ کاش میرا دل تھوڑا سا

مضبوط ہوتا اور میں روتی نہ ہوتی تو منیف سے اچھے سے مل پاتی۔ امّی کا ہاتھ پکڑ کے منیف نے اپنے دل اور ماتھے پہ لگا کے اشارے سے بتایا تھا رو رو کے کہ یہاں۔ یہاں تکلیف ہے۔ امّی کا بھی روتے روتے برا حال ہے کہ میرا بچہ مجھے اپنی سب تکلیف بتا رہا تھا اور میں اس کے لئے سوائے دعا کے کچھ نہیں کر پائی۔ ایمبولینس منیف کو لے کر دہلی کے لئے روانہ ہوگئی اور وہ ہم سب سے دور سے دور ہوتا گیا، اسی ٹائم مجھے بہت رونا آیا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی منیف کو ہم سے چھین کر لے گیا۔ اور یہی ہوا وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے دور چلا گیا۔

منیف کے ساتھ دہلی ابو اور بڑے چاچا حافظ امیر خاں گئے تھے، چھوٹے چاچا حافظ ضمیر خاں یہاں بریلی میں تو ہاسپٹل میں منیف کے ساتھ ہی رہے ایمبولینس میں بھی یہاں اکیڈمی تک منیف کے ساتھ تھے، جب ایمبولینس دہلی جانے لگی تو چاچا اترنے لگے تو منیف رو کے چاچا سے بولا میرے چاچا مجھے چھوڑ کے مت جاؤ، چاچا اس وقت بھی رو رہے تھے اور اب بھی یہ ہی کہہ کر روتے ہیں کہ مجھے ایسا پتا ہوتا اور میری کمر میں درد نہیں ہوتا تو میں ایسے ہی منیف کا ہاتھ پکڑے پکڑے ہی بیٹھ کے چلا جاتا، دہلی اسکے ساتھ مگر ان کی کمر میں درد تھا شدید جس وجہ سے وہ جا نہیں پائے۔

منیف سے دونوں چاچا ہی بہت زیادہ پیار کرتے ہیں دونوں کا لاڈلا تھا، منیف دوستوں کی طرح رہتا تھا، ان کے ساتھ ویسے اسکا مزاج ہی بہت دوستانہ اور پیارا ہوتا تھا سب کے ساتھ۔ ہمارے چھوٹے والے پھوپھا میاں کے ساتھ بھی اسکے تعلقات بہت دوستانہ تھے اور وہ بھی اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ ہمارا پورا خاندان ہی منیف سے بہت محبت کرتا ہے، پھوپھیاں خالائیں، چاچی، مامی سب منیف کے غم میں نڈھال ہیں۔ منیف جتنا سب کو پیارا تھا اتنی جلدی ہی اللہ پاک کو پیارا ہوگیا۔

دہلی میں جب منیف کی حالت بہتر ہوتی تھی اور یہ خبر ہمیں ملتی تھی تو تھوڑا سکون ملتا تھا۔ ورنہ نہ تو کھانا اچھا لگتا تھا نہ پانی، بس بیٹھے وظیفے کرتے رہتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے اور ہر ٹائم لب پہ یہ ہی دعا ہوتی تھی کہ اے پروردگار عالم میرے بھائی کو نئی زندگی دے دے، اے رب کریم وہ ہنستا مسکراتا واپس آئے دہلی سے۔ ہم بے صبری سے منتظر سے تھے، نیند بھی نہیں آتی تھی، آدھی رات سے ہی اٹھ جاتی تھی، پھر نماز اور دعاء میں لگ جاتی تھی۔ ہماری دادی کے گھر (بھوگپور) سے فون پہ فون آتے تھے، منیف کی خیریت معلوم کرنے کے لئے پورا خاندان وہاں پریشان تھا۔ اور وہاں بھی بچہ۔ بچہ دعا میں لگا تھا۔ میری تایہ زاد بہن شاذیہ فاطمہ جو میری خاص سہیلی بھی ہے وہ بار بار فون کرتی تھی اور پوچھتی تھی۔ میں نے اس سے ہی بولا تھا کہ شاذیہ بھوگپور

میں جو مزار شریف ہیں وہاں کسی کو بھیج کے دعا کے لئے بول دو، اسنے فوراً ہی یہ کام بھی کروایا اور خود بھی دن رات دعا میں لگی تھی، وہ منیف کو اپنے سگے بھائی کی طرح ہی مانتی ہے۔

ان آٹھ دنوں میں رو رو کے میں نے جتنی دعائیں کی ہیں اتنی اپنی پوری زندگی میں نہیں کی تھیں۔ لیکن اللہ کریم کو کچھ اور ہی منظور تھا اور ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ میرے بھائی کی زندگی ہی اتنی تھی۔ اللہ پاک نے منیف کو حافظ و عالم بننے کے لئے ہی ہمارے ابو کو دیا تھا اور جب وہ عالم و فاضل ہو گئے تو لے لیا، امانت تھا منیف اللہ پاک کی ہم لوگوں کے پاس۔ لیکن اب بھی یقین نہیں آتا ہے کہ منیف اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دل یہ سوچنے کو تیار نہیں ہے، لگتا ہے یہ خواب و خیال ہے آنکھ کھلے گی اور منیف اپنی مسکراہٹ کے ساتھ ہمارے سامنے ہوگا۔ لیکن اب ہم اس زندگی میں منیف سے کہاں مل پائیں گے۔

تذکروں سے دل مرے شاد کرے گی دنیا
میں نہ ہوں گا تو مجھے یاد کرے گی دنیا

وہ دن بڑا ہی جان لیوا تھا جس دن منیف ہم سے جدا ہو کے خالق حقیقی سے جا ملا۔ واللہ اس دن کی بے چینی اور گھبراہٹ کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ ہم لوگ پریشان تو اس دن سے ہی بہت تھے جب سے طبیعت خراب ہوئی تھی ، پر اس دن کی پریشانی کا حال ہی دوسرا تھا۔ ابو نے ہمیں ایک وظیفہ بتایا تھا کہ یہ کرواؤ اور دعا کرو ہم وہ وظیفہ خود ہی کرنے بیٹھے تا کہ اچھے سے کر پائیں۔ اپّی اور میں وظیفہ کرنے لگے ، مجھے لگتا ہے شاید ادھر ہم وہ وظیفہ کر رہے تھے اور ادھر ہمارے دل کے ٹکڑے مولوی محمد منیف رضا برکاتی علیہ الرحمہ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا۔ ہمیں بتایا نہیں تھا ہمارے چاچا اور پھوپھا میاں نے یہ سوچ کے کہ ابھی منیف کو بریلی آنے میں بہت ٹائم لگے گا اور جب تک یہ لوگ اپنی حالت خراب کر لیں گی۔ جب ہم لوگ وظیفہ کر رہے تھے تو اسی وقت مولانا محمد علی صاحب کی بیوی آئیں، وہ شاید یہ خبر سن کے ہی ہمارے پاس آئی تھیں کہ منیف رخصت ہو گئے ہیں۔ پر ہماری چھوٹی پھوپو اور چھوٹی چاچی (چچی جناب) جو اس وقت ہمارے ساتھ ہی تھیں انہوں نے ان کو منع کر دیا کہ لڑکیوں کو نہیں بتانا۔ وہ ہم لوگوں کے پاس آ کے بیٹھ گئیں۔ جب ہم لوگوں نے وظیفہ کر لیا تو ہمارے پھوپھا میاں ہم لوگوں کو کھانے کے لئے بلانے لگے ، ٹائم سے پہلے ہی۔ ایک بار آئے دو بار آئے ہم لوگوں کو بڑا عجیب لگا کہ مہمان بیٹھے ہیں اور ہمیں کھانے کے لئے بلا رہے ہیں، لیکن جب وہ زیادہ اصرار کرنے لگے تو اٹھنا ہی پڑا اور تھوڑا سا کھانا کھایا لیکن وہ کھانا ایسا لگ

رہا تھا کہ اوپر ہی کہیں اٹک گیا ہو بہت ہی بے چینی تھی۔ اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور رو۔ رو کے پھر منیف کے لئے دعا کی کہ اے میرے اللہ تو میرے بھائی کو نئی زندگی دے دے، اس کے جو اعضا کام نہیں کر رہے ہیں اے رب کریم تو ہر چیز پہ قادر ہے، میرے بھائی کے سارے اعضا کام کرنے لگیں، اس کو اتنا کر دے کہ ڈاکٹرز اسے وینٹلیٹر پہ سے ہٹا دیں اور اسے ہوش میں لے آئیں، اس کو وینٹلیٹر پہ رکھنا اور بے ہوش رکھنا ہماری جان نکالے دے رہا تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا اور جس بات کو سوچ کے بھی روح کانپ رہی تھی۔ اسکے بعد کچھ اور عورتیں آگئیں۔ اور حافظ ثناء اللہ صاحب ہیں ان کی بیوی اور ان کی بیٹی غزالہ جو میری دوست بھی ہے وہ آگئیں، دیکھتے ہی دیکھتے عصر کا ٹائم قریب آنے لگا، میری گھبراہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی، گھر میں سب چھپ چھپ کے بات کر رہے تھے، کوئی کچھ بتا نہیں رہا تھا، میں اپنی پھوپھو اور چچی جناب کا منہ دیکھتی تھی اور خاموش ہو جاتی تھی، پوچھنے کی ہمت بھی نہیں تھی کہ خدا نہ کرے کچھ غلط خبر سننے کو ملے، میں ویسے ہی گھبرا کے رونے لگی تو چچی جناب مجھے گلے لگا کے خود بھی بے تحاشا روئیں پر مجھے چپ کروا دیا کہ رومت بس دعا کرو۔ تھوڑی دیر بعد مجھے پھر رونا آنے لگا۔ امی، ابو، منیف، عفیف یاد آنے لگے، اکیلے کمرے میں بیٹھ کے رونے لگی۔ ابو تو منیف کے ساتھ ہی دہلی چلے گئے تھے لیکن امّی اور عفیف بعد میں گئے تھے۔ تو سب کی ہی یاد آئی اور یہ سوچ بے چین کر گئی کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا، ہمارے گھر کے بڑے گھر سے باہر ہیں اور منیف کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ یہ سب سوچ کے ہی میں رونے لگی زور۔ زور سے تو غزالہ بھاگ کے میرے پاس آئی، میں اس کے ساتھ لگ کے زار و قطار روئی کہ غزالہ اللہ پاک سے دعا کرو کہ وہ میرے بھائی کو ٹھیک کر دے، میرے ساتھ وہ بھی رونے لگی، اسے پتا تھا کہ میرا پیارا بھائی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اتنے میں چچی جان آئیں اور وہ جو تڑپ کے روئیں مجھے ساتھ لگا کے تو میری چینخیں نکلنے لگیں اور میں رو۔ رو کے ابو کو یاد کرنے لگی کہ مجھے میرے ابو کے پاس جانا ہے، مجھے ان کے پاس لے کے چلو، عجیب بے چینی تھی، اس پر چچی جان کے منہ سے نکل گیا بیٹا امی، ابو سب آرہے ہیں اتنا سننا تھا میں پاگل سی ہو گئی کہ یہ کیا بول رہی ہیں، چچی جان ابو، امّی آرہے ہیں۔ منیف ہاسپٹل میں ہے اور ابو، امی بریلی آرہے ہیں، اس سے آگے میں سوچ بھی نہیں پا رہی تھی۔ پھر تو میں یہ ہی پوچھنے لگی کہ ابو کیوں آرہے ہیں، اس پر وہ تھوڑا سنبھل گئیں تھیں، تو بولیں بیٹا ابو پیپے لینے آرہے ہیں لیکن پھر تو کوئی کچھ بھی کہتا یقین نہیں آرہا تھا، تھوڑا سنبھل کے دوسرے روم میں آئی تو چھوٹے چاچا کھڑے رو رہے ہیں، ان کو روتا دیکھ کے میرا دل پھٹ گیا کہ اللہ رحم کرے کیا ہو گیا، چاچا اس طرح کیوں رو رہے ہیں، میں بھاگ کے ان کے پاس گئی کہ چاچا کیا ہو گیا، اس پر وہ مجھے ساتھ لگا کے اس طرح روئے اور میں بھی کہ میری حالت بگڑ گئی، وہ تو ماشاء اللہ میری اپّی

بہت سمجھدار ہیں، وہ خود بھی رو رہی تھیں اور مجھے بھی دلاسے دے رہی تھیں کہ صبر کرو اللہ جو کریگا بہتر کریگا جو اس کی مرضی ہے وہی ہوگا۔ میں نے بولا: اپّی میری خواہش ہے کہ میں منیف کو ہنستا مسکراتا دیکھوں، اس پر وہ بولیں اللہ پاک اسے ضرور ٹھیک کردے گا، وہ ہم لوگوں کی پہلی دعا ہے اللہ پاک ضرور ہماری دعائیں سنے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ منیف ہماری پہلی دعا ہے، ہم نے اسے جب دعا میں مانگا تھا جب ہم نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا۔ امی بتاتی ہیں کہ ہم اللہ پاک سے بھائی کے لئے دعا مانگتے تھے۔ ہم لوگوں کو بھائی کا اتنا شوق تھا کہ ہمارا ایک رشتہ میں بھتیجا ہے ہمارے منیف سے تھوڑا بڑا ہے وہ میں اسے لے لیتی تھی اس کی امی سے اور پھر جانے نہیں دیتی تھی، وہ بھوک سے روتا تھا تو بھی نہیں جانے دیتی تھی، بڑی مشکل سے چھوڑتی تھی اسے۔ پھر اللہ کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمالی اور ہمیں بھی بھائی کے تحفہ خاص سے نواز دیا۔

لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ہمارا یہ پیارا بھائی ہماری زندگی، ہماری جان، ہماری زندگی، کی پہلی دعا ہمارے پاس جوانی تک کے لئے آیا ہے اور وہ عالم و حافظ بننے آیا ہے، ابو کا نام روشن کرنے آیا ہے، اپنا نام قیامت تک کے لئے کتابوں میں چھاپ کے ابو کے ساتھ مل کر بڑے بڑے دینی کام انجام دینے آیا ہے۔ جو شاید کوئی بڑی سی بڑی عمر میں نہیں کرپاتا وہ اتنی سی عمر میں کر کے چلا جائے گا اور ہمیں زندگی بھر کے لئے روتا بلکتا چھوڑ جائے گا، وہ بھائی جو ہماری آنکھوں میں ہلکے سے آنسو برداشت نہیں کرپاتا تھا وہ یوں ہمیں رلا کے چلا جائے گا۔ وہ ایسی نیند سو گیا تھا کہ نہ ہمارے رونے پہ اٹھا نہ تڑپنے پہ، اور نہ آواز دینے پہ۔ یا اللہ یہ کیسا منظر تھا کہ ہم جسے ہمیشہ ہنستا مسکراتا اور چہکتا ہوا دیکھتے تھے وہ ہمارے سامنے بالکل خاموش لیٹا تھا۔ نہ امی کے اٹھانے پہ اٹھا ، نہ ہمارے نہ اپنے جگری دوست طارق اور اعظم کے اٹھانے پہ جن کا وہ دیوانہ تھا۔

جب سب کی باتوں سے فائنل ہو ہی گیا کہ اب ہمارا پیارا بھائی اس دنیا میں نہیں ہے پھر تو جو ہم لوگوں کی حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے، لوگ آنا شروع ہو گئے دادی کے یہاں سے نانی کے یہاں سے، دیکھتے ہی دیکھتے گھر کی حالت ہی بدل گئی، ایک بھیڑ گھر میں جمع ہو گئی۔ دل تھا کہ مانو کوئی نکال کے لے گیا ہے۔ روتے روتے ہی عشا کی نماز پڑھی، اس کے بعد چچی جان میرے پاس آئیں اور بولیں بیٹا صبر سے سننا مجھے کچھ بات کرنی ہے، تم سے ابو کی کال آئی ہے، انہوں نے بولا ہے کہ گھر میں سب کو سمجھا دو، خاص کر کے طاہرہ، طیبہ کو کہ منیف آنے والا ہے، کوئی بھی آواز سے نہ روئے، منیف کو تکلیف ہوگی۔ اس بات کو میں نے غور سے سنا اور اسی ٹائم جتنا رونا تھا چچی جان سے لگ کے روئی۔ اور پھر جو منیف آیا اور اس کو اندر جس حال میں چارپائی پر لائے، وہ سب میں نے بہت ہی صبر اور ہمت سے دیکھا اور دل پہ جو بیتی وہ میں ہی جانتی ہوں۔ جب چارپائی رکھ دی تو بھیڑ نے

منیف کو گھیر لیا، میں اس بھیڑ میں جگہ بنا کے منیف تک پہنچی اور اس کو دیکھا آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اور چینخوں کو میں نے اپنے اندر ہی دبا لیا ابو کی بات سوچ کے کہ منیف کو تکلیف ہوگی۔ اور میں اپنے بھائی کو کوئی بھی تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر میں نے جھک کے اپنے بھائی کی چوڑی پیشانی پہ پیار کیا، اس کے بعد ہی ایسا لگا جیسے قدرتی طور پر مجھے صبر مل گیا ہو، منیف کے ماتھے پہ پیار کرنے کے بعد اور دوسرا ابو کے سینے سے لگ کے رونے سے ایسا لگا جیسے جو دل پھٹنے کو تھا اسے کچھ آرام مل گیا۔ ورنہ تو ایسا لگتا تھا ہمیں کچھ ہو جائے، گا منیف کے ساتھ ہی۔ لیکن جب اللہ پاک کوئی غم دیتا ہے تو بندے کو اسے سہنے کی ہمت بھی رب کریم ہی دیتا ہے۔ ورنہ پہلے یہ حال تھا کہ میرے بھائیوں کی ہلکی سی چوٹ اور بیماری میرا دل دہلا دیتی تھی اور کہاں یہ اتنا بڑا غم برداشت کر جانا حیرت کی بات تھی۔ لیکن یہ غم سہہ تو لیا ہے میں نے، لیکن اندر سے بالکل بے جان ہوں، کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ جو پہلے اتنی خواہشات تھیں امیدیں تھیں وہ منیف کے ساتھ ہی ختم ہو گئی ہیں۔ اب زندگی تو گزارنی ہے جو اللہ پاک نے دی ہے لیکن اب وہ بات کبھی نہیں آسکتی جو منیف کی زندگی میں تھی، وہ بے فکری وہ خوشحالی کے دن یاد آرہے ہیں، کاش وقت پیچھے چلا جائے پھر سے وہ ہی دن آجائیں جن دنوں میں میرا پیارا بھائی میرے ساتھ تھا کاش۔ کسی بھی ٹائم کسی بھی لمحہ میں منیف کی یاد جاتی نہیں ہے دل و دماغ سے، سوتے ہیں تو منیف کو سوچتے ہوئے، اٹھتے ہیں تو منیف کو سوچتے ہوئے۔ یا اللہ یہ کیا ہو گیا، ایسا تو سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ زندگی بھر کا غم ۲۰۱۶/۲/۷ دسمبر کو ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں ہی اتنی بڑی خوشی بھی ملی اور اسی سال میں یہ جان لیوا غم بھی جو ہم زندگی بھر نہیں بھول پائیں گے۔ خوشی میرے دونوں بھائی محمد منیف رضا برکاتی اور محمد عفیف رضا برکاتی کی دستار فضیلت کی خوشی جو کہ ۲۰۱۶ء میں ہی ملی ہے۔

منیف امی، ابو کا بہت ہی لاڈلا بیٹا تھا، ان کی جان تھا وہ۔ امی اسے یاد کر کے ہر ٹائم روتی رہتی ہیں، ان کی آنکھیں ڈھونڈتی ہیں منیف کو کہ وہ انہیں نظر آجائے کہیں سے بھی اور وہ اسے اپنے سینے سے لگالیں۔ منیف بھی امی کا دیوانہ تھا، جو عادتیں اس میں تھیں وہ چھوٹے تینوں بھائیوں میں نہیں اگرچہ وہ تینوں بھی امی سے بہت پیار کرتے ہیں لیکن منیف کے پیار کا انداز ہی الگ تھا، وہ جیسے ہی گھر میں آتا تھا سب سے پہلے امی کو ڈھونڈتا تھا، اور جب تک ان کے گلے سے لگ کے انہیں پیار نہیں کر لیتا تھا اسے چین نہیں آتا تھا۔ اب امی کی نظریں اسی پیار، اسی بیٹے کو ڈھونڈ رہی ہیں لیکن وہ انہیں کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ بولتی ہیں بہت منت مرادوں کے بعد پایا تھا میں نے اپنے منیف کو اور بہت ہی پریشانی اور مشکلات کا سامنا کر کے اب وہ اتنا بڑا ہوا تھا۔ بچپن میں جو منیف نے بیماری اٹھائی دل کی اس کے علاج کے لئے نہ جانے کہاں کہاں گئے ابو، امی اور پھر دہلی میں اس

کے آپریشن کے ٹائم جن مشکلات کا سامنا کیا اور پریشانی اٹھائی تھی اسے یاد کرنے کا بھی دل نہیں کرتا ہے۔ اور اب اس کی خوشی دیکھنے کے دن آئے تھے تو یہ حادثہ ہو گیا اور ابو، امی کا پیارا بیٹا ان کا سب سے بڑا سہارا انہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کے چلا گیا۔ ابو اب بھی کئی بار کسی کام کے لئے منیف کو ہی آواز لگاتے ہیں دھوکے میں عفیف کی جگہ، کیوں کہ ان کے منہ پر منیف کا نام ہی رٹا ہوا ہے زیادہ تھا۔ اس لئے کہ وہ زیادہ تر ابو کے ساتھ رہتا تھا اکیڈمی میں، ابو کہیں جاتے تو بھی اکثر منیف ہی لے کے جاتا تھا کار سے۔ اور ابو نے جو اتنی ساری کتابیں تیار کیں ہیں ان میں بہت سے کمپیوٹر کے کام منیف ہی کرتا تھا۔ زیادہ تر رمضان شریف میں وہ ابو کے ساتھ پوری۔ پوری رات جاگ کے کام کرتا تھا اور پھر سحری کے ٹائم ہم لوگوں کو بھی گھر پہ سب سے پہلے آ کے منیف ہی اٹھاتا تھا۔ اب تو رمضان شریف بھی سونے گزریں گے، اے رب کریم یہ زندگی نے کیسا پلٹا کھایا ہے۔

لیکن جب اس کی خوش قسمتی دیکھتی ہوں تو تھوڑا صبر آتا ہے کہ جو بھی ہوا مگر میرا بھائی تھا بڑا خوش نصیب، بڑے بڑے عالم و مفتی جو اسکے استاد بھی ہیں انہوں نے اسکو غسل دیا۔ اسکو پیار کر رہے تھے اس کے لئے رو رہے تھے۔ اور پھر تاج الشریعہ کا عمامہ شریف باندھ کے پھولوں کا ہار ڈال کے اتنا پیارا لگ رہا تھا میرا بھائی جیسے کوئی دولہا سو رہا ہو۔ ابو یہ ہی بولے تھے دولھا بنا ہے تمھارا بھائی رو کیوں رہی ہو۔ تو میں نے سوچا یہ کیسا دولہا جو اپنی ماں بہنوں ابو اور بھائی اور سارے رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کے خود رخصت ہو رہا ہے۔ دولھا تو رخصت نہیں ہوتا بلکہ دلہن کو رخصت کروا کے لاتے ہیں ماں بہنیں ہنسی خوشی دولھا کے ساتھ۔ میرا بھائی ایسا دولھا بنا کہ خود ہی رخصت ہو گیا گھر ویران سونا کر گیا۔ نماز جنازہ میں بھی بڑے بڑے علمائے اسلام تشریف لائے تھے اور سب یہ ہی بول رہے تھے ماشاء اللہ کتنا نور ہے جنتی بچہ ہے جنت کا پھول ہے۔

اور ہزاروں لاکھوں جگہ اس کی صحت کے لئے دعائیں ہوئیں پھر مغفرت کے لئے بھی اتنی کثرت سے دعائیں ہوئیں، مکہ شریف، مدینہ شریف، بغداد شریف، پاکستان دنیا کے بہت سے ملکوں میں منیف رضا کے لئے دعائے مغفرت ہوئی ہے اور کثرت سے ایصال ثواب کے لئے مجلسیں قائم ہوئیں، رب کریم سے دعا ہے کہ اے میرے پروردگار عالم ان سب دعاؤں کے وسیلے اور آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میرے پیارے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما اور منیف رضا کی آخرت کی ہر مشکل کو آسان فرما اور اسکی قبر کو رحمت و نور سے معمور فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

طیبہ فاطمہ برکاتی

....

۹۲/۸۶ء

تمھاری یاد آئے گی تمھاری جستجو ہوگی
تمھارے تذکرے ہونگے تمھاری گفتگو ہوگی

محمد نظیف رضا برکاتی

امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف سے نکلنے والے سالنامہ "تجلیات رضا" کو اس سال برادر اکبر مولانا محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا میں بھی چاہتا ہوں کہ بھائی جان کے تعلق سے میرے ذہن میں جو باتیں ہیں ، جو یادیں ہیں انہیں بیان کر دوں۔ ان یادوں میں کچھ ان کی چھوٹوں پر شفقتیں ہیں اور کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی نوازشوں کے تعلق سے ہیں۔

۲۰۰۸ء میں جب میرے دونوں بڑے بھائی (منیف رضا، عفیف رضا) ٹھاکر دوارہ سے حفظ قرآن مکمل کر چکے تو ابو نے ہم تینوں کو یعنی منیف بھائی، عفیف بھائی کو درس نظامی اور مجھے حفظ کے لیے جامعہ حرا ممبئی پڑھنے کے لیے بھیجا جس کے بانی حضرت مولانا محمد شاکر صاحب نوری (امیر دعوت اسلامی) ہیں۔ ابو ہم تینوں کو اپنے ساتھ لے کر گئے۔ لیکن وہاں کچھ پریشانی کی وجہ سے اور منیف بھائی کا دل نہ لگنے کی وجہ سے چند ماہ میں ہی واپس آ گئے ، اور پھر جامعہ نوریہ رضویہ میں تعلیم جاری رہی۔ ہر جماعت میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہوئے اسی سال عرس رضوی کے موقع پر یعنی ۲۵ / نومبر ۲۰۱۶ء کو دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ ابو کا ہاتھ بٹاتے اور اکیڈمی میں کمپوزنگ کا سارا کام انہیں کی سرپرستی میں ہوتا۔ تھوڑا بہت کام ہم تینوں بھائی عفیف رضا، راقم اور توصیف رضا بھی کرتے لیکن سرپرستی انہیں کو حاصل تھی، ہم جو بھی کرتے انہیں کے مشورہ سے کرتے، وہ ہمارے سرپرست بھی تھے اور دوست بھی تھے۔ کیونکہ ہمارے گھر میں ماحول ہی ایسا ہے کہ عمروں میں زیادہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے سب ایک دوسرے کے دوست، ساتھی اور ایک دوسرے کے رازوں کے امین ہیں۔ وہ جس طرح ابو کے دست و بازو اور امی کے لاڈلے تھے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک شفیق اور مہربان سرپرست تھے۔ گھر کے اہم اور ذمہ داری والے کام سب وہی انجام دیتے تھے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے ان کے پاس وقت نہیں تھا، اس لیے اپنی ضرورت کا سامان بھی وہ مجھ سے ہی منگواتے تھے۔ سامان لانے کے بعد جتنے پیسے بچتے سب مجھے دیدیتے اور نہیں بچتے تو الگ سے دیتے۔ اور اگر میں خود بھی ان کے پیسوں میں سے لے لیتا اور بعد میں بتاتا تب بھی کوئی حساب نہ لیتے اور مسکرا کر کہتے رکھ لو! بڑے دریا دل تھے۔ جیب میں جتنے بھی ہوتے سب خرچ کر دیتے آنے والے وقت کی کوئی فکر نہیں تھی۔ امی سمجھاتیں

"منیف !اس طرح ایک دم جیب خالی مت کیا کرو تو فوراً کہتے: ارے ماں! کرنے دو خرچ، وقت کا کیا پتا، کب کون چلا جائے۔ اور پھر کل کے لیے اللہ اور دے گا کل کی فکر نہ کرو۔

چھوٹے بچوں سے بہت محبت تھی جس کی جو خواہش ہوتی اسے فوراً پورا کیا جاتا۔ چھوٹے بہن بھائی اگر کہیں جانے کی ضد کرتے تو سب کو لے کر جاتے اور اس بات پر بہت خوش ہوتے کہ میں سب سے بڑا بھائی ہوں، اسی لیے بڑا بھائی ہونے کا پورا حق ادا کرتے اور سب کی فرمائشوں کا بھر پور خیال رکھتے۔ کوئی بچہ یا بڑا اگر ہنسی کی بات کہہ دیتا تو بہت ہنستے۔ چھوٹی سی بات پر بھی خوب ہنستے اور لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ ایک عادت یہ بھی تھی کہ اگر کسی کام کی ٹھان لی تو پھر وہ ہو کر ہی رہتا کچھ بھی ہو جائے، وہ کام ہونا ہی تھا۔ کچھ سال پہلے ابو نے ایک سیکنڈ ہینڈ کار خرید لی تھی، جس نے بار بار خراب ہو کر پریشان کیا تو ایک دن انہیں بہت غصہ آگیا اور پورے دن کھانا نہیں کھایا کہا" اب نئی کار لا کر ہی کھانا کھاؤں گا" پھر ابو کے سمجھانے پر کھانا کھایا اور اسی شام نئی کار شو روم سے لے کر آئے اور بہت خوش ہوئے اور بولے یہ میری کار ہے، میرے نام سے اور میری ضد پر آئی ہے، کوئی اسے اپنی نہ کہے۔ اسی کار سے سب سے پہلے حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ کو جنکشن سے گھر لے کر آئے اور حضرت کو بھی بتایا" ابا! یہ کار کل ہی نکالی ہے دعا کیجیے " حضرت نے بہت دعا دی اور خوشی کا اظہار کیا۔ ہم سب بھائی حضرت بحر العلوم کو "ابا" کہہ کر پکارتے تھے۔

مختصر یہ کہ سب کا خیال رکھنے والے اور سب کی توجہ پانے والے اللہ کو بھی بہت جلد پیارے ہو گئے۔ ہم سب کو اپنے غم میں روتا ہوا چھوڑ کر ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۸/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز بدھ بعد نماز عصر جنازۂ مبارکہ اٹھا جس میں سیکڑوں علمائے کرام و مشائخ عظام شریک تھے، چہرہ اس قدر نورانی، خوبصورت ہو گیا تھا کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ مُردہ آدمی کا چہرا ہے گویا زبان حال کہہ رہی تھی۔

مرے جنازے پہ رونے والو مرا نہیں ہوں بغور دیکھو
نبی سے ملنے کی آرزو میں لباس ہستی بدل گیا ہوں

(محمد نظیف رضا برکاتی)

....

آہ! میرے بھائی منیف رضا

محمد توصیف رضا خاں برکاتی

سالنامہ تجلیات رضا کا یہ شمارہ والد گرامی مفتی محمد حنیف خان رضوی نے ہمارے بڑے بھائی (مولوی محمد منیف رضا خاں برکاتی) کے لئے خاص کر دیا۔

ان کا چھوٹا بھائی ہونے کی حیثیت سے میری بھی کچھ یادیں ہیں جو میں آپ حضرات تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

ہمارے بڑے بھائی مولوی محمد منیف رضا صرف مجھ سے ہی نہیں بلکہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ وہ بے حد اچھے اخلاق کے مالک تو تھے ہی ساتھ میں بہت محنتی بھی تھے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے انہیں اکثر کام میں مشغول دیکھا ہے۔ منیف بھائی بچپن سے ہی ابو کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ کمپیوٹر کے کاموں میں انہیں بچپن سے ہی مہارت حاصل تھی۔ جب کہ ساتھ ساتھ ڈبل پڑھائی (کالج و مدرسہ کی) بھی جاری تھی۔ اور ۱۵ر سال کی عمر میں حافظ قرآن بھی بن گئے۔ اور اب اٹھانوے عرس رضوی میں دستار فضیلت بھی حاصل کر لی تھی۔

تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ہی ابو کے اور اکیڈمی کے بہت سے کام سنبھالا کرتے تھے۔ کمپوزنگ میں تو اتنے تیز تھے کہ ان سے تیز ٹائپنگ کرنے والا میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ اعلیٰ حضرت کی سب سے اہم کتاب "فتاوی رضویہ" جو ۲۲ جلدوں میں امام احمد رضا اکیڈمی کی طرف سے منظر عام پر آرہی ہے، منیف بھائی نے اس کی ہر جلد کی ہر صفحہ کی سیٹنگ کی ہے، سیٹنگ اور تصحیح کا کام تقریباً دس دس بار کیا، یہ ان کا بہت بڑا کام تھا جو انہوں نے انجام دیا۔ اور انشاالله تعالیٰ تاقیامت ان کا نام اس کتاب کے وسیلے سے زندہ رہے گا اور صرف یہی کتاب نہیں بلکہ بہت سی کتابوں میں بھائی نے کام انجام دیا ہے۔

منیف بھائی صاحب جس طرح ابو کے معاون تھے اسی طرح ہمارے بڑے بھائی ہونے کا پورا فرض نبھاتے تھے۔ ان کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ہمیشہ خوش رہتے اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرتے، ساتھ ہی غصہ بھی جلدی آجاتا لیکن ہنس مکھ ہونے کی وجہ سے ہنسی چھوٹ جاتی تھی۔ جب بھی گھر میں آتے (اکیڈمی کے کام سے فارغ ہو کر) تو سب سے پہلے ماں ماں کر کے امی کو لپٹ جاتے، جب تک امی سے نہیں ملتے تھے ان کو چین نہیں ملتا تھا۔ اپنا ہر کام اکثر مجھ سے ہی کرواتے تھے، کمپیوٹر اور موبائل میں مجھ سے کہیں زیادہ علم تھا، لیکن پھر بھی مجھ سے یہی کہتے تھے کہ توصیف ان سب چیزوں میں مجھ سے تیز ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہی ہے کہ مجھے جو بھی آتا ہے سب انہیں سے سیکھا

ہے۔انہیں میری پسند پر بہت بھروسہ تھا، جو بھی چیز لانی ہوتی میری ہی پسند کے مطابق منگواتے اور اکثر مجھ سے یہی کہہ کر بھیجتے کہ تم اپنی پسند سے لانا۔اگر خود کوئی چیز لے بھی آتے تو بھی مجھے ضرور دکھاتے اور میری رائے کا انتظار رہتا۔گھڑی پہننے کا بہت شوق تھا، ایک گھڑی میں نے وقتی طور پر ان سے مانگی تھی لیکن پھر واپس نہیں لی، میں نے واپس کی تو کہا: یہ تم رکھو میں دوسری خریدلوں گا۔

وہ گھڑی آج بھی میرے پاس سلامت ہے جو میں نے منیف بھائی کی یادگار کے طور پر رکھ لی ہے۔

۱۹ دسمبر ۲۰۱۶ کو جب میں اسکول سے لوٹا تو چھوٹی بہن نے مجھے بتایا: کہ بھائی کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی تھی، اسپتال لے کر گئے ہیں، میں بھی فوراً ایک دوست کی اسکوٹی سے اسپتال پہونچا۔کچھ دیر بعد پتا چلا کہ بھائی کو دہلی ایمس اسپتال میں شفٹ کرنا پڑے گا،اور پھر انہیں دہلی لے جانے سے پہلے اکیڈمی کے سامنے امبولینس میں آخری بار دیکھا۔اس کے بعد ہوش میں ان سے ملاقات نہیں ہوئی، ہم بھی بھائی جان کو دیکھنے ۲۷ ر دسمبر کی شام کو دہلی جانے والے تھے لیکن اسی دن ان کا انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میں اسکول سے لوٹ رہا تھا کہ میرے دوست کے موبائل پر کال آئی، اس کی باتوں سے اس کے چہرے کی گھبراہٹ سے مجھے کچھ اندیشہ ہوا، اور میرا دل اندر ہی اندر کانپنے لگا۔لیکن اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔جب گھر آیا تو گھر والوں کا ماحول نار مل تھا۔اس وقت تک بہنوں کو نہیں بتایا گیا تھا، اسی لئے ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ نہیں ہوا۔ہمارے پھوپھا میاں نے مجھے اصرار کر کے کھانا تو کھلوا دیا لیکن میرا دل ابھی بھی پریشان تھا۔کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔جب پتہ لگا کہ ہمارے پیارے بھائی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، مجھے کچھ یقین نہیں ہوا جب تک خود ان کو دیکھ نہیں لیا۔میری اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کی مرقد پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے۔آمین یارب العلمین۔

ابر رحمت ان کی مرقد پہ گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

(محمد توصیف رضا خاں برکاتی)

....

۹۲/۷۸۶

منیف بھائی کی چند یادیں

محمد شفیف رضا برکاتی عمر:۱۳/ سال

(محمد منیف رضا کے چچازاد بھائی)

ہمارے بھائی مولانا منیف رضا خاں برکاتی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ وہ بچپن ہی سے اپنے ابو کے ساتھ ان کے کام میں ہاتھ بٹاتے اور اب تک امام احمد رضا اکیڈمی کی طرف سے شائع ہونے والی بہت سی کتابوں کی ٹائپنگ اور سیٹنگ انہیں نے انجام دی۔ وہ ہمارے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اس لئے ہم سب کی ناز برداری کرتے۔ ان کی وفات سے جو غم ہمارے خاندان کو پہنچا ہے اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ لیکن اپنے کارناموں اور عادت واخلاق کی وجہ سے ہمیشہ یاد کیئے جاتے رہیں گے۔ بقول شاعر:

مانتا ہوں جدا ہو تم مجھ سے
دل سے لیکن جدا نہیں ہوتے

ان کی خوش مزاجی مشہور تھی، ابھی چند دن پہلے کی بات ہے جب منیف بھائی اپنی دستار بندی کی دعوت دینے میرے نانا (پیر طریقت حضور شہزادہ میاں) کے گھر آئے، وہاں انہوں نے نانا سے بہت ساری باتیں کیں، اور اپنے پروگرام میں آنے کے لئے بہت اصرار کیا۔ نانا کوئی بات کہتے تو بہت زور سے ہنستے اور خوش ہوتے، جب نانا نے کہا: بیٹا جاؤ! اپنی پسند سے ہماری طرف سے کپڑے لے کر آؤ مارکیٹ سے۔ تو انہیں شرم آگئی اور جانے کے لئے منیف بھائی تیار نہیں ہوئے، لیکن جب نانا نے اصرار کیا تو میرے ماموں (نشاط میاں) کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب پہنچے تو ماموں سے کہا: میرے لئے آپ پسند کریں۔ جب کہ اپنے چھوٹے بھائی (عفیف رضا) کے لئے خود پسند کئے۔ لیکن اپنے لئے نشاط ماموں کی پسند کو ہی فوقیت دی۔

منیف بھائی صرف اپنے خاندان یا گھر والوں ہی کے لئے نہیں بلکہ دوستوں اور آس پاس والوں لئے بھی بہت خاص تھے۔ اسی لئے رب تعالی نے انہیں اپنی بارگاہ میں اتنی جلدی بلالیا۔ انہیں ہمارے پاس اتنے ہی وقت کے لئے بھیجا تھا۔ مولیٰ تعالی سے دعا ہے کہ منیف بھائی کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر پر حشر تک رحمت نازل فرمائے۔ آمین

محمد شفیف رضا خاں

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منیف بھائی صاحب کی چند یادیں چند باتیں

محمد عریف رضا برکاتی عمر: ۱۰ر سال

(محمد منیف رضا کے چچازاد بھائی)

مولانا محمد منیف رضا برکاتی علیہ الرحمہ میرے بڑے ابو کے بڑے بیٹے ہیں۔ منیف بھائی بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ اسی لئے ہم لوگوں سے بہت پیار سے ملتے تھے، اور وہ ہمیں گھمانے بھی لیکر جاتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے جب میرے ابو جی اور امی اجمیر جا رہے تھے اور منیف بھائی کی بہن طیبہ آپی اور ان کے ابو امی بھی ساتھ جا رہے تھے۔ تو منیف بھائی بھی ساتھ میں جانے کی ضد کرنے لگے کہ چاچا میں بھی جاؤں گا، آپ کے ساتھ، میرے ابو منیف بھائی سے بہت پیار کرتے تھے، ان کی بات نہیں ٹالتے تھے، تو ابو نے کچھ انتظام کیا اور منیف بھائی کو بھی ساتھ لے گئے۔ ایک بار منیف بھائی ہمارے گھر تشریف لائے تو امی کہنے لگیں کہ یہ لوگ بہت شرارتی ہوتے جا رہے ہیں، اب میں ان کو مدرسے بھیجوں گی۔ تو منیف بھائی بولے کہ چچی جان ابھی شفیف عریف بہت چھوٹے ہیں، ابھی ان لوگوں کو بھیجنا مناسب نہیں ہے اور پھر منیف بھائی ہمیں اپنے بچپن کے مدرسے کے کچھ واقعات بتانے لگے۔ کہ جب ہم مدرسے میں گئے تھے تو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں اور عفیف خود اپنے کپڑے دھوتے تھے۔ اور جب گھر کی یاد آتی تھی کپڑے دھوتے ہوئے رو بھی لیتے تھے۔ اور کبھی کھانے سے الگ ٹائم میں بھوک لگتی تھی، تو پانی میں بسکٹ ڈال کر کھاتے تھے۔ اور وہاں پر ان کے ایک ساتھی تھے جو نابینا تھے تو منیف بھائی اور عفیف بھائی روز ان کو سبق یاد کرواتے تھے لیکن کبھی یاد نہ ہونے پر ان بیچاروں کی پٹائی ہو جاتی تھی۔ ایسے ہی منیف بھائی نے کچھ واقعات ہمیں بتائے تھے اور بولے جب کچھ بڑے ہو جاؤ تو جانا مدرسے تاکہ تم لوگوں کو ان مشکلات کا سامنہ

پڑے اور اچھے سے کام کرنا سیکھ جاؤ تو ہی جانا، اس لئے امی نے ہمیں ابھی مدرسے نہیں بھیجا ہے۔ ہم گھر پر ہی قرآن کریم پڑھتے ہیں اور تھوڑے بڑے ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ مدرسے میں جائیں گے اور منیف بھائی کی طرح ہی ہم بھی حافظ و عالم بنیں گے انشاء اللہ۔ ہم اپنے منیف بھائی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارے بھائی کو جنت میں اعلی مقام عطا فرما۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صدقہ میں ہمارے بھائی کی مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محمد عریف رضا خاں

منیف بھائی صاحب کی چند یادیں چند باتیں

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا

گر ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

حمیرا فاطمہ برکاتی عمر: ۱۳ر سال

میرے پیارے بھائی حضرت حافظ و مولانا محمد منیف رضا خاں کی رحلت کا واقعہ ہم سب کے لئے بہت گہرا صدمہ ہے۔ ان کی ذات ہمارے لئے بہت قیمتی اور نایاب تھی۔ وہ ہمارے گھر میں ہر وقت رونق بنائے رکھتے، ان کی تھوڑی غیر موجودگی سے گھر سونا سونا ہو جاتا۔ منیف بھائی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ میری ہر خواہش پوری کرتے اور ہر کام میں میری مدد کرتے۔ جب بھی گھر میں آتے مجھے لپٹا کر پیار کرتے اور بہت ساری باتیں کرتے۔ میرا نام نہ لے کر اکثر مجھے بیٹی کہہ کر پکارتے تھے۔

شام کے وقت گھر میں جیسے ہی داخل ہوتے تو آواز لگاتے "بیٹی جلدی سے چائے" چائے کے بہت شوقین تھے، جس وقت بھی ملتی خوشی سے پیتے۔ رات کے کھانے کے بعد دستر خوان سے اس وقت تک نہیں اٹھتے جب تک چائے نہ پی لیتے۔ منیف بھائی کی دستار کا پروگرام جو ان کی خواہش پر رکھا گیا تھا اس کی تیاری ایک ماہ پہلے ہی شروع کر دی۔ ان کی خوشی چہرے سے صاف ظاہر ہوتی تھی۔ میں ان کی دستار بندی پر پہننے کے لئے جو کپڑے لائی تھی وہ انہیں دکھائے تو بہت خوش ہوئے، مجھے بھی ان کی دستار بندی کی خوشی ایسی ہی تھی جیسے ان کی شادی پر ہوتی۔ میرے لئے میرے چاروں بھائی ہی بہت اہم ہیں، لیکن منیف بھائی کا ایک الگ ہی مقام تھا، کیوں کہ وہ سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خیال رکھنے والے تھے۔ انہیں اگر کوئی ایسی بات ابو سے کہنی ہوتی جو وہ نہیں کہہ پاتے تو وہ مجھ سے کہلواتے۔ اور میرے کہنے سے ابو بھی مان جاتے۔ ان کی الماری میں ایک جگہ میرے لئے مخصوص تھی، جہاں وہ میرے لئے پیسے رکھ دیتے اور میں اٹھا لیتی۔ ان کے انتقال کے بعد بھی اس جگہ پیسے رکھے ہوئے ملے جو میں نے آخری نذرانہ سمجھ کر محفوظ کر لئے۔ ان کی گفٹ کی ہوئی گھڑی بھی میرے پاس یادگار ہے۔

منیف بھائی کی طبیعت جب خراب ہوئی تو میں اس وقت اپنے کمرے میں تھی، ان کو اچانک خون کی پلٹی آئی تو انہوں نے گھبرا کر امی کو آواز دی اور کہا امی دیکھو مجھے خون آیا ہے، امی ان کا پیٹ سہلاتے ہوئے ابو کو بتانے لگیں۔ ابو واش روم میں تھے۔ آنے میں دیر ہوئی تو منیف بھائی نے خود ہی عفیف کو بھائی کو بلایا، عفیف بھائی ان کی حالت دیکھ فوراً کار لینے چلے گئے، ابو امی اپی اور عفیف بھائی ان کو ہاسپیٹل لی کر گئے راستے میں بھی خون کی پلٹیاں آتی رہیں، راستہ میں انہوں نے سب کو اللہ حافظ بول دیا، اور کہا: عفیف میں جا رہا ہوں ابو کا خیال رکھنا۔ عفیف بھائی نے سمجھایا اور حوصلہ دیا اور کہا بس پہنچ چکے ہیں گھبراؤ مت ٹھیک ہو جاؤ گے۔ سورہ اخلاص پڑھنے کے لئے کہا گیا تو پڑھنا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں مشن ہاسپیٹل میں بھرتی کر دیا گیا، وہاں سے تھوڑی ہی دیر میں دوسرے ہاسپیٹل "میڈی سیٹی" ریفر کر دیا گیا۔ لیکن وہاں پر بھی طبیعت میں سدھار نہ ہوا تو دہلی "ایمس" میں لے جایا گیا۔ وہاں شروع میں مرض کنٹرول تو ہو گیا لیکن پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ اور اسی حالت میں میرے بھائی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، اللہ سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کو ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے آمین یارب العلمین۔

حمیرا فاطمہ برکاتی

....

یقین نہیں ہوتا منیف بھائی چلے گئے

عروس فاطمہ دختر مولانا حافظ محمد امیر خاں

(مولانا محمد منیف رضا کی چچیری بہن)

مجھے منیف بھائی کی بہت یاد آتی ہے، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے، اور جب بھی میں ان کے گھر آتی تو وہ مجھے اکثر چیز دلایا کرتے تھے، اور مجھے اپنی گاڑی پر ٹہلانے بھی لے جایا کرتے تھے، میں بھی ان سے بہت محبت کرتی ہوں، اور ہمیشہ ان کو یاد رکھوں گی، وہ میرے بھائیوں میں سب سے بڑے بھائی تھے، حالانکہ وہ میرے سگے بھائی نہیں تھے بلکہ چچیرے بھائی تھے لیکن انہوں نے کبھی مجھے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا، اور وہ بالکل سگوں کی طرح مجھ سے محبت کرتے تھے۔

جب منیف بھائی اس دنیا سے چلے گئے تھے، اور ان کا جنازہ گھر پر لایا گیا تھا تو میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گئی تھی، اور اپنی امی سے چپٹ گئی تھی، مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جس گھر میں ہم آیا جایا کرتے ہیں یہ آخر اس گھر میں اتنے لوگ کیوں جمع ہو گئے ہیں

،اور میرے منیف بھائی چارپائی پر خاموش کیوں لیٹے ہیں، مجھ سے یہ سب دیکھا نہیں جارہا تھا،اور میرے غم کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔
مجھے منیف بھائی کی بہت یاد آتی ہے اور ان کا خوبصورت چہرہ کبھی بھی میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے،اور مجھے غمزدہ کرجاتا ہے۔

میری اللہ پاک سے یہی دعا ہے کہ اللہ پاک میرے منیف بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطافرمائے،آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

از:عروس فاطمہ عمر:۶ر سال
دختر صغریٰ مولانا حافظ محمد امیر خاں
آنندوہار،امام احمد رضا اکیڈمی بریلی

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منیف بھائی کی پیاری زندگی

محمد عطیف خان عمر ۱۲ر سال

محمد وصیف خان عمر۸ر سال

(محمد منیف رضا کے چچازادے)

عرس رضوی کے موقع ہمارے تایازاد منیف بھائی اور عفیف بھائی کی فضیلت کی دستار ہوئی تھی، اس خوشی کے موقع پر منیف بھائی اور عفیف بھائی نے اپنے دوستوں کے لئے ناشتہ کا انتظام کیا تھا۔اور ایک دو دن پہلے کھانے کی دعوت رکھی تھی اپنے استاد لوگ اور مدرسے کے لڑکوں کے لئے ۔اور اپنے سارے استاذوں بلکہ مدرسے کے پورے اسٹاف کو نذرانہ میں کپڑوں کے جوڑے دیے تھے۔بھائی اپنی دستار بندی سے بہت ہی زیادہ خوش تھے اور کئی سال سے اس خوشی کا انتظار کر رہے تھے۔ہم دونوں بھائی (عطیف اور وصیف)دونوں نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر بھائی کے دوستوں کو ناشتہ کروایا تھا۔بھائی کی دستار بندی دیکھنے کے لئے ان کے گھر کے سبھی لوگ مدرسے جامعہ نوریہ رضویہ پہنچے تھے اور سب لوگ بہت خوش تھے۔دستار بندی ہونے کے بعد منیف بھائی ہم سب لوگوں کو کار سے گھر لے کر آئے تو خوشی میں نعرہ لگانے لگے تھے۔دستار بندی کے موقع پر ہمارے دادا جان بھی بہت ہی زیادہ خوش تھے،کیوں کہ سب سے بڑے دونوں پوتے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ عالم وفاضل بھی ہو گئے تھے۔اور انہوں نے اپنے دونوں

پوتوں عالم وحافظ منیف رضا برکاتی اور عالم وحافظ عفیف رضا برکاتی کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور دعاؤں سے نوازا تھا۔اور ہمارے منیف بھائی کو اپنے سارے رشتہ داروں کو دعوت دینے کی بھی بہت خواہش تھی،وہ اپنے گاؤں بھوگپور سے بہت محبت کرتے تھے۔تو اس سلسلہ میں منیف بھائی نے ۵/دسمبر کو اپنے گھر پر ایک دعوت اور جلسے کا پروگرام رکھا اور اس پروگرام کی دعوت دینے کے لئے وہ اپنے گاؤں آئے تھے،ان کے ساتھ ہی ہم لوگ بھی آئے تھے،کیوں کہ مدرسے میں دستار کے وقت سے ہم وہیں تھے اور دادا بھی اور ساتھ میں ہماری بڑی امی یعنی منیف بھائی کی امی اور دو بہنیں بھی تھیں۔اور جب گاؤں کے گھر میں داخل ہوئے تو اپنی چھوٹی چاچی سے یعنی ہماری امی کو سلام کیا اور ان سے نماز کا وقت پوچھا اور عصر کی نماز ادا کی۔اور گاؤں میں گھومنے کے لئے چلے گئے،رات کا کھانا بھی کافی دیر سے کھایا،پھر رات میں وہ پھوپھو کے گھر گئے اور ہماری امی اور بڑی امی اور بہنیں بھی گئیں،ان کے ساتھ وہاں بیٹھ کے انہوں نے سب سے بہت باتیں کی اور بہت خوش تھے،وہاں بیٹھے ہوئے بہت رات ہوگئی تھی گاؤں کے حساب سے،تو ہماری امی نے ان کو سونے کے لیے کہا،کیوں کہ وہ پھوپھو کے یہاں ہی سونے کے لئے گئے تھے۔اس لئے کہ پھوپھو کے چھوٹے بیٹے اعظم بھائی منیف بھائی کے بہت اچھے دوست بھی تھے۔اور منیف بھائی ان کے گھر ہی سونے کے ارادہ سے گئے تھے۔تو منیف بھائی ہماری امی سے بولے ارے چچی بیٹھو نا،کیا پتا یہ رات زندگی کی آخری رات ہو۔تو اس پر ہماری امی اور بڑی امی نے انہیں ڈانٹا اور کہا اس طرح کی باتیں نہیں کرتے،تو اس پر وہ ہنسنے لگے تھے۔اس کے بعد تھوڑی باتیں اور کیں پھر وہیں سو گئے اور صبح اٹھ کر ناشتہ بھی وہیں کیا۔اور پھر اس کے بعد منیف بھائی اور اعظم بھائی پورے گاؤں میں دعوت دینے کے لئے نکلے۔ ۵/دسمبر کو بریلی شریف میں ہونے والے پروگرام کی دعوت دے کر آئے تو بولے لوگ میری دعوت دینے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔وہ منیف بھائی کے آخری قدم تھے گاؤں میں۔اس کے بعد وہ اپنی نانی کے یہاں شاہ گڑھ جانے کی تیاری کرنے لگے،وہاں بھی دعوت دینی تھی سب کو،تو دادا نے بہت کوشش کی ان روکنے کی ،اور کہا کھانا کھا کر جانا منیف،اور ہماری امی سے دادا نے کھانا بنانے کے لئے کہا۔تو امی نے جلدی میں کھچڑی بنانے کا سوچا جو منیف بھائی کو زیادہ پسند نہیں تھی۔اور اتفاق ایسا ہوا کہ امی کھچڑی میں دال ڈالنا بھول گئیں۔جب کھانا بن گیا اور سب لوگ کھانے بیٹھے تو منیف بھائی کی چھوٹی بہن نے کہا کہ اس میں کسی چیز کی کمی ہے،تو ہماری امی نے دیکھا اور بولیں: ارے میں اس میں دال ڈالنا بھول گئی۔اس پر منیف بھائی بہت زور سے ہنسے اور بولے خان صاحب کو کھچڑی پسند نہیں ہے،اسی لئے آپ دال ڈالنا بھول گئیں اور میری پسند کی تاہری بن گئی، پھر منیف بھائی نے وہ چاول دہی اور چٹنی سے تھوڑے زیادہ ہی کھائے خوش ہو کر۔اور کھانے سے فارغ ہو کر وہ شاہ گڑھ کے لئے روانہ ہو گئے۔پھر ۵/دسمبر کے لئے ہم سب لوگ اور گاؤں کے لوگ بریلی شریف گئے اور وہ پروگرام بہت ہی اچھے سے ہوا اور رات کو جلسہ ہوا جس میں بڑے بڑے عالم لوگوں کی تقریریں، نعت پاک، منقبت ہوئی۔اور ایک شاعر ہیں فاروق مدناپوری انہوں نے منیف اور عفیف بھائی، پر ایک نظم لکھی اور پڑھی جو ہم سب کو بہت ہی زیادہ پسند آئی۔

عالم بنے ہیں آج منیف اور عفیف خاں

مہکا ہے خوب گلشن مفتی حنیف خاں

لیکن نہ جانے ہمارے بڑے ابو کے گلشن کو کس کی نظر لگ گئی اور گلشنِ مفتی حنیف خاں کا ایک ہنستا مسکراتا ہوا پھول اس جشن کے تھوڑے دن بعد ہی اللہ پاک کو پیارا ہو گیا اور ہم سب پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ یہ ایسا غم ہے جو ہم زندگی بھر بھول نہیں سکتے ہیں۔ بس منیف بھائی کے لئے اب اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک پیارے آقا کے صدقے میں ہمارے پیارے بھائی کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

....

مولانا محمد منیف رضا............کچھ یادیں کچھ باتیں

شہید ناز کی تربت کہاں ہے لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل

از: مولانا محمد عارف برکاتی رضوی،

استاذ جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس نے انگنت موجودات سے بزم ہستی کو سجایا۔ کائنات کی ہر شے کائنات کے لئے زینت ہے، لیکن نہیں معلوم کہ شئ موجود کب تک موجود رہے گی اور کب لقمۂ اجل بن کر پردہ عدم میں سما جائے گی۔ نظام عالم، یوم وجود عالم سے لے کر آج تک اسی روش پر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اہل ایمان اس بات کی حقانیت پر جازم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کے فیصلوں کے تحت ہو رہا ہے، مگر ہر فعل کی حکمت پر انسان مطلع ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ جب انسان کو کسی واقعۂ محمودہ یا حادثۂ فاجعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اس سے متعلق حکمت و مصلحت پر اطلاع بخشی جاتی ہے تو حیرت و استعجاب کے سمندر میں غرق ہو کر پکار اٹھتا ہے "انہ ھو الحکیم العلیم"۔

حکمت نامعلوم ہونے والے حادثات میں سے ایک حادثۂ عظیمہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب قبلہ رضوی کے مرحوم فرزند کا اچانک وصال فرما جانا بھی ہے۔ مرحوم حضرت مولانا محمد منیف رضا برکاتی صاحب تو دنیا سے چل بسے، ان سے متعلق ہمیں رب تبارک و تعالیٰ کے کرم اور اس کے حبیب ﷺ کی

رحمتوں سے امید قوی ہے کہ وہ اپنی قبر میں رب کا غفران پاکر نعمت جنان سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ وہ چلے گئے اور سب کو ایک دن جانا ہی ہے۔ لیکن اپنے اہل خانہ پر خصوصاً حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب قبلہ پر غموں کا پہاڑ توڑ گئے۔ اس میں وہ کر بھی کیا سکتے، یا کون کیا کر سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کے فیصلے کے آگے طوعاً یا کرھاً سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔ موت ایسا بلاوا ہے جس پر جانا ہی ہے "اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" سے سرتابی کون کر سکتا ہے، پھر مقربین تو ہمیشہ راضی برضا ہو کر حکم کے منتظر رہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منیف صاحب برکاتی دعاؤں کے مانگے اور نازوں کے پالے تھے۔ فقیر اس وقت استاذ محترم حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب شرعاً مکلف بھی نہ تھا۔ میری حضرت کے دولت خانہ تک رسائی تھی، کئی مرتبہ کسی کام کے لئے مجھے بلایا یا بھیجا جاتا تھا۔ خوب یاد ہے کہ حضرت کی دو صاحبزادیاں تھیں لیکن صاحبزادہ کوئی نہ تھا۔ کون باپ ہوگا جو صالح اور ہونہار بیٹے کا متمنی نہ ہو اور کون سی ماں ہوگی جس نے اس ماحول کے اندر آہ سحر گاہی میں اپنے مالک و مولیٰ کے حضور آنچل کو نہ پسارا ہو۔ پھر باپ اگر عالم ربانی اور وارث انبیاء ہو تو اس نے اپنے رب کو کس کس انداز اور کن کن الفاظ سے پکارا ہوگا۔ آخر دعائیں رنگ لائیں، حضرت علامہ کے چمن میں ایک گلاب کھلا، عزیز و اقارب میں شور ہوا، کہ حضرت کے گھر شہزادہ پیدا ہوا ہے، چاروں طرف خوشیاں پھیل گئیں، علاقے میں مسرتوں کے شادیانے بجنے لگے، اہل محبت ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرنے لگے، آخر کیوں نہ کرتے مفتی محمد حنیف ایک ایسے عالم کا نام ہے جس نے ایک عمر قوم کے نو نہالوں کی مستقبل سازی پر صرف کی ہے، کون سا گاؤں ہے جس میں ان کا کوئی شاگرد نہ رہتا ہو، اور کون سا شاگرد ہے جو ان کی تعریف میں رطب اللسان نہ رہتا ہو۔ گو ان کا شمار خطباء کی جماعت میں نہیں ہوتا جن کو عام طور پر لوگ جانتے پہچانتے ہیں لیکن ان کی علمی سخاوت کی دھمک کسی خطیب کی خطابت سے کم بھی نہیں۔ بڑے بڑے شہروں سے لیکر چھوٹے چھوٹے دیہاتوں تک حضرت کو یکساں مقبولیت حاصل تھی اور ہے۔ انہیں وجوہات کی بنیاد پر حضرت کی خوشی میں سب خوش تھے اور (مولانا) منیف کی پیدائش پر پورا علاقہ خصوصاً حضرت کے تلامذہ خوشیاں منا رہے تھے۔

جیسے ہی پیدائش کی خبر سے اہل خانہ اور اہل علاقے شاد کام ہوئے، فوراً ہی ایک دوسری خبر نے ان سب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ خبر یہ تھی کہ نو مولود کے قلب میں کوئی بڑی بیماری ہے، سب کے سب پریشاں خاطر ہوکر رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع و انکساری سے دعاؤں میں مشغول ہوئے اور استاذ محترم دعاؤں کے ساتھ ساتھ بہتر علاج کے لئے کوشاں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کتنے چکر علاج کے سلسلے میں حضرت نے

خود ہلی کے لگائے ہوں گے۔ ایک مرتبہ حضرت دہلی سے چیک اپ کراکر واپس تشریف لا رہے تھے، اتفاق سے میں بھی اس سفر میں حضرت کے ساتھ ہو لیا، رات کے وقت بس میں شہزادے کے ساتھ جس لطف سے پیش آئے اور جس انداز پر نگہ داشت کی وہ حضرت ہی کا حصہ تھا۔ میری معلومات کی حد تک وقفہ وقفہ سے یہ علاج کئی سالوں تک جاری رہا اور اس کا انجام ایک آپریشن پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے (مولانا) منیف صاحب کو شفا بخشی۔

اب باری تھی ان کی تعلیم و تربیت کی، جس ذات نے نہ جانے کتنے پتھروں کو تراش کر انمول ہیرے تیار کئے ہوں، اس نے اپنے فرزند کو کس شان سے سنوارا ہوگا۔ یہ حضرت کی بہتر تربیت اور نگاہ کیمیا اثر کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد منیف صاحب کم عمر میں بھی کافی سنجیدہ ہو چلے تھے۔ حسن صورت تو انہیں ورثے میں ملا تھا اب خالق عالم نے انہیں حسن سیرت سے بھی نواز دیا تھا۔ ان کی صورت و سیرت میں بلند پایہ باپ کا عکس جمیل نظر آتا تھا۔

میری ان سے بہت زیادہ ملاقاتیں یا لمبی صحبتیں نہیں رہیں، وہ مجھے پہلے پہچانتے بھی نہیں تھے لیکن ایک ملاقات میں جب میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا، اپنی ان کے گھر سے وابستگی بتائی تو مجھ سے ایسے پیش آنے لگے جیسے کہ انہیں بہت پرانی دوستی یاد آگئی ہو۔ اس کے بعد جب بھی ملے تو بڑی محبت سے ملے۔ ایک بار ان کی آنکھیں دیکھ کر مجھے محسوس ہوا کہ راتوں رات جاگ کر کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں لالی قائم ہو گئی ہے۔ میں نے عرض کیا آرام کا خیال رکھیں تو جواب وہی تھا جو محنت کش، اور کام کرنے والوں کا جواب ہوتا ہے۔ آنکھوں میں کسی مرض کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہوگا۔ ان کی صورت سے شرافت ٹپکتی تھی، مسکراہٹ پر حیا غالب رہتی تھی، تصنع سے بہت دور تھے، سادگی ان کی پہچان تھی، بول چال میں بڑی بر جستہ زبان استعمال کرتے، جو تکلف سے بہت دور ہوتی، پیشانی پر کچھ کر گزرنے کی لکیریں کندہ تھیں۔ ان ساری خوبیوں کو دیکھ کر لوگ انہیں حضرت مفتی صاحب کے اچھے وارث کے طور پر دیکھنے لگے تھے اور وہ خود بھی حضرت کے دست و بازو بن چکے تھے، گو وہ طالب علم تھے لیکن پھر بھی حضرت کے تمام تصانیفی و تبلیغی کاموں میں حصہ دار رہتے تھے۔ بلکہ بہت سارے امور تو تنہا انہیں کے ذمہ ہوتے تھے، اسی ماحول میں انہوں نے جامعہ نوریہ باقر گنج سے دستار فضیلت حاصل کی تھی، اب وہ روایتی تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔ یہ اہل محبت کے لئے خوش کن اور فرحت بخش خبر تھی۔ شناسا حضرات ان سے نئی توقعات وابستہ کر چکے تھے۔ لیکن یہ

تو بعد میں پتہ چلا کہ جو سال ان کا تحصیل علم سے فراغت کا سال تھا وہ حقیقت میں زندگی سے فراغت کا سال بھی تھا۔

حضرت علامہ صوفی عبد الصمد صاحب (مہتمم مدرسہ گلشن رضا، کولمبی، ناندیر، مہاراشٹر) سے فون پر بات کر رہا تھا کہ انہوں نے بتایا آج حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب کے بڑے شہزادے کا انتقال ہو گیا ہے۔ کوئی مزاحیہ یا مذاقیہ انسان ہوتا تو شاید میں خبر کو رد کر دیتا لیکن صوفی صاحب کی ثقاہت نے شکوک و شبہات کے تمام دروازے بند کر دیے تھے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ اور غم گین ہونے والوں کی جماعت میں، میں بھی شامل ہو گیا۔ اب جب ذرائع ابلاغ کا جائزہ لیا تو ہر طرف یہی خبر چھائی ہوئی تھی، ایک عالم اس خبر سے غم گین ہو گیا تھا۔ کون کیا کر سکتا تھا، جانے والا چلا گیا سب کو سسکتا بلکتا چھوڑ گیا۔ لیکن جانے سے پہلے رنگا رنگ "فتاویٰ رضویہ" قوم کو دے گیا، اس کی تزئیں کاری میں مرحوم کا خون جگر شامل ہے، فتاویٰ رضویہ کا کوئی قاری جب بھی کتاب کی ورق گردانی کریگا تو عالم تصور میں ضرور مولانا محمد منیف مرحوم کی محنت کے گلابوں کی خوشبو محسوس کریگا۔ جب ایسے عظیم دینی کاموں میں مصروف عمل رہتے ہوئے انسان جاں، جان آفریں کے سپرد کرتا ہے تو رحمت پروردگار سے اسے مرتبہ شہادت ملتا ہے۔ عالم ارواح میں اس کے ساتھ شہیدوں والا معاملہ کیا جاتا ہے۔

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل   شہید ناز کی تربت کہاں ہے

مولانا منیف صاحب چلے گئے سب سسکتے بلکتے رہ گئے، اب مولانا مرحوم کی دنیا اور ہے ہماری دنیا اور، بلکہ اُس عالم کو تو لفظ دنیا سے تعبیر کرنا بھی روا نہیں دکھائی دیتا۔ ہم سوائے دعا کے کچھ نہیں کر سکتے۔ مرحوم کے لئے مغفرت و جنت اور اہل خانہ کے لئے صبر و اجر کی دعا کے ساتھ تمام متعلقین حاضر ہیں، یہ فقیر بھی انہیں حاضرین میں سے ایک ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

....

میرے محترم منیف رضا......کچھ یادیں کچھ باتیں

حافظ غلام محمد خاں برکاتی

۲۷/دسمبر بروز منگل ۲۰۱۶ء اور ۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کی تاریخ میری حیات وزیست کا وہ ہوش ربا تاریک دن تھا جس دن میرے عزیز دوست نے آخری سانس لی، اور ہمارا اپنا مشیت الٰہی کا اشارہ پاکر ہمیشہ کے لیے ہماری نگاہوں سے روپوش ہوگیا، اسی دن وہ فاضل نبیل ہمیں داغ مفارقت دے گیا، اور عالم اسفل کے تمام رفیقوں کو دل ریش واشکبار چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے مل گیا، ہم سے وہ جدا ہوگیا جو ایک عظیم حافظ وقاری تھا، سراپا خلق ومروت تھا، صاحب شعور تھا، دلدار ودلنواز تھا، صوم وصلوٰۃ کا پابند، ملنسار، خوش طبع، بلند اخلاق تھا، گفتگو میں بلا کی نرمی اور دل آویزی تھی، محسوس ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

آج سے تقریباً ۸/سال قبل جب میں امام احمد رضا اکیڈمی میں حفظ کی دور کرنے کے لیے گیا، اکیڈمی میں موجود حفظ قرآن کی درسگاہ میں داخلہ لے کر اکیڈمی کی اقامت گاہ میں پہلی بار داخل ہوا، یہ اقامت گاہ تعلیم گاہ اور تربیت گاہ دونوں ہی تھی، اس تعلیمی زندگی کا پورا گوشوارہ اساتذہ کے زیر نگرانی تیار ہوتا تھا، تو اس اقامتی زندگی کے ابتدائی ایام عجیب سے لگتے تھے، کیوں کہ میرے لیے یہ نئی جگہ تھی جس میں اجنبیت کا احساس ہوتا تھا، کچھ دنوں کے بعد ہم سبق ساتھیوں سے متعارف ہوا اور یہ اجنبیت کا احساس جاتا رہا، اور مجھے اکیڈمی کی اس اقامتی زندگی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ملی جو میری اب تک کی زندگی میں ایک رہنما بن کر میری مسدود راہوں کو بھی وا کر رہی ہے۔

جیسا کہ میرے مخدوم حضرت سید محمد افضل صاحب قبلہ قادری مارہروی اپنی ایک تحریر میں رقم طراز ہیں "اقامتی زندگی وسعت قلب ونظر اور ظرف میں بے حد ممد ثابت ہوتی ہے، مجھے اس کا ذاتی تجربہ ہے، وہاں ہر طرح کے دکھ سکھ بانٹنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے، خوردی اور بزرگی میں کیا حفظ مراتب ہونے چاہیے اس کا اندازہ ہوتا ہے"

پہلی ملاقات:

اکیڈمی میں دوران تعلیم جن ساتھیوں سے تعارف ہوا ان میں جہاں درس وتدریس کی ہندوستانی شہرت یافتہ شخصیت حضرت علامہ ومولانا مفتی حنیف خاں صاحب قادری رضوی قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا حافظ وقاری محمد منیف رضا برکاتی مرحوم ومغفور بھی تھے، حضرت موصوف سے میرے بہت مستحکم روابط ہوگئے تھے، اور بفضلہ تعالیٰ مجھے حضرت سے اتنا گہرا نیاز مندانہ تعلق اور اس درجہ رازدارانہ تقرب حاصل ہوا، اور میں حضرت کے

الطاف کریمانہ سے اتنا مالا مال ہوا کہ میں اپنے بعض ساتھیوں کا محسود بن گیا، حضرت کی والہانہ محبت وعظمت میرے قلب پر نقش کالحجر ہوگئی جو بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رہی اور ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت قائم رہے گی۔

دوران تعلیم میرا ایک ہم سبق ساتھی طالب علم سے تنازع پیدا ہوگیا، اس خبر کی ہائی کمان تک رسائی کرادی گئی، مگر حضرت موصوف کے حسن تدبیر سے معاملہ رفع دفع ہوگیا، اور مجھے محاکمہ کا سامنا نہ کرنا پڑا اور حضرت موصوف کو میں نے امتنان وتشکر کی سوغات پیش کی۔ اس کے بعد آٹھ نو سال کی مدت میں بارہا حضرت موصوف سے شرف ملاقات رہا، عرس رضوی ایک عام دعوت شرکت ہوا کرتی ہے، لیکن عرس رضوی کی اس بابرکت عظیم تقریب میں شرکت کے لیے حضرت مجھے خصوصی دعوت دیا کرتے تھے، یوں تو حضرت کی ہر ہر ملاقات بہت سی ان یادوں کو دامن میں لیے ہوئے ہے کہ اگر میں ان سب کا تذکرہ کروں تو ایک دفتر عظیم درکار ہے، مگر میں یہاں پر کچھ یادداشتوں کو حیطۂ تحریر میں لایا ہوں جن سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ مجھ جیسا کم علم وبے عمل اور بے بضاعت انسان کس طرح حضرت کی کریمانہ بارگاہ سے مورد الطاف رہا، میں تو صرف آپ کی حیات کے مہر ووفا سے لبریز ان گوشوں کو یاد کرکے آنسو کے چند قطرات بہالینے ہی کو معراج صداقت ودوستی تصور کرتا ہوں:

ماقصۂ سکندر ودارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر ووفا مپرس

آخری ملاقات:

موصوف رواں ہجری سال عرس رضوی کے موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے سند فضیلت سے سرفراز کیے جانے والے تھے، اس لیے حضرت نے مجھے بھی مدعو کیا اور دعوت نامہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی تصنیف لطیف "اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین" پیش کی اور میں حاضر ہوا، جب میں اس تقریب کے لیے حاضر ہوا، تو حضرت موصوف نے مجھ سے کہا کہ آپ کو گھر پر بھی آنا ہے، کیوں کہ گھر پر دستار بندی کا اہتمام کچھ دن کے بعد کیا جائے گا، میں جب دوبارہ گھر پر ہونے والے جشن دستار بندی میں شرکت کے لئے آیا اور حضرت موصوف ومغفور کے دولت کدہ پر باریاب ہوا، تو آپ تشریف لائے، آپ نے جس التفات اور گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ فرمایا اس خوشی کو میں آج

تک فراموش نہیں کرسکا، اس کے بعد حضرت گھر سے میرے ساتھ اکیڈمی آئے، حضرت موصوف نے اپنے مخصوص لہجے میں استفسار فرمایا کیسا انتظام ہے؟ میں گویا ہوا! بہت خوب۔

میں کیوں کہ حضرت سے بے تکلف تھا اس لیے کہا، کہ شادی کے موقع پر اس سے بہتر انتظام ہونا چاہیے، آپ نے فرمایا یہ بھی تو شادی ہے، اس کے بعد حضرت موصوف گھر چلے گئے اور میں اکیڈمی میں اندر چلا گیا، افسوس مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری آخری ملاقات ہے۔

ایک دن اچانک موبائل فون کی گھنٹی بجی، موبائل اسکرین پر جب نظر گئی تو یہ شبو بھائی کا نمبر تھا، فون رسیو کیا تو پیغام ملا کہ ہمارے عزیز دوست وہاں چلے گئے ہیں جہاں کسی بیماری کا گزر نہیں، پیغام سنتے ہی ایسا محسوس ہوا گویا زمین پاؤں تلے سے سرک گئی ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ اس آیت کریمہ نے مجھے سنبھالا دیا، اور میں بریلی شریف پہنچا تو ایک کہرام مچا ہوا تھا، ہر دل مضطرب اور آنکھ اشکبار تھی، مگر اپنے وقت کا فاضل جلیل اپنے سینہ میں قرآن و حدیث کا خزانہ لیے رحمت تمام کے سایہ تلے ابدی نیند سو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے، اور ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے
جوانی کا رنگیں نشاں چھوڑ آئے
جہاں سے بھی گزرے جدھر سے بھی گزرے
محبت کی اک داستاں چھوڑ آئے
نشاں قبر کا دے گا اس کی گواہی
تری یاد میں ہم جہاں چھوڑ آئے
وہیں جائیں اظہار، جی چاہتا ہے
جہاں آشیاں کا دھواں چھوڑ آئے

نتیجہ فکر: احقر غلام محمد خاں برکاتی، موضع باسوپور، پورنپور پیلی بھیت شریف

••••••••••••••••••••••

مولانا منیف رضا علیہ الرحمہ کا تذکرہ اور انکی یادیں

از: مولانا غلام محی الدین رضوی حشمتی پیلی بھیتی

دار العلوم غوث اعظم غریب نواز، رضا نگر، پیر بہوڑا بریلی شریف میں محقق رضویات، مرتب جامع الاحادیث سلطان الاساتذہ کے شہزادے حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا خاں برکاتی علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لیے ۳۰ ربیع النور ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر محفل کا انعقاد کیا گیا جس میں پانچ ختم قرآن پاک، ایک لاکھ کلمۂ طیبہ اور ۲۱ ہزار درود پاک اور ۵۰ بار درود تاج پڑھا گیا۔ ۱۰ بجے دن میں بسلسلۂ ایصال ثواب پروگرام کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے حضرت حافظ و قاری محمد اختر رضا صاحب قبلہ ازہری صدر مدرس دار العلوم ھٰذا نے کیا، حمد و نعت و منقبت کا دور طلبہ کرام کے ذریعہ چلتا رہا ٹھیک ۱۱ بجے فقیر حشمتی نے تقریر شروع کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اور آپ حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا خاں برکاتی علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لیے جمع ہوے ہیں استاذ گرامی وقار بقیۃ السلف عمدۃ الخلف فخر بریلی شریف خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ بانی و ناظم اعلیٰ امام احمد رضا اکیڈمی و پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کے چار بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے تھے آپ کی پیدائش ۲۴؍ربیع النور ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ بوقت صبح بھوگپور، بہیڑی بریلی شریف میں ہوئی جیسا کہ میرے رفیق کرم فرما حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق القادری صاحب قبلہ صدر آل انڈیا تنظیم علماء اسلام دہلی نے فرمایا ہے جب مولانا علیہ الرحمہ کی پیدائش ہوئی اس وقت ہم لوگ الجامعۃ القادریہ مجوزہ عربی یونیورسٹی نینی تال روڈ چھار ریلوے اسٹیشن بریلی شریف میں پڑھ رہے تھے۔ حضرت استاذ گرامی وقار جب گھر سے مسکراتے ہوئے جامعہ میں صلوٰۃ و سلام کے وقت تشریف فرما ہوئے جمیع طلبۂ علوم دینیہ و اساتذۂ کرام کو خوش خبری دی اور فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں طاہرہ و طیبہ کو بھائی عطا فرمایا ہے۔ مبارک بادیاں پیش کی گئیں اور حضرت نے طلبہ و اسٹاف کو اپنے بچے کی پیدائش کی خوشی میں میٹھائی تقسیم کروائی اور آپ کی ولادت سے آپ کے گھر کے کیا بلکہ پورے خاندان کے افراد بہت خوش تھے، آپ کی زندگی کے جملہ پہلو بہت خوبصورت تھے، میں جب بھی امام احمد رضا اکیڈمی حاضر ہوا کرتا تھا تو حضرت مولانا منیف رضا علیہ الرحمہ سے کافی دیر تک ملاقات کا شرف حاصل ہوا کرتا تھا آپ زیادہ تر کمپیوٹر روم میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے

میرا اکیڈمی میں ہر ماہ دس بارہ بار جانا تو ہوتا ہی ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی تو قیام بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے جب بھی دیکھا آپ کو اپنے کام میں منہمک دیکھا۔ آپ نے اکیڈمی سے شائع ہونے والی اکثر کتابوں کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور تزئین کی۔ آپ کی جو شاہکارِ خدمت اور عظیم ترین کارنامہ ہے وہ ہے فتاویٰ رضویہ جدید ۲۲ر جلدوں کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور تزئین۔ اپنی نوعیت کا یہ منفرد و ممتاز کارنامہ ہے۔ رہتی دنیا تک انکا یہ عظیم کارنامہ یادگار کے طور پر محفوظ رہے گا اور اس کی برکت سے ہمیشہ ان کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ امسال ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد نماز عصر ۹۸ واں عرس اعلیٰ حضرت کے مبارک موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ کے وسیع و عریض میدان میں آپ کی اور ساتھ ہی آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد عفیف رضا خاں صاحب برکاتی کی دستار بندی ہوئی اور علماء و مشائخ کے مقدس ہاتھوں سے تاج فضیلت ان کے سروں پر سجایا گیا۔ اس کے بعد ۵ ربیع النور ۱۴۳۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۲۰۱۶ء کو امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے آپ کے والد بزرگوار حضور استاذ گرامی مرتبت نے اپنے بیٹوں کی دستار کی خوشی میں ایک عظیم پروگرام بنام جشن دستار فضیلت کا انعقاد کیا۔ دیر رات تک یہ پروگرام جاری رہا۔ اور جب ان دونوں شہزادوں کے سروں پر تاج فضیلت کا سہرا سجایا گیا وہ وقت بڑا ہی مبارک اور خوشیوں سے معمور تھا۔

حضرت استاذ محترم کے رخِ زیبا پر مسرت رقص کر رہی تھی اور جملہ اعزا و اقربا اور متعلقین شاداں تھے اور ان دونوں شہزادوں کے

چہرے گلاب کی طرح کھل رہے تھے۔ میری مولانا منیف رضا علیہ الرحمہ سے آخری ملاقات و گفتگو ۹ ربیع النور ۱۴۳۸ھ کو اکیڈمی میں کافی دیر تک ہوئی ساتھ ہی ساتھ آپ کے حقیقی چاچا حضرت حافظ و قاری محمد ضمیر خاں صاحب قبلہ رضوی اور دیگر حضرات بھی موجود تھے کچھ علمی گفتگو بھی چل رہی تھی اور دیگر بزرگوں کے واقعات بیان کر رہے تھے آج بھی آپ کی وہ پیاری پیاری باتیں آپ کا انداز گفتگو بہت انوکھا تھا ہر وقت مسکرانا اور دوسروں کو خوش رکھنا یہ انکی عادت حسنہ میں داخل تھا آج اگرچہ وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن وہ اپنے دینی کارناموں سے ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اچانک آپ کی طبیعت صبح ناشتہ کرتے وقت ۱۹ ربیع النور ۱۴۳۸ء کو بہت زیادہ خراب ہوگئی، اور بریلی شریف کے مشن ہاسپیٹل میں زیر علاج تھے اچانک میرے موبائل کی گھنٹی بجی میں نے موبائل ریسیو کیا تو میرے کرم فرما اور مرحوم کے چچا حضرت مولانا حافظ محمد امیر خاں صاحب قبلہ کی آواز بڑے دبے لفظوں میں سنائی دی اور آپ نے فرمایا کہ مولانا محمد منیف رضا برکاتی کی طبیعت بہت زیادہ

خراب ہوگئی ہے اس وقت میں درگاہ اعلیٰ حضرت پر اپنی تاجداروں کی بارگاہ میں فاتحہ خوانی میں مشغول تھا اور کافی دیر تک مولانا موصوف کی شفایابی کے لئے دعا کرتا رہا کہ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ دہلی کے لئے ڈاکٹروں نے ریفر کردیا ہے ان کا دہلی ایمس میں علاج چلتا رہا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرض میں کچھ افاقہ ہوا میں مولانا محمد امیر خاں صاحب سے بذریعہ فون مولانا موصوف کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا ۲۷ دسمبر ۲۰۱۶ء میں اپنے مدرسہ میں تھا میں نے بعد نماز ظہر اپنا موبائل کھولا واٹسپ پر کیا دیکھ رہا ہوں ایک میسج آیا کہ مرتب جامع الاحادیث استاذ گرامی مرتبت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب کا انتقال ہوگیا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ میں کیا پڑھ رہا ہوں میں نے فوراً حافظ امیر خاں صاحب نوری کو فون لگایا دعا و سلام کے بعد خیریت معلوم کی تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہاں واقعی مولانا منیف رضا کا انتقال ہوگیا ہے ہم لوگ راستے میں ہیں اور ۸ بجے تک بریلی شریف آجائیں گے مجھے ایک صدمہ تو پہلے ہی تھا کہ میری شریک حیات کا ابھی بیس (۲۰) اکتوبر ہی کو انتقال ہوا تھا (اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے آمین) اب مولانا منیف رضا کے انتقال کی خبر دہرے صدمہ کا سبب بن گئی میں فوراً امام احمد رضا اکیڈمی کے لئے روانہ ہوگیا اور اکیڈمی پہنچ کر جنازہ کا انتظار کرتا رہا۔ جیسے ہی جنازہ اکیڈمی کے سامنے پہنچا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ آخری دیدار کے لئے احباب اہلسنت کا ایک عظیم ازدہام تھا جب بھیڑ کچھ کم ہوئی تو حضرت مولانا حافظ امیر احمد خاں صاحب کی وساطت سے میں بھی آخری دیدار کے لئے حاضر ہوا آنکھوں سے آنسو نہیں رک رہے تھے مرحوم موصوف کا چہرہ گلاب کی طرح کھل رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انکو آرام کی نیند آگئی ہے۔ انکے لبوں پر تبسم ہے اور مسکراتے ہوئے اس دنیا کو الوداع کہا ہے مولانا موصوف کی پوری ۲۵ سالہ زندگی ہمارے سامنے ہے ہم جس پہلو پر بھی گفتگو کریں گے بھرپور انداز میں کر نہیں سکتے انکی حیات کے یہ وہ تابندہ نقوش ہیں جو انہیں کبھی مرنے نہیں دیں گے اور ہم ان کے مخلصانہ جدوجہد کے سبب انہیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہیں کرسکتے ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے یہ جملے اس ناگہانی غم کا مداوا نہیں ہوسکتے مگر ہمارے پاس دعاؤں کے علاوہ ہے بھی کیا جو انکے حضور نذر کریں۔ مولانا موصوف سے ہر بڑے چھوٹے کو عقیدت و محبت تھی آج انکے غم میں جماعت کا ہر فرد آب دیدہ و اشکبار ہے۔ پروردگار عالم مولانا موصوف کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمارے استاذ گرامی وقار مرتب جامع الاحادیث کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے ہم اپنے استاذ گرامی مرتبت کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا ہے کہ انکا مشن زندہ و

تابندہ رہے اور خدائے پاک انکے سہارے کے لئے مولانا مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ و التسلیم

شریک غم:

مولانا غلام محی الدین رضوی حشمتی

بانی و ناظم اعلیٰ دار العلوم غوث اعظم غریب نواز، رضا نگر بیریئل نمبر ۲، پیلی بھیت روڈ بائی پاس ترا ہا پیر بہوڑا، بریلی شریف

....

مولانا محمد منیف رضا خاں........کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمد مطلوب خاں نوری

باسمہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلی

ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور اسی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے "موت برحق ہے اور وہ سبھی کو آنی ہے ہم سے قبل بھی نہ جانے کتنے انسان اس دنیا میں آئے اور وہ اپنا مخصوص وقت گزار کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ایک دن ہمیں بھی جانا ہے اور ہمارے بعد والوں کو بھی۔ بہر حال یہ سلسلۂ آمد و رفت جاری و ساری ہے اور رہے گا، مگر اس جہانِ فانی میں بعض انقلاب آفریں شخصیات ایسی بھی آئیں جنہوں نے زمانہ کے رخ کو ہی موڑ دیا اور انقلاب پیدا کر دیا لیکن اہل جہاں کو سب سے زیادہ دکھ اور افسوس ان شخصیات پر ہوا جنہوں نے اپنی انقلابی فکر کی بنیادوں کو اٹھایا مگر مکمل ہونے سے قبل ہی پیام اجل پاکر ملک عدم کی طرف کوچ کرنا پڑا۔

اس بزم عزا میں ہم کو حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی زیادہ یاد آرہے ہیں جو بہت ہی کم عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریروں کے امین بن گئے اور درجنوں کتب ارباب علم کی مطالعہ کی میز تک پہنچائیں۔ خاص کر فتاویٰ رضویہ مکمل ۲۲/ جلدوں میں جدید رنگ ڈھنگ و حوالجات و تخریج کے ساتھ پریس تک پہنچا کر ہمارے درمیان سے اچانک راہی ملک عدم ہو گئے۔

میری ان سے ذاتی طور پر بہت سی ملاقاتیں رہیں، ملاقات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ بزرگانِ دین خصوصًا اپنے والد محترم کے اخلاق

حسنہ کے قطعی طور پر حامل تھے، بعدِ ملاقات بیگانگی کا احساس یکسر ختم ہوجاتا تھا اور قابلیت کا یہ عالم کہ فقیر کی ملاقات ان سے اردو کمپوزنگ کی کچھ ایسی باریکیوں کے متعلق تھی جو کہ لاینحل مسئلہ لگتی تھیں لیکن موصوف نے اپنی قابلیت اور لیاقت کے بل بوتے وہ باریکیاں ایک لمحہ میں حل کردیں اور کچھ اور رموز واو قاف ایسے بتائے کہ جن تک میری ذہنی پرواز کی رسائی ممکن نہ تھی۔ کمپیوٹر پر اردو کے خاص پروگرام "ان پیج" میں اردو لکھنے کے علاوہ کمپیوٹر میں دوسرے مقامات پر کمپوز کرنے کے رموز واسرار میں نے انہیں سے حاصل کیے اور میری ایک ملاقات موصوف سے صرف اسی کو لے کر ہوئی، ماشاء اللہ اس طریقے سے اس کو سلجھایا کہ میرے ذہن کے دریچے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ کمپیوٹر کے پروگرامس میں ان کی مہارت اور کام کرنے کا طریقہ، گفتگو کا سلیقہ، بڑوں کے ساتھ حسن ادب، علمی استحضار، وقت کی قدر وقیمت اور مستقبل میں لائحۂ عمل کی تیاری یہ صرف انہی کا حصہ تھی جواب دوسروں میں نظر نہیں آتی، جب بھی میری ان سے ملاقات ہوئی خوشی سے مست ہوجاتے اور دیر تک اعلیٰ حضرت کے مشن اور کتب کی اشاعت کے حوالہ سے گفتگو کرتے رہتے، اعلیٰ حضرت کی جدید تحقیقات سے متعارف کراتے۔ مسلک اہل سنت کے متعلق جوان کی انقلابی فکر تھی بڑی تیزی کے ساتھ اس فکر کو لائحۂ عمل دیتے جارہے تھے۔ جس کا احساس ان کے جانے کے بعد بڑی شدت سے ہورہا ہے۔ عمر کم تھی مگر ان کی فکر اور کام دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی کہنہ مشق، تجربہ کار شخص کی محنت ہے اور واقعی اس عمر کے بچوں میں ان تحریروں کے پڑھنے کا سلیقہ بھی نہیں ہوتا جن کو انہوں نے تحقیقات کے مراحل سے گزارا۔

حضرت علامہ، مولانا حنیف خاں صاحب قبلہ کا نام وکام علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے مگر ان کے اس علمی کام میں ایک بڑا حصہ مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب مرحوم ومغفور کا بھی ہے اور کیوں نہ ہو وہ اپنے والد کے علمی وراثتوں کے سچے وارث اور امین تھے۔ اور انہوں نے اس کو عملی طور پر یہ ثابت بھی کیا اپنے وجود اور عمر سے زیادہ کام بھی کیا۔ وہ اپنے حسن اخلاق اور خوب صورت کام کی وجہ سے نوجوان علما کے لیے ایک نمونہ بھی بن گئے۔

بہر حال ان کے انتقال کی خبر نے ہماری امیدوں کی کرن کو ایک گہن لگادیا۔ فکر رضا کی اشاعت کے حوالہ سے مستقبل میں جوان سے امیدیں وابستہ تھیں ان کے جانے سے ایک خواب سی بن کر رہ گئیں۔ بلاشبہ نوجوان علما کی صف میں پُر نہ ہونے والا خلا ہوا ہے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی یا فون پر بات ہوئی، گفتگو کے بعد سرور وجذبات کی کیفیت محسوس ہوئی اور کوئی بھی بات پوچھی گئی تو اس کا جواب فوراً اعطا کیا گیا، جتنی دیر فون پر بات ہوتی صرف کام ہی کی بات ہوتی اس کے سوا اور کوئی بات نہ

۔میں ذاتی طور پر ان سے بہت متاثر تھا نہ صرف متاثر بلکہ ان کی طول عمر کے لیے دعا بھی کرتا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا
۔لیکن وہ جاتے جاتے نوجوان علما کو ایک عملی پیغام بھی دے گئے کہ بڑے کام کے لیے بڑی عمر اور تجربہ ضروری نہیں بلکہ بڑی سوچ اور اونچی امنگ اور عزم مصمم اور حوصلہ ضروری ہے۔یعنی بڑے کام کے لیے بڑی عمر ضروری نہیں بلکہ بڑا جذبہ ہونا ضروری ہے کچھ کرنے کا جذبہ جوان ہو تو کم عمری کوئی معنی نہیں رکھتی۔

بہر حال ہم مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب کے لیے دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہِ احدیت میں قبول فرمائے اور ان کی مرقد پر رحمت و غفران کے پھول برسائے آمین۔

اور دعا ہے کہ مولائے کریم ان کے والد محترم حضرت علامہ مولانا حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

احقر محمد مطلوب خاں نوری

صدر المدرسین مدرسہ اہل سنت نجیب الاسلام (نجیب آباد، ضلع بجنور (یوپی)

....

ناشر رضویات............کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا اسلم رضا صاحب

مفتی محکمہ اوقاف ابو ظبی (متحدہ عرب امارات)

فتاویٰ رضویہ شریف کا کام جب آخری آخری مرحلوں میں تھا اس دوران بھی مولانا منیف رضا صاحب کی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی اور معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ ہاسپٹل میں بھی ایڈمٹ رہے دو تین دن، اور ڈاکٹروں نے بتایا کہ خون میں جو ریڈ سیلس ہیں ان کی کافی کمی ہو گئی ہے جو بہت زیادہ خطرناک حد تک کمی ہو گئی تھی، ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور دھیرے دھیرے وہ کمی پوری ہوئی اور علاج کامیاب ہوا، پھر دوبارہ جب گھر آئے تو بیمار تو تھے ہی، ابھی علالت تھی، کمزوری بھی تھی اور انتہائی شدید بخار کے باوجود بھی مسلسل یہاں تک کہ اگر بیٹھا نہیں جا رہا تھا تو لیٹ کر بھی کمپیوٹر پر مسلسل کام کیے جا رہے ہیں، کام کیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ مولانا محمد منیف رضا صاحب کے چچا حافظ محمد امیر خاں وغیرہ سب ان کو منع کرتے رہے کہ بیٹا چند دن صبر کر لو کام تھوڑا لیٹ ہو جائے گا تو حرج کی بات نہیں، لیکن صحت کو دیکھنا بہر حال ضروری ہے، اس کے باوجود بھی وہ مسلسل ان کو جیسے جیسے وقت ملتا رہا لیٹ کر بیٹھ کر جس طرح بن پڑا انہوں نے کام کو جاری رکھا یہاں تک کہ کام کو بالکل آخری

تھے تک اور بالکل انجام تک پہنچایا، مگر قدرت کا کرنا اور پروردگار عالم نے کیا لکھا ہے وہ وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی حیات میں تو مکمل فتاویٰ رضویہ چھپی ہوئی نہیں دیکھ سکے لیکن اس میں سے کچھ جلدیں جو چھپ گئیں تھیں ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کی جلد بندی وغیرہ جو کروائی اس کی ڈیزائن وغیرہ کو دیکھ کر کم از کم لطف اندوز ہوئے اور خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور آخرت کے معاملات ان کے انتہائی ترقی پر رہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوار، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پڑوس نصیب ہو، ان کی بارگاہوں کی مسلسل حاضریاں نصیب ہوں، پروردگار آخرت میں ان کے والدین اور ان کے رشتہ داروں کے لیے ان کو ذخیرہ بنائے۔

جب دستار بندی ہوگئی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت آپ ہمیں کیا عطیہ دیں گے دستار بندی کا، اور ہمیں کیا ہدیہ دیں گے، تو میں نے کہا کہ بتائیے کہ آپ کو کیا چاہیے، تو کہنے لگے نہیں ایسے نہیں، میں ابھی دستار بندی کے کچھ عرصے کے بعد دبئی آرہا ہوں تو وہیں آکر لوں گا آپ سے، میں نے کہا ٹھیک ہے، آپ آئیے اور جو آپ کہیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا اس وقت تو انہوں نے ہنس کر کے ٹال دیا، لیکن وہ کافی دن سے کہہ رہے تھے کہ کچھ عرصے کے بعد دبئی کا چکر لگانے کا ارادہ ہے، میں آؤں گا آپ کی طرف، میں نے کہا ٹھیک ہے آئیے۔

اصل میں محمد منیف رضا کے ساتھ میرے تاثرات یہ ہیں کہ ایک تو وہ بہت ہوشیار، بہت سمجھ دار اور ذرا سے اشارے میں اگر کوئی بات سمجھائی جائے تو وہ فوراً اس کو کلک کر لیتے تھے، اور جیسے ہی کوئی بات اشارۃً سمجھائی جائے کمپیوٹر کی زبان میں تو فوراً سمجھ جاتے تھے کہ اس کو ایسا کرنا ہے اور ایسا نہیں ایسا کرنا ہے، تو ایک تو بہت ہی ہوشیار، ہونہار، سمجھدار اور زیرک نوجوان تھے، حافظ قرآن عالم دین اور انتہائی مؤدب، والدین کے یہاں بھی اور اساتذہ کے یہاں بھی، اور جن لوگوں سے بھی تعلق رہے ، جن لوگوں سے روابط رہے واٹس ایپ کے ذریعہ تو ان لوگوں سے بھی بڑے ہی احترام اور ادب سے پیش آتے۔

ہم پاکستانی لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ آپ حضرات کی اردو سننے کے لیے ہم ترستے ہیں، اس وجہ سے کہ آپ حضرات جب عام گفتگو بھی یا سنجیدہ گفتگو ہو یا کسی بھی ٹوپک پر بات چیت چل رہی ہو تو آپ حضرات کی جو اردو ہے اور اردو بولنے کا جو لب ولہجہ ہے وہ ہمیں اتنا بھاتا، اتنا بھاتا ہے کہ واری واری جاؤں، تو محمد منیف رضا سے بھی میرا اکثر یہی رہتا تھا کہ میں جب بھی کوئی بات پوچھتا اور وہ اس بات کے جواب میں جب وہ کچھ کہتے تھے تو ان کے جواب سے زیادہ ان کے لب ولہجے سے میں بہت محظوظ ہوتا تھا اور تعجب بھی کرتا تھا کہ اتنا چھوٹا سا لڑکا ہے مگر بات کرنے کا انداز دیکھیے کہ انتہائی بڑوں کی طرح، یہ سمجھ لیجئے کہ جو ذی شان اور شاہی مزاج کے لوگ ہوتے ہیں اس طرح کا ان کا لب ولہجہ تھا محمد منیف رضا صاحب کا اور بڑا مزہ آتا تھا ان کی گفتگو سن کر۔

پھر کبھی کسی بات پر ناراضگی بھی ہو جاتی تھی، جواب نہیں دیتے تھے تو مجھے غصے آجاتا اور میرا ویسے بھی مزاج تیز رہتا ہے تو میں ڈانٹ دیتا تھا کہ کیا بھائی جواب نہیں دیتے ہو، تو وہ مجھ سے کہتے تھے کہ ارے بھائی اور بھی کام ہیں ہمیں یا نہیں۔ یا صرف ایک ہی کام لے کر بیٹھے رہیں۔

ان کے انتقال سے تقریباً سمجھیے کہ ۱۵/ یا ۲۰/ دن پہلے کی بات ہے یا ۲۵/ دن پہلے کی بات ہے شاید، تو اسی طرح کا ایک معاملہ ہو گیا، انہوں نے کہا کہ بھائی ہمارے پاس اور بھی کام ہیں، ہم اور بھی کام لے کر بیٹھے ہیں، ایسا ہے، ویسا ہے، تو میں نے بہت ڈانٹا ان کو اور میں ناراض ہوا، میں نے کہا یار یہ کیا بات ہے، میں کوئی فالتو بات یا کوئی اِدھر اُدھر کی بات تھوڑی کر رہا ہوں، میں تم سے گپے تھوڑی لگا رہا ہوں، میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ میں یہ فتاویٰ رضویہ کا پروجیکٹ جو تم فارغ کر چکے ہو اور دہلی بھیج کر آرام سے بیٹھے ہو اور دوسرے کاموں میں لگ گئے ہو، میرا تو ابھی وہی کام پورا نہیں ہوا تو وہ مجھے بھیجو یار تا کہ میں اپنا کام بھی نپٹاؤں۔ بہر حال معافی تلافی ہوئی، معذرت چاہی انہوں نے اور میں نے بھی ان کے آگے ہاتھ جوڑے کہ بھائی میں نے آپ کو ڈانٹ دیا، معذرت چاہتا ہوں اور آپ بھی بیچ میں تھے، آپ کی وساطت سے ان کا معافی نامہ بھی آیا، پھر انہوں نے خود بھی معذرت کے لئے میسیج کیا، اللہ تعالیٰ ان کو وہ جہاں بھی رہیں سلامتی کے ساتھ رکھے، آخرت میں، جنت میں، ہر جگہ ان کے درجات کو بلند فرمائے، ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے

حیرت ہوتی ہے مجھے کہ ہمارے اس زمانہ میں ۲۵/ سال کا نوجوان جو پیدائشی طور پر دل کی بیماری میں مبتلا ہے، ۱۵/ سال تک اس کے والدین اس کو مختلف شہروں اور ہسپتالوں میں لیے لیے گھومتے رہے اس کے علاج کے لیے، اور جب علاج ہو بھی گیا تو عام طور پر اس طرح کے جو بچے ہوتے ہیں، اس طرح کے جو لوگ ہوتے ہیں جو طویل علالت کے بعد صحت یاب ہوتے ہیں تو وہ کمزور رہتے ہیں، مگر ان تمام مشکلات اور ان تمام صعوبات اور آزمائشوں اور امتحانات کے بعد بھی وہ ماشاء اللہ ایک تندرست بچے اور ایک تندرست نوجوان سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے، بلکہ ساتھیوں میں سب سے آگے [illegible] سب سے نمبر ون پر رہے، حفظ میں اور درس نظامی کے امتحانات میں اپنے کلاس میں نمایاں رہے اور ماشاء اللہ دیکھیے اتنی طویل علالت کے باوجود انہوں نے حفظ قرآن بھی مکمل کیا، درس نظامی بھی مکمل کیا، اور عجیب بات ہے کہ ربیع الاول مین ان کی پیدائش ہوئی اور ربیع الاول شریف میں ہی ان کا انتقال ہوا، اور اپنی دستار بندی یعنی یوں سمجھ لیجیے کہ دولھا بننے کے کچھ ہی دنوں کے بعد، ۲۵/ صفر کو دولہا بنے اور ۲۷/ ربیع الاول کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے والدین کے لئے اور اپنے اہل خانہ کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنائے۔

پھر مزید تر یہ کہ ان کی جواں مردی دیکھیے کہ آدمی عام طور پر تھوڑا بہت بھی بیمار ہوتا ہے، بخار آتا ہے تو آدمی بہت نروس ہو جاتا ہے، بسا اوقات ہاتھ پیر چھوڑ دیتا ہے، ہمت ہار جاتا ہے اور اپنی موت کو قریب سے دیکھتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ بس اب میں جا رہا ہوں، لیکن کوئی عام مرض نہیں بلکہ خون کی الٹیاں کر رہے ہیں، گھر سے خون کی الٹیان کرتے جا رہے ہیں، کپڑے خون سے بھر گئے ہیں، ان کی والدہ گاڑی میں بٹھا کر کے ان کا خون پوچھ رہی ہیں، بار بار خون کی الٹی آرہی ہے اور بھائی عفیف رضا گاڑی چلا رہے ہیں، ایسی حالت میں بھی گاڑی میں لیٹے لیٹے وہ اپنے بھائی کو نصیحت کر رہے ہیں کہ بھائی! میں تو اب جا رہا ہوں دنیا سے، پیچھے ابو کا خیال رکھنا۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے کہ عام طور پر ہر ایک کے لیے ممکن نہیں ہوتی، ایسی حالت میں وہ خود اپنی ہی جان میں پڑا ہوتا ہے، خود اپنی ہی طرف ہوتا ہے، وہ کسی اور کی طرف کہاں سوچتا ہے آدمی وہ بھی اسی شدید تکلیف

میں، تو واقعی بہت بلند ہمت اور انتہائی جواں مرد نوجوان تھے، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، پروردگار آخرت میں آپ سب کے لیے ان کو ذخیرہ بنائے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وقت نہ ہو اور کبھی کسی چیز کا کسی بات کا جواب فوراً نہ دے پاتے، کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کے کام میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ مجھے کوئی پریشانی پیش آئی۔ اور واٹس ایپ والے لوگوں کا اللہ بھلا کرے کہ اس نے ہمارا رابطہ بہت آسان کر دیا، ورنہ پہلے تو ٹیلی فون کرنا پڑتا، اور ٹیلی فون پر بات بھی پوری نہیں ہو پاتی تھی، اور وہ بات ریکارڈ بھی نہیں ہو پاتی تھی، پیسے بھی بہت خرچ ہو جاتے تھے، اور واٹس ایپ پر جب سے رابطہ ہوا تو اس کے بعد سے محمد منیف رضا سے مسلسل تقریباً یوں سمجھ لیجیے کہ روزانہ ہی بات ہوتی، بلکہ ایک دن میں کئی کئی بار بات ہوتی، کوئی بھی بات پوچھنا ہوتی اور ان کے پاس وقت نہ ہوتا، فی الحال تو کہہ دیتے تھے کہ میں بعد میں جواب دیتا ہوں، بسا اوقات بعض باتوں کا جواب دینے کے لیے ان کو ضرورت ہوتی آپ کی طرف مراجعت کرنے کی تو وہ آپ کی طرف مراجعت کرتے، سوال کا جواب لیتے، پھر مجھے بھیجتے تھے، اور میری عادت تھی کہ میں میسیج بھیجتا اور ساتھ میں ان کو ایک مسڈ کال دے دیتا تاکہ ان کو پتہ چل جائے کہ اسلم رضا کا کوئی میسیج آیا ہے، اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کمپیوٹر میں ہمارے کام میں رضویات میں کمپوزنگ میں استعمال ہوتی ہیں، طرح طرح کے فونٹس استعمال ہوتے ہیں، طرح طرح کے سنبلس استعمال ہوتے ہیں، تو ان کا تبادلہ ہمارا چلتا تھا کہ کبھی ان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ مجھ سے کہتے کہ بھیج دیجیے اور مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو میں کہتا تھا کہ اس طرح مجھے یہ چیزیں بھیج دو اس کے علاوہ بے شمار کتابیں جیسے الدولۃ المکیۃ کے مخطوطات ہیں اور بہت سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کے جو مخطوطات ہیں وہ میں نے آپ سے حاصل کیے ہیں، وہ حضرت مولانا محمد منیف رضا کی ہی وساطت سے ہمیں حاصل ہوئے اگر ان جیسا کوئی زیرک نوجوان آپ کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ کام اتنا آسان نہیں تھا، پہلے بہت تکلیف ہوتی تھی، جب محمد منیف رضا آپ کے ساتھ اتنا کام نہیں کیا کرتے تھے، جب وہ اپنی پڑھائی وغیرہ میں شاید مصروف ہوں گے، آج سے چند سالوں پہلے کی بات کر رہا ہوں تو اس وقت یہ تھا کہ آپ کسی کتاب کا وعدہ کرتے اور مہینوں تک میں انتظار کرتا رہتا، کیونکہ ظاہر ہے وہ آپ کو باہر سے کروانی پڑتی ہوگی، پھر انٹرنیٹ کی بھی کبھی اسپیڈ ہے کبھی نہیں ہے، کبھی صحیح چل رہا ہے اور کبھی صحیح نہیں چل رہا ہے، نیٹ ورک کی پریشانی ہے، لیکن ماشاء اللہ جب سے محمد منیف رضا نے یہ کام سنبھالا، اپنے ذمہ لیا اس کے بعد سے جب جب آپ سے میں نے کسی کتاب کا مطالبہ کیا تو فوراً فوراً کتاب آتی رہی، وقت نکال کر وہ بیچارے اسکین کر کے مجھے بھیجتے، یا تلاش کر کے اگر کمپوزنگ وغیرہ اس کی ہوتی تو مجھے بھیجتے تھے۔

فراغت سے پہلے مجھے تقریباً ایک سال سے کہتے آرہے تھے اور پچھلے سال عرس رضوی پر بھی انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت آپ کو آنا ہے، اگلے سال تو ہماری دستار بندی ہے ہماری فضیلت ہے تو آپ کو عرس رضوی میں ہمارے یہاں بریلی شریف آنا ہے تو میں نے یہی کہا کہ ہم تو راہ تک رہے ہیں اور آنکھوں کے بل آنا چاہتے ہیں مگر ویزا نہیں ملتا اس وجہ سے نہیں آپا رہے ہیں لیکن پھر بھی کوشش کریں گے، تو انہوں نے کہا ہم لوگ بھی کوشش کریں گے کہ ہم کوئی ویزا وغیرہ بھیج سکیں، بہر حال

وہ تو ایک خوشی کی بات تھی انہوں نے اپنے جذبات کے ساتھ کہا پھر وہ اس بار جب دستار بندی ہونی تھی تو کہنے لگے کہ آرہے ہیں نا آپ آرہے ہیں نا، تو میں نے کہا کہ ویزا ملے گا تو آئیں گے، پھر کچھ دنوں کے بعد مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت آپ اپنی تصویر تو دکھائیں کبھی میں نے تو آپ کو دیکھا ہی نہیں ہے صرف ہمیشہ آواز ہی سنی ہے باتیں ہوئی ہیں، لیکن کبھی دیکھا نہیں ہے تو میں نے اپنی دو تین تصویریں ان کو بھیجیں تو مجھے اس کے جواب میں کہنے لگے: ارے حضرت واہ کیا بات ہے، آپ تو بڑے خوبصورت آدمی ہیں، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا، میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ کوئی عمر رسیدہ آدمی ہوں گے۔

....

مولانا محمد منیف رضا............چند یادیں

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

مولانا محمد شکیل صاحب رضوی

صدر المدرسین جامعۃ الرضا، بریلی شریف

ابتدائے آفرینش سے ہی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ روئے زمین پر پائی جانے والی ہر شئی کا فنا مقدر ہے اور بقا وحدہ لا شریک کی ذات کے ساتھ خاص ہے ارشاد ربانی ہے: کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام ۔اسی قضیے کی کلیت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے گرچہ اپنے حبیب صاحب لولاک کو تمام انسانی کمالات میں امتیاز بخشا مگر فنا و بقا جو خالق و مخلوق کے مابین خط امتیاز ہے،اس جنس فنا میں اپنے محبوب کو بھی ایک عام بشر کا شریک کرکے کیفیت فنا سے امتیاز بخشا جس سے ایک عامی کو بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کسی طرح کے فکر و تامل کی حاجت نہیں۔اور بلا تامل ہر ایک چاہے انچاہے اس حقیقت کو تسلیم کرکے اپنی عزیز سے عزیز تر چیز کو فنا کے ورطہ عمیق میں جاتے ہوئے دیکھ کر صبر کر لیتا ہے، عام ازیں کہ وہ چیز ذی روح ہو یا غیر ذی روح ہو۔یہ الگ بات ہے کہ ذی روح سے انسیت و محبت زیادہ ہونے کے سبب اس کی فرقت پر صبر باآسانی نہیں ہو پاتا جس کا احساس بمقابلے غیر ذی روح کے کثرت رنج و غم سے ہوتا ہے۔بالخصوص اس وقت جب کے یہ داغ مفارقت دینے والی ذات ایسی ہو جس کی کثرت محبت کو اللہ نے فتنہ اور نقصان دین کا سبب بتایا ہے۔چنانچہ رب کا ارشاد ہے "انما اموالکم و اولادکم فتنۃ "، و "لا تلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ"

تمھارے مال اور اولاد تمھارے لئے فتنہ ہیں ۔اور تمھارے مال و اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔
مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں اولاد کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ قرار دیا اور یہ اولاد کا فتنہ ہونا "ہست" و "نیست" دونوں اعتبار سے ہے ،اولاد طالح اگر ہے تو اس کا موجود ہونا انسان کے لئے آزمائش ہے اور اگر اولاد صالح ہے تو اس کا نہ ہونا بھی انسان کے لئے آزمائش ہے خصوصا اس وقت جب کہ یہ اولاد کثرت ذکر الٰہی میں معاون ہو۔اس زمرے میں وہ تمام صالح اولادیں ہیں جو اپنے والدین کے لئے عصائے پیری ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے ذکر الٰہی میں معاون ہوں ، انہیں صالح اولادوں میں ایک ذات برادر عزیز مرحوم و مغفور حافظ مولانا محمد منیف رضا خاں کی ہے جو ۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷دسمبر ۲۰۱۶ء بروز چہار شنبہ داعی اجل کے بلاوے پر لبیک کہ کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور پسماندگان خصوصا اہل خانہ کو قلق و اضطراب کے عالم میں چھوڑ گئے۔

موصوف سے راقم السطور کی نسبت ان کی صغر سنی سے ہی ہے، جب ۱۹۹۸ء میں تحصیل علم کے لئے گہوارۂ علم و ادب جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف میں حاضر ہوا جو کہ موصوف ہی کے والد گرامی استاذنا المکرم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی مصنف جامع الاحادیث کی کاوشوں سے ہی اس وقت شہر بریلی کی ممتاز ترین دینی درسگاہ تھی، راقم کو صغر سنی کے سبب جامعہ میں داخلہ کے بعد استاذ گرامی کی درسگاہ سے اکتساب فیض کرنے کے ساتھ ساتھ خدمت شیخ کی بھی خوش نصیبی اور شرف حاصل تھا جو موصوف مرحوم سے خصوصی لگاؤ کا سبب بنا۔یوں تو گھر کے ہر ایک فرد سے انسیت تھی مگر موصوف کے بچپن سے ہی اس شدید مرض میں مبتلا ہونے جو بعد میں ان کے جاں بحق ہونے کا سبب ظاہری بنی کی وجہ سے ہر ایک کو خاص ہمدردی ہونا ایک فطری بات تھی ۔ تقریبًا پانچ سال تک شبانہ روز ملاقات اور اٹھنا بیٹھنا انسیت میں روز افزوں ترقی کا ضامن بنی جو نہایت بے تکلفانہ تھی جس کے عناصر رضا مندی و ناراضگی اور مزاح وغیرہ تھے ۔۲۰۰۲ء کے اواخر یا ۲۰۰۳ء کے اوائل میں جب اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے سر زمین ہند کی ممتاز دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ جانا ہوا تو ملاقاتوں کا سلسلہ قلت وقت کے سبب موقوف ہو گیا مگر پھر بھی انسیت بر قرار رہی اور ۲۰۱۰ء کے اواخر میں جب عالم اسلام کی ممتاز درسگاہوں میں شامل یادگار مفتی اعظم ہند مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا متھراپور بریلی شریف میں تدریسی خدمات کے لئے حاضری ہوئی اور ملاقاتوں کا سلسلہ جو آٹھ سال کے طویل عرصے تک موقوف رہا پھر شروع ہوا، مگر اب ان ملاقاتوں میں وہ بچپن نہیں بلکہ ایک ذمہ دار دوست کی بو آتی

تھی اور اس کی وجہ بھی معقول تھی کہ موصوف نے اب تک اپنی سخت علالت کے باوجود اپنے والد گرامی کی دینی سرگرمیوں کی اچھی خاصی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی جو انہیں احساس ذمہ داری کرانے کے لئے کافی تھی۔

جامعۃ الرضا میں آنے کے بعد ۲۰۱۲ء میں ماحولیاتی بندشوں کے سبب اپنے عقد نکاح کی تقریب میں بہت سارے احباب کو مدعو نہ کر سکا جن میں سوء اتفاق موصوف مرحوم بھی تھے ،بعد میں استاذ گرامی سے ملنے جب امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر رامپور روڈ بریلی پہنچا اور موصوف کو جب شادی کی اطلاع ہوئی تو اپنے مخصوص انداز میں شکوہ کیا جس پر راقم نے نادم ہو کر عذر بیان کرتے ہوئے معذرت چاہی، بہر حال ملاقاتیں ہوتی رہیں اور دوستی پروان چڑھتی رہی، کبھی راقم کا بھی اکیڈمی جانا ہوتا تھا تو کبھی موصوف مرحوم کا بھی ہمارے جامعہ میں آنا ہوتا تھا اور ملاقاتوں میں وہی یاد رفتہ تازہ ہو جاتی۔اس کے علاوہ بذریعہ فون یا سوشل میڈیا بھی پر رابطہ رہتا جن میں تبادلہ خیال کے ساتھ ساتھ کچھ درسی مسائل کا استفسار و حل بھی ہوتا اور کچھ طنزیہ گلے شکوے بھی ہوتے ۔اسی سال جب جامعہ کے عہدہ صدارت کے فرائض کی انجام دہی ذمہ میں آئی اور تعلیمی سال کے آغاز میں کثرت کار کی وجہ سے نہ ملاقات کے لئے جا سکا اور نہ ہی بذریعہ فون یا سوشل میڈیا ایک عرصے تک کوئی رابطہ ہو سکا تو بھی واٹس اپ پر پر شکوہ مبارک بادی کی آڈیو کلپس آئیں جن کو دوست کا تحفہ سمجھ کر قبول کیا، آج وہی کلپس راقم کے پاس دوست کی آخری یاد گار کے طور پر محفوظ ہیں۔

موصوف کی اسی سال جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف میں عرس رضوی کے پر بہار موقع پر دستار فضیلت ہوئی اور اس کی خوشی میں ۵ دسمبر ۲۰۱۶ء کو ایک عظیم الشان تقریب رکھی گئی جس میں دوست و احباب کو مدعو کیا گیا، خوش قسمتی سے جن میں ناچیز کا بھی شمار تھا موصوف اس کی دعوت دینے کے لئے خود ہی میری رہائش گاہ پر تشریف لائے، دعوت نامہ ہاتھ میں لے کر دعوت طعام کا لفظ پڑھکر مزاحا کہا اللہ وہ دن بھی جلد لائے جب طعام کی جگہ نعم البدل ہو جس سے حاضرین میں ہلکی سی تفریح ہوئی لیکن یہ کسے معلوم کہ مشیت ایزدی میں موصوف کی یہی "شادی" ہے اور اب اس کا کوئی نعم البدل نہیں ۔بہر حال وقت مقررہ پر حاضری ہوئی اور موصوف نے حاضری پر حسب تقاضائے خلت بعد معانقہ اظہار مسرت کیا، مجلس میں کافی دیر رکنے کے بعد جامعہ میں اگلے روز امتحان کی ذمہ داری کے سبب معذرت کے ساتھ قبل اختتام مجلس "دولہا سازی" کا منظر دیکھے بغیر ہی واپسی ہوئی جو موصوف کی حیات میں بمشیت الٰہی واقعی رخصتی ثابت ہوئی۔

یوں تو موصوف کی علالت کی خبر محب گرامی مولانا شہزاد عالم صاحب استاذ جامعۃ الرضا نے علالت کے دوسرے روز ہی دیدی تھی اور اسی وقت سے دعائے شفا کا سلسلہ شروع ہو گیا مگر مشیت ربانی قضائے مبرم کی شکل میں کچھ اور ہی تھی جس کا ظہور ۲۷ ربیع الاول بروز چہار شنبہ ہوا۔

۲۷ دسمبر ۲۰۱۶ء کو تقریبا ساڑھے بارہ بجے جب درسگاہی ذمہ داری سے فارغ ہو کر اپنے آفس میں پہنچا تو ایک صاحب نے استفسار کے طور پر یہ روح فرسا خبر سنائی، دوست کی فرقت پر فطری اضطراب کے عالم میں استاذ مکرم حضرت مولانا صغیر اختر صاحب سے فون پر رابطہ کیا اس امید کے ساتھ کہ کاش یہ خبر صداقت پر مبنی نہ ہو مگر تصدیق ہوتے ہی مانو قدموں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی، ہر آن اضطراب بڑھتا ہی گیا اور آنکھیں دوست کے آخری دیدار کے انتظار میں آنے کی راہ تکنے لگیں، تبھی خبر موصول ہوئی کہ جسد خاکی بعد مغرب کاشانے پر پہنچے گا بالآخر محب مکرم مولانا شہزاد عالم صاحب کے ساتھ اضطرابی کیفیت لئے بعد مغرب کاشانے کی طرف روانہ ہوا قلیل انتظار کے بعد دوست سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا مگر یہ شرف لقا ایسا تھا کہ جس میں خوشی کے بجائے ایک سچے دوست جس کے ساتھ بچپن کے ایام چھوٹے بھائی کی طرح گزرے کے بچھڑنے کا غم تھا جو بے ساختہ اشکوں کی شکل میں آنکھوں سے بہ پڑا اور جن آنکھیں نے ہر ایک عزیز کی فرقت پر بخالت سے کام لیا دوست کی فرقت پر بے ساختہ سخاوت کرنے لگیں ۔آخر کار کسی طرح ضبط سے کام لیا اور اہل خانہ سے تعزیت کے بعد جامعہ کو واپسی ہوئی۔

جامعہ پہنچنے کے بعد حق مودت و خلت ادا کرنے کی فکر لاحق ہوئی اور اگلے دن درس گاہی قرآن خوانی و تعزیتی نشست کے بعد بعد نماز ظہر نماز جنازہ میں شرکت کی اور دوست کی رحلت کے بعد موقع غنیمت جانتے ہوئے خاصا وقت دوست کی رفاقت میں گزار کر نماز مغرب سے کچھ قبل آخری آرام گاہ پر الوداعی سلام کر کے جلد واپسی کے وعدے کے ساتھ اچھا دوست اب خدا حافظ ۔۔۔۔۔کہتے ہوئے نم آنکھوں کے ساتھ وداعی لی۔ اور دل میں اسی وقت سے کما حقہ حق مودت ادا نہ ہونے کا احساس تھا، لہٰذا ادارے میں واپسی کے بعد پھر بعد نماز عشا تلاوت قرآن اور کلمہ طیبہ کا ورد کرایا جس میں جامعہ کے تقریباسبھی طلبہ نے برابر غم کا احساس کرتے ہوئے موصوف و مرحوم کے لئے دعائے مغفرت و ترقی درجت کا خراج پیش کیا۔

یوں تو موصوف نے اپنی عمر کی فقط ۲۵ یا ۲۶ بہاریں دیکھیں لیکن اپنے کارہائے نمایاں کے ذریعہ گویا حیات میں طویل عمر پائی اور بعد وصال بھی بقائے دائمی کا سامان کر لیا جس میں فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا بنام "فتاویٰ رضویہ" کی جدید طباعت میں مرحوم کی کارکردگی قابل ذکر ہے، اس کے علاوہ فتاویٰ مفتی اعظم و فتاویٰ بحر

العلوم و فتاویٰ اجملیہ کی طباعت میں بھی کمپوزنگ و سیٹنگ اور تزئین کاری کی ذمہ داری نبھا کر نمایاں کام انجام دیا، علاوہ ازیں امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی دیگر کتب میں بھی کسی نہ کسی مرحلے میں مرحوم کا ضرور تعاون رہااور سب سے اہم امر یہ کہ موصوف اپنے والد گرامی استاذنا المکرم حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی کے مشن اشاعت رضویات میں اپنی بساط کے مطابق ہر مرحلے میں ہمہ وقت لبیک کہہ کر ولد صالح بن کر تعاون کے لئے تیار رہتے جس سے بعد ممات یہ محسوس ہوتا ہے کہ موصوف اپنی حیات میں والدین کے لئے فتنہ نہیں بلکہ بعد وصال آزمائش کا سبب بنے، اس لئے کہ والد کے مشن میں کہیں نہ کہیں مرحوم کا نا قابل فراموش تعاون تھاجس کا تدارک بآسانی ہوتا ہوا نظر نہیں آتا جس کا اندازہ وصال کے وقت موصوف کے والد گرامی کے الفاظ و احساسات سے بخوبی کیا جا سکتا تھا کہ جہاں ایک طرف جوان بیٹے کی رحلت پر امیدوں کے شیش محل کے چکنا چور ہو جانے کا غم تھا وہیں دوسری طرف مشن میں دست راست کے اچانک رخصت ہو جانے کا غم بھی اس سے کچھ کم نہیں تھا، لیکن اس سب کے باوجود مرحوم کے والد گرامی سر پر مصیبت و آلام کے اس پہاڑ کے باوجود ہر مقام پر ویسے ہی صبر اور رضا بالقضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آئے جس کی توقع ہر عالم با عمل سے کی جاتی ہے۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ مولیٰ کریم موصوف کی مغفرت فرمائے، قبر کو بقعہ نور بنائے اور جوار رحمت میں مقام عطا فرمائے اور مرحوم کی مساعی جمیلہ کو دنیا کی طرح آخرت میں بھی سرخروئی کا ذریعہ بنائے اور پسماندگان خصوصا والدین کریمین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم علیہ و علی الہ افضل الصلوات و التسلیم

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

....

آہ! اجالوں کا مسافر جاتا رہا

سوگوار غم محمد شمشاد حسین رضوی

صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں ۲۶/ جنوری ۲۰۱۷ء

مولانا محمد منیف رضا خاں کے وصال کے بعد دوسرے دن اخبارات کے ذریعہ مجھے ان کے وصال کی اطلاع ہوئی۔ قلب و دماغ کو زبردست جھٹکا لگا اور فوری طور پر میں نے فون پر مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر کسی وجہ سے رابطہ نہ ہو سکا اور لحہ بہ لحہ غم و حزن کے سائے گہرے ہوتے چلے گئے۔ تیجہ والے دن رابطہ ہوا اور میں نے تعزیت کا اظہار کیا۔ اور برابری کے ساتھ ان کے غموں میں شریک ہونے کی بات کہی۔ موت برحق ہے ہر کسی کو آنی ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے۔ اہل علم و ادب کا مقولہ ہے" الموت دین علیٰ کل احد" کہ موت ہر ایک پر قرض ہے اسے ہر حال میں ادا کرنا ہے چاہیے، کسی بھی عمر میں ادا کی جائے، کوئی ایام طفولیت میں اسے ادا کرتا ہے اور کوئی عین جوانی کی حالت میں ادا کرتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی حالت میں اس قرض کو ادا کرتا ہے۔ موت کے واقع ہونے کے بعد اہل خانہ اور رشتہ داروں کے چہروں پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہونا بھی انسانی فطرت ہے۔ جب کوئی غنچہ کھلے بغیر مرجھا جاتا ہے تو اس کے مرجھا جانے کا نہ صرف غم لاحق ہوتا ہے بلکہ شدید غم لاحق ہوا کرتا ہے۔ جانے والا بڑا ہنر مند تھا۔۔۔ صاحب لیاقت تھا۔۔۔ فکر و تدبر کا حامل تھا۔ اور شعور و ادراک سے زبردست لگاؤ رکھتا تھا۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے والد محترم کا دست راست تھا۔ بڑا محنتی تھا اور نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ کام کرنے کا حوصلہ اور عزم و ارادہ رکھتا تھا۔۔۔ مولانا منیف رضا خاں کے سانحہ ارتحال سے ان کے والد محترم مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا اس کا اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ کس طرح کے صبر و ہمت اور ثبات قدمی سے مولانا حنیف خاں صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوگا؟ یہ بات محسوس کی جا سکتی ہے۔

مولانا منیف رضا خاں نو خیز ضرور تھے مگر انہوں نے رضویات کے حوالہ سے جو خدمات انجام دیئے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔۔۔ کوئی ایسا بھی جانے والا ہوا کرتا ہے جو چلا جاتا ہے لیکن اس کے چلے جانے کے بعد اس کا کوئی نشاں باقی نہیں رہتا ہے اور کچھ ایسے افراد بھی ہوا کرتے ہیں جو اگرچہ اس دنیا سے ضرور چلے جاتے ہیں مگر ان کے نام و نشاں اور دیرپا اثرات باقی رہا کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ایسا مسافر ہوا کرتا ہے جو اپنے پیچھے اجالوں کو چھوڑ کر جاتا ہے اور پھر یہی اجالے ان کے چلے جانے

کا پتہ ہر ایک کو بتایا کرتے ہیں۔۔۔جب کوئی اس انداز سے جاتا ہے تو اسی کو اجالوں کا مسافر کہا جاتا ہے۔۔۔اور اجالوں کا یہی مسافر ہماری نگاہوں سے روپوش ہے۔۔۔ہم انہیں بلانا چاہیں تو نہیں بلا سکتے ہیں اور انہیں دیکھنا چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے ہیں ۔۔۔وہ دور اور بہت دور چلا گیا اور اس قدر دور چلا گیا کہ اب وہاں سے نہ کوئی کبھی آیا ہے اور نہ کبھی کوئی آسکتا ہے۔۔۔وہ جہاں بھی ہے بہت اچھی جگہ پر ہے اور اچھی حالت میں ہے کہ وہ طالب علم تھا۔۔۔اور اپنے بزرگوں کے سائے میں تھا۔۔۔جب کبھی مولانا منیف رضا کو وقت ملتا تھا وہ علم کی تلاش ہی میں لگا رہتا تھا۔۔۔اور کتابوں کی دنیا میں مصروف رہا کرتا تھا۔۔۔وہ اپنی عمر کی ۲۳رویں منزل میں تھا میں نے اس عمر کے لڑکوں کو ابتک خرافات ہی میں مشغول دیکھا ہے۔۔۔موبائل اور نیٹ کی دنیا کیسی دنیا ہے اور اس دنیا میں قدم رکھتے ہی اس عمر کے لڑکے کہاں سے کہاں تک پہونچ جاتے ہیں اس بارے میں کچھ زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔یہ بات تو دوپہر کی سورج سے زیادہ روشن ہے۔۔۔مگر مولانا مرحوم اور لڑکوں سے بہت کچھ منفرد تھے۔۔۔ان کی سوچ الگ تھی اور فکر بھی جدا تھی۔۔۔ان کی انگلیوں میں حرکت ضرور ہوا کرتی تھی مگر یہ حرکت کتابوں کی تزئین کاری اور کتابت میں ہوا کرتی تھی۔۔۔انہوں نے اس کچی عمر میں کیا کیا کام کیا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔۔۔میں نے انہیں اجالوں کا مسافر کہا۔۔۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ایک نور ہے اور ایک قسم کا سرور ہے جیسا کہ علامہ محب اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "العلم کالنور والسرور" کہ علم نور و سرور کی مانند ہے اور ظاہر سی بات ہے جو اس نور و سرور میں ہمہ تن مصروف رہے گا اسے اجالوں کا مسافر نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے؟۔۔۔منیف رضا بہت کام کرتا تھا اور جو کام بھی کیا کرتا تھا نہایت ہی لگن اور حوصلہ سے کیا کرتا تھا۔۔۔لیت و لعل سے وہ کوسوں دور رہا کرتا تھا۔۔۔اس عمر میں ذمہ داری کا اس قدر احساس بہت بڑی خوبی ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔۔۔میں نے مولانا کو بارہا دیکھا تھا۔۔۔میں نے جب بھی انہیں دیکھا اپنے بڑوں کا ادب کرتے ہوئے دیکھا۔۔۔ادب بجالانے کا یہ انداز اس عمر کے لڑکوں میں کہاں ملتا ہے؟ میری آخری ملاقات اس سال عرس اعلیٰ حضرت میں ہوئی تھی۔۔۔میں نے کہا اے منیف! مجھے انپیج تھری دے دینا تاکہ میں اس کے ذریعہ ایم ایس ورڈ میں اردو کا کام کر سکوں۔۔۔عمومی طور پر اس دور میں کوئی انپیج دینے کو تیار نہیں ہوتا ہے مگر انہوں نے مجھ سے کہا: آپ لیپ ٹاپ لے کر اکیڈمی آجائیں میں انپیج تھری بھی دے دونگا اور اس کے استعمال کے تعلق سے کچھ باتیں بھی بتا دونگا۔۔۔افسوس کہ یہ کام بھی پورا نہ ہوا اور ہم سب کو داغ مفارقت دے گیا۔۔۔جب مجھے ان کے جانے کا اس قدر غم ہے تو حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب کو کس قدر شدید غم لاحق ہوا ہوگا۔۔۔کہ وہ ان کے لئے جگر کا ٹکڑا اور آنکھوں کیلئے نور تھا۔۔۔بس اب صبر و ہمت ہی

ہے جو سہارا دے سکتی ہے ۔۔۔اور اللہ تعالی کی مرضی ہے وہ چاہے جس حال میں رکھے ہر حال میں اللہ تعالی کا شکر لازم ہے
بس دعا ہے کہ خدائے برتر و بالا مولانا موصوف کو غریق رحمت کرے اور ان کی تربت پر رحمتوں کی بارش فرمائے
۔۔۔۔۔آمین ثم آمین

سوگوار غم محمد شمشاد حسین رضوی

صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں ۲۶ر جنوری ۲۰۱۷ء

....

مولانا محمد منیف رضا...............ایک یادگار شخصیت

محمد اویس قرنی رضوی

خادم: امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

بتاریخ ۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء تقریباً ڈیڑھ بجے جب میں نے مرحوم محمد منیف رضا کے انتقال کی خبر سنی، اس وقت میں اپنے وطن اصلی یعنی اپنے گھر میں تھا۔ بریلی شریف سے ہمارے گھر کی مسافت تقریباً ۱۳۰۰ر کلو میٹر ہے۔ یہ غم ناک خبر سن کر مجھے چکر آنے لگا، میرے دل و دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ میری والدہ ماجدہ بھی یہ خبر سن کر رونے لگیں اور پھر میں نے یہ عزم کر لیا مجھے ہر حال میں تجہیز و تکفین میں جانا ہے۔ میں حضرت غوث پاک کا نام لے کر بغیر کچھ سامان لیے اپنے گھر سے نکل پڑا۔ فوراً شہر پہنچا اور ایک پرائیویٹ ٹکٹ بنانے والے سے ملاقات کی، انہوں نے کہا اب تو ہوائی جہاز کا ٹکٹ ملنا بہت مشکل ہے اور ٹرین سے پہنچنا ناممکن تھا، میں نے ان سے کہا آپ برائے کرم کسی بھی طرح مجھے ہوائی جہاز کا ٹکٹ دے دیجیے۔

پھر انہوں نے تلاش و جستجو شروع کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ایک دہلی کی آخری فلائٹ ہے۔ ۴:۲۵ بجے اس کے اڑنے کا وقت ہے اور اس کا کرایہ باغ ڈوگرا سے دہلی تک چھیاسٹھ سو روپے ہے اور ٹکٹ واپس بھی نہیں ہوگا اور آپ کے پاس وقت کی قلت ہے۔ اس وقت دن کے ۳ر بج رہے تھے اور ۴ر بج کر ۲۵ر منٹ پر اس کے اڑنے کا وقت تھا اور اس جگہ سے ائیر پورٹ کی مسافت ۸۰ر کلو میٹر ہے، انہوں نے ساری باتیں مجھے سنا دیں۔ میں نے حضرت غوث پاک کا نام لے کر ٹکٹ نکالنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سفر کامیاب کرے۔ پھر بلا تاخیر وہاں سے ایک اسکارپیو بک کرائی اور ڈرائیور سے کہا کہ مجھے جتنی جلدی ہو سکے ائیر پورٹ پہنچاؤ، پھر غوث پاک کے کرم سے میں ۵۰ر منٹ میں ائیر پورٹ پہنچ گیا۔

وہاں پہونچتے ہی فوراً میری انٹری ہوگئی بورڈنگ پاس بھی مل گیا۔ میں وایا گوہاٹی تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شب دہلی پہنچا۔

پھر وہاں سے بس کے ذریعہ بریلی شریف تقریباً چار بجے صبح امام احمد رضا اکیڈمی میں پہنچا۔ ان سارے مراحل سے گزر کر مجھے رفیق مقرب مرحوم منیف رضا کو دیکھنے کا اور تجہیز و تکفین کا موقع فراہم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔

مولانا منیف رضا استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب کے بڑے چہیتے صاحبزادے تھے۔

بلا شبہ آپ کے انتقال کے سبب استاذ محترم مفتی محمد حنیف خاں صاحب کو بہت بڑا غم لاحق ہوا ہے ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

رب قدیر مرحوم کی قبر پر رحمت و انوار کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ مرحوم محمد منیف رضا سے سب سے زیادہ قرب میرا تھا۔ ایک طویل زمانے سے ہم دونوں ایک ساتھ رہے۔ زیادہ تر وقت ہم دونوں ساتھ ساتھ گزارتے تھے۔ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور مجھ سے ان کو کوئی تکلف بھی نہیں تھا۔ میں ان کا راز دار بھی تھا، جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا تو مجھ سے کہتے کہ اویس قرنی بھائی یہ معاملہ کیسے حل ہوگا، مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مجھے ہمیشہ اویس قرنی بھائی کہتے تھے۔

حضرت حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا کی علمی و دینی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اتنی کم عمر میں اتنا بڑا کام کر کے وہ ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے کہ اتنا بڑا کام پچاس ساٹھ سال کے لوگ بھی نہیں کر پاتے۔ یہ مرحوم کی خوش نصیبی ہے کہ رب قدیر نے اس کم عمری میں اتنا بڑا کام ان سے لے لیا۔

جو کام انہیں سونپا جاتا اس کو بڑی دلچسپی اور لگن سے کرتے تھے۔ بہت سے ایسے مواقع آتے تھے کہ مرحوم کام میں اتنا مگن ہو جاتے کہ وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب رات کے ۱۲؍ بج گئے۔ کام کا ایک عجیب سا جنون ان کے اندر تھا۔ ان کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں جن کی بنیاد پر لوگ ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔

امام احمد رضا اکیڈمی کی اکثر کتابیں مرحوم ہی کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کے ساتھ ہی زیور طباعت سے آراستہ ہوتی تھیں۔ آپ کے جانے کے بعد اکیڈمی کو بہت بڑی کمی محسوس ہوگی۔ ہم لوگ جب چاہتے تھے مرحوم سے کام لے لیا کرتے تھے۔ کہ کبھی یہ پرنٹ نکال دو کبھی وہ پرنٹ نکال دو، ہر رات کو ہم لوگوں کا یہ معمول تھا کہ رات کے ۱۲؍ بجے تک بلا ناغہ اکیڈمی کی دوسری منزل میں کام کرتے تھے، مرحوم کمپیوٹر روم میں ہوتے تھے اور راقم الحروف لائبریری میں ہوتا تھا اور استاذ محترم اپنے آفس میں ہوتے تھے۔ منٹ منٹ میں استاذ محترم ان کو ضرورت کی وجہ سے آواز دیتے تھے۔ مرحوم جواب دیتے تھے ،جی آیا۔ استاذ محترم جب بھی بلاتے تھے ان کا جواب یہی ہوتا تھا ،جی آیا۔ ایسا بھی ہوتا کہ استاذ محترم کے پاس سے آکر ابھی مرحوم اپنے کمپیوٹر روم میں بیٹھے ہی تھے اور کام شروع ہی کیا تھا کہ استاذ محترم کو پھر کوئی ایسا معاملہ در پیش آتا کہ ان کی ضرورت ہوتی تو آپ آواز دیتے ،منیف! پھر وہ جواب دیتے ،جی آیا۔ ایسے میں آدمی الجھن محسوس کرتا ہے لیکن وہ فرمانبردار بیٹا کبھی بھی اکتاہٹ اور الجھن محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی ہم سے اس معاملہ میں اظہار کرتا۔ بلا شبہ مرحوم اطاعت شعار تھے۔

ان کی بہت یادیں ہیں بہت باتیں ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا کہ نماز ظہر یا نماز عشاوہ میرے پیچھے سونی مسجد میں ادا کرتے اور نماز سے فارغ ہو کر حجرے میں آتے اور اگر کھانا حاضر ہوتا تو بلا تکلف کھانا کھاتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ زیادہ اصرار پر بھی نہیں کھاتے۔ اور اکثر مجھے اپنے دل کی باتیں بتاتے اور کہتے اویس قرنی بھائی مجھے ایسا کرنا ہے مجھے ویسا کرنا ہے۔

سمر کلاسیز کے موقع پر کبھی ایسا ہوتا کہ وقت بہت قریب ہوتا اور کام بہت ہوتے مثلاً کاپیاں جانچنا رزلٹ بنانا۔ تو ہم دونوں کبھی کبھی دو دو بجے رات تک کاپیاں جانچتے اور رزلٹ بناتے۔ مرحوم کے اندر ایک عجیب لگن تھی، جب میں کہتا کہ منیف چلو رات بہت ہو چکی ہے صبح کریں گے۔ لیکن وہ کہتے کہ ابھی چلتے ہیں۔ بس تھوڑا سا کام کر لیں، ان کے ان کاموں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے تو ہر لمحہ ان کی یاد ستاتی ہے۔ مرحوم مختلف کاموں میں الجھے رہتے تھے، کبھی تو یہ ہوتا کہ فلاں کتاب کی تصحیح کر دو، کبھی یہ ہوتا کہ فلاں پرنٹ نکال دو، اور یہ کام مکمل نہیں ہوا اتنی دیر میں آواز آگئی کہ فلاں جگہ چلنا ہے کار نکالو، ابھی وہاں سے آئے ہی تھے کہ ہمیں ضرورت پڑ گئی تو ہم نے بھی کہہ دیا کہ منیف فہرست کتب نکال دو۔ گویا کہ اتنے مصروف ہو جاتے کہ دوپہر کے تین بج جاتے تب کھانا کھاتے۔ اتنی قربانیاں انہوں نے پیش کیں، اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ آمین

یہ وہی منیف رضا ہیں جن کو حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ اپنے خطوط کے ذریعہ خاص دعاؤں سے نوازتے۔

کاموں میں اتنے مصروف رہتے تھے کہ کبھی مجھ سے کہتے تھے کہ اویس قرنی بھائی میں بھوگپور جانا چاہتا ہوں لیکن ابو سے کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ میں کہتا کیوں نہیں ہمت ہوتی؟ کہتے کہ سر پر اتنے کام ہیں کہ منٹ منٹ پر ابو آواز دیتے ہیں، اس لئے کہ استاذ محترم کمپیوٹر پر کام کرتے تو کہیں کوئی کمی ہوتی تو منیف رضا کی ضرورت محسوس ہوتی۔

جب فتاویٰ رضویہ کا کام شروع ہوا تو کمپیوٹر کے تعلق سے اکثر کام مرحوم محمد منیف رضا ہی کرتے تھے بہت کٹھن کام تھا کمپوزنگ اور آیتوں کی سیٹنگ، حاشیے کی سیٹنگ، تخریج کی سیٹنگ، رسائل کی سیٹنگ غرض کہ مختلف کاموں سے فتاویٰ رضویہ کو انہوں نے مزین کیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ تمام جلدوں کو چند قسطوں میں طباعت کے لیے دہلی بھیجا گیا تھا۔ اسی دوران جب جلد ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ پر کام چل رہا تھا جلد ۱۱/ ۱۲/ مکمل ہونے کے بعد ۱۳/ ویں جلد پر کام کرتے کرتے تقریباً رات کے ۲/ بج گئے، حضرت نے فرمایا کہ آپ دونوں سو جاؤ اور صبح کر لینا، ہم دونوں نے استاذ محترم سے کہا کہ آپ آرام کیجیے ہم دونوں مکمل کر کے سوئیں گے۔ کیونکہ صبح انٹرسٹی سے دہلی کا ٹکٹ تھا، حافظ امیر صاحب کو تینوں جلدوں کو طباعت خانہ تک پہنچانا تھا۔

منیف بھائی نے کہا ابو آپ آرام کیجیے، ہم دونوں اس کام کو مکمل کر لیں گے۔ چنانچہ تقریباً ۳/ بجے تک ہم دونوں نے یہ کام مکمل کر لیا۔ اس طرح کی بہت ساری قربانیاں مرحوم منیف رضا نے پیش کی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

یادیں تو بہت ہیں۔۔۔ المختصر

مرحوم مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ جب وہ کسی بات پر غصہ ہوتے میں سمجھاتا تھا تو فوراً مان لیتے تھے۔ اس

سال عرس رضوی میں مرحوم و مغفور کی دستار فضیلت بھی ہوئی۔ میں عرس رضوی میں اسلامیہ کے گراونڈ میں مصروف ہو نے کی وجہ سے دستار بندی کے وقت حاضر نہ ہو سکا تو وہ مجھ سے ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے اپنی ہی چلائی۔ پھر میں نے مصروفیت کی وجہ سنائی تو فوراً راضی ہو گئے۔ میں گھر آنے کے لئے تقریباً عرس رضوی سے دو مہینے پہلے ٹکٹ بنوا چکا تھا ۔۴/دسمبر کو میری روانگی تھی۔ اسی اثنا میں گھر میں دستار بندی کی خوشی میں ایک جلسہ منعقد کرنے کا پروگرام طے ہوا۔اور ۵/دسمبر ۲۰۱۶ء کی تاریخ مقرر ہوئی ،اسی دن سے مجھ سے کہنے لگے کہ اویس قرنی بھائی اب آپ ٹکٹ کینسل کرا دیجئے اور ایک دن کے بعد نکلوائیے، مسلسل کہتے رہے لیکن کیونکہ میرے ساتھ بھی مجبوری تھی، میرا اسی تاریخ میں وطن پہنچنا ہر حال میں ضروری تھا۔ جب مرحوم منیف رضا پریشان ہو گئے کہ اویس قرنی بھائی اپنی بات پر اڑے ہیں تو پھر انہوں نے امی جان سے کہلوایا۔ میں نے امی کو اپنی مجبوری سنائی تو امی جان سمجھ گئیں۔ پھر انہوں نے استاذ محترم سے کہلوایا حضرت نے بھی مجھے سمجھایا کہ ایک ہی دن کی بات ہے۔ لیکن جب میں نے ان کو ساری باتیں سنائیں تو استاذ محترم سمجھ گئے۔ آخر کار مرحوم منیف رضا نے کہا اویس قرنی بھائی آپ نہیں مانتے، میں نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ دونوں کو دستار فضیلت مبارک فرما ئے، مرحوم مجھ سے اس قدر قریبی اور محبت کرنے والے تھے لہٰذا ان کی جدائی کی وجہ سے دل سخت بوجھل ہے اور طبیعت پریشان ہے، اسی حالت میں یہ چند بے ترتیب سطور تحریر کیں۔۔

میری دعا ہے کہ رب کریم ان کی خدمات دینی کو قبول فرمائے، انہیں خلد بریں میں جگہ عطا فرمائے اور استاذ محترم اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد اویس قرنی رضوی

خادم: امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

....

افسوس! ایک مخلص ساتھی ہم سے رخصت ہو گیا

مولانا محمد اکرام تحسینی

ابن مولانا عبد السلام صاحب رضوی

۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو جب جامعہ نوریہ رضویہ کے بعض اساتذہ کو محمد منیف بھائی کے انتقال کی خبر پہنچی تو میں جامعہ ہی میں تھا اگرچہ اس خبر کو مخفی رکھا گیا تھا تاکہ اہل خانہ کو معلوم نہ ہو ورنہ وہ ابھی سے کھانا پینا سب بھول جائیں گے، پھر بھی بعض طلبہ اس خبر سے واقف ہو گئے تھے۔ جب میرے کانوں تک یہ دل ہلا دینے والی خبر پہنچی تو میں نے فوراً بذریعہ فون اپنے

والد گرامی حضرت مولانا عبد السلام صاحب سے رابطہ قائم کیا جو فی الحال امام احمد رضا اکیڈمی میں تدریس اور دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔ آپ نے غم زدہ لہجے میں جواب دیا کہ خبر سچی ہے اور یہ بھی ہدایت کی کہ دوسروں کو مت بتانا اور یہ بھی کہا کہ اگر طلبہ کو معلوم ہو گیا ہو تو ان کو تاکید کر دینا کہ مرحوم کے کسی بھائی کو اطلاع نہ دیں۔ تحقیق ہونے پر میرے رنج وغم کی انتہا نہ رہی کہ ہم اپنے ایک مخلص اور باوفا ساتھی سے محروم ہو گئے۔

محمد منیف بھائی اور ان کے برادر اصغر حافظ و قاری مولوی عفیف رضا خاں نے جامعہ نوریہ رضویہ میں جماعت ثانیہ سے پڑھنا شروع کیا تھا، اس وقت سے لے کر اب تک ان کے ساتھ رفاقت رہی، لیکن افسوس صد افسوس اب یہ رفاقت ختم ہوگئی، البتہ ان کے خلوص اور ان کی محبت کی یاد اب بھی رفیق ہے اور رہے گی۔

محمد منیف بھائی کے والد ماجد ہمارے استاذ گرامی ایسے عظیم عالم دین ہیں کہ آج ان کے علم وفضل اور ان کی علمی و دینی خدمات کا چرچہ ہندو پاک میں ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی ہو رہا ہے، آپ جامعہ نوریہ رضویہ کے پرنسپل اور جامعہ کے اکثر اساتذہ کے استاذ بھی ہیں، اور محمد منیف بھائی خود بھی پڑھنے میں بہت اچھے تھے، ہر جماعت میں اعلیٰ اور امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے تھے۔ ان باتوں کے باوجود منیف بھائی میں کوئی گھمنڈ نہیں تھا بلکہ وہ متواضع، خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ وہ مدرسے میں صرف ایک طالب علم کی حیثیت سے رہتے تھے۔ طلبہ کے ساتھ برادرانہ و دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ سب سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے اور اپنے لئے کسی برتری اور امتیاز کے خواہاں نہ رہتے تھے۔ ہاں استاد زادہ ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے لئے عظیم اور لائق احترام تھے لیکن وہ خود اس کی خواہش نہ رکھتے تھے۔ اور یہ معاملہ انہی کا نہیں تھا بلکہ عفیف بھائی میں بھی یہی خوبی پائی جاتی ہے۔

مدرسے کے طلبہ کی بہت سے کاموں میں مدد کرتے تھے۔ جب عربی فاسی بورڈ کے فارم بھرے جاتے تو خود اپنے ہاتھ سے طلبہ کے فارم بھر دیتے اور جمع بھی کر دیتے۔ جب دستار بندی کا موقع آتا تو بہت خوش ہوتے اور فارغین کو قیمتی تحائف پیش کرتے۔ گزشتہ سال جب میری دستار بندی ہوئی تو مجھے بھی فتاوی مفتیٔ اعظم کے سیٹ سے نوازا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب موصوف اور مولوی عفیف رضا کی دستار بندی کا وقت آیا تو جامعہ کے طلبہ بڑے خوش اور پر جوش تھے، طلبہ نے دونوں حضرات کو کثرت سے تحائف پیش کیے اور گل پوشی تو اتنی کثرت سے ہوئی کہ کئی بار ہار اتارنے پڑے۔ ہار اتارے جاتے اور ذرا دیر میں پھر یہ حضرات ہاروں سے لد جاتے۔

ان کی عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ اگر کوئی طالب علم انہیں دعوت پیش کرتا تو قبول کرتے اور اس کے گھر تشریف لے جاتے۔ میں ے بھی ایک مرتبہ اپنی ہمشیرہ سعیدہ خاتون کی شادی میں انہیں گھر آنے کی دعوت دی تو انہوں نے خوشی خوشی قبول کی اور تشریف لائے۔ حالاں کہ ہمارا گھر بریلی شریف سے ۱۵۰ کلو میٹر کی مسافت پر ہے۔ بلکہ ہماری امی صاحبہ مد ظلہا اور بھائی بہنیں بھی تشریف لائے تھے۔ ان حضرات کی تشریف آوری سے گھر والوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی تھی۔

منیف بھائی عالی دماغ اور بہت ذہین تھے۔ ہر درجہ میں اعلی پوزیشن میں رہتے، حفظ احادیث کے پرچہ میں تو ان کے صد فی صد نمبر آتے تھے اور یہی حال حافظ مولوی عفیف رضا کا بھی تھا۔ جامعہ میں جب مضمون نگاری کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ مضمون بھی بہت اچھا لکھتے تھے۔ دینی تعلیم کے ساتھ وہ بی۔ اے بھی کر رہے تھے۔ اور کمپیوٹر کی تو بہت ہی اچھی معلومات رکھتے تھے، ٹائپنگ بہت تیزی سے کرتے تھے۔

زیر تعلیم ہونے کے باوجود اکیڈمی کے کاموں میں اپنے والد ماجد کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اکیڈمی سے چھپنے والی اکثر کتابوں کی انہوں نے کمپوزنگ اور سیٹنگ کی، اور دوسرے کام انجام دیئے۔ موصوف کے ہاتھوں جو سب سے بڑا کارنامہ انجام پایا وہ سیدنا اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی مایۂ ناز تصنیف "فتاوی رضویہ" کی خدمت ہے۔ فتاوی رضویہ کی انہوں نے کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ مکمل سیٹنگ اور تزئین بھی کی، اس کتاب کی اشاعت میں موصوف کی بڑی کاوش اور انتھک محنت شامل رہی۔ انہوں نے تعلیمی اوقات کے علاوہ اپنے تمام اوقات اسی کام کے لئے وقف کر دیے تھے۔

میں نے اپنے گھر پر اپنی دستار بندی کا ایک پروگرام رکھا تھا جس میں بریلی شریف سے کئی احباب نے شرکت فرمائی تھی۔ منیف بھائی کو بھی خصوصی دعوت دی تو "فتاوی رضویہ" کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے معذرت کی اور کہا میں ضرور شرکت کرتا لیکن اس کتاب کو عرس رضوی کے موقع پر منظر عام پر لانا ہے، لہذا مصروفیت زیادہ ہے۔ فتاوی رضویہ کے کام کے دوران ان کی طبیعت بھی خراب ہوگئی تھی، دوسری طرف جامعہ کے ششماہی امتحانات بھی قریب تھے۔ پھر بھی موصوف نے ہمت نہیں ہاری، شب و روز لگے رہے، اور کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیا۔ منیف بھائی کی محنت و کوشش کا استاذ محترم حضرت مفتی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کو بھی اعتراف ہے۔ ایک دن منیف بھائی نے جامعہ میں اپنے احباب سے کہا کہ آج ابو نے مجھ سے ایسی بات کہی کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ احباب کے پوچھنے پر بتایا کہ ابو نے فرمایا اگر منیف کی محنت نہ ہوتی تو "فتاوی رضویہ" کا کام مکمل نہ ہوتا۔ منیف بھائی کی انکھوں میں جو آنسو آئے وہ ضرور خوشی کے آنسو تھے۔

مختصر یہ کہ منیف بھائی بڑی خوبیوں کے مالک تھے، آج جب کہ وہ داغ مفارقت دے گئے ہیں ان کی محبت، ان کا اخلاق، ان کا خلوص، اور ان کا حسن سلوک شدت سے یاد آرہا ہے، اور دل کو بے تاب اور آنکھوں کو نم کر رہا ہے۔ وہ چلے گئے لیکن انہوں نے اپنی یادوں کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ زمانۂ دراز تک زندہ و تابندہ رہیں گے۔ وہ گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں:

میں چھوڑوں گا نقش ایسے اپنی وفا کے

ہمیشہ تمہیں یاد آتا رہوں گا

مجھ گناہ گار کی رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یا اللہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل ہمارے منیف بھائی کی بال بال مغفرت فرما۔ ان کی تربت کو منور و کشادہ فرما، انہیں جنتی بچھونا، جنتی لباس، جنتی خوشبوئیں، جنتی ہوائیں عطا فرما، ہمارے استاذ گرامی قدر اور امی صاحبہ کے دل کو تقویت عطا فرما اور ان کا سایہ کرم صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھ، اور ہماری بہنوں بھائیوں (مولوی عفیف رضا، نظیف رضا، توصیف رضا) سب کے دکھے دل کو سکون و قرار نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین، بحرمۃ حبیبہ الکریم۔ صلی اللہ تعالی وسلم علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سوگوار۔ محمد اکرام تحسینی مہوا کھیڑوی

۱۷ جنوری ۲۰۱۷

....

بدلا نہ میرے بعد بھی موضوع گفتگو

مولانا محمد عرفان صاحب

استاذ الجامعۃ القادریہ، رچھا اسٹیشن

۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل بعد نماز عصر ناچیز حسب معمول اپنے کمرے سے نکل کر الجامعۃ القادریہ کے وسیع عریض میدان میں آیا جہاں طلبہ مختلف ورزشی کھیلوں میں منہمک تھے اور اس مخصوص جگہ کا قصد کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا جہاں بیٹھ کر ہمارے جامعہ کے اساتذۂ کرام بعد عصر مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے ہیں کہ میری نظر جامع معقولات ومنقولات استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا شمس احمد صاحب قبلہ مصباحی پرنسپل الجامعۃ القادریہ پڑی جیسے ہی میں حضرت کے

قریب پہنچا اور آپ کے پاس خالی پڑی ہوئی کرسی بیٹھا حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا کہ نماز جنازہ کا وقت کیا مقرر کیا گیا ہے اور تدفین کہاں ہوگی؟ جب میرے کانوں میں یہ الفاظ پہنچے تو مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا پس میں عرض گزار ہوا کہ کس کا جنازہ اور کیسی کس کی تدفین؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب کے بڑے فرزند مولانا محمد منیف رضا برکاتی آج ساڑھے دس بجے آل انڈیا اسپتال دہلی میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ خبر سن کر میرے تو ہوش ہی اڑ گئے اور مجھے یوں لگا کہ ایک پل کے لیے گردش زمانہ جیسے تھم گئی، دل مغموم اور آنکھیں نم ہوگئیں اور میری نمناک آنکھوں میں چند ایام قبل عرس رضوی کے پر بہار موقع پر مولانا محمد منیف رضا برکاتی کی دستار فضیلت کا وہ حسین منظر گردش کرنے لگا جس میں آپ دولھا بنے بیٹھے تھے۔

آپ اسلامیات بالخصوص رضویات پر مختلف جہتوں سے کام کرنے والے ادارے امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف کے ایک جواں سال سرگرم اور فعال رکن تھے، یوں تو آپ نے اپنی اس مختصر سی عمر میں ڈھیر ساری کتابوں کو اپنی کمپوزنگ، سیٹنگ اور اپنی تزئین کاری سے زینت بخشی لیکن فتاویٰ مفتی اعظم جو کہ تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی فقاہت اور آپ کے تبحر علی کا ایک عظیم شاہ کار ہے، مولانا مرحوم کا اس کی تجدید و اشاعت میں کمپوزنگ سے لیکر فائنل سیٹنگ تک مختلف زاویوں سے کام کیا ہے، اس کا ورق ورق مولانا کی محنت شاقہ پر گواہ ہے۔

ان کے قدو قامت کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ یہ دو چند گھنٹوں میں تھک بیٹھ رہیں گے مگر ان کے ساتھ رہ کر کام کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ایک جسیم و توانا مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

آپ کا ایک اور ناقابل فراموش اور لائق صد تحسین کارنامہ جسے ایک لمبے زمانے تک سراہا جائیگا وہ ہے کمپیوٹر کے ذریعہ "فتاویٰ رضویہ" کی جدید سیٹنگ اور عربی وار دو عبارات کو مخصوص انداز میں کرنے کی سع مشکور جس کو لمبے زمانے تک سراہا جائیگا۔

مولانا مرحوم نے فتاویٰ رضویہ کی اس جدید کاری میں ایک لمبا عرصہ گزارا اور ایک ایک جلد آپ کے کمپیوٹر پر مختلف مراحل سے گزر کر فائنل سیٹنگ کے بعد ہی منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی، جس لگن اور تگ ودو سے آپ نے یہ کام انجام دیا آپ کے رفقائے کار اور امام احمد رضا رضا اکیڈمی کے در و دیوار آپ کے مدحت سرا ہیں۔

رضویات کو جدید طور پر پیش کرنے کا بیڑہ اٹھانے والے فقید المثال صاحب قلم سیال، کثیر التصانیف، نابغۂ روزگار استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ نوریہ بریلی اور بانی وناظم اعلی امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر کی لیے یہ سانحہ یقیناً نا قابل برداشت ہے، کیوں کہ آپ کے یہ فرزند سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور رضویات کے اس مشن کو جس کی تکمیل ۱۴۴۰ کے عرس رضوی کے حسین موقع تک ہونا ہے اس کا اٹوٹ حصہ تھے اور دل وجان سے اپنے والد گرامی کی آواز پر لبیک کہنا انکا طرۂ امتیاز تھا، بلکہ بعض امور میں حضرت آپ ہی کے مشورے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

مولانا محمد منیف صاحب حسن اخلاق، اولو العزمی، رقت قلب، جیسی متعدّد خوبیوں کے مالک تھے، اکیڈمی کے ملازمین اور اسٹاف کے ساتھ آپ کا رویہ دوستانہ تھا، اس کا اندازہ ناچیز کو رمضان المبارک میں آپ کی رفاقت میں رہنے سے ہوا، یوں تو میں مسلسل چار سال سے امام احمد رضا اکیڈمی میں رمضان المبارک میں رہ کر کام کر رہا ہوں مگر دو سال تو ایسے گزرے کہ میں اور میرے قدیم دوست مفتی محمد جابر خان صاحب اور مولانا محمد منیف رضا برکاتی ایک ساتھ اکیڈمی کے کمپوٹر روم میں کام کیا کرتے تھے، ہمارا کام تھا "فتاویٰ رضویہ" کی عربی عبارات میں ہمزۂ قطعی، یائے ملفوظہ اور علامات ترقیم لگانا اور مولانا مرحوم فتاوی رضویہ کی سیٹنگ کیا کرتے تھے، پوری رات کام کرتے اور آپ کے ساتھ بات چیت کرتے کس طرح گزر جاتی اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا۔

رفاقت کا عالم یہ تھا کہ بعد عصر چہل قدمی کرنے میں بھی مولانا محمد منیف رضا ہمارا ساتھ بطیب خاطر دیا کرتے تھے، غرضیکہ رمضان المبارک کے بیشتر لمحات ایک ساتھ گزرا کرتے تھے۔

آپ خوش مزاج، ملنسار اور ظریف الطبع تھے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رب قدیر مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، آج ہمیں ان کی کمی محسوس ہوتی ہے اور ہماری مجلسوں میں ان کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔

بدلا نہ میرے بعد بھی موضوع گفتگو میں جا چکا ہوں پھر بھی تری محفلوں میں ہوں

....

منیف بھائی کی کچھ یادیں اور باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محمد آزاد رضا

حضرت مولوی محمد منیف رضا برکاتی خلوص، درد مندی، شفقت و محبت، دریا دلی، علم دوستی اور جذبۂ دینی کا پیکر تھے۔

حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا خاں برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل صبح ۱۰.۳۰ آل انڈیا ہوسپیٹل دہلی میں ہوا، حضرت کی حیات و زیست کا لمحہ لمحہ دین و سنیت کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف تھا، حضرت نے ہر کام اخلاص وللّٰہیت اور دلکی لگن کے ساتھ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام و کام پوری دنیا میں چمکا دیا، آپ ہر سنی ادارے کے ساتھ خیر خواہی اور ہر سلسلہ کے شیخ کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے اور کبھی کسی بزرگ سے دوری اختیار نہیں کی جو کہ آج کے دور میں بہت زیادہ عام ہو چکا ہے۔

ان کے والد محترم اور ہمارے استاذ معظم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب مد ظلہ العالی نے شروع ہی سے ان کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ فرمائی۔ آپ بڑے ذہین اور محنتی تھے، آپ کو دیکھ کر گلستاں کا یہ شعر یاد آتا تھا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

لہٰذا ہر علمی میدان میں روشن کامیابیاں حاصل کیں۔ حفظ کی تکمیل قصبہ ٹھاکر دوارہ ضلع مراد آباد میں کی اور درس نظامی جامعہ نوریہ رضویہ میں مکمل کیا اور ۲۴ر صفر المظفر ۱۴۳۸ھ کو دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

موصوف بلند اخلاق کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، موصوف کے قلب و جگر میں علماء و سادات کرام کی محبت رچی بسی تھی۔ وہ جس قدر خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے محبت رکھتے تھے اسی طرح خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف سے بھی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی جملہ سلاسل طریقت کے بزرگوں کے احترام کی تلقین کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مشائخ کا ادب و احترام کرو، علمائے دین کی عزت کرو اسی میں کامیابی ہے۔

یہ چند کلمات میری یادداشت میں محفوظ تھے جو سپرد قرطاس کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت حافظ و قاری مولوی منیف رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی قبر انور پر رحمت و غفران کے پھول برسائے اور آپ کے تمام ساتھیوں کو عروج و ترقی عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہیں اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ مسلک اہل سنت و جماعت بنام مسلک اعلیٰ حضرت پر کام کرتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

از: محمد آزاد　　　طالب علم جامعہ نوریہ رضویہ (جماعت سابعہ)

افسوس! میرے دوست اس دنیا سے رحلت کر گئے

محمد ازہر رضا

حضرت مولانا محمد منیف رضا کے انتقال سے مجھے بہت صدمہ ہوا ہے، میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا میرا اور ان کا رہنا سہنا ایک ہی کمرہ میں تھا، وہ مجھ سے بہت محبت سے بات کرتے تھے، اور ان کی اسی خوبی سے متاثر ہو کر میں بھی ان، سے محبت کرتا تھا۔

حضرت موصوف حالانکہ میرے سگے بھائی نہیں تھے لیکن چونکہ وہ میرے استاذ و مربّی حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے صاحبزادے تھے لہٰذا میرے لئے بھائی سے بھی بڑھ کر تھے، میرے ساتھ جوان کا حسن سلوک تھا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔

وہ بڑے سخی اور دریا دل تھے، ان کی سخاوت و دریا دلی کا ایک واقعہ ہمیشہ میرے ذہن میں آجاتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اور منیف بھائی امام احمد رضا اکیڈمی کے آفس میں بیٹھے ہوئے حضور مفتیٔ اعظم اور حضور حافظ ملت کے تعلق سے کچھ گفتگو کر رہے تھے، تبھی اچانک ایک ضعیفہ کچھ مدد طلب کرنے کے لیے آئی اور عرض گزار ہوئی، تو فوراً منیف بھائی نے اس کو کچھ پیسے دیے، اور جب وہ ضعیفہ جانے لگی تو منیف بھائی کو پوری طرح سے اطمینان نہیں ہوا اور مجھ کو حکم دیا کہ ازہر رضا جاؤ اور ان ضعیفہ کو سامنے والے ہوٹل سے کھانا کھلوادو، اور ہوٹل والے سے کہنا کہ اس کی قیمت میں ادا کروں گا، لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا۔

ان کی خوش اخلاقی، نرم دلی اور سخاوت، یہی وہ باتیں ہیں جو مجھے رہ رہ کر حضرت موصوف کی یاد دلاتی ہیں اور غمزدہ کر دیتی ہیں۔ اور بھی ان کی بہت سی اچھائیاں ہیں جو دوسرے لوگ لکھ رہے ہیں۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ منیف بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ان کی قبر پر نور و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے، اور ان کے پسماندگان خاص طور میرے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

از: محمد ازہر رضا

طالب علم: جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف (جماعت اولیٰ) مقیم: امام احمد رضا اکیڈمی

....

امام احمد رضا اکیڈمی کی خدمات: اور مولوی منیف رضا برکاتی مرحوم

جناب سرور رضا خاں قادری رامپوری

تاج العلما و سند الفضلا حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی گوناگوں خوبیوں کے مالک، قوم و ملت کے لیے سرمایۂ افتخار، اہل علم و دانش کی نگاہ میں کوہ نور کی حیثیت سے دیکھے اور سمجھے جاتے ہیں، یہ بات میں عقیدۃً نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حق و صداقت پر مبنی ہے کہ حضور والا کو بہت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ کفش برداری کا شرف بھی حاصل رہا ۔ معمولات زیست اسلامی قوانین اور سنت مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے، ظاہر و باطن یکساں، تصنع و بناوٹ سے عاری، ریا و نمود سے دور، لیکن دینی اور اسلامی شغل میں سرور، مومنانہ اور اخلاق کریمانہ ایسا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، بلاشک و شبہہ حضرت ممدوح علم و فضل و کمال، دینی خدمات، درس و تدریس، تصنفیفات و تالیفات، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کے صلہ میں متعدّد تمغہ جات مراعات و اعزازات و زیارت حرمین طیبین نوازے جا چکے ہیں، خود بھی متبع سنت اور اصول شریعت، قوانین اسلام پر سختی سے عمل کرنے والے، دل کے صوفی، عقائد اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کے صحیح ترجمان، ملی سماجی ادبی اور مذہبی درد رکھنے والے، اسی لئے ان کا شمار جماعت کے اکابر علمائے کرام و مشائخ ذوی الاحترام میں ہوتا ہے، صوبہ اتر پردیش کے بڑے بڑے اداروں کو امیر المعلمین و صدر المدرسین و شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہ کر تعلیم و تعلم، درس و تدریس اور نظم و ضبط میں چار چاند لگائے۔

مثلاً جسپور و رام نگر نینی تال، گلشن بغداد رامپور، جامعہ قادریہ رچھا۔ اس وقت جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں پرنسپل و شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے امام احمد رضا اکیڈمی کی بنیاد ڈالی اور خوب ڈالی جس کے ذریعہ تصنیفات و تالیفات اور مسلک اعلیٰ حضرت کا خوب سے خوب تر کام ہوا اور ہو رہا ہے۔ اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب شافع امم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں استاذ العلماء کو صحت و عافیت اور طویل عمر عطا فرمائے (آمین)

استاذ العلماء و سند الفضلا کے جانشین علمی و روحانی وارث حضرت مولانا مولوی محمد منیف رضا برکاتی امام احمد رضا اکیڈمی کو ترقی و عروج دینے کے لئے شب و روز کوشش میں لگ گئے اور اپنے والد بزرگوار کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں جانفشانی کرنے لگے، تصنیفی و تالیفی مشن کو آگے لے جانے کے لئے تاج العلما کے دست راست بن کر شب و روز مصروف عمل ہوئے اور ایسے ہوئے کہ بڑی بڑی کتب کی کمپوزنگ اور ترتیب میں ہاتھ بٹایا، جس کی جیتی جاگتی مثال جامع الاحادیث، محدث بریلوی نمبر، فتاویٰ مفتیٔ اعظم، فتاویٰ بحر العلوم، بحر العلوم نمبر، L.K.G.,K.G. اسکولی ننھے منے بچوں کے لئے تعمیر ادب کی اس نہج پر ترتیب و تزئین، یہ توان کی سوچ کا بڑا شاہکار ہے، استاذ العلماء کا کافی بوجھ ہلکا کیا، مزید بوجھ ہلکا کرتے اس لئے کہ جب زمانہ طالب علمی میں یہ جذبہ خدمت دین تھا تو آپ سوچئے آگے چل کر ان کی رفتار کیا ہوتی۔

عرس رضوی کے پر بہار موقع پر علما و مشائخ کے دست کرم سے جامعہ نوریہ رضویہ کے وسیع صحن میں دستار فضیلت

سے نوازے گئے، حضور استاذ العلما نے ۵ر دسمبر کو ان کے استقبال میں گھر پر بڑے پروگرام کا انعقاد کیا، رب کو کچھ اور ہی منظور تھا، اچانک ۱۹ر دسمبر کو طبیعت بگڑ گئی، دہلی آل انڈیا ہاسپٹل لے گئے پھر طبیعت سنبھلنے میں نہ آئی، ایک ہفتہ طبیعت خراب رہ کر دہلی ہاسپٹل میں ہی انتقال پر ملال ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

مجھ کو فون پر مفکر قوم وملت حضرت مفتی صغیر اختر صاحب نے اطلاع دی کہ مولوی محمد منیف رضا برکاتی کا انتقال ہو گیا، اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ بہت سارے خیال ذہن وفکر میں منڈلانے لگے کہ ابھی حال ہی میں دستار ہوئی، اچانک یہ کیوں اور کیسے ہوا، پھر دوبارہ مفتی صاحب کا فون آیا کہ تدفین دوسرے دن بعد نماز ظہر ہے، میں اول وقت میں فجر ادا کر کے بمن پوری سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوا، ۱۲ر بجے کے آس پاس میں پہنچ گیا، ظہر کی نماز کے بعد نماز جنازہ کا اعلان ہوا، صفیں تیار ہوتی گئیں، بتایا گیا کہ آگے کی صفیں علما و مشائخ کرام و حفاظ و قرائے عظام کے لئے خالی رکھی جائیں، نماز جنازہ میں عوام سے زیادہ خواص تھے، جو ان کے مقبول خواص وعام ہونے کا یقین دلا رہے تھے، رب کریم اپنے حبیب رؤف رحیم کے صدقے میں مغفرت فرما کر درجات میں بلندی عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین آمین آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

فقیر سرور رضا خاں قادری رامپوری

تعینات محکمۂ تعلیمات ضلع مین پوری

....

مولانا منیف رضا کے انتقال پر ملال پر محلے کے دوستوں کا اظہار خیال

ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ ساعت سب کو دیکھنا ہے اور سب کو اس ساعت سے گزرنا ہے، بلاشبہ موت برحق ہے اور رب قدیر نے جس کے لیے جو وقت معین کر دیا ہے وہ اس وقت سے نہ ایک لمحہ زیادہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ایک لمحہ پہلے اس دنیا سے جا سکتا ہے، لیکن مولانا محمد منیف رضا کا انتقال اس قدر تکلیف دہ تھا گویا ہم سب کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی ہو، جب ہم لوگوں کو اس بات کی خبر ملی کہ مولانا محمد منیف رضا اب اس دنیا میں نہیں رہے تو ہم لوگوں کے افسوس کی انتہا نہ رہی، ہم سوچنے لگے یہ کیسے ہو گیا، ابھی کچھ ہی دن پہلے کی تو بات ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہنستے کھیلتے مسکراتے چلا کرتے تھے، اور ہم سب سے خوب باتیں کیا کرتے تھے، اور اچانک یہ کیسے ہو گیا، ہم لوگوں کو تو اس بات پر یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔

خیر آخر کار ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ہمت سے کام لیا، اور ہم نے سوچا کہ اگر ہم لوگ بھی رونے لگے تو مولانا

محمد منیف رضا کے گھر والوں کو کون سنبھالے گا، اس لئے کہ اس وقت ان کے غم کا عالم کیا ہوگا، اس کا اندازہ بھی ہم نہیں لگا سکتے ، لہٰذا ہم نے ہمت سے کام لیا اور ان کے اہل خانہ کو بھی صبر سے کام لینے کی تلقین کی اور سمجھایا کہ یہ دن سب کو دیکھنا ہے لہٰذا صبر سے کام لو۔

مولانا محمد منیف رضا بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے، وہ جب بھی ہم سے ملتے تو خوشی خوشی ملتے اور اظہار مسرت کر تے، وہ اتنے بڑے عالم دین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب کے فرزند تھے، لیکن پھر بھی انہوں نے کبھی ہمیں یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ہم ان کی عزت کریں، ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے اور دعا سلام کرتے، کبھی نہ کسی سے کسی طرح کی تلخ بات کہنا اور نہ کبھی کسی کا دل دکھانا، ہر وقت ہنسی مذاق کے موڈ میں رہتے اور ہم سب سے خوب محبت کا اظہار کرتے۔

ہم سب نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور ان کی ذات کو بہت اچھی طرح سمجھا ہے اور ان کی عادات کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، وہ ایک نیک اور صالح مؤمن، رفیق، مصلح اور بھائی کی طرح تھے، ان کی کمی اتنی محسوس ہوتی ہے کہ رات و دن اٹھتے بیٹھتے ان کی یاد آتی رہتی ہے، ان کے ساتھ گزارے ہوئے وہ لمحے یاد آتے ہیں جو ان کی نیک ہونے کی یاد دلاتے ہیں ، ہم سب ان کے بہت قریبی دوست ہیں اور ان سے ہمیشہ ملنا جلنا رہتا تھا، وہ اکیڈمی سے کام کر کے آتے تو ان سے راستہ میں ملاقات ہو جاتی، اور اگر کبھی وہ گھر سے کام کرنے لیے اکیڈمی جاتے تو بھی ان سے راستہ میں ملاقات ہو جاتی تھی، ان کی رحلت سے ہم سب دوستوں کو ایک بڑی کمی محسوس ہوتی ہے۔

ان کی ایک عادت ہم سب کو بہت اچھی لگتی تھی کہ جب بھی وہ دیکھتے کہ ان کا کوئی دوست کوئی غلط کام کر رہا ہے تو اس کو اس کام سے روکتے اور کہتے کہ یہ غلط ہے، لہٰذا اس سے باز رہو، اور اپنے آپ کو نیک اور پارسا بناؤ اور ایک نیک مؤمن کی عادات اپنے اندر ڈالو، یہی سب سے بڑی سعادت کی بات ہے۔

ہم سب کی دل سے یہ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے صدقہ میں ہمارے بھائی مولانا محمد منیف رضا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

از: محمد آصف رضا — محمد مان رضا — محمد نوین رضا — محمد نعمان رضا

محمد ندیم رضا — محمد مبین رضا — محمد توحید رضا — محمد ساحر رضا

محمد عرفان رضا — محمد عمران رضا — محمد سمیر رضا — محمد رضوان رضا

کہکشاں انکلیو، امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، رامپور روڈ بریلی شریف

....

مولانا محمد منیف رضا......... چند یادیں چند باتیں

مولانا عرفان الحق مصباحی

اس عالم رنگ وبو میں ہزاروں لاکھوں لوگوں نے جنم لیا اور وعدۂ الٰہی کے مطابق ایک متعیّنہ مدت تک اس جہاں میں قیام کرنے کے بعد دار بقا کی جانب کوچ کر گئے، یہ تو ربانی قانون ہے جس کی خاردار وادیوں کو ہر فرد انسانیت کو طے کرنا پڑتا ہے، لیکن اس خاکدان گیتی پر کچھ ایسے لوگ جنم لیتے ہیں جن کا دار بقا کی جانب کوچ کرنا ہر خاص وعام کے لیے نہایت شاق گزرتا ہے، حضرت مولانا منیف رضا خاں برکاتی انہیں ممتاز شخصیات میں سے ہیں، مورخہ ۲۷ر دسمبر بروز منگل ۲۰۱۶ء کو بذریعہ مولانا زاہد صاحب یہ جانکاہ خبر ملی کہ جواں فکر، جواں سال عالم دین مولانا محمد منیف رضا خاں اس دار فانی کو خیر آباد کہہ گیے، ذہن وفکر پر ایک سکتہ طاری ہوگیا، بہت دیر تک اضطراب کی سی کیفیت میں پھنسا رہا، موصوف سے دیرینہ تعلقات کے مناظر ذہن کی اسکرین پر گردش کرنے لگے، موصوف ایک خوش اخلاق، شگفتہ مزاج، کشادہ قلب، عالم دین تھے، میں انہیں بہت قریب سے جانتا ہوں۔

راقم الحروف جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں جماعت ثانیہ کا طالب علم تھا، تو مجھ سے استاذ گرامی وقار علامہ حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی نے فرمایا: کہ آپ بعد نماز ظہر محمد منیف رضا کا سبق سن لیا کریں اور ان کو اگلا سبق دے دیا کریں، میں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کرنا شروع کی، چنانچہ حضرت کے دونوں صاحب زادے مولانا منیف رضا (اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے) اور مولانا عفیف رضا بعد نماز ظہر یسرنا القرآن کا سبق لینے کے لیے آنے لگے، میں ان دونوں بھائیوں کا سبق سنتا اور اگلا سبق یاد کرنے کے لیے دے دیا کرتا، یہ سلسلہ چند مہینے چلتا رہا، اس دوران میں نے مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب کو اعلیٰ ذہانت وفطانت، ادب واحترام اور تواضع وانکساری کا پیکر مجسم پایا۔

بالائے سرش زہوش مندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

مولانا محمد منیف رضا نے ابتدائی درجات سے لے کر فضیلت تک جامعہ نوریہ رضویہ میں جلیل القدر اساتذہ سے کسب فیض کیا اور ۲۰۱۶ء میں عرس رضوی کے موقع پر علما ومشائخ کے ہاتھوں دستار علم وفضل سے نوازے گئے۔

مولانا موصوف بڑے خوش اخلاق اور ملنسار تھے، جب بھی استاد محترم مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی سے امام احمد رضا اکیڈمی ملاقات کے لیے جانا ہوتا تو مولانا موصوف سے بھی ملاقات ہو جاتی، مولانا بہت خوش اخلاقی سے پیش آتے اور دل کھول کر ملتے۔

دینی خدمات:

مولانا محمد منیف رضا صاحب نے صغر سنی میں ہی کثیر دینی خدمات انجام دیں، انہوں نے مولانا حنیف خاں صاحب رضوی کی اکثر تصنیفات خصوصاً رضویات پر بہت کام کیا، تین سال قبل ماہ رمضان میں استاد محترم کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، تو بعد نماز تراویح مولانا محمد منیف رضا صاحب تصحیح اور پروف ریڈنگ کے کام میں مشغول ہو جاتے اور کافی شب تک یہ سلسلہ چلتا رہتا، اور بعد نماز ظہر بھی یہی مشغلہ رہتا۔

حال ہی میں "فتاویٰ رضویہ" کا جو نیا ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے اس کی سیٹنگ، کمپوزنگ، قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی تخریج و تحقیق وغیرہ، سارے کام مولانا موصوف ہی کیا کرتے تھے، بہت حد تک مفتی محمد حنیف صاحب کا خدمت دین میں ہاتھ بٹاتے تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ آپ امام احمد رضا اکیڈمی کی جان تھے، اگر مولانا حنیف صاحب کو کہیں جانا ہوتا تو اپنا کام مولانا منیف کے سپرد کر جاتے تھے۔

یقیناً آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لیے خسران مبین کا سبب ہے، اس جانکاہ حادثہ سے استاد محترم پر جو غم والم کے پہاڑ ٹوٹے ہیں میں ان غم وآلام میں ان کا شریک وسہیم ہوں۔ اللہ رب العزت تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

از: محمد عرفان الحق مصباحی، فرید پور

....

حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب سے چند یادگار ملاقاتیں

مولانا اقبال احمد قادری علیمی

حضرت حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے میرے تعلقات اس وقت سے ہوئے جب استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری مد ظلہ العالی نے مجھ سے فرمایا کہ آپ اس بار رمضان المبارک کی چھٹی میں "امام

احمد رضا اکیڈمی " بریلی شریف چلے جائیے، وہاں پر محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب رضوی مدظلہ العالی فتاویٰ رضویہ شریف کو جدید طرز پر شائع کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، ان کے اس کام میں آپ بھی کچھ ان کا ہاتھ بٹا لیجیے، وہاں پر اور بھی علمائے کرام اور مفتیان عظام آپ کو ملیں گے جو اس مبارک و مسعود کام میں حضرت کے ساتھ مصروف عمل ہوں گے، البتہ جب وہاں جائیے گا تو ایک بار حضرت سے فون کر کے معلوم کر لینا کہ حضرت! میں کب آؤں؟ تو مجھے یاد ہے کہ آپ نے مجھے رمضان کے مہینہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے یہاں امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر میں بلایا تھا، جب میں وہاں پہنچا تو جہاں اور علمائے کرام سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی وہیں حضرت حافظ و قاری محمد منیف رضا صاحب سے بھی پہلی ملاقات ہوئی، اس سے پہلے میں نے آپ کو امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتابوں (جامع الاحادیث، فتاویٰ بحر العلوم، بحر العلوم نمبر، تجلیات امام احمد رضا وغیرہ میں پڑھا تھا، آپ کی ملاقات سے مجھے بڑی خوشی محسوس ہوئی تھی، کیوں کہ آپ ذاتی طور پر بڑے خوش طبع اور ملنسار تھے اور تھوڑے ہی دنوں میں ہم لوگ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے تھے۔

ہم لوگوں کی موجودگی میں آپ اپنے پورے اوقات ہمیں لوگوں کے ساتھ گزارتے تھے، صرف کھانا کھانے کے لئے گھر جاتے اور کھانے سے فراغت کے بعد فوراً پھر اکیڈمی حاضر ہو جاتے، کہتے تھے کہ جب آپ لوگ آجاتے ہیں تو کسی اور جگہ یا اور کسی کے ساتھ اچھا ہی نہیں لگتا ہے اور تمام اوقات میں تو ساتھ رہتے ہی تھے عصر کے وقت ٹہلنے کے لئے بھی ساتھ ہی میں نکلتے تھے، ہم لوگوں کے غول میں حضرت مولانا محمد عرفان رضا صاحب مصباحی کچھ زیادہ ہی خوش طبع تھے جو اپنے نرالے اور انوکھے انداز گفتگو سے مجلس کو لوٹ پوٹ کیے رہتے تھے، ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے مجلس کو ترو تازہ رکھنے کی کوشش کرتا تھا، پڑھنے لکھنے کا وقت دو حصوں میں بٹا ہوا تھا، بعد نماز ظہر تا عصر اور پھر تراویح کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر سحری کے وقت تک تھا، رات میں دو بار چائے نوشی کا پروگرام ہوتا تھا، چائے بھی سب لوگ ایک ساتھ ہی بیٹھ کر پیتے تھے، اس نشست میں بھی کچھ دیر کے لئے ہنسی مزاق ہو جایا کرتی تھی بلکہ میری یا مولانا محمد منیف رضا صاحب یا کسی دوسرے صاحب کی فرمائش پر مولانا محمد عرفان صاحب اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے شعر بھی سنایا کرتے تھے، چائے نوشی کے بعد پھر سب لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے تھے، پھر سحری کے وقت تک کوئی بلا سخت ضرورت کے اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا، ۲۶ ر رمضان المبارک تک یہ کام ہوتا تھا، ۲۷ ر تاریخ کو ہم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوتے تھے، منیف بھائی جانے والوں کو الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن تک آتے تھے اور سب سے بات چیت اور رابطے میں رہنے کے لئے موبائل نمبر لیتے، وقتاً فوقتاً

خیریت بھی معلوم کرتے رہتے، کہتے تھے کہ آپ لوگوں کے چلے جانے سے اکیڈمی میں کچھ دنوں کے لئے سناٹا چھا جاتا ہے، دوسرے سال اکیڈمی میں پہنچنے پر بڑی گرم جوشی سے ملاقات کرتے اور بڑی مسرت کا اظہار کرتے، اکیڈمی میں نئے لوگ جو بھی آتے تھے آپ ان سے بھی اس خوش خلقی سے پیش آتے کہ چند ہی لمحوں میں اس کے اندر سے اجنبیت دور ہو جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے موصوف کو خوش خلقی، ذہانت، انکساری، خودداری اور مہمان نوازی وغیرہ کئی خوبیوں سے نوازہ تھا، اکیڈمی میں کئی لوگ کمپوز کرنے والے ہوتے تھے جن میں سب سے تیز کمپوزنگ آپ ہی کی ہوا کرتی تھی، غلطیاں بھی بہت کم ہو تی تھیں۔

آپ اپنے والد ماجد حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب رضوی کے اشارۂ ابرو پر کام کرنے والے تھے، اس لیے انھوں نے امام احمد رضا اکیڈمی کے کاموں میں اپنے ساتھ ہی لگا رکھا تھا اور آپ بڑی ذمہ داری سے اکیڈمی کے کاموں کو انجام دیتے تھے، اس لیے وہ آپ پر بڑا اعتماد فرماتے تھے، آپ کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ آنے والے وقت میں حضرت پورے طور پر اکیڈمی کی پوری ذمہ داری آپ کو سونپ دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کا کسی کو کیا پتہ تھا کہ آپ ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے والد صاحب کی فکر کو بڑھا دیں گے، واقعی یہ بات آپ کے والد صاحب کے لیے بلکہ پوری تحریک امام احمد رضا اکیڈمی کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے جس نے ایک وقت کے لیے سب کو گہری سوچ و فکر میں ڈال کر رکھ دیا ہے، آپ کی دنیا کی رخصتی سے اکیڈمی میں جو خلا واقع ہوا ہے اللہ رب العزت عالم غیب سے اس کے پر ہونے کے اسباب پیدا فرمائے، آپ کے گھر والوں کو بالخصوص آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف صاحب رضوی مدظلہ العالی کے دل کو مرحوم کی رحلت سے جو بے پناہ تکلیف پہنچی ہے اس پر آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم و مغفور کے انتقال پر ملال پر ان کے والد صاحب کے ذہن پر افکار و آلام کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں ان کو ہلکا فرمائے۔

اگر چہ محب گرامی حضرت مولانا محمد منیف رضا خان کے لیے مرحوم و مغفور، نور اللہ مرقدہ اور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے جملے اور کلمات لکھنے کے لیے اتنی جلدی قلم تیار نہیں ہوتا، زبان ان جیسے الفاظ کہنے پر آمادہ نہیں ہوتی اور دل اس جیسی خبر کی تصدیق کے لیے راضی نہیں ہوتا لیکن واقعی اور نفس الامری چیز کا دارومدار کسی کے ماننے یا نہ ماننے پر تو موقوف نہیں، اس لیے مانے بغیر بھی چھٹکارہ نہیں ہے۔

کچھ مہینے پہلے ایک دن حضرت مولانا عبد اللہ علیمی صاحب کا میرے پاس فون آیا، انھوں نے کہا کہ میرے پاس منیف بھائی نے فون کیا تھا، وہ آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بہت دنوں سے ان سے کچھ بات نہیں ہوئی ہے، ان سے کہہ دیجیے کہ وہ مجھ سے بات کرلیں تو آپ ان سے فون کر کے بات کرلیجیے، میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس سے ان کا فون نمبر تھا تو وہ حذف ہوگیا ہے، آپ ان کا موبائل نمبر دے دیجیے تو میں ان سے بات کرلوں گا، میں نے ان سے نمبر تو لے لیا مگر میری اپنی بھول، سستی اور کاہلی کی وجہ سے گفتگو کو آج اور کل پر ٹالتا رہا، اسی درمیان ایک بچے نے میرے موبائل کے پورے نمبر ڈیلیٹ کر دیے اور مجھے اس طرح پورے طور پر بے دست وپا کر دیا۔

اسی درمیان ۲۸/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو شام میں شہزادہ فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد قادری امجدی (مالک کتب خانہ امجدیہ دہلی) کا فون آیا کہ میں بریلی شریف آیا ہوں، کیونکہ یہاں پر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب کے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ ایک مخلص و مہربان دوست سے اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے آخری وقت تک اس بات نہ کر سکا جس کا ہمیں پوری زندگی افسوس رہے گا اور میں اپنی اس بہت بڑی غلطی اور کوتاہی پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہوں گا۔

آخر میں میری مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ اور امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کے صدقہ طفیل اس نوجوان مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت کی قبر کو تا حد نگاہ وسعت وکشادگی عطا فرمائے، اور قیامت تک قبر پر رحمت وانوار کی موسلا دھار بارش کرتا رہے، اسے کروٹ کروٹ چین وسکون عطا فرمائے اور جنتی جوانوں میں شامل فرما کر جنتی نعمتوں سے مالا مال فرمائے جو اپنی دینی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی اسلام وسنیت کی حفاظت وصیانت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لیے اپنے بلند ہمت باپ کے ساتھ شریک جہاد فی سبیل اللہ ہوگیا۔

از: اقبال احمد قادری علیمی

استاذ دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم او جھا گنج بست

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مولانا محمد منیف رضا........چند یادیں

مولانا محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محب گرامی مرتبت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب قبلہ رضوی، بانی وصدر امام احمد رضا اکیڈمی، وصدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف جماعت اہل سنت کی ایک معروف، غیر متنازع اور ہر دل عزیز شخصیت ہیں، انہوں نے اب تک اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ علوم دینیہ کی تدریس، تصنیف و تالیف اور کتب دینیہ کی اشاعت میں صرف کیا ہے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۹ء کے درمیان کئی سال تک وہ راقم السطور کے رفیق درس رہے ہیں لیکن مرکز اہل سنت اور اعلیٰ حضرت کی محبت انہیں فراغت کے لیے بریلی شریف کھینچ لائی تھی، اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے فارغ البالی کے باوجود اپنے دو صاحب زادگان کو علوم دینیہ سے آراستہ کیا تھا، عزیز القدر حضرت مولانا حافظ محمد منیف رضا خان برکاتی و عزیز القدر حضرت مولانا محمد عفیف رضا خان برکاتی صاحبان کی ابھی ابھی عرس رضوی کے مبارک موقع پر ۲۵/ نومبر ۲۰۱۶ء کی شب میں جامعہ نوریہ رضویہ سے عالمیت کی دستار دی گئی تھی، جس پُر مسرت تقریب میں یہ ناچیز بھی اپنے دیرینہ اور صالح رفیق کے ساتھ شریک مسرت تھا اور دونوں صاحب زادگان کے گلے میں پھولوں کی مالا بھی پہنائی تھی۔

قریب ایک مہینہ کے بعد مجھے محب گرامی حضرت علامہ صغیر اختر صاحب بریلوی کے توسط سے خبر ملی کہ مولانا حافظ محمد منیف رضا خان برکاتی کو تشویش ناک حالت میں آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز دہلی میں ایڈمٹ کیا گیا ہے اور پھر چند ہی دنوں کے بعد موصوف ہی کے توسط سے ان کے انتقال پر ملال کی خبر ملی تو دل دماغ ماؤف ہوگئے، ماضی قریب میں منعقد دستابندی کے مناظر نظروں میں گھومنے لگے اور ایک طرح سے سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ آقائے کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد آئی، ہمارے پیغمبر ارشاد فرماتے ہیں:

"یبتلی العبد علی حسب دینه، فان کان دینه صلبا اشتد بلاء ہ، وان کان فی دینه رقة ابتلی علی حسب دینه، فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکه یمشی علی الارض مابه خطیئة"

[سنن ابن ماجہ]

ایک بندہ جتنا زیادہ دین دار ہوتا ہے اسی تناسب سے اسے گرفتار مصائب کیا جاتا ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہے تو اس پر اسی طرح مصیبت بھی سخت آتی ہے، اور اگر دین میں کمزور ہے تو مصیبتیں بھی ہلکی آتی ہیں، یہ مصائب حسب مراتب بندہ پر مسلسل آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ روئے زمین پر یوں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔

ایک ضعیف باپ کے لئے جوان بیٹے کی اچانک موت سے بڑھ کر کوئی مصیبت کیا ہو سکتی ہے؟ فرمان رسول کی روشنی میں ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بارگاہ خداوندی میں حضرت علامہ محمد حنیف خان صاحب قبلہ کی دینداری کا کتنا اونچا معیار ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت اس بھاری مصیبت کے صلہ میں ان کے درجات کو اپنی بارگاہ میں بلند فرمائے گا۔

"الولد سر لابیہ" کے مطابق مرحوم و مغفور حضرت مولانا محمد منیف رضا خان صاحب برکاتی، انتہائی منکسر المزاج، سنجیدہ، باصلاحیت اور خوش اخلاق تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر سے دیر رات خود اپنی کار سے مجھے بریلی اسٹیشن پہنچایا تھا۔ محنتی ایسے کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں فتاویٰ رضویہ جیسی دقیق کتاب کی بائیس جلدوں کی تزئین اور سیٹنگ کا کام انجام دیا تھا۔ ان کے والد گرامی کے ساتھ ساتھ پوری جماعت کو توقع تھی کہ آئندہ امام احمد رضا اکیڈمی کا کاروان تحقیق واشاعت ان ہی کی قیادت میں جادہ پیما رہے گا مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ "وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے"۔ اللہ رب العزت میرے پیارے، ہونہار بھتیجے کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے دیگر برادران کو ان سے متعلق ذمہ داریوں کو بہ حسن و خوبی نبھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

۴، ۳ر فروری ۲۰۱۷ء کو دھام نگر شریف اڑیسہ میں سیدی سرکار حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس ہونے جا رہا ہے، اور اسی مبارک موقع پر احاطۂ درگاہ میں واقع دار العلوم مجاہد ملت میں ختم بخاری کی تقریب بھی ہے، اور اتفاق سے اس کام کے لیے ادارہ کے ذمہ داران نے اس سال ناچیز ہی کا انتخاب کیا، پابندی وعدہ کے سبب ۵ر فروری ۲۰۱۷ء کو میں مرحوم کے فاتحہ چہلم میں شرکت سے معذور ہوں جس کا مجھے افسوس ہے۔

شریک غم۔ محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی

استاذ دار العلوم غریب نواز الہ آباد

۲۵ر، جنوری ۲۰۱۷ء چہار شنبہ

....

مولانا محمد منیف رضا........چند یادیں

مولانا یونس برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب بانی" امام احمد رضا اکیڈمی " بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

مزاج ہمایوں!

آپ کے صاحب زادے مولانا محمد منیف خاں برکاتی مرحوم کے انتقال کی خبر سن کر بہت زیادہ افسوس ہوا، جامعۃ الثقلین میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، جس میں جامعہ کے اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی، جوان ولد صالح جو عالم وفاضل بھی تھے اور اسلامیات ورضویات کے لیے آپ کے دست وبازو بھی۔ امام احمد رضا اکیڈمی کو ابھی ان کی اشد ضرورت تھی اور کافی کچھ کر بھی گئے۔ اور درمیان سفر میں کام چھوڑ کر ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ گزشتہ کئی سالوں سے اکیڈمی آنا جاہوا۔ کئی بار مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ نہایت خلیق، ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع شخصیت کے حامل تھے اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔

یقیناً اہل سنت کے لیے بالعموم اور آپ کے لیے بالخصوص بہت بڑا حادثہ ہے اور سخت صدمہ ہے۔ مولا تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور والدین، بہن، بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا مجیب السائلین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد یونس برکاتی

خادم

جامعۃ الثقلین قصبہ ککرالہ، ضلع بدایوں شریف

....

جامعہ عائشہ، جوگیشوری ویسٹ ممبئی میں تعزیتی نشست

حافظ منیر احمد قادری

حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے میرا تعلق بہت پرانا ہے۔ جب آپ جامع مسجد رام نگر ضلع نینی تال کے خطیب اور مدرسہ مفتاح العلوم کے صدر مدرس تھے اس وقت جب بھی میرا اپنی سسرال رامنگر جانا ہوتا ،حضرت سے ملاقات ہوتی بلکہ میرا نکاح بھی حضرت ہی نے پڑھایا تھا۔ جب لال کنواں کی جامع مسجد میں خطیب رہا اس وقت بھی گاہے گاہے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا اور یہاں ممبئی میں بھی جب آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے تو ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔ ابھی ربیع الاول شریف میں آپ اہل بھیونڈی کی دعوت پر بھیونڈی تشریف لائے اور وہاں جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت فرمائی، پھر تھوڑے وقت کے لیے ممبئی بھی قیام رہا۔ اس بار بھی مجھے ملاقات کا موقع نصیب ہوا۔ ساتھ میں آپ کے بڑے شاہزادے حضرت مولانا محمد منیف صاحب بھی تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی، فون کے ذریعہ بھی آپ سے رابطہ رہتا ہے۔

میرے دل میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ آپ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ جب بھی ملتے ہیں بڑی شفقت اور اپنائیت سے ملتے ہیں۔ اور اس بے تکلفانہ انداز میں گفتگو فرماتے ہیں کہ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اس باعظمت شخصیت سے ہم کلام ہیں جو عظیم تبحر عالم دین ہیں، سیکڑوں استاذوں کے استاذ ہیں، بریلی شریف کے نامور و عظیم ادارے جامعہ نوریہ رضویہ کے پرنسپل ہیں، امام احمد رضا اکیڈمی کے ناظم اعلیٰ ہیں، جامع الاحادیث جیسی عظیم و مبسوط کتاب کے مرتب اور دیگر کثیر کتابوں کے مصنف ہیں اور عالمی مقبولیت و شہرت کے مالک ہیں۔

جب حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کے ذریعہ فون پر آپ کے شہزادے مولانا محمد منیف رضا صاحب کے وصال کی خبر جانکاہ ملی تو شروع میں تو کانوں پر اعتبار نہ آیا، خیال ہوا شاید سننے میں غلطی ہوئی ہو، چند دن پہلے ہی تو انھیں دیکھا تھا بالکل اچھے خاصے تھے، لیکن جب تحقیق ہوگئی کہ واقعہ یوں ہی ہے تو سخت دلی صدمہ ہوا، آنکھوں میں آنسو آگئے اور میں رنج و غم میں ڈوب گیا۔ حضرت کو بذریعہ فون تعزیت پیش کی اور ۳۰/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو اپنے ادارے جامعہ عائشہ فیضانِ غوث اعظم واقع نزد ملکانی ٹاور، باندی ولی ہل روڈ، جوگیشوری ویسٹ ممبئی میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ جس میں نعت خوانی اور قرآن خوانی ہوئی اور

مرحوم کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔ کنگ سرکل نزد ماہم ممبئی میں ایک عظیم الشان اجلاس بعنوان "جشن غوث الوریٰ وعرس حضرت اشرف العلماء" منعقد ہوا۔ اس میں میری بھی شرکت رہی۔ اس اجلاس میں بھی میری گزارش پر مرحوم کے لیے اجتماعی دعائے مغفرت ہوئی۔ اس کے علاوہ میں جس پروگرام میں بھی شریک ہوا میں نے حاضرین کے ساتھ دعائے مغفرت کی۔

حضرت مفتی صاحب نے مولانا محمد منیف رضا مرحوم کے علاج کے سلسلہ میں بڑی جد وجہد فرمائی تھی۔ جب آپ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن میں صدر المدرسین تھے اس وقت ان کے علاج کے سلسلہ میں دہلی جانے کے لیے لال کنواں سے رانی کھیت اکسپریس سے سفر فرماتے۔ یہ ٹرین لال کنواں جنکشن سے بعد نماز عشا روانہ ہوتی ہے اور موسم سرما میں ایسے وقت لال کنوں آجاتی ہے کہ فجر کی نماز وقت میں ادا کی جاسکتی ہے۔ لہذا آتے جاتے حضرت لال کنواں کی جامع مسجد میں عشا اور فجر ادا فرماتے۔ کبھی کبھی مغرب بھی ادا فرماتے، میں اس وقت اسی میں خطیب وامام تھا، لہذا جب بھی دہلی تشریف لے جاتے آپ سے ملاقات ہوتی۔ پہلی بار جب میں نے آپ کو بعد جماعت نماز مغرب ادا کرتے دیکھا تو یقینی طور پر پہچان نہ پایا۔ ایک تو ملاقات عرصہ کے بعد ہوئی تھی، دوسرے آپ کی موجودگی بے شان وگمان تھی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے بعد سلام عرض کیا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ حضرت مولانا محمد حنیف ہوں۔ مسکراتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے فرمایا: یار جانتے ہوئے انجان بن رہے ہو۔ اس کے بعد میں اپنی قیام گاہ پر لے گیا اور جو ہوسکا خاطر ومدارات کی۔

ایک مرتبہ تشریف لائے تو آموں کا موسم تھا، میں آپ کو بٹھا کر آم لینے چلا گیا۔ مجھے آنے میں تاخیر ہوئی جب میں آیا تو قدرے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا آپ نے بڑی دیر کردی، ہم تو بیٹھے بیٹھے اکتا گئے۔ میں نے عرض کیا: حضور آموں کا موسم ہے، میں نے سوچا کہ تواضع میں آم اچھے رہیں گے، لہذا میں آم لینے چلا گیا تھا تو مسکرا پڑے اور کہنے لگے یہ تو بہت اچھا کیا۔

حضرت نے اُس وقت بھی اور اِس وقت بھی صاحبزادے کے لیے جو بھی ممکن تھا کیا۔ علاج معالجہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی، لیکن وہ اتنی ہی عمر لے کر آئے تھے۔ وقت پورا ہوگیا اور وہ اپنے مرجع کی طرف لوٹ گئے۔ میں اور میری اہلیہ نایاب اور بچیاں سب شریک غم ہیں اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں انھیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے والدین کریمین اور اقارب کو صبر کی توفیق دے آمین بحرمۃ رسولہ الکریم۔ علیہ وآلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ اسیر غم:۔ منیر احمد قادری، جوگیشوری ویسٹ ممبئی۔

مولانا منیف رضا ایک خوش بخت شخصیت

محمد قمر الزماں خاں

میں امام احمد رضا اکیڈمی میں تقریبا ۶/۷ رسالوں سے ضروری خدمات انجام دے رہا ہوں، اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف رضا خاں صاحب قبلہ کے خاندان سے تعلق رکھنا میرے لئے بلاشبہ سعادت مندی کی بات ہے، اور اسی خاندانی نسبت اور حضرت کا خلیرا بھائی ہونے کی وجہ خصوصی طور پر اکیڈمی میں دینی و دنیوی خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔

حضرت مولانا محمد منیف رضا سے میرا رشتہ چچا بھتیجے کا رشتہ ہے، لیکن عالم وحافظ ہونے کے ناتے وہ میرے لئے لائق احترام تھے، وہ بہت ہی خوش اخلاق انسان اور بہت منکسر المزاج تھے، اور امام احمد رضا اکیڈمی کی رونق و بہار تھے، ان کا ہماری نظروں کے سامنے سے آنا اور جانا ہر وقت کا مشغلہ تھا، اور بہت ہی خوش مزاجی کے ساتھ ملاقات کیا کرتے تھے، یوں سمجھ لیجئے کہ ہم چچا بھتیجے نہیں بلکہ دوست تھے۔ ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی بات پر کچھ ناراضگی وغیرہ ہو جاتی تھی جو آج کل ایک عام سی بات ہے، لیکن اس کے باوجود ہم لوگ ایک دوستانہ زندگی گزارا کرتے تھے۔

حضرت موصوف اپنے والد محترم کے ساتھ اکثر و بیشتر اکیڈمی میں علمی و دینی خدمات میں مصروف رہتے تھے، اور اپنے والد صاحب کا ایک مضبوط سہارا تھے، اور اس وقت تو کتابوں کی کمپیوٹرائزنگ اور سیٹنگ وغیرہ کا پورا کام خود ہی سنبھالتے تھے، یہاں تک کہ اگر کسی کتاب کو چھپوانا ہوتا تو اس کتاب کو آخری مرحلہ سے حضرت موصوف ہی گزارتے تھے، جب تک وہ کتاب کی پوری سیٹنگ وغیرہ نہیں کر دیتے تھے تب تک کتاب چھپنے کے لئے نہیں جاتی تھی، اور کتابوں کو کمپیوٹرائز کرنے میں اس طرح ماہر تھے کہ یہ مشغلہ ان کی عادت بن گیا تھا، اور ہم نے انہیں کبھی اس مشغلہ سے اکتاتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی انہوں نے کبھی ہم سے اس بات کا اظہار کیا، افسوس! بہت ہی باکمال شخصیت اور ایک اچھا دوست اس دنیا سے رحلت کر گیا۔

ان کی رفاقتوں کو نہ بھول پائے گا دل کبھی
جو تنہا ہمیں چھوڑ کر نہ جانے کدھر گئے

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا منیف رضا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں درجہ عطا فرمائے، اور قیامت تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ

از: محمد قمر الزماں خاں

برادر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی

خادم: امام احمد رضا اکیڈمی، کہکشاں انکلیو، صالح نگر بریلی شریف

....

ایک مسکراتا چہرا آنکھوں میں سمایا ہوا ہے

ایک چمکتا ستارہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا

سید عبد السبحان صاحب

میں ۲۰۱۰ سے اکیڈمی سے جڑا ہوں اور قبلہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب کے سارے بچوں سے اچھی طرح واقف ہوں اور سبھی بچوں کی عادت سے واقف ہوں۔ لیکن حافظ محمد منیف رضا برکاتی سے زیادہ ہی ساتھ رہتا تھا، وہ بڑوں کی عزت وادب ولحاظ، سخاوت اور دوسروں کے لئے ہمدردی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، اور کام کا جذبہ اتنا زیادہ تھا کہ ہر کام کو جلد سے جلد نپٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی اسی عادت وکوشش کی بدولت فتاوی رضویہ ۲۲ جلد کی سیٹنگ مکمل ہو سکی، ایسا لگتا ہے کی ان کی زندگی اسی کام کے لئے وقف تھی اور اپنا کام مکمل کر کے ہم لوگو کو سسکتا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے والد ماجد حضرت قبلہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب نے اس غم کے پہاڑ پر بڑی ہمت اور صبر کا ثبوت دیا۔ خود بھی صبر کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی۔ اکیڈمی کے دینی کام کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور سب گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولوی حافظ محمد منیف رضا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

سید عبد السبحان صاحب

خادم امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

مولانا محمد منیف رضا.........چند یادیں

ارباب سخن ان کو بہت یاد کریں گے

ہر شاخ پر وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

حضرت مولانا [illegible] نضال صاحب

مرکزی دارالافتا، سوداگران بر[illegible] شریف

شاعر نے یہ شعر کب اور کس کے لیے کہا میں نہیں جانتا، مگر یہ شعر مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں مرحو[illegible] زندگی کا مکمل ترجمان ہے، جس نے ان کو قریب سے دیکھا، اسے معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی [illegible] مستعار کے لمحات طلب علم دین اور اشاعت دین کے لیے وقف کر دیے تھے۔

قیام امام احمد رضا اکیڈمی سے پہلے تقریباً ۲۰۰۴ء کی بات ہے کہ میرے کریم و مشفق استاد گرامی وقار اور مولانا محمد منیف رضا خاں مرحوم کے والد گرامی حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دام ظلہ نے فرمایا: کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی مایہ ناز تصنیف "جد الممتار" کو از سر نو کمپوز کر کے چھاپنے کا ارادہ ہے۔ اگر ہو سکے تو تم حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سے "جد الممتار" کا قلمی نسخہ لے لو، استاد گرامی کے حکم کے بموجب حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سے "جد الممتار" کا قلمی نسخہ لے کر استاذ گرامی کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضرت دیکھتے ہی بے حد مسرور ہوئے، اور اسی لمحہ خادم کو ڈھیر ساری دعائیں دے ڈالیں۔ پھر "جد الممتار" کی کمپوزنگ کا کام شروع ہوا، راقم پڑھتا جاتا اور مولانا محمد منیف رضا خاں کمپوز کرتے جاتے، ان کی کمپوزنگ دیکھ کر میں حیرت میں پڑ گیا کہ اتنی کم عمری میں کمپوزنگ اور وہ بھی "جد الممتار" کی، کبھی ان کو دیکھتا کبھی جد الممتار کے قلمی نسخہ کو، میری حیرت کے مداوا کے لیے شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر بروقت ذہن میں آیا:

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

مرحوم بچپن ہی سے نیک سیرت، کم سخن، خلیق اور ملنسار تھے، ان کا معمول اپنے کام سے کام تھا، وقت پر مدرسہ جانا، درس گاہ میں حاضر رہنا، درسی کتب کو دھیان سے پڑھنا، اساتذہ کی تقاریر کو بغور سننا، ان کا معمول زندگی تھا۔ فرمان سر

وردو عالم ﷺ "اطلبو العلم من المهد الی اللحد" پر عمل "من سلك طريقاً يطلب فيه علماً" ان کی زندگی ، پھر بچپن اور کم عمری میں ہی اس کا ثمرہ "سلك الله به طريقاًمن طرق الجنة" کی شکل میں ان کو حقیقی طور پر عطا ہوا۔

اللہ کا کرنا کہ اسی سال ان کی تعلیم کا اختتام ہوا اور اسی سال ہی فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲؍ جلدوں کا کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچا، ۲۴؍ صفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۵؍ نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ جامعہ نوریہ رضویہ میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر مولانا محمد منیف رضا خاں کے سر پر فضیلت علم ونیابت رسول ﷺ کا تاج زریں سجایا گیا، نیابت رسول ﷺ کا تاج ان کے سر پر اتنا اچھا اور سندر لگا کہ ملک الموت کو بھی بھا گیا کہ دستار کے کل ۳۲؍ دن بعد ہی ملک الموت ان کو فانی دنیا سے دار بقا جنت کی طرف لے گئے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

....

مولانا محمد منیف رضا.........چند یادیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صوفی محمد رضوان رضا خان

دنیا میں روز ہزاروں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ہزاروں دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی لوگ انہیں یاد رکھتے ہیں، انہیں میں سے ایک ذات حافظ وقاری حضرت مولانا منیف رضا خاں کی ہے، جنہوں نے تقریباً ۲۵؍ سال کی عمر پائی اور اس قلیل عرصہ میں دین کا بہت بڑا کام کر گئے۔ میں نے انہیں بڑے قریب سے دیکھا، کیوں کہ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ بچپن میں جامعہ نوریہ رضویہ میں ہی رہتے تھے، میں بھی وہاں بیس سال سے تدریسی فرائض انجام دے رہا ہوں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ غالباً ۱۹۹۹ء میں پرائمری درجے میں پڑھاتا تھا تو ان کی بڑی بہنیں وہ بھی کم عمر کی تھیں میرے کلاس میں پڑھتی تھیں، تو ان کے ساتھ منیف رضا بھی کتابیں لے کر پڑھنے کے شوق وذوق میں کلاس

میں آکر بیٹھ جاتے تھے۔ تب مولانا مفتی حنیف خاں صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ: رضوان میاں منیف رضا یاد کرے یا نہ کرے آپ ان کی پٹائی مت کرنا، یہ آگاہی ان کی بیماری اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ معلم کی توجہ اس امر کی طرف نہ ہو اور وہ سبق یاد نہ کرنے پر تنبیہ کی غرض سے ضرب و توبیخ کریں، لیکن میں نے یہ دیکھا کہ کبھی بھی منیف رضا نے ایسا نہیں کیا کہ سبق یاد نہ کیا ہو، یا کوئی دیا ہوا کام نہ کیا ہو، وہ بچپن سے ہی بڑے ذہین، خوش مزاج اور شرم وحیا کے پیکر تھے، میری جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تھی تو فوراً آکر مجھے سلام کرتے اور ہاتھ باندھ کر نظریں نیچی کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں کبھی خیریت پوچھتا تب جواب دے دیتے، ورنہ خاموش ہی رہتے تھے۔ اگر کبھی ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اور مدرسہ میں سامنے پڑ جاتا تب بھی مجھے دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے، اور نگاہیں نیچی کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ عموماً جیسا کہ اس عمر کے لڑکے اپنے یار دوستوں کے ساتھ گھومتے ہیں لیکن مولانا منیف رضا کھیل کود سے دور تھے۔

رب تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" اور حدیث شریف میں ہے: "کہ ایک گھڑی علم دین کا سیکھنا اور سکھانا رات بھر کی عبادت سے افضل ہے۔ مولانا منیف رضا کی زندگی کو ایک نظر دیکھیے کہ انہوں نے اول تا آخر پوری زندگی علم دین سیکھنے اور علم کو دوسروں تک پہنچانے میں صرف کی۔

قصائی ٹولہ پرانا شہر بریلی شریف کے ایک غیر مقلد نے اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ رضویہ پر کچھ اعتراضات کئے جو کہ اعلیٰ حضرت کی تحریری کمی نہیں تھی بلکہ فتاویٰ رضویہ بار بار چھپنے میں کتابت کی جو غلطیاں ہوگئیں تھیں ان کی وجہ سے اس نے اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کئے، جب منیف رضا کو یہ پتہ چلا تو وہ اس کام میں جٹ گئے کہ جو کتابت کی غلطیاں ہوگئی تھیں انہیں سدھار ا جائے، اور تقریباً چار سال محنت کر کے کتابت کی اغلاط کو دور کیا۔ اور ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، اور انہوں نے اپنی پڑھائی بھی پوری کی اور فتاویٰ رضویہ کا کام بھی پورا کیا۔ اور دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کے لیے ہی فرمایا ہے: کہ

فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا — عرش پر دھومیں مچیں وہ مؤمن صالح ملا

اللہ تعالیٰ مولانا منیف رضا کے درجات میں بلندیاں عطا فرمائے، اور ان کو قبر میں حشر میں، صراط پر اور جنت میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ عطا فرمائے، اور ان کے والد گرامی وقار اور عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر قادری: صوفی محمد رضوان رضا خاں نوری (فرزند ارجمند حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ)

مولانا محمد منیف رضا.........چند یادیں

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو

مولانا محمد اشفاق حسین

چیئرمین آل انڈیا تنظیم علمائے اسلام، دہلی

عزیز گرامی حضرت مولانا محمد منیف رضا کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے، دل لرزتا ہے، رہ رہ کر ان کا مسکراتا چہرہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یقین نہیں ہوتا کہ وہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، مگر خدائے کبیر و جبار کے حکم پر لبیک کہنا ہی ہوتا ہے، قضاوقدر کے فیصلے ٹلتے نہیں، صبر کے سوا چارا نہیں۔

مرحوم میرے سامنے پیدا ہوئے، گود میں کھلایا، شیر خوارگی سے لے کر عنفوان شباب تک کی سب ادائیں، سب باتیں ، علالت کے ایام، اسپتالوں کے چکر، آپریشن کا موقع صحت یابی و جوانی، کبھی حضرت کی آغوش میں چمٹنا، کبھی انگلی پکڑ کر درسگاہ میں آنا، کبھی حافظ ضمیر کے ہمراہ آنا جانا رہ رہ کر یاد آتا ہے۔

مولانا منیف رضا مرحوم غالباً دسمبر ۱۹۹۱ء میں پیدا ہوئے، میں ان دنوں الجامعۃ القادریہ رچھا بریلی شریف میں متعلم تھا ، حضرت استاذ گرامی مرتبت علامہ محمد حنیف رضا خاں صاحب قبلہ مسکراتے ہوئے صبح سلام کے وقت تشریف لائے، سلام کے اختتام پر تمام طلبہ و اسٹاف کو خوش خبری سنائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ طاہرہ طیبہ کا بھائی عطا فرمایا ہے۔ مبارک بادیاں پیش کی گئیں۔

طلبہ نے مٹھائی کا مطالبہ کیا فرمایا انشاء اللہ درس کے بعد آپ لوگوں کو مٹھائی تقسیم کی جائے گی، مولانا نواب الحسن، مولانا آفاق، مولانا توفیق، حافظ ضمیر اور مجھ ناچیز کو مٹھائی لانے اور تقسیم کرانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پیدائش کے تھوڑے دنوں کے بعد طبیعت خراب ہوئی۔ بہیڑی میں دکھایا، بہیڑی کے ڈاکٹروں نے بریلی جانے کو کہہ دیا، ان دنوں شیل اسپتال بریلی کا بڑا اسپتال سمجھا جاتا تھا اس میں دکھایا، ڈاکٹروں نے دل میں سوراخ ہونا تجویز کیا، خوشیوں بھرے گھر کے آسمان پر غم کے بادل چھا گئے ۔ حضرت استاذ گرامی مرتبت شدید سردی کے زمانہ میں نومولود بچے کو لے کر دہلی تشریف لے گئے، پنتھ اسپتال میں دکھایا نتیجہ وہی جو بریلی میں تجویز ہو چکا تھا، پنتھ کے ڈاکٹروں نے کہا دوائیاں جاری رکھو پانچ سال کے بعد آپریشن ہو گا مگر والدین کو کہاں قرار ، چھوٹا بچہ پریشانیوں نے گھر دیکھ لیا۔ بنگلور کا کسی نے بتایا وہاں لے گئے، دہلی کے سینٹ اسٹیفن میں دکھایا، اور نا جانے کہاں کہاں لیے پھرے، بچے کی کم عمری کمزوری مسلسل نمونیہ، کھانسی، یا اللہ! رحم فرما، کہیں بھی ڈاکٹر آپریشن کو تیار نہیں۔ آخر کار آل انڈیا اسپتال نئی دہلی میں دکھایا۔ ٹیسٹ شروع ہوئے اخراجات کے لئے انتظام ہوا۔ ۱۹۹۹ء میں اوپن ہارٹ سرجری ہوئی ۔ ۸ رسال کی عمر تک مسلسل دو آپریشن ہوئے تو دل کو قرار آیا۔ صدقے اتارے گئے، نذریں پوری کی گئیں، دعاؤں اور دواؤں

نے اثر دکھایا۔ بفضلہ تعالیٰ صحت یابی کی سبیل پیدا ہوئی۔ وقفے وقفے سے معمول کے چیک اپ ہوتے رہے، اکثر حضرت بنفس نفیس لے کر آتے اور کبھی حافظ امیر صاحب یا حافظ ضمیر صاحب لے کر آتے، کبھی مجھے چیک اپ کرانے کی ذمہ داری سونپ دیتے، مولانا عبدالواحد کو بارہا یہ خدمت سپرد کی گئی۔

حضرت مولانا مرحوم جوانی میں قدم رکھنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کا دینی کاموں میں بھرپور ہاتھ بٹانے لگے، امام احمد رضا اکیڈمی کے مختلف کام ان کی دلچسپی کا سامان تھے۔ خوش اخلاقی، منکسر المزاجی سادگی، بدرجہ اتم پائی تھی۔ بہر حال ۱۹ر دسمبر مغرب کے بعد استاذ گرامی مرتبت کا فون آیا میں نے فون رسیو کر کے سلام پیش کیا، بھرائی آواز میں جواب عطا فرمایا: کہاں ہو ،میں نے عرض کیا حضرت آج ہی کشمیر سے دہلی واپس آیا ہوں۔ فرمانے لگے منیف کی طبیعت بہت خراب ہے یہاں بریلی کے ایک اسپتال میں صبح سے ہزار کوششوں کے بعد کوئی افاقہ نہیں ہے اب کیا کرنا ہے۔ میں نے عرض کیا دہلی لے کر آجائیے فرمایا :کہاں لے کر آؤں، میں نے عرض کیا ایمس میں علاج ہو چکا ہے وہیں کے لیجیے رفر کرالی جئے فرمایا اگر انہوں نے بھرتی نہیں کیا تو کیا ہوگا۔ میں نے جواب دیا لے آئیے دہلی میں اور بہت اچھے اسپتال ہیں۔ گنگارام یا میدانتا میں انشاء اللہ ایڈمٹ کروالینگے ۔حضرت نے فرمایا ابھی بتاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد فون آیا رفر کرالیا بڑی ایمبولینس کرلی ہے ہم انشاء اللہ ۱۲ر سے ۱ر بجے رات تک آل انڈیا پہنچ جائیں گے راستے بھر حضرت سے اور حافظ امیر صاحب سے رابطہ رہا۔ حافظ امیر صاحب کا رات ۱۲ر بجے فون آیا ہم دہلی پہنچ گئے ہیں شاستری پارک سے راقم الحروف مولانا عبدالواحد خاں قادری، قاری صغیر احمد رضوی، قاری قمر ایمس پہنچے ایمبولینس کے قریب تمام لوگ کھڑے تھے مولانا منیف رضا کو میڈیکل کٹ لگی ہوئی تھی۔ حضرت سے بات ہوئی فر مایا ڈیوٹی ڈاکٹر لیت ولعل سے کام لے رہا ہے۔ حافظ صغیر صاحب، حافظ امیر صاحب، عامر تحسینی کو اندر بھیجا گیا۔ کیرلا کے ایک ڈاکٹر صاحب کا حوالہ دیا نتیجہ میں کارروائی مکمل ہوئی۔ اسٹریچر آیا، ایمبولینس سے منتقل کر کے او، پی، ڈی، میں لے گئے۔ وہاں سے ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کر دیا۔ مریض کی کیفیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے پوری توجہ کے ساتھ علاج شروع کر دیا۔ ہم لوگ رات میں ۳ر بجے واپس آگئے حالت اچھی ہونے لگی۔ دوسرے دن تک بہت اچھی خبریں ملنے لگیں۔ ڈاکٹروں نے ضروری اقدامات کرنے کے بعد وینٹی لیٹر سے ہٹا دیا، حضرت مطمئن تھے۔ ہم سب لوگوں کو بھی طمانیت تھی، چلو وقت لگے گا انشاء اللہ صحت ہو جائیگی، دن میں حضرت سے۔ کبھی حافظ امیر صاحب سے فون پر رابطہ رہتا۔ شام کو ہم لوگ پہنچ جاتے۔ حضرت ہمارے یہاں تھے کہ ۲۵ر تاریخ کو صبح چار بجے فون آیا منیف کی طبیعت بگڑ گئی، پھر سے وینٹی لیٹر پر رکھ دیا ہے حضرت فوراً ادھر چلے گئے ۔میرے چھوٹے فرزند محمد کاشف رضا کی سخت طبیعت خراب ہوئی اس کو پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں بھرتی کرایا اپنے بچے کے علاج میں لگ گیا چونکہ اسپتال ہی میں رہنا تھا، اس لئے پھر جانے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۶ر تاریخ کی رات کو بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی سدھار نہیں ہے اللہ سے دعا کرو۔ میرے بچے کی خیریت دریافت کی اور شفایابی کی دعا فرمائی۔ ۲۷ر کی صبح ۱۰ر بجے حافظ امیر صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے بھی کہا کہ حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ مجھے اسی دن چندر پور مہاراشٹر جانا تھا۔ میں پروگرام میں چلا گیا، اگلے دن صبح چندر پور پہنچ کر گھر فون کیا تو میری اہلیہ نے بتایا کہ آپ کو کچھ پتا ہے میں

نے کہا کیا ہوا، تو کہا کہ حضرت کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر الفاظ ترجیع بڑی مشکل سے ادا ہوئے۔ سکوت ٹوٹا تو یقین کرنا مشکل ہو گیا، حافظ امیر صاحب کو فون کیا، تعزیت و دعائے مغفرت کی، جنازے کے بارے میں بتایا کہ آج ہی تین بجے دن میں ہو گا جنازے میں شرکت کی کوئی شکل نہیں تھی۔ کف افسوس ملتے رہ گئے۔ جلسوں میں دعائے مغفرت کی اور کرائی ۔دہلی واپس آکر تعزیت کے لئے بریلی شریف حضرت کے یہاں حاضر ہوا۔ حافظ اکرم رضا خاں، مولانا غلام محی الدین اور میری اہلیہ ساتھ میں تھیں حضرت کے یہاں اہلیہ کو گھر کے اندر بھیجا۔ حضرت کے بارے میں پتہ کرایا تو معلوم ہوا حضرت مولانا مرحوم کی قبر پر ہیں۔ وہاں حاضر ہوئے دکھے دل سے تعزیت پیش کی۔ مولانا مرحوم کو قبر کے اندر آرام کرتے پایا ایک گھونسہ دل پر لگا، کیا کر سکتے تھے۔ فاتحہ پڑھی اور بوجھل قدموں سے حضرت والا کے ہمراہ گھر پر آئے۔ حضرت مولانا مرحوم کی باتیں کرتے رہے ہم لوگ سنتے رہے مغرب کے بعد فاتحہ خوانی میں شرکت کر کے واپسی کی اجازت لی۔ لکھنے کو بہت کچھ ہے مگر جواں سال موت نے دل ہلا کر رکھ دیا۔ مولانا منیف رضا کا سانحۂ ارتحال استاذ گرامی مرتبت اور ان کے اہل خانہ کا خسران نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا خسارہ ہے۔ جواں سال عالم دین کی موت عالم کی موت ہے۔ فصبر جمیل

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا کر چلے گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

شریک غم

محمد اشفاق حسین قادری

چیئرمین آل انڈیا تنظیم علمائے اسلام

صدر سنی دار الافتاء قادری مسجد، شاستری پارک، دہلی۔ ۵۳

مؤرخہ

۱۷ر ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ بروز دوشنبہ

ہماری دوستی کی ادھوری کہانی...... طارق خان کی زبانی

محمد طارق خان، بھوگپور

میرے پیارے دوست مولانا محمد منیف رضا خان

ہماری دوستی کی شروعات ۲۰۰۴ء سے ہوئی۔ شروع میں تو ہم دونوں کی ملاقاتیں بس ملاقات کی حد تک تھیں پھر دوستی میں بدل گئیں، اور ہم دونوں بہت مخلص اور قریبی دوست ہو گئے۔ جب وہ بھوگپور میں ہوتے تو ہم دونوں ساتھ ہی رہتے، ہم دونوں جہاں

بھی جاتے تو ایک ساتھ جاتے، یہاں تک کہ ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھاتے تھے۔ پھر ہم قریب ۱۲ بجے تک باتیں کرتے کرتے سو جایا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لئے ہم دونوں ساتھ اٹھتے اور نماز ادا کرتے تھے پھر صبح کو ہم ناشتے میں انڈے کی میٹھی آملیٹ امی سے بنوا کر کھایا کرتے تھے، جو کہ میرے عزیز دوست منیف رضا خان کو بہت ہی پسند تھی۔ جب وہ اپنے گاؤں سے یعنی میرے پاس سے بریلی شریف جاتے تھے تو فون کر کے مجھ سے کہتے تھے یار طارق جب بھی میں تیرے پاس سے جاتا ہوں تو مجھے کچھ دن تک بالکل اچھا نہیں لگتا ہے اور تیری بہت یاد آتی ہے۔ اور جب بھی بھوگ پور آتے تو مجھے فون کر کے آتے تھے۔ تب ان کے آنے کی خوشی میں میں ان کو خوش آمدید کہتا اور کھانے پینے کا انتظام کرتا تھا۔ ان کی پسند کی چیزیں کھانے میں بنوایا کرتا تھا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہنسی مذاق کرنے کے لئے ہم دونوں چھوٹے چاچا عرف یعقوب خاں کے گھر چائے پینے جاتے تھے۔ ہم چھوٹے چاچا کو مذاق میں کہتے تھے چاچا چائے پلاؤ اور وہ ہمیں چائے پلایا کرتے تھے پھر ایک دو دن بعد ان کے ابو کا فون آتا، وہ کہتے تھے منیف گھر آجاؤ کام بہت ہے پھر وہ مجھ سے کہتے تھے ابو کا فون آیا ہے مجھے دکھ ہوتا تھا منیف رضا تم چلے جاؤ گے۔ پھر میں انہیں بہیڑی اسٹیشن چھوڑنے جایا کرتا تھا پھر میرا کام کشمیر میں لگ گیا۔ میں اپنے دوست منیف رضا خان کے گھر بریلی شریف گیا کیوں کہ بریلی جنکشن پر جمّوں کشمیر کے لئے ٹرین لگتی ہے میں نے اپنے دوست منیف رضا کے گھر شام کا کھانا کھا کر ہم نیے قریب ۱۰:۳۰ بجے تک باتیں کی پھر ۱۱:۰۰ بجے کے وقت منیف رضا اپنی کار سے بریلی جنکشن چھوڑنے آیا تھا پھر میں کشمیر میں پہونچ گیا وہاں پر میرا دل کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے دوست منیف کو فون کر کے اپنے دل کا حال بتایا۔ پھر منیف نے اپنے ملنے والوں سے دعا کرائی اور خود بھی دعا کی۔ پھر ہم دونوں فون پر کم سے کم ۲ گھنٹے باتیں کیا کرتے تھے وہ مجھے اپنی ادھر کی باتیں بتاتے اور میں انہیں کشمیر کی خوبصورت وادیوں اور برف سے ڈھکے پہاڑ اور سیبوں کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔ میں منیف کو جمّو کشمیر گھمانے کے لئے بلایا کرتا تھا۔ پھر کچھ دن تک ہماری فون پر بات نہیں ہوئی پھر اچانک منیف کا فون آیا اس وقت رمضان کا مہینہ چل رہا تھا منیف نے مجھے کہا: عید کو ضرور آنا ہے۔ اور ہم لوگ نینی تال گھومنے چلیں گے میں اتنی بات سن کر خوش ہو گیا۔ پھر میں جمّوں کشمیر سے گھر آگیا ادھر منیف کے گھر والے بھوگ پور آگئے عید کے دن ان کے گھر والے نینی تال گھومنے گئے مگر وہ میرے چکر میں اپنے گھر والوں کے ساتھ نہیں گیا پھر ہم دونوں لوگ دوسرے دن کسی کو بغیر بتائے نینی تال چلے گئے پھر ہم دونوں نے بوٹ یعنی ناؤں میں بیٹھ کر جھیل کی سیر کی پھر ہم دونوں لفٹ والی ٹرالی میں بیٹھے پھر ہم نے گھوڑوں کی سواری کا مزا لیا لوٹتے وقت ہم بائک سے آرہے تھے ہم نے دیکھا کہ ٹرافک پولس والے لائسنس چیک کر رہے تھے۔ میرے پاس لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے بائک سے اتر گیا۔ لیکن منیف کے پاس لائسنس تھا اس نے بائک چلائی اور ہم دونوں گھر آئے کچھ دنوں بعد کشمیر سے میرے استاد کا فون آیا انہوں نے کہا طارق آپ کو آنا ہوگا کام بہت ہوگا۔ پھر میں چلا گیا کچھ دنوں بعد میری آنکھ میں چوٹ لگ گئی۔ میرے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ رونے لگے، پھر میرے دوست منیف کو بھی پتہ چلا کہ میری آنکھ میں چوٹ لگ گئی ہیں۔ وہ بھی رونے

لگے اور سب سے کہنے لگے کہ میرے دوست کے لئے دعائیں کرو تاکہ اس کی آنکھ بہت جلد ٹھیک ہو جائے اور میں اس سے مل سکوں۔ میں امرِ تسر کے ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھا۔ پھر میں ہاسپٹل سے اپنے گھر آیا۔ میرا دوست منیف مجھ سے ملنے کے لئے بے قرار تھا انہوں نے کہا: امی جلدی چلو میرا دوست طارق گھر آ گیا ہے۔ وہ اپنے گھر بریلی سے چلے اور میرے لئے کپڑے اور مٹھائی بھی لیکر آئے یعنی مبارک پھر وہ اپنے گاؤں بھوگ پور پہونچے۔ سب سے پہلے وہ اپنے گھر گئے، اور گھر پر بیٹھ کر رونے لگے ان کی چچی جناب آئی اور کہنے لگی منیف تم کیوں رو رہے ہو تو انہوں نے کہا: چچی جناب میں پنے دوست کو دیکھوں گا کیسے اس کی آنکھ پر پٹی بندھی ہو گی مجھ سے دیکھا نہیں جائے گا پھر ان کی امی نے انہیں سمجھایا کہ منیف تم طارق کے سامنے رونا مت ورنہ وہ بھی رونے لگے گا اس سے اس کی آنکھ میں بہت تکلیف ہو گی۔ اور وہ میرے پاس بہت ہنستے ہوئے آئے اور کہنے لگے کیسے ہو میرے دوست؟ میں نے کہا ٹھیک ہوں۔ پھر میں امرتسر آنکھ دکھانے جایا کرتا تھا تو میرا دوست منیف رضا مجھے اسٹیشن پر مجھے چھوڑنے جایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں بعد میرے دوست منیف کا فون آیا ہے اور انہوں نے کہا کہ دوست ہماری دستار ہے اور آپ کو آنا ہے۔ میں نے کہا کہ ضرور آئیں گے لیکن میں دستار بندی میں نہیں پہونچ پایا مجھے اس بات کا بہت افسوس ہوا۔ دستار کے قریب ۱۵ دن بعد میرے گھر سے فون آیا اور کہا کہ آپ کے دوست منیف کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور کہا کہ شام کو انہیں دہلی لے کر جا رہے ہیں اور وہ آپ کو بہت یاد کر رہے تھے۔ جب وہ دہلی پہونچے تو میں بھی کشمیر سے دہلی کے لئے بیٹھ گیا جب وہاں پہونچا تو میرے دوست منیف کا آپریشن چل رہا تھا، پھر میں اپنے دوست منیف کو آپریشن روم سے نکال کر لایا۔ تو وہ بے ہوش تھا۔ پھر وہ دو دن بعد ہوش میں آیا۔ پھر انہوں نے مجھے وہاں دیکھا تو بہت خوش ہوئے پھر کہنے لگے کہ کب آئے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے تین دن ہو گئے، انہوں نے کہا کہ اب تو نہیں جاؤ گے؟ تو میں نے کہا کہ آپ کو ٹھیک کرا کر ہی ساتھ لیکر جائیں گے۔ پھر ہماری آپس میں باتیں ہوتی رہی۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے پانی پلا دو اور کہا کہ جوس پلا دو اور اس کے بعد پوچھا کہ ہماری امی آئی ہیں کیا؟ تو میں نے ان سے کہا کہ صبح ملنے آئیں گی آپ سے۔ پھر قریب رات کے 1:00 بجے تک باتیں کیں۔ باتیں کرتے کرتے میں رونے لگا۔ مین نے کہا کہ میں ابھی آیا اور پھر باہر جا کر بہت رویا، مین اندر آیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ طارق آپ سو جاؤ کافی رات ہو چکی ہے میں نے کہا ٹھیک ہے، آپ بھی سو جاؤ، پھر ۴ بجے ان کی کافی طبیعت خراب ہو گئی، میں ان کی امی کو ان سے ملوانے لیکر آیا تو وہ ہوش میں نہیں تھے میں نے آواز دیا۔ منیف آپ کی امی آئی ہیں اٹھو! تو انہوں نے ہلکی سی آنکھ کھولی پھر اس کے بعد میں نے ان کو بہت آواز دی انہیں ہوش نہیں آیا۔ میں ان سے ملنے دن میں دو تین بار جایا کرتا تھا۔ مگر وہ ہوش میں نہیں ہوا کرتے تھے پھر میں ان سے ملنے گیا تو میرے دوست کا انتقال ہو چکا تھا، میں بہت رویا میں نے کہا: میرے دوست منیف تم مجھے ایسے آدھے راستے میں چھوڑ کے کیسے جا سکتے ہو، مگر وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا، یہ ہے ہماری دوستی کی ادھوری کہانی۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے دوست کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

وہ چل بسے جن میں عادت تھی مسکرانے کی

محمد عمران رضا، متعلم جامعہ نوریہ رضویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا محمد منیف رضا صاحب کے وصال پر ملال پر ہم جتنا بھی افسوس اور رنج کریں وہ کم ہے کیونکہ وہ ہمارے استاذ گرامی قدر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیۃ کے شہزادۂ اکبر تھے اور انہیں بڑے پیارے اور محبوب تھے۔ ایک باپ کو اپنے سبھی بچوں سے محبت اور پیار ہوتا ہے لیکن استاذ محترم کو حضرت مرحوم سے کچھ زیادہ ہی محبت تھی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ابھی چند دن پہلے مولانا منیف رضا کی عرس رضوی کے موقع پر فضیلت کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد دستار فضیلت سے مشرف ہوئے تھے۔ اور جب حضرت کی دستار ہوئی تو بہت خوش تھے وہی نہیں بلکہ تمام عزیز و اقرباء گھر کے تمام افراد بالخصوص والد محترم بہت زیادہ خوش تھے۔ اور کچھ دن بعد مولانا منیف رضا کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے تمام عزیز و اقرباء کو صدمہ پہونچا کہ ایک عظیم خوشی حاصل ہوئی پھر اس کے بعد ہی غم کا پہاڑ بھی سر پر ٹوٹ پڑا، وہ صرف عالم و فاضل ہی نہیں بلکہ بہت ہنر کے مالک تھے مثلاً ٹائپنگ کرنا کمپیوٹر کے ذریعہ بہت سی کتب اسلامیہ اور رسائل وغیرہ کی ٹائپنگ کی ہے، دنیا میں اکثر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہنر بخش دیتا ہے تو وہ اس ہنر کی بنا پر غرور و تکبر کرنے لگتے ہیں لیکن مولانا منیف رضا کے اندر ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں انہیں اپنے دوستوں سے لگاؤ اور محبت تھی۔ مدرسہ کی اگر دو یا تین دن کی چھٹی ہو جایا کرتی تھی تو بھی وہ اپنا ٹائم نکال کر اپنے دوستوں و احباب سے ملنے مدرسہ آجایا کرتے تھے اور ایک بہت اچھی عادت یہ تھی کہ اگر کسی سے کوئی بات ہو جاتی تو اس کو لیکر اس سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ اس سے بغض نہیں رکھتے تھے اگر وہ شخص نہیں بولتا تو وہ خود جاکر اس سے بات کرتے تھے۔ اور میرے لئے تو ان کی جدائی اور بھی زیادہ غم کی بات ہے، دستار بندی کے موقع پر ان کے تمام دوستوں نے انہیں تحفے دیئے لیکن انہوں نے مجھ سے تحفہ نہیں لیا اور کہا کہ میں تم سے تحفہ تمہاری مرضی سے نہیں بلکہ اپنی مرضی سے لوں گا۔ لیکن خدا کا ایسا کرنا ہوا کہ وہ وقت نہیں آیا کہ وہ تحفہ کے سلسلہ میں اپنی مرضی بتاتے اور میں اس کی تکمیل کرتا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ ہمیں یہ نصیحت بھی کر گئے کہ میرے پیارے ہمیشہ موت کو یاد کرنا چاہیے نہ معلوم کب زندگی کی شام ہو جائے۔

بجھا چراغ اٹھی بزم روئے سب احباب وہ چل بسے جن میں عادت تھی مسکرانے کی

از: محمد عمران رضا، متعلم جامعہ نوریہ رضویہ جماعت خامسہ

اب نہ ملے گا مجھے تجھ جیسا عزیز دوست

مولوی شان محمد نوری

خادم: امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرا محسن میرا ہمدرد میرا یار گیا موت برحق ہے یہ کرتا ہوا اظہار گیا

حافظ و مولانا منیف رضا خاں برکاتی ایک اچھے دوست، فرماں بردار طالب علم، عمدہ کمپوزر اور ایک قابل قدر بیٹے تھے ۔ مولانا منیف کے کہنے کے مطابق ان کی پیدائش ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / ۱۱ ستمبر کو بھوگ پور کی سرزمیں پر ہوئی۔ شاید ہی مولانا منیف کو مدرسہ کے طلبہ میں سے مجھ سے زیادہ کوئی جانتا ہو، کیوں کہ مدرسہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ قریب اور عزیز میں ہی رہا، میں ان کا رازدار بھی رہا۔ وہ مجھے اپنا بھائی مانتے تھے اور ایک بھائی کی طرح میری مدد کرتے اور میرا خیال رکھتے تھے۔

میری ملاقات ان سے ۲۰۱۰ء میں ہوئی جب ان کا داخلہ جامعہ نوریہ رضویہ میں ہوا جب کہ میں اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ہم دونوں نے ساتھ میں ہی دینی تعلیم حاصل کی اور مدرسہ بورڈ کے امتحانات ساتھ بھی میں ہی دیئے۔ اور " بی۔ اے۔ " بھی ساتھ میں کر رہے تھے۔ اس سال ہمارا " بی۔ اے۔ " مکمل ہوتا۔ ہم اکثر امتحانات کی تیاری ساتھ میں ہی کرتے تھے۔ صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب کے بیٹے ہونے کے باوجود انہیں کسی بات کا گھمنڈ نہیں تھا وہ سب سے ادب سے پیش آتے اور جب بھی ملتے خوش اخلاقی سے ملتے۔ ان کے اسی اخلاق کی وجہ سے آج تک میں نے کسی سے ان کی دشمنی نہیں دیکھی، وہ اپنے اساتذہ سے بھی بہت ہی ادب سے پیش آتے، جیسے کہ وہ اپنے ابوُ سے پیش آتے تھے، اور یہی حال ان کے برادر اصغر مولانا عفیف برکاتی کا بھی ہے۔ اور مدرسہ کے بچوں کی ہر معاملہ میں مدد کرتے تھے، چاہے بورڈ کے امتحانات ہوں یا اس کے اونلائن فارم بھرنے کی بات ہو، یا پیسوں کے ذریعے مدد ہو، مدرسے کے بعض بچے انہی سے پیسے لے کر اپنا خرچ کیا کرتے تھے اور بہت سے طلبہ پیسے ان سے ادھار لیتے اور نہیں دیتے بعض تو نہ دینے کے باوجود پھر پیسے مانگتے اور منیف بھائی بے جھجک انہیں پیسے دے دیتے۔ اگر مولانا حنیف صاحب کسی وجہ سے کسی طالب علم سے خفا ہو جاتے یا مولانا صاحب غصے میں کسی طالب علم کے کسی کام کو منع کر دیتے تو وہ منیف بھائی سے سفارش کے لئے کہتے کیوں کہ سب جانتے تھے کہ استاذ محترم منیف بھائی کی بات کبھی نہیں ٹالتے ہیں۔

پڑھائی کے ساتھ ساتھ انہوں نے اکیڈمی میں بہت ہی کم عمری سے اپنے ابو کے کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اور اس دوران انہوں نے فتاوی رضویہ، فتاوی مفتی اعظم، فتاوی بحر العلوم، فتاوی اجملیہ اور جامع الاحادیث اور اس کے علاوہ کی کمپوزنگ، ترتیب اور سیٹنگ کی۔ یہاں تک کہ اکیڈمی کا اکثر و بیشتر کام منیف بھائی ہی سنبھالا کرتے تھے۔ یوں سمجھو استاز محترم کے دایاں بازو تھے منیف بھائی۔ ان کی ہر کوئی عزت کرتا، لیکن انہوں نے کبھی نہیں چاہا کہ لوگ میری عزت کریں۔ جب بھی مدرسہ میں طلبہ کی دستار بندی کا موقعہ آتا تو ان کے ساتھ ان کی خوشی میں شریک ہوتے، اور ان کو قیمتی تحفوں سے نوازتے، وہ ہر وقت اکیڈمی کے کام میں مصروف رہتے، اتنی مصروفیت ہونے کے باوجود بھی وہ سب کی دعوت کو قبول کرتے اور ان کی خوشی کے لئے ان کی محفل میں شریک بھی ہوتے۔ جب میری دستار کا وقت آیا تو انہوں نے میری کافی مدد کی اور ہر وقت میرے ساتھ رہے۔ میں نے ان کو گھر تشریف لانے کی دعوت دی تو بولے کہ دستار بندی کے وقت تو میں ضرور حاضر رہوں گا کہ میرے بھائی کی دستار ہے لیکن گھر آنا لانا مشکل ہو سکتا ہے، اس دوران کافی مصروف تھے اپنے کام میں، کیونکہ کام کافی تھا اسی بنا پر اس سال کسی بھی طالب علم کی محفل میں شامل نہیں ہو پائے، جب میری دستار بندی ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے آکر سینے سے لگالیا۔ اور پھولوں کا ہار ڈالا اور میرے ساتھ کچھ دیر رہے۔ جب گھر آنے کی بات ہوئی تو میری خاطر وہ اپنا وقت نکال کر رات کے قریب ۱۰:۳۰ بجے دونوں بھائی میرے گھر تشریف لائے۔ اور میرے ساتھ کھانا کھایا۔ اور قیمتی تحفوں سے نوازا، مجھے دیکھ کر منیف بھائی بہت خوش ہوئے اور مجھے پھر اپنے سینے سے لگا کر مبارک باد دی۔ جب انکی دستار کا وقت آیا تو دستار کے ۲ مہینے پہلے ہی سے تیاری کرنے لگ گئے، اور اپنے جتنے جاننے والے طلبہ تھے جتنوں کو جانتے تھے سب کو دعوت دی، دستار بندی کے دن انہوں نے کافی محنت کی گھر والوں اور مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے کئی کمرے سجائے اور کمروں میں مہمانوں کے لئے گدے پڑوائے تاکہ وہ سو سکیں، کوئی کسر نہیں چھوڑی کمروں کو سجانے کے لئے یہاں تک کہ کمرے سجاتے سجاتے ہم لوگ انہیں کمروں میں سو گئے۔ جب دستار کا دن آیا تو صبح جلدی اٹھ کر تیاری میں لگ گئے، ناشتہ کا انتظام کروایا، جب ان کی دستار ہوئی تو اس دن سے زیادہ شاید ہی کبھی اتنا خوش دیکھا ہو جتنا اس دن تھے۔ ۵ دسمبر کو اپنے گھر پر دعوت رکھی تھی تو اس کی بہت زور شور سے تیاری میں لگے ہوئے تھے، اور دعوت دینے کے لئے زیادہ تر وہی گئے، جہاں بھی دعوت دینا تھا۔ اور وہ دن بھی آیا جس کا منیف بھائی کو بے صبری سے انتظار تھا، کافی بھاری جلسہ رہا اور سب کو کھانا کھلایا، اور جلسہ کے آخر میں منیف

بھائی کے حضرت حسّان میاں قبلہ نے صافہ باندھا، ہر طرف خوشی کا ماحول تھا۔ کیا خبر تھی کہ ایسا مقام آئے گا کہ کچھ دن بعد سب کچھ اجڑ جائے گا۔ کسی کو نہیں پتہ کہ جلد ہی ان خوشیوں کو کسی کی نظر لگ جائے گی۔

انہوں نے ہی مجھے کمپوزنگ سکھائی اور کمپیوٹر کے معاملہ میں کافی کچھ سکھایا۔ میں ان کے ساتھ کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگ گیا فتاویٰ رضویہ میں ان کے ساتھ کافی کچھ سیکھنے کو ملا۔ وہ ہر وقت اپنے کام اور پڑھائی میں مشغول رہتے۔ جب میں نے ان کا ہاتھ بٹایا تو دیکھا کہ وہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد سے صبح ۷:۳۰ تک کام کرتے ،اور اس کے بعد آدھا گھنٹہ اپنا سبق و عبارت دیکھتے۔ بعدہٗ وہ مدرسے چلے جاتے، وہاں سے آنے کے بعد پھر کام میں مشغول ہو جاتے اور کبھی پڑھتے کبھی کام کرتے ۔یہاں تک کہ روزانہ رات کے ۱۲ یا ۱ بجے تک کام کرتے۔ کبھی کام زیادہ ہونے کی وجہ سے رات بھر کام کیا کرتے۔ اسی سال محرم الحرام کے مہینے میں ان کو ڈینگو بخار ہو گیا تھا اور انہیں اسپتال میں بھرتی کرایا گیا۔ لیکن وہ پھر بھی دو تین دن بعد کام کرنے لگے روز بوتل چڑھوانے اسپتال جاتے اور وہاں سے آکر کام کرنے لگتے۔ ابو اور امی جان انہیں بہت ڈانٹتے، لیکن وہ باز نہیں آتے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اگر میں نے کام نہیں کیا تو فتاویٰ رضویہ کا کام رک جائے گا، جس سے کتاب شائع نہیں ہو پائے گی۔ اسی دوران استاذ محترم کو بھی شدید بخار تھا، لیکن انہوں نے آرام نہیں کیا۔ ان کی یہی حالت دیکھ کر منیف بھائی استاذ محترم کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہ رہے تھے۔ منیف بھائی کو ابھی اس بیماری سے راحت نہیں ملی تھی کہ اسی دوران ان کو ایک بیماری اور لگ گئی۔ اکیڈمی کے رہنے والے ایک شخص جن کا نام ارباب ہے وہ بھوگ پور سے رات ۳ بجے آئے، تو انہوں نے منیف بھائی کو درد سے تڑپتے ہوئے دیکھا، ان سے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ بار بار پوچھنے پر بتایا کہ مجھے صبح سے پیشاب نہیں آرہی ہے، لگ تو رہی ہے لیکن آ نہیں رہی ہے، ان کے چھوٹے بھائی مولانا عفیف رضا خان انہیں اسپتال لے گئے، جس سے پتہ لگا کہ ان کی گردے میں سوجن آگئی تھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا: تم کیسے برداشت کر رہے تھے؟ بہت ہمت ہے آپ میں۔

منیف بھائی اس لئے سب کو بتانا نہیں چاہ رہے تھے کہ یہ پھر سب پریشان ہونگے اور پھر فتاوی رضویہ کا کام رک جائے گا۔ جب کام مکمل ہو گیا تو اس کے کچھ دن بعد ہم سب دوست بیٹھے تھے تو منیف بھائی نے بتایا: آج ابّو نے کسی شخص سے ایسی بات کہی جس سے میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ ہم سب نے پوچھا کون سی بات؟ جواب دیا کہ ابو کہہ رہے تھے کہ اگر منیف نہ ہوتا تو فتاویٰ رضویہ کا پورا کام نہیں ہو پاتا۔ اور یہ کہہ کر پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن چہرہ پر مسکان تھی۔

اس کے کچھ دن بعد پیر والے دن عفیف بھائی نے بتایا کہ منیف بھائی کی کافی حالت خراب ہو گئی ہے انہیں دہلی لے گئے ہیں دعا کرنا۔ دوبارہ عفیف بھائی سے فون پر بات ہوئی اور دہلی چلنے کے لئے پوچھا تو انہوں نے کہا: کہ ابھی ابو نے منع کر دیا ہے کچھ دن بعد چلیں گے، مدرسہ میں ہر دن ان کے صحت یاب ہونے کے کے لئے وظائف ہوتے رہیں، کچھ دن بعد خبر ملی کہ منیف بھائی کی حالت پہلے سے ٹھیک ہے اور اب وہ خطرے سے باہر ہیں، اس کے بعد دل کو سکون ملا۔ البتہ میں پیر کی رات میں اور کچھ عزیز دہلی روانہ ہوئے، اور ۱۱:۳۰ بجے تک وہاں پہونچ گیے، پھر میٹرو سے آل انڈیا پہونچے تو سب کے چہرے اترے ہوئے پائے۔ کچھ دیر بعد محسوس ہو گیا کہ کوئی بات ہے جو چھپائی جا رہی ہے بعد میں منیف بھائی کے دوست طارق بھائی نے دل دہلا دینے والی خبر دی کہ ہمارا دوست اب اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ یہ سن کر دل سے بس یہی دعا نکل رہی تھی کہ خدا کرے یہ خبر جھوٹی ہو یا یہ ایک خواب ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب منیف کو اسپتال سے نکال کر امبولینس کے پاس لائے تو مجھے ہوش و حواس نہیں رہا، اتنا دکھ مجھے آج تک نہیں ہوا جتنا اس دن ہوا تھا، یقین نہیں ہو رہا تھا کہ میرا سب سے عزیز و محبوب دوست اس دنیا سے چلا گیا۔ جتنا دکھ ان کے بھائیوں کو ہوا اتنا ہی اس کے اِس بھائی کو بھی ہوا۔ ان جیسا دوست مجھے کبھی نہیں ملے گا۔ وہ اس دنیا سے چلا گیا ہے لیکن اس کی یادیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں، وہ ان میں سے نہیں ہے جس کو بھلا دیا جائے، وہ ہمیشہ یاد آتا رہے گا۔ ابھی کچھ دن پہلے ہمارے ایک عزیز دوست ہیں جو منیف بھائی کے بھی بہت اچھے دوست ہیں، ان کے خواب میں مرحوم منیف رضا تشریف لائے اور ان سے کہا کہ آپ لوگ کیوں پریشان ہو رہے ہو میں صحیح جگہ پر ہوں تم پریشان مت ہو اب۔ یہ سنکر بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ مولانا و حافظ منیف رضا برکاتی مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔ اور والدین و اہل خانہ اور عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس پر اجر جزیل دے۔ آمین

وہ چمن زاروں میں تھا صحرا میں بھی آنے کے بعد
جس نے ہستی کو سنوارا خود کے مٹ جانے کے بعد

کام کر کچھ اس طرح کے کام آئیں تیرے کل
کل نہ ہوگا تو جہاں میں دم نکل جانے کے بعد

مست مجھ کو کر دیا ہے اس شراب عشق نے
کیا بتاؤں کیا ملا تیرے کرم پانے کے بعد

موت تو برحق ہے شانؔ آئے گی اک دن ضرور
پھر کیوں غفلت میں ہے ڈوبا یہ سمجھ جانے کے بعد

شریک غم: شان محمد نوری

خادم: امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

مرحوم و مغفور محمد منیف رضا خاں کی کچھ یادیں کچھ باتیں

حافظ محمد امیر خاں
رضا دار الاشاعت بریلی شریف

میرے برادر اکبر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب کے بڑے صاحبزادے اور میرے عزیز بھتیجے محمد منیف رضا ہمارے درمیان سے چلے گئے گویا داغ مفارقت دے گئے، ان کے جانے سے دل کو ایک گہرا صدمہ پہونچا ہے، لیکن کیا کریں ہم تو اللہ کی رضا پہ راضی ہیں۔ ۲ دسمبر ۲۰۱۶ء کو مولوی منیف رضا مرحوم اپنے پیر و مرشد حضرت امین میاں صاحب قبلہ کو اپنی دستار بندی کے جشن کے لئے مدعو کرنے علی گڑھ میرے ہمراہ و اپنے والد گرامی کے ساتھ گئے۔ بریلی سے لیکر علی گڑھ تک گاڑی مولوی منیف رضا نے خود چلائی۔ علی گڑھ پہونچنے کے حضرت امین میاں صاحب کے دولت کدہ کے متصل مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت کو دستار بندی کے موقع پر بریلی شریف آنے کی دعوت دی۔ ملاقات کے بعد حضرت نے آگے کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ ازہر مصر جانے کا حکم دیا اور بھرپور مدد کرنے کے لئے کہا، مولوی منیف رضا خاں نے بغیر غور و خوض کے اپنے پیر و مرشد کا حکم قبول کر لیا اور جامعہ ازہر مصر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مولوی منیف رضا اپنے علم و ہنر میں کافی دسترس رکھتے تھے، کتابوں کی کمپوزنگ، سیٹنگ کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کا بھرپور علم رکھتے تھے آپ نے اتنی کم عمری میں رضویات پر کافی کام کیا ہے آپ ایک اچھے حافظ و قاری و عالم دین تھے۔ آپ ہمہ وقت صاف ستھرا لباس پہنتے تھے اچھے کپڑے پہننے کا شوق رکھتے تھے۔ لیکن فضول خرچی سے پرہیز کرتے تھے۔

۱۹ دسمبر / ۲۰۱۶ کو طبیعت خراب ہونے سے کچھ قبل میری ملاقات اما احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف میں ہوئی تھی میں نے مدرسے جانے کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ آج چھٹی ہے آج گھر پر ہی رہوں گا کچھ کام ہو تو بتا دو، میں آج ہی کر دوں گا۔ میں نے بتایا کہ میں بہیڑی جا رہا ہوں آنے کے بعد دو صفحہ لکھ دینا یہ وعدہ کر کے میں بہیڑی کے لئے چلا گیا تھوڑی ہی دیر بعد طبیعت خراب ہونے کی اطلاع ملی میں فوراً بریلی واپس آ گیا۔ اور اسپتال میں منیف رضا کی طبیعت کے بارے میں معلومات کی، اس کے بعد آخری وقت تک میں منیف رضا کے ساتھ رہا۔

۷۸۶/۹۲

”کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے“

شریک غم: عبدالحفیظ خاں

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

”کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے　　ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود“

آقائے نعمت اِمام اہل سنت مجدد اعظم الشاہ امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا منظوم کردہ یہ دُعائیہ شعر صرف ان کے حق میں ہی قبول نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے عُشاق اور غلاموں کے حق میں بھی قبول بار گاہ رسالت ہوا۔ یعنی کہ جس طرح سے کام اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد مصطفیٰ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے لئے اسی طرح اُن کے عاشقوں سے بھی حسب حیثیت برابر کام لیتے رہے ہیں۔ ان ہی عاشقانِ رضا میں ایک نام میرے شاگردِ خاص جناب مولانا و حافظ محمد منیف رضا خاں برکاتی (رحمۃ اللہ علیہ) کا بھی ہے۔

مولوی منیف رضا خاں کو میں نے پرائمری درجات پڑھائے نیز از اعدادیہ تا درجہ ثامنہ انگریزی پڑھائی، جو کہ خود میرے لئے بڑے شرف و عزت کی بات ہے۔ میں نے بچپن سے ہی منیف رضا کو سنجیدہ طبیعت اور بڑوں کی خاص کر اساتذہ کی بہت عزت کرنے والا اور فرماں بردار پایا۔ وہ ہر سبق کو نہایت سنجیدگی سے بغور سنا اور سمجھا کرتے تھے اور اپنے چھوٹے بھائی مولانا و حافظ محمد عفیف رضا خاں کے ساتھ پوری توجہ سے درجہ میں حاضر رہتے تھے۔ مولوی منیف اپنے برادرِ خورد مولوی عفیف کے ساتھ کلاس میں آتے اور باقاعدہ پڑھتے اور اپنا سبق وقت پر پورا کرتے۔ اکثر طلبہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سبق سمجھ میں نہ آنے پر بھی اُستاد سے کہہ دیتے ہیں کہ ہاں سمجھ میں آگیا گویا کہ کچھ طلبہ بس پیچھا چھڑانے کے لئے ایسا کہہ دیتے ہیں لیکن مولوی منیف ان سب سے مختلف مزاج کے تھے وہ کسی بھی سبق کو جب تک اچھی طرح سے سمجھ نہ لیتے تھے یہی کہتے کہ ”سر! ابھی میری سمجھ میں نہیں آیا، آپ ایک بار اور سمجھا دیں“ یہ اُن کی طرف سے پڑھائی میں سنجیدہ اور ذہین ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ میں جب کبھی پڑھائی کے علاوہ مولوی محمد منیف سے کوئی بات کرتا تھا تو ان کے چہرے پر پہلے ایک ہلکی سی مسکان آتی تھی

جوان پر بہت اچھی لگتی تھی۔ اب جبکہ وہ ہم سے جدا ہو گئے تو میرے ذہن سے مولوی محمد منیف کا وہ مسکراتا ہوا چہرہ ہٹتا ہی نہیں ہے جب بھی مولانا محمد منیف کی یاد آتی ہے تب ان کا وہی مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔ اور ایسا ہوا بھی کہ اپنی بیماری کے باوجود مرحوم و مغفور مولانا منیف رضا اپنی جماعت میں کبھی اول تو کبھی دوم ہی آتے تھے۔ اتنا ہی نہیں انہوں نے اپنے والد گرامی و اُستاذ حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف خاں رضوی صاحب قبلہ کے ساتھ دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی جو گراں قدر تبلیغ و اشاعت کے کارہائے خیر انجام دیئے وہ کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ بحر العلوم وغیرہ کے ساتھ ساتھ درسی کتاب تعمیر ادب کی جدید کمپوزنگ و ایڈیٹنگ وغیرہ کا سارا کام خود ہی سنبھالا۔ جب حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ نے اسکول اور کالج میں پڑھنے والے لڑکے لڑکیوں کی دُنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے "اسلامک سمر کلاسز" کی شروعات بریلی شریف سے کی اور ان بچوں کی دینی تعلیم کے لئے نصاب کی کتب لکھی گئیں اُس وقت بھی مولانا محمد منیف رضا خاں اپنے والد گرامی اور ہم سب کے ساتھ کاندھا ملا کر اس کارِ خیر میں پیش پیش تھے۔ یہ کام صرف یہیں تک محدود نہ تھا بلکہ اسلامک سمر کلاسز کے پرچہ جات تیار کروانا ان کلاسوں میں شریک طلبہ و طالبات کی کاپیاں چیک کروانا اور پھر اُنکے رزلٹ اور لسٹ تیار کروانا یہ تمام کام مدرسہ کی درسی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ انجام دیئے جس کے لئے کبھی کبھی وہ رات کے دو دو، تین تین بجے تک بھی جاگتے تھے۔ بلاشبہ وہ اپنے والد گرامی کے لئے اس میدان میں ریڑھ کی ہڈی اور دایاں بازو ہی تھے کہ وہ حضرت مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب کے تمام دینی کاموں میں برابر ہاتھ بٹاتے رہے ہیں۔ مجھے جب ان کے انتقال پُر ملال کی خبر ملی تو کافی دیر تک یقین ہی نہ آیا اس وقت مجھ پر گھبراہٹ اور بڑی عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر میرے گھر پر میرے گھر والوں کے سامنے میرے منہ سے سب سے پہلا جملہ یہ نکلا تھا کہ۔ "اللہ تعالیٰ نے اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محمد منیف رضا خاں سے اپنے دین کی خدمت لے لی بلکہ مجھے لگ رہا ہے کہ اللہ نے ان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے اور مولانا محمد حنیف صاحب کی مدد کے لئے ہی پیدا فرمایا تھا۔ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے صدقے میں اُن سے اتنی سی عمر میں وہ کام لے لئے جو کوئی اور شخص شاید پچاس سال میں بھی نہیں کر پاتا"۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ میرے شاگرد خاص مولانا محمد منیف رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کی تمام دینی خدمات اور نیکیوں کو قبول فرمائے۔ میں اخیر میں فخر کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے ذاتی تعارف میں میرے لئے یہ بڑے شرف کی بات ہے کہ "میں مولوی و حافظ محمد منیف رضا خاں برکاتی کا اُستاد ہوں"

آج اکیڈمی اور گھر کے بجھے بجھے ماحول کو دیکھ کر سرکار اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے　　اٹھ! مرے دھوم مچانے والے

شریک غم: عبدالحفیظ خاں

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

....

آج وہ کل ہماری باری ہے

ڈاکٹر مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی

استاذ جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العلی الشکور والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المنصوروعلی اٰلہ وصحبہ الی یوم النشور.

شہزادۂ استاذ العلماء، سرمایۂ اہلسنت حضرت مولانا محمد منیف رضا برکاتی صاحب کی رحلت کی خبر ملی، وقت اتنا کم تھا کہ جنازے میں شرکت کی صورت نظر نہ آئی۔ اس ناگہانی خبر سے سخت قلق اور صدمہ ہوا۔

عزیزم مولانا محمد منیف رضا صاحب ایک مخلص اور اچھے عالم دین تھے۔ جب وہ مرکزی الدرسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں زیر تعلیم تھے۔ اسی زمانے سے میری ان سے واقفیت تھی۔ فقیر ان دنوں جامعۃ الرضا میں بحیثیت صدر المدرسین خادم تھا۔ میں نے اچھی طرح محسوس کیا کہ موصوف ان خرابیوں سے بالکل دور ونفور رہتے جو خرابیاں عام طور پر دور طالب علمی میں طلبہ کے اندر ہوتی ہیں وہ تضییع اوقات اور کھیل کود سے بچتے تھے۔ اوقات تعلیم میں درس گاہ کی پابندی کرتے تھے۔ اساتذہ کا ادب اور احباب و متعلمین سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جامعۃ الرضا کے بعد وہ جامعہ نوریہ میں زیر تعلیم رہے، اس دوران بھی ملاقات ہوتی رہی، بڑے اچھے انداز میں ملتے۔ وہ دور طالب علمی ہی سے اشاعت اسلام میں اپنے والد ماجد استاذ العلماء حضرت علامہ محمد حنیف رضا صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

الغرض موصوف مثبت اور تعمیری فکر کے حامل تھے، دینی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے۔ امام احمد رضا اکیڈمی کے اشاعتی کاموں میں موصوف کی محنتیں میں نے دیکھی ہیں۔ وہ اکیڈمی کے جملہ امور میں حضرت استاذ العلما کے دست و بازو تھے۔ فقیر پی ایچ ڈی کے مقالہ لکھنے کے دوران اکیڈمی حاضر ہوتا اور حضرت استاذ العلماء نہ ہوتے تو فوراً مولانا موصوف پوچھتے کہ حضرت کیا کام ہے، آیئے والد صاحب آتے ہی ہوں گے۔ اگر کوئی کام ہو تو بتایئے۔ اسی سال عرس رضوی میں مولانا موصوف فارغ التحصیل ہوئے۔ مشائخ اور سیکڑوں علما اور عوام اہل سنت سے مبارکبادیاں حاصل کیں، کسے معلوم تھا کہ یہ دینی، ملی، اشاعتی فکر رکھنے والا نوجوان عالم دین ہمارے درمیان سے اتنی جلدی رخصت ہو جائیگا۔ مگر قدرت کا فیصلہ اٹل ہے۔ اس دنیا میں کوئی بقائے دوام کی سند لے کر نہیں آیا۔ ہر آنے والے کو ایک دن جانا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　　آج وہ کل ہماری باری ہے

موصوف کے وصال پر افتخار اہل سنت، مفکر قوم و ملت، استاذ العلما حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ ناظم اعلیٰ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف، پورے خانوادہ و اعزا وغیرہ کے لیے تعزیتی کلمات علی حسب مراتب پیش ہیں۔

ان للہ اخذوما اعطی کل شیٔ عندہ باجل مسمی. انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب. غفر اللہ مولانا محمد منیف رضا البرکاتی ورفع درجاتہ فی علیین وتبیض وجھہ فی یوم الدین والحقہ بنبیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وبارک وسلم اجمعین واجمل صبرکم واجزل اجرکم وجیرکسرکم و رفع قدر کم آمین یا رب العلمین.

جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم نئی بستی سڑک کانپور کے صدر المدرسین، شہباز خطابت حضرت علامہ مفتی محمد شہباز انور نوری مدظلہ العالی مفتی اعظم کانپور، و جملہ مدرسین بھی پسماندگان کو سلام و محبت اور کلمات تعزیت پیش کرتے ہیں۔

شریک غم

ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی غفرلہ

خادم التدریس والافتا، جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپور

....

افسوس! مولانا منیف رضا اب نہیں رہے

محمد تسلیم رضا خاں
جاگرتی نگر آنند وہار کالونی

۱۹ر دسمبر کو اچانک میرے عزیز، بزرگ باوقار حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کا فون میرے پاس آیا اور انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تسلیم بھائی جلدی سے آجائیے منیف کی طبیعت بہت خراب ہے، ہم اسپتال لے جارہے ہیں، میں نے گھبراتے ہوئے پوچھا کہ کس اسپتال لے جارہے ہیں تو فرمایا (مشن اسپتال) لے جارہے ہیں، آپ جلدی سے آجائیے، میں جلد از جلد اسپتال پہونچا تو پتہ چلا کہ اچانک صبح ناشتہ کرتے وقت پھندا لگنے سے خون کی الٹیاں شروع ہوئی تھیں جو رک نہیں رہی ہیں، تو میں نے صبر کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ گھبرائیے مت سب ٹھیک ہوجائے گا۔

اس کے بعد مولانا منیف رضا کو ایک دوسرے اسپتال میں لے گئے اور وہاں کچھ دیر زیر علاج رہے، اور پھر یہ طے پایا کہ اب دہلی کے (ایمس) اسپتال لے جانا ہی مناسب ہے، کیونکہ موصوف کو اچانک جو یہ مرض لاحق ہوا تھا وہ اسی مرض سے متعلق تھا جس کا علاج دہلی کے (ایمس) اسپتال میں ہوچکا تھا، تو فوری طور ضروری کرروائی کے بعد حضرت موصوف کو وہاں لے گئے، کچھ دن زیر علاج رہنے کے بعد حضرت موصوف ہم سب کو غمزدہ چھوڑ کر اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

میں مولانا منیف رضا کو بہت عرصہ قبل سے جانتا ہوں، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ سے میرے بڑے اچھے، گہرے اور بہت پرانے تعلقات ہیں، اور انہی کی قربت کی وجہ سے حضرت کے بچوں سے بھی انتہائی محبت کا خوگر ہوں، مولانا منیف رضا اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اور نہایت ہی خوش اخلاق تھے، میں ان سے کوئی بھی بات کہتا مثلاً کہ مولانا منیف رضا کچھ کھایا پیا کرو آپ بہت کمزور دکھتے ہو، تو ہمیشہ ہنس کر جواب دیتے تھے، اور مسکرادیا کرتے تھے، میں ان کو دیکھتا تھا کہ یہ بچہ ابھی اپنے بچپن ہی میں ہے اور اپنے والد کا اس طرح سے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے کہ مانو ایک عمر دراز شخص ہے، اور ہمیشہ اپنے والد کے ساتھ خدمت دین میں مصروف رہتے تھے، اور حافظ و عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باصلاحیت انسان بھی تھے۔

اکثر ان کا چہرہ میری نظروں کے سامنے آجاتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مانو ان کو کچھ ہوا ہی نہیں، میں نے جب انتقال کے بعد ان کا چہرہ دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ مولانا منیف رضا کی مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں درجہ عطا فرمائے اور رسول پاک ﷺ کے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ

شریک غم: محمد تسلیم رضا خاں

آنند وہار کالونی، امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے، صالح نگر بریلی شریف

....

مولانا منیف رضا ایک پیکر اخلاق حسنہ

مولوی محمد نعیم نوری، فاضل پور

استاذ جامعہ حنفیہ نوریہ، سیتھل

۲۷ ربیع الاول کو جب میرے موبائل پر عزیزی قمر الزماں خاں کا فون آیا اور یہ خبر میرے کانوں نے سنی کہ حضرت مولانا منیف رضا اب اس دنیا میں نہیں رہے، تو ایسا معلوم ہوا کہ زمین پیروں کے نیچے ہے ہی نہیں، دل میں ایک غم نمودار ہوا جو پورے تن بدن کو ہلانے لگا، اور ایک دلی وسوسے نے اسطرح جھنجھوڑا کہ ہائے افسوس یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا، بہر حال خود کو کچھ سنبھالا اور اپنے اہل خانہ کو بھی اطلاع دی تو ان لوگوں نے بھی انتہائی غم کا اظہار کیا۔

بہر حال میں نے عزیزی قمر الزماں خاں سے تدفین کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ میں ابھی آرہا ہوں، تو انہوں نے سمجھایا کہ ابھی مت آؤ، آپ کل صبح آنا، اس لئے کہ ابھی یہ طے نہیں ہوا ہے کہ تدفین یہیں بریلی شریف میں ہوگی یا ان کے آبائی وطن بھوگپور (بہیڑی) میں ہوگی۔

بہر حال صبح تک یہ طے ہو چکا تھا کہ تدفین یہیں بریلی شریف میں ہوگی، میں اپنے گھر سے روانہ ہوا، اور جلد از جلد مرحوم کے گھر پہونچا، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہ گھر جو ہمیشہ خوشیوں کو اپنے آنچل میں سمیٹے ہوتا تھا آج غم کے پہاڑ کے نیچے دبا ہوا ہے، استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے چہرے پر نظر پڑی تو انتہائی افسوس ہوا، اور دل سے یہی دعا نکلی یا اللہ حضرت کو صبر جمیل عطا فرما۔

حضرت موصوف نے بہت بڑی بڑی علمی خدمات انجام دیں ہیں، پھر چاہے وہ کمپیوٹر کے ذریعہ سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے، لیکن وہ کمپیوٹر سے دینی خدمات انجام دینے میں ماہر تھے، اور بہت سی مشہور کتابوں کی تزئین و سیٹنگ کا عظیم کارنامہ انجام دے چکے تھے، انہیں کتب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "فتاویٰ رضویہ" مکمل ۲۲؍جلدوں کی تزئین و سیٹنگ بھی شامل ہے جو اب منظر عام پر آچکی ہے، یہ کتاب ان کا عظیم کارنامہ ہے، لیکن افسوس اب مولانا محمد منیف رضا برکاتی اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں، مگر وہ اپنے پیچھے دینی خدمات کا ایک عظیم سرمایہ چھوڑ گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

ایک مرتبہ اسی کتاب "فتاویٰ رضویہ" کے کام کے تعلق سے میرا امام احمد رضا اکیڈمی آنا ہوا، اور اس دوران یہ مشہور زمانہ کتاب اپنے آخری مراحل سے گزر رہی تھی، تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت موصوف سخت علالت کے باوجود بھی اس کام میں اس قدر مصروف تھے کہ کسی اور بات کا خیال بھی ان کے دماغ میں نہیں تھا، میں نے ان سے ملاقات کی اور پتہ چلا کہ ابھی چند دن پہلے ان کی طبیعت بہت علیل ہوگئی تھی اور ان کے کافی بوتلیں بھی چڑھی تھیں، اور بوتلیں چڑھنے کا ہاتھ پر جو نشان ہوتا ہے وہ صاف دکھائی پڑ رہا تھا، لیکن ان سب پریشانیوں کو وہ پس پشت ڈال کر اس عظیم کام میں اس طرح مشغول تھے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو، بہر حال انہوں نے یہ کام تکمیل کو پہنچایا اور اس کے بعد ان کی دستار فضیلت بھی ہوئی اور اسی خوشی کے موقع پر انہوں نے اپنے گھر پر بھی ایک پروگرام کیا تھا جس میں جلیل القدر علما و مشائخ نے شرکت کی تھی، اور اس کے چند ایام کے بعد یہ درد بھری خبر آئی کے حضرت موصوف کی طبیعت اچانک خون کی الٹیاں ہونے کی وجہ سے کافی بگڑ گئی ہے لہٰذا ان کو دہلی کے (ایمس) ہاسپٹل میں لے گئے ہیں، اور اہل خانہ نے دعا کی درخواست کی ہے، تو ہم لوگوں نے بھی دعائیں کیں اور کرائیں، لیکن خدا کی مرضی کب کس کے لئے کیا ہو جائے اور کب وہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت کر جائے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں درجہ عطا فرمائے، اور استاذ محترم کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ

از: محمد نعیم نوری، فاضل پور

خادم: جامعہ حنفیہ نوریہ، سیتھل

....

قلبی تأثرات

مولانا محمد زاہد علی شاہدی نوری

میں ۱۹۹۴ء میں جب جامعہ نوریہ رضویہ باقرگنج بریلی شریف میں داخل ہوا، اس وقت استاذ محترم مع اہل وعیال جامعہ نوریہ ہی کے اندر رہتے تھے۔ اور مولانا منیف رضا چھوٹے ہی تھے۔ وہ جلد ہی مجھ سے مانوس ہو گئے تھے جب میں استاذ گرامی کے حکم پر چوراہے پر دوکان سے کوئی چیز لانے کے لیے جاتا تو یہ کہتے میں بھی ساتھ چلوں گا۔ لہذا میں انہیں ساتھ میں لے جاتا دل کی کمزوری کی وجہ سے زیادہ دور نہیں چل پاتے تھے لہذا کچھ دور پیدل چلتے پھر میں انہیں گود میں اٹھالیتا۔

کبھی کبھی ان کے ساتھ مولانا عفیف رضا بھی کہتے کہ سبزی لینے کے لیے ہم دونوں بھائی چلیں گے تو مولانا عفیف رضا تو پیدل چلتے لیکن مولانا محمد منیف رضا گود ہی میں رہتے تھے ان کے انتقال کے بعد مجھے وہ سب ایام یاد آتے ہیں اور دل کو بڑا صدمہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے آمین۔

اگر کہیں جانا ہوتا تو بھی یہ کہتے کہ زاہد بھائی کے ساتھ جاؤں گا، اس طرح سے میرا اوران کا ساتھ مسلسل ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۸ء تک لگاتار رہا ہے، ۱۹۹۸ء کے آخر میں شعبان کی چھٹی میں مدرسہ سے محلہ حسین باغ کی بستی والی مسجد میں آگیا اور یہیں سے مدرسہ پڑھنے جاتا رہا یہاں تک کہ جب ۱۹۹۹ء میں محدث عصر استاذنا المکرم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب قبلہ کو مولانا منیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دہلی لے کر جانا تھا تو اس وقت حضرت نے مولانا منیف رضا سے پوچھا کہ آپ کس کے ساتھ دہلی چلو گے تو اس وقت بھی انہوں نے کہا کہ ابو میں تو زاہد بھائی کے ساتھ چلوں گا۔

جب میں صبح کو مدرسہ میں محدث عصر استاذ مکرم قبلہ کے پاس گھنٹی میں پہونچا تو حضرت نے فرمایا منیف رضا تمھارے ساتھ دہلی جانے کو کہتے ہیں، تو میں نے عرض کیا حضور میں چلوں گا میں حضرت محدث عصر اور مولانا منیف رضا کے ساتھ دہلی گیا وہ مجھ سے اتنا لگاؤ اور محبت رکھتے تھے۔

محدث عصر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف رضا خاں رضوی صاحب سے ۲۰۱۳ء میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے فرمایا: کہاں رہ رہے ہو اکیڈمی میں آکر کمپیوٹر سے کام کرو میں نے کہا ٹھیک ہے پھر میں اکیڈمی میں رہتا رہا یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ میرا بڑا بیٹا محمد مجاہد علی میرے ساتھ کچھ دنوں تک اکیڈ[illegible]ا، تو مولانا منیف رضا اسے اپنی گود میں اٹھا کر کہتے آؤ گھر چل رہے ہیں اور گھر پر زبردستی لے جاتے تھے اور کہتے کہ تمھارے ابو [illegible] ہمیں خوب گود میں کھلایا کرتے تھے۔

مولانا منیف رضا کے انتقال کی خبر جب میرے بڑے بیٹے نے سنی تو بولا ابو وہی منیف بھائی جو مجھے گود میں لیتے تھے وہ تو بہت اچھے تھے اس پر میں نے کہا بیٹا یہ رب کی مشیت ہے جتنا وقت دنیا میں رہنے کا پروردگار نے عطا کیا اتنے ہی وقت دنیا میں رہنا ہے۔

مولانا منیف رضا کے انتقال کا افسوس میرے پورے پریوار کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ آمین

اسیر غم: محمد زاہد علی شاہدی نوری

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

مولانا محمد شہادت اللہ۔ خطیب و امام جامع مسجد بنڈیا

حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا صاحب برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان استاذ العلماء حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی کے فرزند اکبر و لخت جگر تھے جن کو رب تعالیٰ نے ان کی کم عمری ہی میں بے شمار خوبیوں کا جامع بنایا تھا جو بیک وقت حافظ، قاری، عالم، فاضل تھے۔ تقریباً کم و بیش ۸؍ سال سے اپنے والد محترم کے دست و بازو بن کر سرکار اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہلسنت کی بہت سی کتابوں کو منظر عام پر لانے میں شب و روز منہمک رہے اور کمپیوٹر کے ذریعہ کتابوں کی ٹائپنگ اور پروف ریڈنگ پھر انکے حوالوں کو جمع کرنا، تصحیح کے بعد فہرست تیار کرنا، قرآن شریف کی آیتوں اور احادیث کریمہ کے متن و ترجمہ پر نظر ثانی کر کے مکمل کرنا۔ یہ بہت کٹھن مرحلہ ہے لیکن موصوف باآسانی ان تمام کاموں کو مکمل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی بے شمار دینی خدمات ہیں اللہ تعالیٰ انکی خدمات کو قبول فرمائے اور اس پر نعم البدل عطا فرمائے۔

والد محترم کی مصروفیات میں ان کا معاون بن کر اپنے فرائض کو ادا کرنا ان کا مشغلہ تھا، خود میری کتاب سلطان الاولیاء کی کتابت بھی موصوف نے کی تھی، سب سے اہم کارنامہ فتاویٰ رضویہ شریف کی ۲۲؍ جلدیں جن میں موصوف نے فتاویٰ کے اندر قرآن کی درج کی ہوئی آیات، رکوع، سورۃ، اور ذکر کی ہوئی احادیث اور اسکی جلد اور حدیث نمبر وغیرہ کے حوالے پیش کر کے اعلیٰ حضرت کی مایۂ ناز تصنیف میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ ان کے کارناموں کو صبح قیامت تک دنیا یاد کریگی۔

۹؍ سال پہلے میں اپنے وطن ضلع گورکھپور سے موضع بنڈیا، سی. بی. گنج، بریلی شریف کی مدینہ جامع مسجد میں امامت کی خدمت کے لئے حاضر ہوا، تقریباً ۳؍۴ سال بعد مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی اور موصوف کے والد محترم کی خدمت میں اکثر حاضری کے اوقات میں مولانا مرحوم سے ملاقات ہوتی اور انکی اس کم عمری میں اتنی مصروفیات دیکھ کر مجھے قرآن کریم کی آیت کریمہ "ذالك فضل الله يوتيه من يشاء" بار بار یاد آتی ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے ۹۸؍ عرس رضوی کے موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت امین ملت ڈاکٹر

سید امین میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی خدمت میں اپنے والد محترم اور برادر اصغر حضرت مولانا عفیف رضا صاحب کے ساتھ علی گڑھ حاضر ہوئے، میں بھی ہمراہ تھا، امین ملت نے بڑی توجہ کے ساتھ گفتگو فرمائی اور آپ نے فرمایا! میری رائے یہ ہے کہ آپ دونوں بھائی جامعہ ازہر مصر جاکر مزید دو سال تعلیم حاصل کریں انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ لوگوں کو بھیجوں گا۔ پھر چائے ناشتہ کرانے کے بعد اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا، پھر مرحوم کے والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ سے فرمایا: مفتی صاحب آپ نے مسلک وسنیت کا وہ عظیم کام انجام دیا ہے. جی چاہتا ہے میں آپ کو علی گڑھی شیروانی سلوا کر پیش کروں، بعدہ بریلی شریف واپسی ہوئی۔ مولانا مرحوم کی خوش اخلاقی، محبت وایثار دیکھ کر بار بار انکی یاد آتی رہی، چند ہی دن گزرے تھے کہ اچانک خبر موصول ہوئی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہوگیا "انا للہ وانا الیہ راجعون"

یہ دردناک خبر سن کر ایسا لگا کہ قدموں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، دوسرے دن مکان پر جاکر انکو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ سو رہے ہیں، چہرے پر نورانیت اور پھولوں کی طرح کھلا ہوا چہرہ دیکھ کر اللہ کے نیک بندوں کی یاد تازہ ہوگئی۔

رب تبارک وتعالیٰ جل مجدہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں دعا ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں انکو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ابر رحمت انکی مرقد پر گوہر باری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

باب سوم

تاثرات

مولانا منیف رضا برکاتی کا سانحۂ ارتحال اور مشاہدات واحساسات

حضرت مولانا عبد السلام صاحب رضوی

استاذ جامعۃ الزہرا

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بتاریخ ۱۹ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح مولوی حافظ قاری محمد منیف رضا کو بغیر کسی پیشگی تکلیف اور بیماری کے اچانک خون کی الٹیاں شروع ہوئیں، اس ناگہانی حادثہ کی وجہ سے اہل خانہ و اہل تعلق سخت متفکر و پریشان ہوئے۔ فوراً بریلی شریف کے مشن ہوسپٹل میں لے جائے گئے اور ایک گھنٹہ کے بعد میڈی سٹی ہوسپٹل میں ایڈمٹ کیے گئے۔ یہاں شام تک زیر علاج رہے۔ یہاں کے ڈاکٹروں کے مشورے پر اسی شام کو ۸ر بجے شب دہلی کے آل انڈیا ہوسپٹل لے جائے گئے اور رات ہی میں ایڈمٹ کر لیے گئے، یہاں چند روز زیر علاج رہ کر ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بروز سہ شنبہ ساڑھے دس بجے سفر آخرت کے لئے روانہ ہوگئے۔ مرحوم پیدا بھی اسی ماہ مبارک میں ہوئے تھے۔ مولی تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم، علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

مرحوم کا علاج بھی معیاری ہوا اور ان کی صحت وعافیت کے لئے وظیفہ خوانی اور دعائیں بھی کثرت سے ہوئیں، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے تعلیمی شعبے جامعۃ الزہراء کی معلمات وطالبات نے وظیفے پڑھے اور دعائیں کیں، جامعہ نوریہ رضویہ کے اساتذہ وطلبہ نے وظیفے پڑھے اور دعائیں کیں، بریلی شریف کے دیگر مدارس میں بھی دعائیں ہوئیں، بریلی شریف کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی دعائیں ہوئیں۔ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی ایک وسیع الرابطہ شخصیت ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر متعدّد ممالک میں بھی آپ کے احباب، اہل تعلق اور قدر داں ہیں لہٰذا وہاں بھی دعائیں ہوئیں حتی کہ حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً وتکریماً میں بھی دعائے صحت کی گئی، اور مرحوم کی والدہ اور بہنوں نے تو اپنے شب و روز وظیفہ اور دعا ہی کے لیے وقف کر دیے تھے، لیکن تقدیر الٰہی یوں ہی تھی، وقت موعود آگیا تھا اور وہ نہیں ٹلتا ہے "اذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون".

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کی وفات پر انہیں یوں تسلی دی تھی۔ ان لله ما اخذ وله ما اعطى، وكل عنده باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب، بے شک اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا، اور ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک مقررہ مدت ہے لہٰذا تم صبر کرو اور طالب اجر

ہو۔

پاؤں بہت جھٹکے پٹکے زنجیر کے آگے کچھ نہ چلی
تدبیر بہت کی اے اکبر تقدیر کے آگے کچھ نہ چلی

اگر چہ مرحوم مدت حیات پوری ہو جانے کی وجہ سے صحتیاب نہ ہوئے اور سب کو روتا بلکتا چھوڑ گئے اور دعا کرنے والوں کا مطلوب حاصل نہ ہوا لیکن کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ ہماری دعائیں رائیگاں چلی گئیں، اگر چہ مطلوب حاصل نہ ہوا لیکن دعائیں رائیگاں نہیں ہوئیں کیونکہ حصول مطلوب کے علاوہ دعا کے مقبول ہونے کی اور بھی صورتیں ہیں۔

مرحوم کی علالت کے دوران جس کثرت سے ان کی صحت و شفا کے لئے دعائیں ہوئیں ان کی رحلت کے بعد اسی کثرت سے ان کے حق میں مغفرت کی دعائیں بھی ہوئیں۔ نماز جنازہ میں بھی عظیم مجمع شریک تھا۔ حضرت مفتی محمد سلیم صاحب استاذ جامعہ منظر اسلام کی مطبوعہ رپورٹ کے مطابق مرحوم کے جنازہ میں کم و بیش ۵۰۰ر علما، قرا، حفاظ اور طلبہ نے شرکت فرمائی۔ مرحوم کو غسل بھی علمائے کرام نے دیا۔ غسل دینے والے حضرت مولانا مشکور احمد صاحب تھے اور معاونین میں حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا محمد شکیل صاحب، حضرت مولانا صغیر اختر صاحب، حضرت حافظ الحاج محمد ثناء اللہ صاحب اور راقم السطور تھے۔ مرحوم کو یہ عظیم فائدہ ایک عالم دین کی فرزندی کی برکت سے حاصل ہوا۔

۲۷ر ربیع الاول کو رات کے ۸ر بجے جنازہ گھر پر پہونچا، کچھ ہی دیر کے بعد دوسری گاڑی سے مرحوم کے والدین پہونچے۔ یہ وقت اہل خانہ، اہل قرابت اور متعلقین کے لئے بہت ہی روح فرسا تھا اور عبرت آمیز بھی۔ وہی وجود جو چند دن پہلے چلتا پھرتا، ہنستا مسکراتا دیکھا تھا اب بے حس و حرکت چارپائی پر رکھا ہوا تھا۔ باپ کی آنکھیں جس چہرے کو دیکھ کر ٹھنڈک پاتی تھیں اب انہیں کو دیکھ کر ان آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، ماں کا دل جس چہرے کو دیکھ کر سکون و قرار پاتا تھا اب اسی کو دیکھ کر بے قرار و بے چین ہو رہا تھا، بھائی بہن جس چہرے کو دیکھ کر مسرور ہوتے تھے اب اسی کو دیکھ کر رنج و غم کی تصویر بنے ہوئے تھے، جس چہرے کو دیکھ کر چچاؤں اور اقارب کے چہروں پر رونق آجاتی تھی اب اسی کو دیکھ کر ان کے چہروں پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور یہی حال مفتی محمد حنیف صاحب کے تلامذہ، احباب اور دیگر متعلقین کا تھا۔

جب میں نے مرحوم کو دیکھا دل پر سخت چوٹ لگی۔ چہرے پر عجیب رونق، آنکھیں بند، لب بند، ایسا لگتا تھا جیسے سو رہے ہوں، جب بھی ملتے فوراً آپ پاک سے سلام کرتے، کسی کام کو کہا جاتا اسکی تکمیل کے لئے مستعد نظر آتے میرے جی میں آیا تھا کہ کہوں، منیف رضا تم تو دیکھتے ہی سلام کرتے تھے آج ایسے خاموش ہو کہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، یہ تمھارے احباب تمھارے ساتھی کھڑے ہیں ان کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے۔ بڑے سعادتمند ہیں وہ لوگ جن کے دل ایسے مواقع سے عبرت پزیر ہوں اور ان کی کامل توجہ توشۂ آخرت جمع کرنے کی طرف ہو جائے۔

ماں باپ، بھائی بہنوں اور دیگر اقارب کے لئے اگر چہ یہ وقت بہت ہی روح فرسا اور صبر آزما تھا کہ مرحوم چند ہی دن میں

اور وہ بھی عالم جوانی میں موت کی آغوش میں سو گئے تھے ایسے میں آدمی کا دل چاہتا ہے کہ دہاڑیں مار کر روئے لیکن یہ علم دین کی برکت تھی کہ شدید ترین صدمہ کے باوجود گھر والوں کی طرف سے کوئی چیخ و پکار اور نوحہ خوانی نہیں تھی۔ حضرت مفتی صاحب نے فون پر ہدایت کر دی تھی کہ منیف آرہا ہے صبر سے کام لینا اور خبر دار رونے کی آوز گھر کے باہر نہ آئے۔ گھر والوں نے پوری طرح اس ہدایت پر عمل کیا۔

شریعت مطہرہ نے کسی کی موت کی وجہ سے رونے پر پابندی نہیں لگائی کہ اس میں انسان مجبور ہے لیکن چیخنے چلانے ،نوحہ کرنے ،بال نوچنے ،کپڑے پھاڑنے ،منہ پر طمانچے مارنے کی ممانعت فرمائی۔ ماں ،اور بھائی بہنوں کا دل جوان بیٹے اور بھائی کی جدائی پر ہلکان ہو رہا تھا لیکن انہیں حکم شرع کا پاس و لحاظ رہا۔ انہوں نے صبر سے کام لیا اور مستحق اجر ہوئے۔ ان کی آنکھوں نے آنسو تو بہائے ،دل تو بے قرار ہوا لیکن چیخ و پکار اور دوسری غیر شرعی حرکات سے پرہیز کیا۔

راقم السطور کی اہلیہ اور بچیوں رابعہ خاتون اور ساجدہ خاتون سلمہا کے بیان کردہ حالات سے معلوم ہوا کہ عزیزہ طاہرہ فاطمہ خاتون سلمہا جو اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی اور عالمہ ہیں اور جامعۃ الزہرا کی پرنسپل اور روح رواں بھی ہیں انہوں نے اس موقع پر بہت ہی حوصلہ اور ہمت کا ثبوت دیا۔ انہوں نے خود بھی صبر و ضبط سے کام لیا اور اپنے چھوٹوں کو بھی سنبھالا ۔ کبھی روتی بلکتی سب سے چھوٹی بہن حمیرا کو گلے سے لگایا اور اس کے آنسو پوچھے ،کبھی دوسری چھوٹی بہن عالمہ طیبہ کو گلے سے لگایا اور تسلی دی یہاں تک کہ اپنی والدہ ماجدہ کی بھی ڈھارس بندھائی۔ اگر شدت غم میں کسی کی زبان سے ایسی بات نکلی جس سے بے صبری کا اظہار ہوا تو اس کو سمجھایا اور ایسی بات سے باز رہنے کی تلقین کی۔ خود جس پر کوہ غم ٹوٹا ہو وہ اپنے کو بھی سنبھالے صبرو ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اور دوسروں کو بھی سنبھالے یہ معمولی بات نہیں ہے ،بڑے حوصلہ کی بات ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ان کو اور جملہ اہل خانہ کو اس صبر پر اجر عظیم عطا فرمائے اور سب کے قلوب کو تسلی بخشے۔ آمین۔

مرحوم حافظ قرآن بھی تھے اور عالم دین بھی ،اسی سال عرس رضوی شریف کے موقع پر ۲۴ر صفر المظفر کو جامعہ نوریہ رضویہ میں دستار فضیلت سے نوازے گئے تھے۔ کمپیوٹر سے کتابت وغیرہ میں مہارت حاصل تھی ،امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتب کی کمپوزنگ ،تصحیح و سیٹنگ وہی کرتے تھے۔ حال ہی میں فتاویٰ رضویہ ۲۲ر جلدوں کی کتابت و تصحیح اور سیٹنگ انہی کا کارنامہ ہے ،طلبائے جامعہ نوریہ میں جوان کے ہم سبق اور احباب تھے ان سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے اور ان کے کام آتے تھے۔ اگر کسی طالب علم کی کوئی حاجت حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب سے متعلق ہوتی اور وہ نہ کہہ پاتا تو مرحوم اس کا تعاون کر دیتے ،اپنی ذمہ داریاں انجام دینے میں چاق و چوبند تھے اور اس خوبی میں وہ اپنے والد ماجد کا پرتو تھے۔ حضرت مفتی صاحب مدرسہ یا کسی اور مقام پر جاتے تو گاڑی وہی چلاتے تھے۔

مرحوم کیا گئے ،باپ کی آنکھوں کا تارہ چلا گیا ،ماں کے دل کا قرار چلا گیا ،بھائی بہنوں کی رونق چلی گئی ،اساتذہ کا ایک مؤدب اور ہونہار شاگرد چلا گیا ،احباب کا مخلص دوست چلا گیا ،امام احمد رضا اکیڈمی کا عظیم کارکن چلا گیا ،آج کاشانۂ حنفی سوگوار ہے ،اکیڈمی میں ان کی نشست گاہ سونی پڑی ،ان کا کمپیوٹر راہ تک رہا ہے ،باپ کی آنکھ نور نظر کے دور ہونے کی وجہ سے پرنم

ہے، ماں کا دل راحت دل کی جدائی میں پر غم ہے، بھائی بہنوں کے چہرے بھائی کی مفارقت سے پژمردہ ہیں لیکن جانے والا تو ایسا گیا کہ واپس آنے والا نہیں۔

آنکھیں رورو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

مرحوم کی مفارقت پر گھر والوں کے دلوں پر جو گزری اور جو گزر رہی ہے، اسے وہی جان سکتے ہیں یا وہ جو ایسے حادثہ سے دوچار ہوا ہو اور یہ زخم ایسا ہے کہ اس کے اندمال کو زمانہ چاہیے۔ لیکن خود اپنا حال یہ ہے کہ جب بھی مرحوم کی مفارقت یاد آتی ہے ان کی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے اور دل دردمند ہو جاتا ہے۔ اب ان سے محبت و تعلق کا تقاضا یہی ہے کہ جس قدر بھی ہو سکے ان کی مغفرت کے لیے دعا کیجائے۔

یاارحم الراحمین اپنے سراپا رحمت حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل منیف رضا مرحوم کی برزخی منزل کامیاب فرما، یاغفار الذنوب ان کی بال بال مغفرت فرما، یااکرم الاکرمین ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما، ان کے درجات بلند فرما، ان کے ماں، باپ، بہنوں، بھائیوں اور اقارب واحباب کو سکون وقرار مرحمت فرما، ان کے دلوں کو تسلی وتقویت عطا فرما، آمین یامجیب السائلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ومظہر لطفہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

شریک غم: عبدالسلام رضوی، خادم امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

۱۶ر ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

....

فخر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب دامت افضالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالی جناب سید شوکت حسین رضوی، جدہ شریف

آپ کے جواں سال بیٹے عالم وفاضل حافظ منیف رضا خان کا سانحہ ارتحال بڑا اندوہ ناک ہے اللہ رب العزت مرحوم کو غریق رحمت اور آپ کو صبر جمیل کی دولت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

میری مرحوم سے بارہا ملاقات رہی، میں نے ان کو ہمیشہ سعادت مند ہی پایا، نیز اکیڈمی کے حق میں ان کی کارکردگی لائق ستائش اور قابل قدر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔ ان کی علالت کی

خبر ملتے ہی میں نے مدینہ منورہ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا والتجا کی۔ اور ہر حاضری میں دعا کرتا رہا مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

آپ صبر سے کام لیں اور اپنے اہل خانہ و متعلقین کو بھی صبر کی ہدایت فرمائیں میں بریلی شریف حاضر ہونے کی کوشش کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

رب کریم وغفور و رحیم اپنے حبیب کریم کے صدقہ میں مرحوم کو جوار رحمت میں خاص جگہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی عطا فرمائے آمین ثم آمین

پرسان حال

سید شوکت حسین رضوی، جدہ شریف

....

موت تو وہ ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

مولانا محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت

استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی کے شہزادے مولانا محمد منیف رضا مرحوم کے سانحہ ارتحال پر لکھی گئی ایک اشک آلود تحریر

ایک ذہنی جھٹکا:

مؤرخہ ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل تقریباً ۱۲/ بجے راقم الحروف (محمد سلیم بریلوی)، مفتی محمد عاقل صاحب رضوی، مفتی محمد افروز عالم نوری، مفتی محمد جمیل خاں نوری وغیرہم حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کی معیت میں قاضی شہر ضلع رامپور حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی میاں مدظلہ النورانی کی والدہ ماجدہ کی تدفین میں شرکت کی غرض سے بذریعہ کار رامپور جا رہے تھے، جماعت اہل سنت کے تعلق سے گفتگو جاری تھی کہ اچانک مفتی محمد عاقل صاحب قبلہ

کے موبائل پر حضرت مولانا صغیر اختر صاحب قبلہ کا فون اور میرے موبائل پر امین ملت حضرت سید امین میاں مدظلہ النورانی کے شہزادے حضرت سید عثمان میاں مدظلہ کا میسج ایک ساتھ موصول ہوئے جس میں یہ خبر تھی کہ مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی اب نہ رہے۔ پوری گاڑی کو سوگواری کی چادر نے اپنے اندر لپیٹ لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے علمی حلقوں میں یہ خبر گردش کرنے لگی۔ ہر جگہ سے اظہار افسوس اور اظہار تعزیت کیا جانے لگا۔ سوشل میڈیا پر کلمات ترجیع اور دعائے مغفرت پر مشتمل کثیر تعداد میں میسیج اِدھر سے اُدھر رقص کرنے لگے۔ اتنی بڑی تعداد میں علمی حلقوں سے پیش کئے جانے والے اظہار تعزیت، اظہار افسوس اور اظہار تأسف کو دیکھ کر پردۂ ذہن پر فوراً یہ شعر گردش کرنے لگا کہ

موت تو وہ ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس　　ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

عوام کے ساتھ اہل علم کے غم واندوہ کو دیکھ کر ہونٹوں پر برملا یہ شعر آگیا کہ۔

غنچے خموش، پھول پریشاں چمن اداس　　کیا کہہ گئی ہے موج صبا سوچنا پڑا

بریلی شریف کے اداروں کے علماء، طلبہ بالخصوص اور بالعموم پوری دنیائے سنیت کے اداروں میں جب یہ خبر پہنچی تو ہر جگہ رنج والم کی بدلیاں چھانے لگیں۔ امام احمد رضا اکیڈمی کے کارناموں سے واقفیت رکھنے والوں کو سوگواری نے اپنے آنچل میں چھپالیا۔ ہر علمی حلقے میں ویرانی نظر آنے لگی، امام احمد رضا اکیڈمی کے درودیوار جو مولانا منیف رضا کے کاموں کے عینی شاہد تھے آج وہ مرثیہ خواں نظر آرہے ہیں گویا کہ یہ درودیوار یہ کہہ رہے تھے کہ

پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم کے سانحۂ ارتحال کی خبر سنتے ہی ایک شرمیلا، باحیا، اکابر کے ادب و احترام میں جھکا ہوا، شرافت ونجابت کے حسین استعارے پر مشتمل ایک خوبصورت چہرہ نظروں میں گھومنے لگا جسے ہم نے چند دنوں پہلے ہی امام احمد رضا اکیڈمی میں کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب بھی امام احمد رضا اکیڈمی جانا ہوا موصوف کو کسی نہ کسی کتاب کی کمپوزنگ اور تزئین کاری کرتے ہوئے پایا۔ ہمیں اب بھی یہ یقین نہیں ہو پارہا تھا کہ مولانا منیف واقعتاً انتقال کر چکے ہیں۔ ذہن یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھا مگر قرآن مقدس کی اس آیت کریمہ نے یقین کرنے پر مجبور کر دیا: فاذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃً ولایستقدمون۔

اسی کے ساتھ ہی بروقت ذہن میں آنے والے ایک عربی شاعر کے اس شعر نے مانو مرہم کا کام کر دیا ہو۔

حوض هنالك مورود بلا كذب　　لا بد من ورده يوما كما وردوا

کہ موت تو ایک ایسا حوض ہے جس پر یقیناً سبھی کو آنا ہے، آج انہیں تو کل ہم سب کو جانا ہے۔

یوں تو ابھی مولانا منیف رضا کا جسد خاکی دہلی کے ایمس ہاسپیٹل سے بریلی شریف نہیں آپایا تھا مگر جس نے یہ خبر سنی وہ حواس باختہ ہو کر امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب دوڑتا چلا گیا۔ کثیر تعداد میں جماعت اہل سنت کے علماء بذریعہ فون بریلی شریف کے علماء سے اس خبر کی تصدیق کرنے کے لیے فون کرتے۔ ایک فرد اور وہ بھی ایک نوخیز فرد کی موت پر اتنے زیادہ لوگوں کو پریشان و مضطرب دیکھ کر برملا ایک عربی شاعر کا یہ شعر زبان پر مچلنے لگا کہ۔

وما كان قيس موته موت واحد ولكنه بنيان قوم تهدمنا

یعنی قیس کی موت فرد واحد کی موت نہیں بلکہ اس کی موت کی وجہ سے تو آج پوری قوم کی عمارت ہی زمیں بوس ہو گئی ہے۔

یہی حال یہاں بھی تھا۔ یوں تو اس دنیا میں بہت سے بچے، نوخیز، نوجوان، ادھیڑ، بزرگ اور مرد و عورت موت کو اپنے گلے لگاتے ہیں مگر کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس سے پوری ایک جماعت ہی لرزہ بر اندام ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد منیف رضا کی موت بھی ایک ایسا ہی حادثہ ہے کہ جس نے ہماری جماعت کے مخلص احباب کو بے چین و مضطرب کر ڈالا۔ حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی "صخر" کی موت پر طلوع آفتاب اور غروب شمس کو اپنے بھائی کی یاد تازہ کرنے کا سبب بتاتے ہوئے اپنے بے مثال مرثیہ میں تحریر فرمایا تھا کہ۔

يذكرني طلوع الشمس صخرا واذكر عندكل غروب شمس

یعنی روزانہ طلوع شمس میرے بھائی صخر کی یاد دلاتا ہے اور ہر روز غروب آفتاب کے وقت مجھے اس کی یاد ستاتی ہے۔ مگر ہمیں مولانا منیف کو یاد رکھنے کے لیے نہ ہی طلوع شمس کی ضرورت ہے اور نہ ہی غروب آفتاب کی حاجت بلکہ امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے شائع ہونے والی کتابوں پر انہوں نے جو کام کیے ہیں وہ کام ہمیشہ ہمیش ہمیں ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔

حالات زندگی:

مولانا محمد منیف رضا مرحوم کی ولادت آپ کے آبائی وطن موضع بھوگ پور تحصیل بہیڑی ضلع بریلی شریف کی سرزمین پر مورخہ ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ صبح ۹:۳۰ بجے ہوئی۔ آپ کا پورا نام محمد منیف رضا خاں بن (مولانا) محمد حنیف خاں بن مولانا محمد علی خاں ہے۔

بیماری کا انکشاف:

ابھی آپ صرف چار ہی مہینے کے تھے کہ اچانک سخت بیمار ہو گئے۔ جانچ کرانے پر معلوم ہوا کہ آپ کے دل میں سوراخ ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ پانچ سال کی عمر کے بعد ان کا آپریشن ہو گا۔ پانچ سال جب پورے ہو گئے تو ایمس ہاسپیٹل دہلی میں آپ کے دل کا علاج شروع ہوا سن ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک آپ کے دل کے دو آپریشن ہوئے۔ آپریشن کے بعد چھ سال مسلسل علاج چلتا رہا۔ اللہ کا شکر واحسان کے چھ سال کے بعد آپ مکمل صحت یاب ہو گئے مگر پھر بھی ہر سال بلاناغہ جانچیں ہوتی رہیں بالآخر ۲۰۱۲ء میں ڈاکٹروں نے مکمل صحت یاب قرار دے دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کے والدین، خود مرحوم اور اہل خانہ مطمئن ہو گئے۔

تعلیم و تربیت:

دل کا آپریشن ہونے کے بعد جب مولانا منیف رضا خاں روبصحت ہوئے تو والد گرامی نے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مبذول کی۔ ابتدائی تعلیم جامعہ نوریہ میں حاصل کی۔ عصری تعلیم کے لیے مختلف اسکولوں میں داخل ہوئے۔ نویں کلاس تک کی اسکولی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد تین سال ٹھاکر دوارہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا۔ حافظ قرآن ہونے کے بعد گھر پر ہی والد گرامی سے درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ کچھ مہینے جامعہ حرا ممبئی میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۲۰۱۰ء سے باضابطہ جامعہ نوریہ میں درجہ وار درس نظامیہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ہر سال نمایاں پوزیشن حاصل کرتے۔ اسی سال مورخہ ۲۴؍صفر ۱۴۳۸ھ / ۲۵؍نومبر ۲۰۱۶ء کو عرس رضوی کے موقع پر علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ ۵؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو دستار فضیلت کی خوشی میں علماء، مشائخ اور اعزہ واقربا کی پر تکلف دعوت کی گئی۔ نیاز و فاتحہ ہوئی اور بعد نماز عشاء ایک عظیم الشان اجلاس بھی ہوا جس میں دیگر علماء کے ساتھ میرے خسر محترم شیر قادریت حضرت علامہ مختار احمد قادری بہیڑوی مدظلہ کی ولولہ انگیز تقریر بھی ہوئی۔ اسی عظیم الشان اجلاس میں دوبارہ آپ کی دستار بندی کی گئی۔ مولانا محمد منیف رضا کے اس تعلیمی سفر میں شانہ بشانہ جو

ساتھ ساتھ چلتے رہے وہ ہیں ان کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد عفیف رضا۔ دونوں بھائیوں میں بلا کی یگانگت اور مودت والفت پائی جاتی تھی۔ ہر جگہ ساتھ دکھائی دیتے۔ ہر امتحان میں ساتھ ہوتے۔ ہر ادارے میں ساتھ ہی تعلیم حاصل کرتے۔ دیگر اہل خانہ کے ساتھ مولانا محمد عفیف رضا بھی اس وقت غم واندوہ کی تصویر بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔

طبیعت کی ناسازی:

۱۱ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو اپنے والد گرامی کے ساتھ بھیونڈی کے جلوس محمدی میں شرکت کرنے کے لیے ممبئی تشریف لے گئے جہاں سے مؤرخہ ۱۴ر ربیع الاول کو بریلی شریف واپس تشریف لائے۔ ۱۹ر ربیع الاول کا سورج جب بریلی شریف کے افق پر نمودار ہوا تو کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ سورج کی یہ کرنیں اپنے ساتھ کتنے غموں کو سمیٹ کر لانے والی ہیں۔ صبح کے تقریباً ۹ر بجے تھے۔ حسب دستور مدارس میں ششماہی امتحان کی چھٹیاں چل رہیں تھیں۔ گھر پر ناشتہ کر رہے تھے کہ اچانک پھندا لگا اور خون کی الٹیاں شروع ہو گئیں۔ وقفے وقفے سے یہ الٹیاں ہوتی رہیں، پہلے مشن ہاسپیٹل اور پھر سٹی ہاسپیٹل بریلی لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے دہلی ایمس ہاسپیٹل کے لیے ریفر کر دیا۔ ۸ر بجے رات کو بریلی شریف سے بذریعہ ایمبولینس ڈاکٹر اپنی نگرانی میں ایمس ہاسپیٹل لے گئے۔ تقریباً رات ۱۲ر بجے ایمس ہاسپیٹل میں بھرتی کیا گیا۔ ایک دو دن طبیعت میں کچھ بحالی پیدا ہوئی مگر پھر الٹیاں شروع ہو گئیں۔ اسی طرح کبھی طبیعت میں افاقہ ہوتا تو کبھی حالت غیر ہو جاتی امید و بیم اور موت وحیات کی یہ کشمکش جاری رہی کہ ۲۷ر ربیع الاول صبح تقریباً ۱۰:۳۰ بجے وہ ہم سب کو الوداع کہہ کر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جیسے ہی ڈاکٹروں نے مرحوم کے والد گرامی کو آئی سی یو میں بلا کر یہ خبر سنائی تو آپ نے کمال صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو سیدھا کیا، ضابطہ کی کاروائی مکمل کی اور پھر بذریعہ ایمبولینس اپنے جواں سال بیٹے کے جسد خاکی کو بریلی شریف روانہ کر دیا۔ آپ کے والد گرامی کا بیان ہے کہ جس وقت میں آئی سی یو میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرے بیٹے کی پیشانی چمک رہی تھی، آنکھیں بند تھیں ایسا لگ رہا تھا گویا وہ سو رہے ہوں۔ اسی طرح کے تاثرات کا اظہار حضور صاحب سجادہ نے بھی فرمایا تھا۔ دوسرے دن ان کی نماز جنازہ ہوئی۔ ان کے والد گرامی نے اپنے

بیٹے کا مکان بنانے کے لیے امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے جو پلاٹ خرید ا تھا اسی میں ان کا ہمیشہ کے لیے مکان بنا دیا گیا۔ اسی پلاٹ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

یادگار کارنامے:

دل کے آپریشن کے بعد ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۶ء تک انہیں صحت یابی کا جو زمانہ میسر ہوا وہ صرف پندرہ سالہ ہے۔ ان پندرہ سالوں میں حفظ قرآن بھی کیا، اسکولی تعلیم بھی حاصل کی، فضیلت تک کی مدرسے کی تعلیم سے بھی اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ تعلیم کے ان تمام مراحل کو خوش اسلوبی کے ساتھ طے کرتے کرتے انہوں نے بے شمار یادگار کارنامے بھی انجام دے ڈالے۔ امام احمد رضا اکیڈمی کے کاموں میں کمپیوٹر کے ذریعہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ امام احمد رضا اکیڈمی سے اب تک ۱۰۰ر سے زیادہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں سے اکثر کتابوں کی کمپوزنگ و تزئین کاری انہیں کے ذریعے انجام دی گئی ہے۔ خاص طور پر جامع الاحادیث کی آخری چاروں جلدوں، فتاویٰ بحر العلوم کی ۶ر جلدوں، حاشیہ بیضاوی کی ۳ر جلدوں، بحر العلوم نمبر کی ایک ضخیم جلد، فتاویٰ اجملیہ کی ۴ر جلدوں، فتاویٰ مفتی اعظم ہند کی ۷ر جلدوں کی کمپوزنگ، پیرابندی اور تزئین کاری کا کام مولانا منیف رضا نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ انجام دیا۔ فتاویٰ رضویہ کی طبع جدید کو تو انہوں نے تاریخ ساز بنا دیا۔ ۲۲ر جلدوں پر مشتمل اس پوری فتاویٰ رضویہ میں مولانا منیف رضا مرحوم نے مختلف نوعیتوں اور متعدد جہات سے بے پناہ محنت کے ساتھ اسے بے مثال بنانے کی کوشش کی ہے۔ پوری کتاب میں سوالات و جوابات کے عنوانات جلی حروف میں لکھے۔ فتاویٰ رضویہ میں درج ۴۰۰ر سے زیادہ آیات قرآنیہ کو قرآن کریم کے سافٹ ویئر سے سرچ کر کے خوبصورت رسم قرآنی کے مطابق چسپا کیا۔ تخریج کے اسلوب کو نہایت سلیقے سے حنابندی کے ساتھ آرائش و زیبائش سے مزین کر کے اچھوتے انداز میں پیش کیا۔ حوالہ جات کو نمبر ڈال کر نمایاں انداز میں سیٹ کیا۔ متن احادیث کو قوسین میں اور فقہی عبارات کو واوین میں رکھنے کا کام بھی انتہائی مہارت کے ساتھ خاصی مقدار میں انجام دیا۔ فتاویٰ رضویہ کی طبع جدید سے متعلق ان کے کام کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ انہوں نے ہر ہر صفحہ کو چار چار مرحلوں سے گزار کر طباعت کی میز تک پہنچایا ہے۔ ۲۲ر جلدوں کے سولہ ہزار صفحات پر ان کا یہ کام بلاشبہ وہ مثالی اور تاریخ ساز کام ہے جو ہمیشہ انہیں اہل سنت کے دلوں میں زندہ رکھے گا۔ چھوٹی سی عمر میں ایک اندازے کے مطابق تیس ہزار صفحات سے زیادہ انہوں نے اکیڈمی کی

کتابوں کا کام کیا۔ ان کے انتقال سے جہاں پورے گھر بھر اور احباب کی محفلوں میں سوگواری اور سنّاٹے کا راج ہے تو وہیں امام احمد رضا اکیڈمی کا یہ شعبۂ کمپوزنگ اور شعبۂ کمپیوٹر بھی بلا کے سناٹے اور خاموشی کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔

خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ رضویہ میں اضطراب:

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات تو واضح ہو ہی چکی ہے کہ مولانا منیف رضا بچپن ہی سے بلند حوصلہ شخصیت کے حامل تھے۔ آپ حافظ و قاری اور جید عالم دین تھے۔ امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی اکثر کتابوں کی کمپوزنگ اور ان کی سیٹنگ و تزئین کاری کا کام آپ ہی کیا کرتے تھے۔ تقریباً ۱۴؍ سال کی عمر سے ہی آپ اپنے والد گرامی کے تصنیفی کاموں میں دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ ۲۲؍ جلدوں پر مشتمل ملٹی کلر فتاویٰ رضویہ اس سال عرس رضوی کے موقع پر طبع جدید کے ساتھ امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے شائع کی گئی جس کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور آرائش و زیبائش کا سارا کام مولانا محمد منیف رضا مرحوم ہی کا کیا ہوا تھا۔ وہ ہم سے رخصت ضرور ہو گئے۔ مگر امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے رضویات پر جتنا بھی کام ہوا ہے ان کاموں کے ذریعے وہ ہمیشہ رضویات کی تاریخ میں ایک تابندہ و درخشاں ستارے کی طرح چمکتے رہیں گے اور اہل سنت انہیں کبھی بھی بھلا نہ سکیں گے۔

جیسا کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا محمد منیف رضا خاں بچپن ہی سے دل کی بیماری کا شکار تھے۔ ان کے دو آپریشن بھی ہو چکے تھے۔ کم سنی ہی سے وہ دل کے ماہرین کے زیر علاج تھے۔ انتقال سے ایک ہفتہ قبل اچانک ان کی طبیعت بگڑنے لگی۔ دل کی کوئی رگ کھل جانے کی وجہ سے خون پھیپڑوں میں چلا گیا۔ خون کی الٹیاں آئیں۔ فوری طور پر بریلی شریف کے ہاسپیٹلوں میں لے جایا گیا۔ یہاں کے ڈاکٹروں نے دہلی لے جانے کا مشورہ دیا۔ فوری طور پر ایمس ہاسپیٹل دہلی لے جایا گیا۔

حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی اور سجادہ نشین حضرت احسن میاں صاحب قبلہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی سے بہت محبت فرماتے ہیں، انہیں جیسے ہی مولانا منیف رضا کے ایمس ہاسپیٹل میں بھرتی ہونے کے بارے میں پتہ چلا تو ان کی جانب سے فقیر راقم الحروف، عالیجناب محترم ماسٹر زبیر رضا خاں اور سید انوار السادات عرف زلفی میاں ہم تینوں ہی مؤرخہ ۲۵؍ دسمبر ۲۰۱۶ء کو ایمس ہاسپیٹل دہلی بغرض عیادت حاضر ہوئے جہاں ان کے چچا اور حضرت مولانا حنیف خاں صاحب قبلہ کے

چھوٹے بھائی حافظ امیر الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا منیف رضا خاں اس وقت وینٹیلیٹر پر تھے۔ حضور صاحب سجادہ نے فون پر مولانا حنیف خاں صاحب کو صبر کی تلقین بھی کی اور دلاسہ بھی دیا۔ انتقال کی جب خبر ملی تو مفتی محمد عاقل صاحب، راقم الحروف، مفتی محمد افروز عالم، مفتی محمد جمیل خاں اور محمد شاہد نوری فرید پوری کو ساتھ لے کر حضور صاحب سجادہ بعد نماز مغرب امام احمد رضا اکیڈمی تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ تقریباً ایک گھنٹے میں جنازہ دہلی سے یہاں پہنچے گا۔ ہم لوگ حضرت صاحب سجادہ کے ساتھ اکیڈمی ہی میں انتظار کرتے رہے۔ جیسے ہی ایمبولینس کے ذریعہ جنازہ آیا حضرت صاحب سجادہ روڈ پر تشریف لے آئے۔ پھر مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے گھر تشریف لے گئے جہاں دروازے پر ہی جنازے کو رکھ دیا گیا تھا تاکہ انتظار کرنے والے سوگوار آخری دیدار کر لیں۔ کافی لوگ وہاں موجود تھے۔ حضرت صاحب سجادہ نے مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب کا نمناک آنکھوں سے آخری دیدار کیا۔ مفتی محمد عاقل صاحب کو حکم دیا کہ دعائے مغفرت کریں۔ سارے لوگوں نے حضرت صاحب سجادہ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی۔ آنکھوں میں آنسوں لیے حضرت صاحب سجادہ نے گلوگیر انداز میں فرمایا کہ "کتنا نورانی چہرہ ہے۔ ان کے لبوں پر تو تبسم ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ مسکراتے ہوئے اس دنیا کو الوداع کہا ہو"۔ دوسرے دن مؤرخہ ۲۹ر دسمبر ۲۰۱۶ء بروز بدھ امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے ہزاروں علماء، مشائخ، افراد خانوادۂ رضویہ، عوام وخواص اور مدارس اہل سنت کے طلبہ کی موجودگی میں تقریباً ساڑھے تین بجے آپ کے والد محترم نے مولانا محمد منیف رضا خاں کی نماز جنازہ ادا کرائی۔ امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے جاگرتی نگر میں مولانا محمد حنیف خاں صاحب کے ذاتی پلاٹ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ جگہ جگہ آپ کے ایصال ثواب کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بھی ایصال ثواب کی محفل ہوئی۔ مولانا محمد حنیف خاں صاحب سے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگ بہت محبت فرماتے ہیں۔ سرکار امین ملت مدظلہ النورانی کے آپ خلیفہ بھی ہیں اور مولانا منیف رضا مرحوم سرکار امین ملت ہی کے مرید تھے۔ اس وجہ سے جامعہ البرکات علی گڑھ میں آپ کے سانحہ ارتحال پر ایک تعزیتی نشست منعقد کی گئی جس میں خطاب کرتے ہوئے البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے صدر اور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین پروفیسر حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ نے فرمایا کہ مولانا محمد منیف رضا قادری کے انتقال سے اہل سنت میں جو خلع پیدا ہوا ہے اس کی بھرپائی بہت مشکل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مولانا مرحوم امام احمد رضا اکیڈمی کے جملہ

امور کی دیکھ بھال بذات خود کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مل کر اکیڈمی کے ذریعہ جو سنیت کی خدمات انجام دی ہیں وہ لائق تحسین ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی ضعیف والد کے لیے اپنے نوجوان بیٹے کا جنازہ اٹھانا قیامت صغریٰ سے کم نہیں ہوتا۔ مولانا کے انتقال سے ان کے والد اور اہل خانہ کو جو صدمہ پہونچا ہے اس میں ہم سب شریک ہیں۔ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے جوائنٹ سکریٹری جناب ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی نے فرمایا کہ مفتی حنیف خاں رضوی کے جملہ کاموں میں مولانا کا بڑا تعاون رہتا تھا۔ وہ کم عمری سے تحقیق و تصنیف کے میدان میں اپنے والد کے دست وبازو رہے۔ فتاویٰ رضویہ کی طبع جدید کے موقع پر اس کی تمام جلدوں کی ٹائپنگ مولانا نے بذات خود کی۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں کی طباعت میں ان کا زبردست علمی و عملی تعاون رہا۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر حضرت سید محمد امان میاں قادری نے فرمایا کہ مولانا کو خانقاہ برکاتیہ سے گہری وابستگی تھی۔ ان کے والد ماجد حضرت مفتی حنیف خاں صاحب رضوی کو ان کی خدمات کے اعزاز میں خانقاہ برکاتیہ نے خلافت سے نوازا۔ حضرت امین ملت کے چھوٹے شہزادے حضرت سید عثمان میاں صاحب نے اظہار تعزیت فرماتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد منیف خاں برکاتی کے انتقال پر آج ہم سب لوگ سوگوار ہیں۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے علمائے کرام نے قرآن خوانی کی اور مولانا نعمان احمد ازہری نے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ اس تعزیتی نشست کا اختتام حضرت امین ملت کی دعا پر ہوا۔ اس نشست میں خصوصی طور پر محمد اکبر قادری، مولانا توحید احمد برکاتی،، مولانا سید نور عالم مصباحی، مولانا علاء الدین، مولانا مبین احمد جامعی سمیت البرکات کے تمام علماء موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت امین ملت نے ایک تعزیت نامہ بھی ارسال فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے:

حضرت امین ملت کا ارسال کردہ تعزیت نامہ

محترم مفتی حنیف صاحب قبلہ سلام مسنون

اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا اور صحت مند رکھے۔ آپ کے فرزند ارجمند مرحوم مولانا منیف رضا خاں کی وفات کی خبر سے ہم سب اراکین خاندان برکات کو جو صدمہ ہوا ہے اس کو لفظوں کا پیرہن نہیں پہنایا جاسکتا بس اس جواں سال سانحہ ارتحال پر افسوس کیا جاسکتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مشیت خداوندی میں ہم بندوں کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور صالح بندوں کو جلدی ہی اپنا محبوب کرلیتا ہے۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ ایسے لائق و فائق، فعال و

متحرک اور تنظیمی و تحریکی مزاج رکھنے والے حلیم، خوش اخلاق اور سعادت آثار فرزند کم عمری میں ہم سے رخصت ہو گئے جن کی ہمیں اس وقت بہت ضرورت تھی۔ ہم اس نقصان کو سواد اعظم کا براہ راست نقصان تصور کرتے ہوئے قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مرحوم اپنی خدمات اور اپنے تخلیقی اور تحریکی کاموں سے ہمیشہ ہمارے بیچ زندہ رہیں گے۔ فتاویٰ رضویہ کی تزئین اور اشاعت کے مراحل میں جو ان کی خدمات رہی ہیں وہ قابل تحسین ہیں اور جب جب فتاویٰ رضویہ کی جدید شکل ہمارے سامنے آئے گی مرحوم کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ سب کو ان کا نعم البدل عطا فرماتے ہوئے اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت و صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(دستخط)

سید محمد امین قادری

سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

و تمام اراکین و متوسلین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

حضرت امین ملت کے ساتھ ہی حضرت شرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی مدظلہ النورانی (برادر گرامی سرکار امین ملت) نے بھی بذریعہ فون پہلے ہسپتال میں عیادت فرمائی اور انتقال کے بعد اظہار تعزیت بھی فرمایا۔ مؤرخہ ۳۰ر دسمبر کو خانقاہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ نشین اور سرکار امین ملت کے برادر اصغر رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر صاحب قادری برکاتی مدظلہ النورانی نے بنفس نفیس تشریف لاکر حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ سے اظہار تعزیت فرمایا۔ صبر کی تلقین کی اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔

حضور صاحب سجادہ کا ارسال کردہ تعزیت نامہ

لائق صد احترام، ناشر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی دامت برکاتہم القدسیہ

---------سلام ورحمت!

مجھے بخوبی احساس ہے کہ اس وقت آپ کس قدر رنج والم اور غم واندوہ کے دور سے گزر رہے ہیں۔ کسی بھی باپ کے لیے ایسے جواں سال بیٹے کی موت کا غم پہاڑ ٹوٹنے سے کم نہیں ہوتا کہ جو اس کے بڑھاپے کا سہارا ہو اور جس سے اس کی بہت زیادہ آرزوئیں وابستہ ہوں۔ بلاشبہ مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم کا یہ سانحۂ ارتحال صرف آپ کے لیے نہیں، آپ کے اہل خانہ کے لیے نہیں بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لیے غم واندوہ کا سانحہ ہے۔ یہ آپ کا ہی نہیں بلکہ پوری جماعت اہل سنت کا خسارہ ہے۔ امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے رضویات پر جتنا بھی کام ہوا اس کام کے ذریعہ مولانا منیف رضا خاں ہمیشہ جماعت اہل سنت کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ فتاویٰ رضویہ کی تزئین کاری اور طبع جدید کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ انہیں زندہ رکھے گا۔ اس غم کے موقع پر ہم شانہ بشانہ آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کے دیگر شہزادگان کو طویل عمر عطا فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے سارے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انہیں آپ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(دستخط)

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

خانقاہ رضویہ مرکز اہل سنت درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد احسن رضا قادری مدظلہ النورانی نے بھی اظہار تعزیت فرماتے ہوئے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کی نماز جنازہ میں بھی شرکت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کی قبر پر انوار ورحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین

....

مولانا محمد منیف رضا جیسے فعال علما کم ہی نصیب ہوتے ہیں

مولانا محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

مولانا محمد منیف غفر اللہ لہ نہایت ہی متحرک و فعال عالم دین تھے ،امام احمد رضا اکیڈمی میں اپنی خدمات جلیلہ کے باعث عوام وخواص میں متعارف ہورہے تھے ،نہایت ہی مخلص، باصلاحیت، باکردار اور اپنے والد کے نہایت ہی معاون اوردست وبازو تھے ،لیکن اللہ کی مرضی کہ کم عمری میں ہی اپنے والد کو داغ مفارقت دے گئے، جامع الاحادیث کی ترتیب وکمپوزنگ سے دینی وقلمی خدمات کا آغاز کیا تو یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی تقریبا سو کتابوں کے علمی کام میں شریک رہے، جانے سے پہلے فتاویٰ رضویہ شریف ۲۲ جلدوں کی از سر نو ترتیب، کمپوزنگ، حوالہ جات کی تخریج وغیرہ میں ان کا کلیدی رول تھا، بلکہ یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا، کہ انہوں نے اس دار فانی سے کوچ کرنے سے قبل اپنے لیے توشہ آخرت تیار کرلیا تھا۔ چند دنوں کی علالت کے بعد ان کا اچانک انتقال کرجانا ماہر رضویات حضرت علامہ حنیف خان رضوی دام مجدہ کے لیے بہت بڑا صدمہ جانکاہ ہے، لیکن مولانا مرحوم کی کارگزاری کی وجہ سے ان کے والد کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہے گی، ان شاء اللہ، رب العزت ان کو کروٹ کروٹ جنت کے جلوے نصیب فرمائے، اور قبر میں راحت و مغفرت ،اور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال فرمائے، پروردگار عالم حضرت علامہ حنیف خان رضوی اور ان کے اہل وعیال، احباب واقارب سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شریک غم

از: محمد شاکر نوری

(امیر سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

....

مولانا منیف رضا کا انتقال پر ملال

مفتی محمد عبد الرحیم اکبری

پرنسپل جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے روح رواں حضرت مولانا مفتی محمد حنیف خاں کے نور نظر، فرزند دل بند جناب مولانا محمد منیف رضا نے اپنی مختصر سی زندگی میں اپنے والد بزرگوار کا دست راست بن کر اکیڈمی کی خدمت انجام دی۔ اس کثیر الاشاعت ادارہ کی اکثر مطبوعات خصوصاً بحر العلوم نمبر اور ۲۲ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کی کمپوزنگ کا نمایاں کارنامہ انہوں نے انجام دیا۔ ابتدا سے فضیلت تک اپنی جماعت میں اول نمبر حاصل کرتے رہے اسی سال عرس رضوی کے موقع پر ۲۵ر صفر المظفر شریف کو دار العلوم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے جن کی فراغت ہوئی۔ راقم الحروف و مولانا محمد ہاشم نقشبندی مرشد کریم حضرت علامہ الحاج پیر سید غلام حسین شاہ جیلانی مد ظلہ العالی بانی جامعہ صدیقیہ سوجا شریف کے حکم سے اس دستار بندی میں شامل ہوئے۔ اس سے قبل ہم لوگ اکیڈمی میں پورا ہفتہ گزار چکے ہیں۔ مولانا محمد منیف کو ہمہ وقت اشاعتی کاموں میں یا اپنی تعلیمی مشغولیت میں مصروف پایا۔ مشاغل کے ہجوم میں بھی انہیں جب جب کسی نے بلایا ہنسی خوشی شگفتہ چہرے سے آئے اور اس کام کو سر انجام دیا۔

مگر افسوس صد افسوس! صلاحیت و استعداد والے اس جواں سال عالم دین کی اچانک طبیعت خراب ہوئی، فون پر ان کے والد صاحب کے ذریعہ معلوم ہوا کہ انہیں ایمبولینس سے دہلی لے جا رہے ہیں، چند روز زیر علاج رہے، مولانا محمد حنیف صاحب سے برابر فون پر رابطہ قائم رہا، وہ حضرت پیر صاحب قبلہ بانی جامعہ صدیقیہ سے دعا کرواتے رہے اور درخواست کرتے رہے کہ خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ایک بار حافظ ضمیر احمد سے رابطہ قائم ہوا جب کہ وہ خصوصی دعاؤں کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پر گئے تھے۔ لیکن اچانک ۲۸ ربیع النور ۱۴۳۸ھ کو واٹس ایپ پر یہ المناک خبر شائع ہوئی کہ مولانا محمد مینف کا ۲۷ ربیع النور کو انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سن کر بے حد افسوس ہوا، جامعہ صدیقیہ سوجا شریف میں قرآن خوانی رکھی گئی، مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ مولانا مرحوم نہ صرف والدین، اعزا و اقارب بلکہ تمام ہمدردان اکیڈمی کو داغ مفارقت دے گئے۔ جس جس نے انہیں دیکھا تھا افسوس و غم میں غرق ہو گیا۔ جامعہ صدیقیہ اور اس کے بانی اور اراکین اور

مدرسین و طلبہ مولانا محمد حنیف صاحب و دیگر اعزہ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور دست بدعا ہیں کہ مولائے کریم حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقہ میں مولانا کو نعم البدل عطا فرمائے، اور صبر جمیل کی توفیق عطا کرے اور مرحوم و مغفور کو خداوند کریم اپنی خاص رحمت کا جوار نصیب کرے۔ آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ والہ وصحبہ وسلم۔

العبد محمد عبدالرحیم اکبری

خادم جامعہ صدیقیہ

سوجا شریف

یکم ربیع الغوث ۱۴۳۸ھ

....

مولوی محمد منیف رضا کی رحلت ایک صدمۂ جانکاہ

مولانا محمد عزیز الرحمٰن رضوی

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

للہ ما اعطی وللہ ما اخذ... اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور اسی کا ہے جو اس نے لیا۔

اس دار فانی میں جو آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہی ہے، آنے والے آتے ہیں اور جانے والے جاتے ہیں، یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

برادر عزیز مولوی محمد منیف رضا رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہوگئے اور اب وہ وہاں پہنچ گئے جہاں جاکر پھر کوئی واپس نہیں آتا ہے۔

تمھاری یاد آئے گی تمھاری جستجو ہوگی   تمھارے تذکرے ہوں گے تمھاری گفتگو ہوگی

عزیزم مولوی حافظ محمد منیف رضا مرحوم و مغفور کی ناگہاں موت پر ان کے والدین کریمین، ان کے برادران، اور اعزا و احباب کے دلوں پر غم و الم کا جو پہاڑ ٹوٹا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے لیکن مرحوم و مغفور کے احباب و رفقاء اور جن کے وہ استاد زادہ تھے ان کو بھی شدید ترین صدمہ پہنچا ہے۔

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ دکھے　　اور چاہیں کہ چھپا لیں تو چھپائے نہ چھپے

انکی وفات حسرت آیات کو تقریباً ایک ماہ گذرنے کو ہے لیکن قلوب واذھان پر ابھی تک رنج والم کی بدلیاں چھائی ہوئی ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جو آدمی چند ایام بیمار رہ کر موت سے ہم آغوش ہو جائے وہ بھی عالم نوجوانی میں اس کی موت کا غم بہت سخت ہوتا ہے برخلاف اس آدمی کے جو کسی شدید مرض میں ایک مدت تک گرفتار رہ کر انتقال کرے، کیونکہ اس صورت میں پہلے ہی سے ذہنوں میں اس کی موت کے اندیشے رہتے ہیں۔ برادر عزیز کا یہی معاملہ ہے کہ چند ایام علیل رہ کر عالم نوجوانی میں موت کی آغوش میں سو گئے، ۱۹ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بروز شنبہ کو علیل ہوئے اور اسی مہینہ کی ۲۷ر تاریخ کو انتقال کر گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے　　حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

مجھے اور جامعہ کے دیگر اساتذہ کو مرحوم و مغفور کی وفات کا جو غم ہے وہ اپنی جگہ لیکن ساتھ ہی ساتھ استاذ محترم حضرت العلام مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے دل پر جو غم کی سل رکھی ہوئی ہے اس کا بھی احساس ہے۔

انہی دنوں ایک ملاقات میں شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد السلام صاحب قبلہ دامت برکاتہم سے میں نے ذکر کیا کہ استاذ محترم کی حالت کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ حضرت کو بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے، فرزند اکبر کی اچانک رحلت نے حضرت استاذ محترم کو بالکل نڈھال کر دیا ہے " مولیٰ تبارک وتعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے "

مولانا صاحب نے کہا کہ اس وقت ہم لوگوں کو چاہئے کہ تھوڑا وقت نکال کر مولانا صاحب کے پاس بیٹھیں اور موقع و محل دیکھ کر ایسے موضوعات پر گفتگو کریں جن سے مولانا صاحب دلچسپی رکھتے ہیں، اس طرح کچھ نہ کچھ ان کا دل بٹے گا اور غم غلط ہوگا۔ مجھے حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ کی رائے پسند آئی۔ اگر چہ ہم اپنی کچھ پریشانیوں، گھریلو الجھنوں اور کچھ مصروفیات کی وجہ سے اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔

برادر عزیز سے راقم کا بڑا گہرا تعلق تھا، وہ ہمارے اس شفیق و محسن استاذ کے نور نظر اور فرزند اکبر تھے جن کے سایہ عاطفت میں ہم نے شعور کی آنکھیں کھولیں، جنہوں نے علمی میدان میں ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، جنہوں نے ۳ رسال تک مسلسل ہم پر جواہر علمی کی برسات فرمائی اور فراغت کے بعد سے آج تک انہی کے زیر سایہ تدریسی خدمات ہم انجام دے رہے ہیں، یعنی ۱۹۸۶ء سے تاوقت تحریر"

دوسرا رشتہ مرحوم و مغفور سے یہ تھا کہ انہوں نے از ابتدا تا انتہا یعنی فراغت تک جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی، بلکہ اسی سال جامعہ نوریہ رضویہ کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت " جو عرس اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر ہوتا ہے" میں جبہ و دستار سے اپنے اساتذہ کی موجودگی میں علماء ومشائخ کے ہاتھوں سے نوازے گئے۔

آج جب یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ وہ صورت جو روز دیکھنے کو ملتی تھی اب ہمیشہ کیلئے ہم سے اوجھل ہوگئی تو دل پر سخت چوٹ لگتی ہے، لیکن یہاں صبر کے علاوہ کیا چارہ ہے، مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ، انا للہ وانا الیہ راجعون، ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔

مولوی محمد منیف رضا مرحوم و مغفور سے ایک تعلق یہ بھی تھا کہ میرے بڑے بچے عزیزم مولوی محمد حفیظ الرحمن عرف ارشد ہاشمی سلمہ ربہ کے وہ ہم سبق اور گہرے دوست تھے، تقریباً ہم عمر بلکہ مرحوم ہی بڑے تھے۔ ارشد مجھ سے یہ بات کئی مرتبہ کہہ چکے تھے کہ ہمارے دوست و احباب اور بھی ہیں میں سب سے حسن خلق سے پیش آتا ہوں لیکن منیف بھائی اور عفیف بھائی کو میں دل سے چاہتا ہوں اور ان کا احترام بھی کرتا ہوں، کیونکہ وہ آپ کے استادزادے بھی ہیں اور آپ سے بھی وہ محبت کرتے ہیں اور ادب بھی کرتے ہیں، میرا اپنا بھی تجربہ ہے، بچپن سے میں نے دونوں بھائیوں کو دیکھا ہے، کبھی کبھار گود میں

بھی لینے کا شرف حاصل رہا، جب سے انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں لگ بھگ یہ آٹھ سال کا زمانہ ہے، ہمیشہ میں نے انہیں مودب ہی پایا، اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی جب ملاقات ہوتی ہمیشہ سلام میں سبقت لیجانے کی کوشش کرتے اور مسکراتے ہوئے ہی ملتے۔

انتقال کے کئی دن گذرنے کے بعد عزیزم محمد ارشد نے مجھے بتایا کہ ابو! رات میں نے محمد منیف بھائی مرحوم کو خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا منیف بھائی کہاں چلے گئے آپ! جواب دیا ارشد! میں بہت آرام سے ہوں اور بہت اچھی جگہ ہوں" اللہ پاک انہیں آرام ہی سے رکھے"

جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا

جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے

دوران علالت میں انہیں دیکھنے دہلی بھی گیا، اس وقت وہ ہوش میں نہیں تھے۔ اس کے دو دن بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ چہرہ ماشاء اللہ مسکراتا ہوا تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ منیف ابھی ابھی سو گئے ہیں، ان کو دیکھ کر دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو کا سیلاب بہنے لگا۔ اللہ پاک کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

کیا خوب! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور جاتے ہوئے کہتے ہو "قیامت کو ملیں گے"

غمزدہ: محمد عزیز الرحمٰن رضوی

خادم: جامعہ نوریہ رضویہ جامع مسجد بریلی شریف

....

منیف رضا نے فتاویٰ رضویہ کی جو خدمت کی وہ برسوں نہیں صدیوں رہے گی

عالی مرتبت الحاج محمد سعید نوری

بانی رضا اکیڈمی ممبئی

حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل اور حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔

مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں کے انتقال کی خبر ملتے ہی رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے نوری محفل میں ان کے ایصال ثواب کی مجلس منعقد کی گئی اور دعا کی گئی کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مولانا حافظ محمد منیف رضا خان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا حافظ محمد منیف رضا خان کو بہت سی خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔ کم عمری میں ہی حافظ قرآن اور اس کے بعد عالم دین بنایا۔ ان کی دستار اسی سال ۱۴۳۸ھ میں ہوئی اور فراغت کے صرف تھوڑے دن بعد ہی وہ ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ مولانا نے فتاویٰ رضویہ شریف کی جو خدمت کی ہے وہ برسوں نہیں صدیوں باقی رہے گی۔ آپ کی رہنمائی میں انہوں نے دین وسنیت اور مسلک اعلیحضرت کی بہت خدمت کی۔ اگر مولانا صاحب کی عمر نے ساتھ دیا ہوتا تو وہ اپنے دور کے عالم ربانی ہوتے۔

دعا ہے کہ رب قدیر مولانا حافظ محمد منیف رضا خان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو آپ لوگوں کے لیے ذریعۂ نجات بنائے آمین۔

فقط والسلام　　　　اسیر مفتی اعظم محمد سعید نوری

....

فاضل نوجوان مولانا حافظ منیف رضا علیہ الرحمہ کا سانحۂ ارتحال

حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

دین کا ایک خادم تھا نہ رہا

کنوں کہ در کف گل جام بادۂ صافست

بصد ہزار زباں بلبلش در او صافست (حافظ)

کسی صالح علمی و دینی ہستی یا نابغۂ روزگار شخصیت کا کسی قوم سے اٹھ جانا، اس قوم کے لیے ایک عظیم سانحہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک سانحہ اہلسنت و جماعت کے ساتھ ۲۷/ ربیع الاول شریف ۱۴۳۸ھ ۲۷/ دسمبر ۲۰۶۱ء، بریلی شریف، ہند میں پیش آیا جب محقق رضویات حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی حفظہ الباری کے ذہین و فطین خلف اکبر، حضرت مولانا حافظ قاری محمد منیف رضا قادری برکاتی (ولادت ۲۴/ ربیع الاول شریف، ۱۴۱۲ھ) ۲۷/ ربیع الاول شریف ۱۴۳۸ھ/ ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو ۸/ دن کی مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارزقہ مکانا عالیا فی الجنۃ الفردوس۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یوں تو مولانائے مرحوم حیات مستعار کی صرف ۲۵/ بہاریں دیکھ پائے، لیکن ان کی علمی پختگی، دینی فراست اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں کی جو تفاصیل حضرت علامہ حنیف رضوی صاحب اور علامہ مولانا اسلم رضا صاحب و مولانا عفیف رضا صاحب کی زبانی معلوم ہوئیں تو اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ حضرت شیخ الحدیث علامہ حنیف رضوی اطال اللہ عمرہ کی زیر تربیت پرورش پانے والے ان کے تمام پسران و دختران "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کا منظر نامہ پیش کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ درس نظامی کے امتحانات میں مرحوم کی کارکردگی نہایت تسلی بخش اور قابل ستائش رہی۔ دوران تعلیم ہی ان کو تصانیف اعلیٰ حضرت بالخصوص فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا جس نے آگے چل کر اشتغال و انہماک کی صورت اختیار کی۔ مولانا مرحوم زمانۂ طالب علمی سے ہی بہت زیرک، فطین اور اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ درس نظامی کے امتحانات میں ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

آپ کی تعلیم و تربیت جس ماحول میں ہوئی، اس نے آپ کو زمانۂ طالب علمی سے مطالعہ رضویات اور اس کی نشر و اشاعت کی طرف راغب کر دیا۔ بعد میں آپ نے اسے ہی اپنا مقصد حیات بنالیا اور زندگی کے آخری سانس تک اسی نیک مگر اہم کام میں مشغول رہے۔

چنانچہ امام احمد رضا اکیڈمی کی ۷۰ر سے زیادہ کتب میں سے اکثر آپ کی کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پروف ریڈنگ کی مرہون منت ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے ۵۰ر سے زائد غیر مطبوعہ حواشی کی پروگرامنگ۔ کمپیوٹر سیٹنگ اور ڈیزائننگ بھی آپ کر چکے تھے۔

۱۴۴۰ھ میں صد سالہ جشن عرس اعلیٰ حضرت کو شایان شان طریقہ پر منانے کی تمام تیاریاں بھی زور شور پر جاری تھیں جن کے ہر مرحلہ پر مولانائے مرحوم آگے آگے بڑے مستعد نظر آ رہے تھے۔ ۴۰ر جلدوں پر مشتمل امام احمد رضا انسائیکلوپیڈیا کی گائیڈ لائین۔ کمپیوٹر پلاننگ، ڈیزائننگ کی ۴۰ر فائیلیں بھی مرتب کر کے اکیڈمی کے سپرد کر چکے تھے کہ اب کام کو آگے بڑھایا جائے۔ لیکن مولانا منیف رضا مرحوم کا بایں ہمہ کارہائے نمایاں، سب سے بڑا کارنامہ اور رہتی دنیا تک ان کے لیے صدقۂ جاریہ ۲۲ر جلدوں ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' کی اشاعت ہے۔

ہمارے موصوف حضرت علامہ مولانا منیف رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ ۵ر برسوں میں علوم کے سمندر فتاوی رضویہ میں نہ جانے کتنی بار غوطہ زن ہوئے ہوں گے اور فتاوی رضویہ کی ساری جلدیں اس انہماک اور پلاننگ سے مطالعہ کرنے والا یقیناً ایک عبقری وقت بن جاتا ہے۔ مولانا کو اس کم عمری میں نابغۂ عصر بنانے والا فتاوی رضویہ ہے۔ یہ عظیم کام انہوں نے ۵ر سال کی مسلسل محنت، منصوبہ بندی، بہترین کمپیوٹر پلاننگ، سیٹنگ، پروگرامنگ اور جدید الکٹرونک سہولیات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے دس مرحلوں میں مکمل کر کے اشاعت پذیر کیا۔ اور اس خوب صورت انداز میں اشاعت ہوئی کہ دنیائے علم ورطۂ حیرت میں رہ گئی۔

اگرچہ اس کے منصۂ شہود میں آنے سے قبل ہی اس دنیا سے بحکم الٰہی ''فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی'' کی سرمدی قدسی پکار سن کر داخل خلد بریں ہو گئے، لیکن فتاویٰ رضویہ کی تدوین و اشاعت کی تاریخ میں معتبر شخصیات کی فہرست میں اپنا نام بھی روشن سنہرے حروف میں لکھ گئے۔

ہم اپنے اس کم عمر نابغۂ عصر کو سلام پیش کرتے ہیں، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت علامہ محمد حنیف رضوی حفظہ اللہ الباری اور ان کے اہل خانہ کو صبر عطا فرمائے۔ انہوں نے جس جواں مردی، جرأت، ہمت، صبر واستقامت کے ساتھ اپنے جوان بیٹے کی جدائی کے صدمہ کو برداشت کیا ہے اس کی مثال نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ انہوں نے سورۂ "العصر" کی صحیح عملی تفسیر پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے اور نئے حوصلہ اور عزم کے ساتھ انہیں اپنے علمی اشاعتی اور تحقیقی کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی توفیق بخشے آمین، بجاہ النبی الکریم ﷺ

آخر میں دو باتیں عرض کرنی ضروری سمجھتا ہوں:

فقیر کے استاذ گرامی شیخ الحدیث حضرت علامہ نصر اللہ خان افغانی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ جو عالم فتاوی رضویہ کی عبارات صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے، وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں، اور جو مفتی فتاوی رضویہ کی اصل ۱۲ر جلدوں کا سطراً سطراً مطالعہ کئے بغیر مسند افتا پر براجمان ہوتا ہے وہ نا اہل ہے، وہ ہرگز مفتی کہلانے کا مستحق نہیں ہے، اس حادثہ جانکاہ کے بعد ہمارے محسن علامہ محمد حنیف رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے تدبر وفراست اور کردار کی بہت سی خوبیاں نظر آئیں، ان میں ایک اچھی بات یہ بھی نظر آئی کے انہوں نے اپنے ادارہ کا ایک ایسا نظم وضبط اور سسٹم بنایا ہے کہ جہاں نئی قیادت جانے والی قیادت کے بعد اپنی ذمہ داری لینے کے لیے بغیر وقت کے ضیاع کے تیار کھڑی نظر آئی۔ ورنہ ہماری جماعت میں ہر شعبہ میں اس کا فقدان کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سلام علیکم یا علامہ محترم!...... فقیر نے یہ جو کچھ بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں لکھا ہے آپ کی نذر ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا..... جہاں چاہیں ترمیم فرمالیں، جسے چاہیں رد فرمادیں۔

روشنی گھر میں تھی شب اتنی، نہ جانے کیسی ماہ کامل بھی تھا، رخ کی تری تنویر بھی تھی

فرستادہ: احقر العباد سید وجاہت رسول قادری غفرلہ ولوالدیہ.. کراچی

....

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں

استاذ العلماء، ماہر رضویات حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی مدظلہ العالی کے جواں سال شہزادے مولانا محمد منیف رضا برکاتی کے سانحۂ ارتحال پر ایک تعزیتی تحریر

مفتی محمد عاقل رضوی

صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

استاذ العلماء، ماہر رضویات حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی مدظلہ العالی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف جماعتی سطح پر ایک متحرک و فعال عالم باعمل کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے دینی و علمی وسیع کارناموں کی وجہ سے علمی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ درجنوں کتابوں کے مصنف اور سیکڑوں نامور علماء کے استاذ و مربی ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ امام احمد رضا اکیڈمی کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت کی زرّیں خدمات نے انہیں تاریخی شخصیت کا حامل اور تاریخ ساز بنا دیا ہے۔ ان کے وقت کا لمحہ لمحہ دینی کام میں مصروف رہتا ہے۔ جب بھی اکیڈمی جانے کا اتفاق ہوا انہیں مصروف ہی پایا۔

ظاہر سی بات ہے ایسی علمی شخصیت اگر کسی رنج و غم اور مصیبت و صدمہ کی زد میں آجائے تو صرف اس کا ہی نقصان نہیں مجموعی طور پر پوری جماعت کا خسارہ ہوتا ہے۔ وہ بھی نوجوان عالم دین بیٹے کی موت کا غم اور وہ بھی وہ بیٹا جو دینی کام میں اپنے والد کا دست راست و سچا رفیق و ہمدم ہو اور ڈھلتی عمر میں مضبوط سہارا ہو اور نامور والد کی تربیت سے علمی، کام کرنے کا خوگر ہو چلا ہو۔

اگر اس تناظر میں دیکھا جائے تو بلا شبہ حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم کا انتقال صرف استاذ العلماء کے لیے نہیں پوری جماعت کے لیے ناقابل فراموش ایک عظیم حادثہ ہے۔ مولانا مرحوم ہمیشہ اپنے والد محترم کے ساتھ اکیڈمی کے کاموں میں لگے رہتے۔ کبھی کام سے جی نہ چراتے۔ کام کی تو وہ گویا مشین تھے۔ درسی کتابوں کے مطالعے سے جو وقت بچتا وہ اکیڈمی کے کاموں میں صرف کرتے۔ خوش اخلاق، ملنسار اور علماء و مشائخ کے وہ مؤدب تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ

امام احمد رضا اکیڈمی کا روشن مستقبل تھے۔ انہیں اوصاف حمیدہ کی وجہ سے استاذ العلماء ان سے بڑا پیار کرتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں

اس جاں سوز حادثہ پر میں نے استاذ العلماء میں جو صبر وضبط اور ہمت و حوصلہ دیکھا اس سے اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ بجائے اس کے کہ کوئی انہیں صبر کی تلقین کرے وہ خود دوسروں کو صبر وضبط کی تلقین کر رہے تھے۔ ہاں! ترس تو امام احمد رضا اکیڈمی کے در و دیوار پر آ رہا تھا۔ جو زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

ع اٹھ مرے دھوم مچانے والے

ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں بھی کوئی تسلّی دے رہا ہو کہ

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے جانے والے نہیں آنے والے

مولیٰ کریم مولانا منیف رضا برکاتی مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے، حضرت استاذ العلماء اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

....

مولانا محمد منیف رضا.........میرے پیارے دوست

مولوی محمد شارق رضا بریلوی

مدرس دار العلوم انوار مصطفیٰ، رائے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۷۲ر دسمبر بروز منگل تدریس سے فارغ ہی ہوا تھا کہ میرے کرم فرما محب محترم حضرت مولانا حافظ و قاری محمد اکرام رضا صاحب نوری نے غم واندوہ بھرے لفظوں میں فون پر اطلاع دی کہ استاد گرامی، صاحب تصانیف کثیرہ، ماہر رضویات حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خان صاحب قبلہ رضوی بریلوی (ادام اللہ ظلہ علینا) کے لخت جگر، نور نظر، خلف اکبر حضرت مولانا

حافظ و قاری محمد منیف رضا صاحب نوری کا راجدھانی دہلی کے آل انڈیا ہاسپٹل میں تقریباً ۱۰ بجکر ۳۰ منٹ پر دوران علاج انتقال ہوگیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

یہ دل دوز اور المناک خبر سن کر افسوس کا ٹھکانہ نہ رہا، آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کے سیلاب امنڈ پڑے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی، عقل و ہوش باختہ ہوگئے، مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، فوراً استاد گرامی وقار، ماہر شعر و سخن حضرت علامہ مولانا صغیر اختر صاحب قبلہ مصباحی بریلوی مدظلہ العالی سے فون پر بات کیل، حضرت والا درجت نے غم بھرے لہجے میں اس کی تصدیق فرمائی کہ ہاں حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب انتقال فرماگئے۔

یہ میرے لیے بہت بڑی اور افسوس ناک خبر تھی، کیونکہ حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب کے ساتھ میرے دیرینہ تعلقات تھے، وہ میرے صدیق محترم بھی تھے، رفیق ہمدم بھی، ان کی پیاری دوستی، عنایتیں، کرم نوازیاں اور ماضی میں ان سے وابستہ بہت ساری باتیں اور یادیں میرے حاشیہ خیال پر ابھر کر مجھے رلا رہی تھیں، بار بار یہی لفظ زبان سے نکل رہا تھا کہ آہ! میں نے اپنے پیارے دوست کو کھو دیا، کم نصیبی کہ مسافت کی دوری اور فی الفور کوئی ٹرین نہ ہونے کی وجہ سے اپنے استاذ محترم کے غم اور پیارے دوست مولانا محمد منیف رضا صاحب کے جنازے میں شرکت کے لیے بریلی شریف حاضر نہ ہوسکا۔ البتہ اپنے مدرسے دار العلوم انوار مصطفیٰ رائے پور میں ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام و انتظام کروایا، اللہ عزوجل میرے صدیق محترم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

ان کے اندر بہت ساری خوبیاں تھیں، عمدہ اخلاق و کردار کے مالک تھے، مرحوم بہت ہی ملنسار، خوش طبع اور خوش مزاج تھے، ان تمام باتوں کی وجہ سے میں ان کا بہت احترام کرتا تھا، اور وہ بھی مجھ پر کافی شفقت فرماتے تھے، میں ان کے عمدہ اخلاق و کردار کا بہت ہی گرویدہ اور نہایت متاثر تھا، صرف میں ہی نہیں بلکہ دوسرے تمام ساتھی بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں، ہر ایک سے محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا اور لوگوں کی حاجت روائی کرنا ان کا طریقہ تھا، ان کی بہت ساری کرم نوازیاں اور خصوصیات مجھ فقیر پر ہیں جو یہاں بیان نہیں کی جاسکتیں۔

اس سال عرس رضوی کے پر بہار موقع پر اپنی دستار بندی میں شرکت کے لیے انہوں نے مجھے خصوصی دعوت پیش کی، میں نے بھی بہت خوش دلی سے دعوت قبول کی اور رائے پور سے جب بریلی شریف حاضر ہوا تو بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے اور فرحت کا ظہار فرمایا، دستار بندی کے بعد ۲۷ر نومبر کو ملاقات کے لیے ان کے گھر گیا، کافی دیر تک وہ میرے ساتھ رہے، جب واپسی کی اجازت مانگی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ بھائی کہا سنا معاف کر دینا جس پر میں نے جواب دیا کہ میرے پیارے دوست! ہمارے درمیان کبھی بگاڑ تھوڑے ہوا ہے جو آپ ایسا کہہ رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ اب تم کافی دور جارہے ہو پتہ نہیں کب ملاقات ہو، میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں، میں نے کہا کہ فون پر بات ہوتی رہے گی اور انشاء المولیٰ جلد ہی ملاقات ہوگی، کیونکہ آپ سے بات کیے بغیر مجھے سکون کہاں ملتا ہے

اکیلے ہو مگر آباد کر دیتے ہو ویرانہ　　　بہت روئے گی تیرے بعد میری شام تنہائی

۱۹ر دسمبر کو جب فون پر ان سے بات نہیں ہو پائی تو میں نے استاد گرامی حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب قبلہ رضوی مد ظلہ العالی کے پاس فون ملایا اور احوال معلوم کیے، حضرت استاد گرامی نے بہت ہی غمگین اور دبے لفظوں میں فرمایا کہ ان کی طبیعت کافی علیل ہے، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفا کے لیے دعا کرنا، یہ سن کر مجھے بہت الجھن ہونے لگی، طبیعت گھبرانے لگی، میں نے اپنے متعلقین سے ان کی صحت یابی کے لیے دعائیں کرائیں اور اپنے مدرسے میں (یا سلام) کا وظیفہ بھی پڑھوایا اور صحت یابی کے لیے خصوصی دعا کا اہتمام کیا گیا مگر تقدیر میں کچھ اور ہی لکھا تھا، کاتب تقدیر کا فیصلہ سب کے سامنے آیا اور میرا پیارا دوست ہمیشہ کے لیے مجھ سے اور سب سے رخصت ہو کر ابدی نیند سو گیا(للہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ وکل شیء عندہ باجل مسمی)۔

آج بھی نظروں میں انہی کا جلوہ اور چہرہ سمایا ہوا ہے، ان کی بہت ساری باتیں یادگار بن کر دل و دماغ میں محفوظ ہو گئیں۔

میری نظر میں ابھی روئے یار باقی ہے چلا گیا ہے مگر یادگار باقی ہے

ان کی تمام خوبیوں اور اچھائیوں میں سب سے اہم اچھائی اور خوبی یہ تھی کہ وہ زیر تعلیم ہونے کے باوجود اپنے والد محترم کے تصنیفی اور تالیفی کاموں میں ہاتھ بٹانے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے، والد ماجد کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے گاہے بگاہے تصنیف و تالیف اور مضامین وغیرہ بھی لکھتے رہتے تھے، استاد محترم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی کے قائم کردہ اور آپ کی نگرانی میں چلنے والی عالمی شہرت یافتہ (امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف) سے چھپنے والی کتابوں کی ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور سیٹنگ میں سے اکثر کام موصوف کے ذمہ ہی رہتا تھا اور وہ اس کو بحسن و خوبی انجام دیتے تھے، ان کی اس عظیم کارکردگی اور طرز عمل کو دیکھ کر مجھے اور ان کے تمام متعلقین اعزہ و اقارب کو ان کی ذات بابرکت سے کافی امیدیں وابستہ تھیں کہ موصوف اپنے والد محترم کے لگائے ہوئے چمن کو بام عروج تک پہنچانے اور اسے اور آگے بڑھانے میں اپنے والد محترم کے حوصلہ و ہمت اور بازو کو کافی تقویت پہنچائیں گے، مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے تحت تمام امیدیں ناتمام رہ گئیں اور مرحوم داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اللہ عزوجل ان کے تمام اہل خانہ، لواحقین، متعلقین خاص کر ان کے والد محترم، میرے استاد گرامی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خان صاحب قبلہ رضوی مد ظلہ العالی کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور مرحوم کی قبر کو رحمت و انوار سے پر فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

ابر رحمت ان کی تربت پر گہرباری کرے حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

آمین بجاہ سید المرسلین و علیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واہل بیتہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

از: محمد شارق رضا بریلوی (ابن قاضی مولانا نظام الدین نوری رضوی صدیقی، امام مسجد حبیبیہ سیلانی بریلی شریف)
مقیم حال دار العلوم انوار مصطفیٰ رائے پور چھتیس گڑھ
۱۳ر ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۲۰۱۷ء

ایک حادثہ جاں کاہ جسے مدت تک بھلانا مشکل ہے

مولوی محمد ناصر رضا

مدرس مدرسہ رضویہ نور الاسلام پرتاپور چودھری، بریلی شریف

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ وہ اپنا نشان چھوڑ گئے ہے

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اس کو ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہے، کچھ لوگ اس دنیا میں آئے اور چلے گئے، ان کے جانے کے ساتھ ہی ان کا نام اس دنیا سے مٹ گیا، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو لوگ فراموش نہیں کر پاتے۔ ان ہی لوگوں میں عزیزم مولانا محمد منیف رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ اپنی کم عمری میں وہ ایسے کام کر گئے جو رہتی دنیا تک ان کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔

موصوف کی پیدائش ۲۴ ربیع النور ۱۴۱۲ھ / ۱۱ ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ بوقت صبح سرزمین بھوگ پور، بہیڑی بریلی شریف میں ہوئی۔ موصوف کے والد ماجد جلیل القدر عالم دین ہیں جن کے نوک قلم سے ایک سے ایک شاہ کار تصانیف وجود میں آئیں جن میں جامع الاحادیث خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

عزیزم مولانا محمد منیف رضا سلمہ بچپن سے ہی بیمار رہتے تھے، علاج کے دوران معلوم ہوا کہ ان کے دل میں سوراخ ہے، یہ ان دنوں کی بات جب حضرت علامہ الحاج مفتی محمد حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی جامع الاحادیث پر کام کر رہے تھے، ایسے وقت میں جب کہ ایک عظیم کتاب کا کام سامنے ہو اور بچے کی طبیعت خراب ہو جائے تو پریشانی بڑھ جاتی ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کو ہمت عطا فرمائی، پھر کچھ سالوں بعد عزیزم مولانا منیف رضا کا آپریشن ہوا، اللہ نے صحت وتندرستی عطا فرمائی، پھر آہستہ آہستہ زندگی پروان چڑھنے لگی، گھر پر ہی قرآن عظیم ناظرہ پڑھایا، مزید تعلیم کے لیے فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مدرسہ اوجھاگنج ضلع بستی جانا ہوا مگر دوری کی وجہ سے واپس آگئے اس کے بعد ٹھاکردوارہ ضلع مراد آباد میں حضرت مولانا قاری انیس الرحمٰن صاحب کے پاس تین سال کی مدت میں حفظ مکمل کیا، پھر کچھ وقت ممبئی کی سرزمین پر تعلیم حاصل کی، اس کے بعد اپنے والد ماجد کے پاس آگئے اور جامعہ نوریہ رضویہ میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے اسی سال عرس رضوی کے مبارک موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے تھے۔

۱۹ر ربیع النور شریف کو اچانک ناشتہ کرتے وقت طبیعت خراب ہو گئی اور خون کی قئے آنا شروع ہو گئی، ان کو ہاسپٹل لے جایا جا رہا تھا تو ان کے آخری الفاظ یہ تھے جو انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی سے کہے کہ میں اب جا رہا ہوں ابو کا خیال رکھنا، پہلے ان کو مشن ہاسپٹل لے گئے، وہاں سے میڈی سٹی پھر وہاں سے آل انڈیا دہلی میں داخل کرایا لیکن طبیعت میں کوئی سدھار نہیں آیا۔

راقم الحروف اپنے شفیق خالو جناب محمد راغب رضا خاں اور عزیزم حافظ محمد واصف رضا خان کے ساتھ دہلی گیا۔

ہم لوگ ۲۳ر ربیع النور کو دہلی پہنچے، طبیعت میں کافی سدھار تھا، اس دن بات بھی کی، پانی وغیرہ بھی پیا، ہم لوگ مطمئن بریلی شریف واپس آ گئے۔

۲۴ر ربیع النور کو جب طبیعت دوبارہ خراب ہوئی، اس کے بعد کوئی سدھار نہیں آیا، چند دن کے بعد خبر موصول ہوئی کہ طبیعت زیادہ خراب ہے تو وظیفہ پڑھوایا اور دعا کی، پھر بدھ کے دن ساڑھے گیارہ بجے خبر موصول ہوئی کہ انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا　　یعنی آغوش زمیں میں آسماں ہو جائے گا

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا محمد منیف رضا کی مغفرت فرمائے اور ان کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

محمد ناصر رضا نوری

خادم مدرسہ جامعہ رضویہ نور الاسلام پرتاپور چودھری، عزت نگر بریلی شریف۔ ۸۸۶۵۹۲۱۳۱۳۔ ۹۵۶۸۱۶۵۱۷۳

....

صحنِ چمن سے جانِ بہاراں چلا گیا

مولوی سرتاج احمد تحسینی بریلوی و مولوی معراج احمد تحسینی بریلوی

فارغین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں　　بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

یہ دنیا فانی ہے، دنیا کی ہر چیز ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی، باقی رہنے والی ذات بس خدائے عزوجل کی ہے۔ارشاد ربانی ہے: کُلُّ مَن عَلَیهَا فَانٍ وَ یَبقٰی وَجهُ رَبِّکَ ذُوالجَلَالِ وَ الاِکرَام۔ ہم آمد پر جشن مناتے ہیں اور انتقال پر غمگین ہوتے ہیں۔ لیکن زندگی اور موت دونوں میں حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خَلَقَ المَوتَ وَالحَیٰوۃَ لِیَبلُوَکُم اَیُّکُم اَحسَنُ عَمَلاً

بلاشبہ خالق کائنات کے فیصلے اٹل ہیں، ان میں نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ تقدم و تاخر۔ کاروبار عالم حیرت کدۂ عقل و دانش ہے۔ اولاد آدم علیہ السلام میں ہمہ دم سلسلۂ آمد و رفت جاری ہے جو بھی جاتا ہے اس کا جانا اس کے پس ماندگان کے لیے رنج و غم کا سبب ہوتا ہے۔ لیکن جانے والوں میں کچھ وہ ہوتے ہے جن کے جانے کا غم محدود افراد کو ہوتا ہے اور کچھ وہ ہوتے ہے جن کے جانے پر غم و اندوہ کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔

استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کے فرزند حضرت مولوی محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کی ذات بھی جانے والوں کی دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہے، ان کے جانے پر ان کے والدین، بھائی، بہن اور اقارب ہی غمزدہ نہیں ہیں بلکہ ان کے جانے کے غم میں بریلی شریف اور ہندستان کے کئی صوبوں کے علاوہ دیگر ملکوں کے بھی بہت سے لوگ متاثر ہیں، ان میں مرحوم کے ہم سبق اور احباب بھی ہیں، ان کے والد ماجد مدظلہ العالی کے بہت سے تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے متعلقین و محبین بھی ہیں، ان کی قلمی خدمات سے استفادہ کرنے والے بھی ہیں۔

آپ عالم و حافظ کے ساتھ ساتھ اچھے کمپوزر بھی تھے، اکیڈمی سے چھپنے والی کتابوں میں آپ کی خدمت بھی شامل رہی، آپ نے اس تعلق سے کئی نمایاں خدمات انجام دیں جن میں اکیڈمی سے شائع ہونے والے فتاوی مفتی اعظم اور فتاوی رضویہ بھی ہیں۔

آپ کے اخلاق و عادات بڑے عمدہ تھے، سب سے محبت سے پیش آتے تھے، حسن اخلاق عظیم نعمت الٰہی ہے جس سے سیرت چمکتی ہی، اور جب سیرت چمکتی ہے تو صورت بھی چمکتی ہے، آپ سیرت اور صورت میں بہت خوب تھے۔ آج وہ ہمارے نظروں سے اوجھل ہو گئے لیکن وہ اپنے حسن اخلاق اور اپنی خدمات کی برکت سے دلوں سے فراموش نہ ہوں گے۔

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائیگا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ان کی مغفرت فرمائے اور جملہ اہل خانہ اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سر تاج احمد تحسینی بریلوی و معراج احمد تحسینی بریلوی

فارغین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

....

چلے گئے ہیں مگر یادگار باقی ہے

مولوی محمد نصیر احمد، بھوگپوری بریلوی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ,

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد ربانی ہے: کل نفس ذائقة الموت، ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

جب سے خاکِ زمین پر حضرت انسان نے اپنا قدم رکھا ہے اور فرش زمین پر بود و باش اختیار کی تب سے آج تک بے شمار انسان فرش گیتی پر رونما ہوئے اور انہوں نے اپنی عمر طبعی یا غیر طبعی پوری کر کے ایک نہ ایک دن داعی اجل کو لبیک کہا، حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب مرحوم و مغفور نور اللہ مرقدہ بھی اس دنیائے فانی میں مہمان بن کے تشریف لائے اور چھوٹی سی عمر میں حافظ و عالم بن کے دنیا سے رخصت ہو گئے. امام احمد رضا اکیڈمی میں آپ بڑے شوق کے ساتھ کتابوں کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کرتے اور دن رات اسی کام مصروف رہتے۔فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ مفتی اعظم ،فتاوی رضویہ وغیرہ میں بڑی محنت سے کام کیا تھا۔آپ کے حسن اخلاق کے سبھی لوگ قائل تھے، گھر تو گھر اپنے اساتذہ کے بھی بڑے چہیتے تھے، دوستوں سے حالات معلوم کرتے، اگر کوئی پریشان ہوتی حتی الامکان اس کی مدد کرتے، میں

ان کے ساتھ بہت رہا، وہ میرے چھوٹے بھائی کی طرح تھے، جب بھی اکیڈمی جاتا ہوں آپ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اور آنکھوں میں آنسو آجاتے، آپ ایسے استاذ کے بیٹے تھے، جو اپنے زمانہ کے استاذ الاساتذہ ہیں اور خود بھی حافظ و عالم تھے، وصال سے ایک ماہ چند دن پہلے ہی عرس رضوی میں جامعہ نوریہ رضویہ سے آپ کو دستار فضیلت حاصل ہوئی تھی، ایسے اوصاف کے حامل ہونے کے باوجود اپنے آپ پر کبھی اتراتے نہیں تھے۔ جنازہ میں عوام تو عوام علما و مشائخ کی کثرت آپ کی مقبولیت کا پتہ دے رہی تھی۔ آہ ایسا دوست اور بھائی آج ہمارے درمیان میں نہیں رہا۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان کی قبر کو جنت کی کیاری بنائے، عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

ابر رحمت ان کی تربت پر گہرباری کرے　　حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

پیش کردہ: محمد نصیر احمد بھوگپوری بریلوی

....

مولانا محمد منیف رضا ایک نعمت الٰہی تھے

مولانا فہیم احمد ثقلینی ازہری
صدر الثقلین فاؤنڈیشن ککرالہ، ضلع بدایوں شریف

باسمہ تعالی و تقدس

محقق علومیہ اسلامیہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب

ڈائریکٹر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج ہمایوں:

اللہ رب العزت نے ہمیں والدین، اہل و عیال، عزیز و اقارب، عزت و عظمت کی شکل میں بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، یہ ہمارے پاس رب تعالی کی امانتیں ہیں، ہمارے مشائخ، علما، فضلا، صوفیا جو انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے روشنی کے مینار ہیں، اس عالم رنگ و بو میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، مالک حقیقی جب تک چاہتا ہے ان امانتوں کو بندے کے پاس رکھ کر شکر کا امتحان لیتا ہے، اور واپس لے کر صبر کا امتحان لیتا ہے، اس لیے

ہمارے لیے لازم وضروری ہے کہ جب ہمیں کوئی نعمت ملے تو شکر ادا کریں اور جب ہم سے کوئی نعمت لی جائے تو صبر ورضا کا مظاہرہ کریں۔

مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم ومغفور آپ کے لیے ایک لائق وفائق، حافظ وعالم، جوان سال اولاد کی شکل میں ایک نعمت الٰہی تھے، وہ اپنی حیات مستعار کے چند سال لے کر آپ کے پاس اللہ تعالی کی ایک نعمت و امانت تھے۔ وہ اپنی حیات مستعار کے اوقات کی تکمیل کر کے بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگئے۔

آپ نے بھی ایک مشفق، مربی، محسن، باپ ہونے کا ثبوت دیا اور قرآن وحدیث کے اصول کے مطابق تربیت فرما کر اسلامی سانچے میں ڈھال کر تربیت اولاد کے حقوق کی ادائیگی فرمائی، اس شان کے ساتھ کہ اکیڈمی کی مطبوعات کے سلسلے میں کمپوزنگ، تربیت، طباعت، کتابوں کی حفاظت، لائبریری کا رکھ رکھاؤ اور دیگر امور میں آپ کے دست و بازو تھے۔

فقیر ثقلینی فہیم احمد ثقلینی ازہری بھی علما و مشائخ کے جم غفیر کے ساتھ نماز جنازہ میں حاضر ہوا تھا۔ اللہ تبارک وتعالی مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام خاص عطا فرمائے اور آپ کو نعم البدل عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر و سکون عطا فرمائے، امام احمد رضا اکیڈمی کو عروج وارتقا عطا فرمائے، آمین یا مجیب السائلین۔ فقط والسلام

شریک غم: فہیم احمد ثقلینی ازہری
صدر الثقلین فاؤنڈیشن
محلہ شجاعت نگر، قصبہ گکرالہ، ضلع بدایوں شریف
faheem.azhari888@gmail. Com

....

منیف رضا کی رحلت دل ودماغ کو ہلا دینے والی ہے

صوفی رفاقت علی ثقلینی نعیمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہر اسلامیات حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس دیار فانی میں جو بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن ضرور دار جاودانی کی طرف کوچ کرنا ہے، یہ سلسلہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا، مگر کچھ افراد کی موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یا اللہ العالمین! یہ کیا سے کیا

ہوگیا۔ عزیزم مولانا محمد منیف برکاتی مرحوم کا ناگہانی سانحہ ایسا ہی ہے۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے ان کا علمی شغف، سنجیدہ فکر اور خوش مزاج تھے۔

امام احمد رضا اکیڈمی کی مطبوعات کی کمپوزنگ، ترتیب و طباعت میں آپ کے دست راست تھے، بہر حال عہد شباب میں مرحوم کی اس طرح اچانک رحلت یقیناً دل و دماغ کو ہلا دینے والی ہے۔ اس کا صدمہ آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اس لیے کہ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ باپ سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے۔

خدائے تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، میں مرحوم کے اعزو اقربا دوست و احباب اور تمام سوگواروں سے تعزیت کرتا ہوں۔ فقط والسلام

آپ کے غم میں شریک

صوفی رفاقت علی ثقلینی نعیمی ناظم تعلیمات جامعۃ الثقلین، قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں شریف

....

حافظ ضمیر احمد ثقلینی

باسمہ تعالیٰ

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف رضوی صاحب، بانی امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادر محترم مولانا مفتی فہیم احمد ثقلینی ازہری ککرالوی کے ذریعہ آپ کے جواں سال فرزند دلبند مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی، مجھے سخت ملال ہوا۔

قضاو قدر کے آگے انسان مجبور ہے، سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، تاہم یہ حادثہ یقیناً دل و دماغ کو ہلا دینے والا ہے، اس لیے کہ جواں بیٹے کی رحلت سے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور جوانی میں بڑھاپے کا احساس ہونے لگتا ہے۔

قرطاس و قلم، ترتیب و تالیف اور حروف سازی کا عمل ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ وہ داغ مفارقت دے گئے۔ مرحوم کی مرتب کردہ کتاب "تعمیر ادب جدید" ہمارے مدرسہ اور اسکول میں داخل نصاب ہے، اکیڈمی کو ابھی ان کی خدمات اور رفاقت و معیت کی بہت ضرورت تھی۔

رب کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آپ کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

سوگوار

حافظ ضمیر احمد ثقلینی، منیجر: مدرسہ فیضان شاہ درگاہی

قصبہ ککرالہ، ضلع بدایوں شریف

مولانا محمد یونس برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب بانی ''امام احمد رضا اکیڈمی '' بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

مزاج ہمایوں!

آپ کے صاحب زادے مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم کے انتقال کی خبر سن کر بہت زیادہ افسوس ہوا، جامعۃ الثقلین میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، جس میں جامعہ کے اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی، جوان ولد صالح جو عالم وفاضل بھی تھے اور اسلامیات ورضویات کے لیے آپ کے دست وبازو بھی۔ امام احمد رضا اکیڈمی کو ابھی ان کی اشد ضرورت تھی اور کافی کچھ کر بھی گئے اور درمیان سفر میں کام چھوڑ کر ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ گزشتہ کئی سالوں سے اکیڈمی آنا جانا ہوا۔ کئی بار مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ نہایت خلیق، ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع شخصیت کے حامل تھے اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔

یقیناً اہل سنت کے لیے بالعموم اور آپ کے لیے بالخصوص بہت بڑا حادثہ ہے اور سخت صدمہ ہے۔ مولا تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور والدین، بہن، بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔آمین یا مجیب السائلین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد یونس برکاتی

خادم

جامعۃ الثقلین قصبہ ککرالہ، ضلع بدایوں شریف

....

جب تک فتاویٰ رضویہ سامنے رہے گی منیف رضا یاد آئیں گے

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی

پھول جیسا چہرہ، لوہے جیسا عزم وارادہ، عقاب جیسی طلب۔ تجو، ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' والی کہاوت کو زندگی بخشنے والا ایک درمیانی قد کا خوبرو نوجوان، جس کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلا کرتی تھی، جو ہمیشہ علم وعمل

کے ذریعہ اپنے مستقبل کو تابناک بنانے میں محو تھا، جو کھیلتا تو تھا مگر کتابوں سے، نفع بخش کمپیوٹر سے، اور فائدہ مند جدید آلات سے، جس نے محنت ومشقت سے لڑنا سیکھ لیا تھا، جس نے راتوں رات جاگ کر فتاوی رضویہ کی کمپوزنگ کی اور قوم کو جدید فتاوی رضویہ کا بیش بہا تحفہ دیکر وقت سے پہلے ہم سے رخصت ہو گیا۔

کون جانتا تھا اتنا قیمتی نوجوان، اتنی جلدی ہم سب کو داغ مفارقت دے کر چلا جائے گا، جس کے لئے ایک عالم سوگوار ہو جائے گا، تعزیت کے لئے کلمات جواب دے جائیں گے، قوامیس کا دامن تنگ پڑ جائے گا، اور قلموں کی سیاہی خشک ہو جائے گی۔

خیر مشیت ایزدی وہ چلا تو گیا مگر اس کی یادیں ہمارے دلوں کو تڑپاتی رہیں گی، جب بھی جدید فتاوی رضویہ کی جدید کمپوزنگ، خوبصورت انداز ترتیب اور بے شمار خوبیوں سے مزین اعلی حضرت، عظیم البرکت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا کی بائیس جلدیں ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں گی تو مولانا محمد منیف رضا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یاد تازہ ہو جائے گی، ان کا خوبصورت مکھڑا ہمارے سامنے کھل جائے گا۔

کون کہتا ہے کہ حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب مر گئے ہیں، واللہ وہ تو فتاوی رضویہ کے صفحات میں زندہ ہیں، جب بھی فتاوی رضویہ کے صفحات کی ورق گردانی کی جائے گی مولانا موصوف کی زندگی کا احساس ہو گا، ان کی محنتوں کی یاد آئے گی، اور گردن شکر وامتنان سے جھک جائے گی کیوں کہ رضویات کی نشر واشاعت میں ان کی کاوشیں اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں، تاقیامت ان کی خوشبو سے جہان رضویت مہکتا رہے گا۔

یقینا جامع فتاوی رضویہ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب کا انتقال پر ملال ہم سب کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، ہم سب حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی دامت فیوضہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ رب العزت حضرت کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مولانا مرحوم کے درجات بلند فرما کر کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی، یوپی

۲۴ر جنوری ۲۰۱۷ء

ستارہ جو ٹوٹ گیا

مفتی محمد جابر خاں رضوی مصباحی بریلوی

جامعہ عربیہ اہلِ سنت بدر العلوم، جس پور، اترا کھنڈ

ہاں ہاں وہی ستارہ جو علم و ادب اور فضل و کمال کی بلندیوں کو چھونے کی کوشش کر رہا تھا، درخشندہ ستارہ! واقعی درخشندہ ستارہ جو ہزاروں اہلِ محبت کی آنکھ کا تارہ، راہیانِ راہِ حق کا مینارہ تھا۔ علم و فضل کا ایک درخشندہ و تابناک مہر درخشاں عین عالمِ شباب میں روپوش ہو گیا، رب قدیر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے، آمین۔

مولانا موصوف مرحوم کے وصالِ پُر ملال کے بعد ایک عزیز نے فون پر یہ روح فرسا خبر سنائی کہ گرامی قدر حضرت مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں صاحب برکاتی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ، اللہ کو پیارے ہو گئے، سن کر پیروں تلے زمین نکل گئی، آنکھیں بھر آئیں، دیر تک ماضی کے کچھ نقوش و مناظر نگاہوں کے سامنے گردش کرتے رہے۔

تعطیلِ کلاں کے موقع پر امام احمد رضا اکیڈمی میں تحریری و تصنیفی امور سے متعلق بارہا ناچیز کو قیام کا موقع میسر آیا، اس شب و روز کی رفاقت و مصاحبت کو کیوں کر فراموش کیا جا سکتا ہے؟ عصر کی نماز کے بعد تقریباً ہر روز ساتھ ساتھ چہل قدمی کرتے، عموماً دینی و ملی مسائل موضوعِ سخن رہتے، دن اور رات کی مختلف نشستوں میں ایک ہی کمرے میں ایک ہی جگہ پر کاموں میں مشغول رہتے۔ اس پورے عرصے میں ہمارے درمیان کبھی کوئی تلخی یا ناخوش گوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ خندہ پیشانی، بلند اخلاقی ان کا وطیرہ تھا، اور اعلیٰ ظرفی و حسن خُلق کا مظاہرہ مرحوم کی عادت کریمہ میں شامل تھا، بڑے قریب سے موصوف کی زندگی و شب و روز کا مطالعہ کیا، اصول شریعت پر سختی سے کاربند، متانت و سنجیدگی، حلم و بردباری ان کا وصف خاص تھا، ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبۂ فراواں سے ہمیشہ سرشار رہتے، وقت اور اصول کے بے حد پابند تھے، تضییع اوقات سے حد درجہ گریز کرتے تھے، جہد مسلسل و سعی پیہم ان کے خمیر میں شامل تھا، اکیڈمی سے متعلق جملہ امور میں غایت درجہ انہماک و اشتغال ان کی زندگی کا نصب العین بن چکا تھا۔

آخری ملاقات و دیدار:

سالِ رواں عرسِ رضوی شریف سے کئی ہفتے قبل ایک ضروری و دینی غرض سے بریلی شریف حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، فراغت کے بعد اکیڈمی کی جانب رُخ کیا، تقریباً رات کے آٹھ بجے تھے، سیدھا اوپر موصوف کی نشست گاہ پر حاضر ہوا، بڑی خندہ پیشانی کا اظہار فرمایا، کھانے کے لیے اصرار کرتے رہے، ایک تفصیلی فتویٰ جو کئی سال پیشتر راقم نے قلم بند کیا تھا، کمپوز شدہ تھا، سیٹنگ کے لیے پہلے کبھی حوالے کر چکا تھا، میں نے کہا: اگر سیٹنگ ہو گئی ہو اور زحمت نہ ہو تو ذرا اس کی کاپی نکال دیجیے

،بلا تامل تعمیلِ عرض فرمائی، دل سے ڈھیروں دعائیں نکلیں، آہ! کیا پتا تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے، اب اس کے بعد کبھی زیارت کا شرف نصیب نہ ہو گا۔

آخری گفتگو:

امسال مولانا موصوف مرحوم انتہائی درجہ میں زیرِ تعلیم تھے، دورۂ تعلیمی سے فراغت حاصل کر رہے تھے، ۲۴/ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بموقع عرس رضوی شریف جامعہ نوریہ رضویہ میں اعلی پیانے پر جلسۂ دستار بندی منعقد ہوتا ہے، قرب وجوار و دور دراز کے علماے کرام و زائرین حاضر ہوتے ہیں، اسی روز تقریباً صبح کے دس بجے فون آیا، عاجزانہ لب ولہجہ میں فرمایا: ”مصروفیت کے باعث آپ کو دعوتِ شرکت دینے کا خیال نہ رہا تھا، ابھی ابھی یاد آیا، آج میری دستار بندی ہے، آپ ضرور ضرور تشریف لائیں“ گفتگو میں اپنائیت کا عنصر وافر مقدار میں شامل تھا، کیا معلوم تھا کہ یہ آواز اب آخری بار سن رہا ہوں۔ اس سے قبل بھی بارہا اس بات کا تذکرہ کیا کہ: ”میں اپنی دستار بندی کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کروں گا، اربابِ علم و دانش، صاحبانِ فضل وکمال اور بڑے بڑے شاہانِ خطابت کا ورودِ مسعود ہو گا، خصوصیت کا ساتھ مولانا مفتی محمد عمران حنفی صاحب قبلہ کو تو ضرور مدعو کروں گا، اس حسین موقع پر آپ حضرات تشریف لانا“۔

اس میں شک نہیں کہ موصوف مرحوم، اپنے والد گرامی، محقق عصر، عظیم مصنف، مجددِ رضویات، علامہ فہامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی دام ظلہ العالی کے صحیح جانشین اور ” الولد سر لابیہ “ کی سچی تصویر تھے۔ موصوف کی شخصیت گوناگوں صفات کا مجموعہ تھی، راست بازی، بے باکی وحق گوئی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ بلا شبہ فضیلتِ علم، فضیلتِ نسب سے کہیں زیادہ رتبہ رکھتی ہے، اور یہ بھی طے ہے کہ فضیلت و مرتبت، علم وتقوی ہی سے وابستہ ہے۔ خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے فرزندانِ گرامی میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی کا نام نمایاں ہے، اس کی خاص وجہ ان میں علم وفضل اور تقوی وطہارت کی زیادہ پاس داری ہے، اور کتنے نام اس حوالے سے معروف ہیں۔ بیٹا بلا شبہ اپنے باپ کا کچھ نقش وعکس لیے ہوتا ہے، اس کا بھید ہوتا ہے، لیکن صرف نسبتِ فرزندی ہی سے ہر کسی کو مکرم ومحترم نہیں مانا جاتا، تاریخ گواہ ہے کہ وہی نام محبوب ومحترم ہوئے جو علم وعمل میں عمدگی کا وصف رکھتے تھے۔ امام غزالی، امام رازی اور ان کے علاوہ ہزاروں ائمۂ کرام و اسلاف عظام کو خاندانی نسب نے عزیز جہاں نہیں بنایا، امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالی کو خاندانی وجاہت نے اوج ثریا پر نہیں پہنچایا۔

مولانا موصوف مرحوم ایک عظیم باپ کے فرزند ارجمند ضرور تھے مگر خود بھی بڑی عظمت و رفعت، فضل وکمال اور نہایت بلند سیرت وکردار کے حامل تھے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ فتاوی رضویہ جدیدہ کی طباعت واشاعت میں اپنے پدر بزرگوار کے شانہ بشانہ مولانا مرحوم نے انتہائی غیر معمولی و ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا ہے، جاں گسل مراحل اور بڑی عرق ریزی وجاں فشانی کے بعد یہ عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا منصۂ شہود پر آیا، اس سلسلہ میں مولانا موصوف کی محنتوں، ہمتوں اور کوششوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اور یقیناً وہ خدا کے یہاں اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے، اس کے علاوہ اور متعدد کتابوں کی نشرو

اشاعت میں بھی اہم کردار رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ امر ہو جاتے ہیں، ذرا سوچیے، وہ کیسے ہوتے ہیں جن سے لمحے امر ہو جاتے ہیں، زمان ومکان وقعت پاتے ہیں، یقینا مولانا مرحوم موصوف اس خدمت عظیمہ کے صلے میں امر ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو گئے اور اس آیتِ کریمہ: "یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" کا مصداق اور زندہ جاوید تصویر بن گئے۔ آخر کار علم وتقوی کا وہ بے داغ مہرِ درخشاں، فضل وکمال کا تابناک ودرخشندہ ستارہ ٹوٹ گیا جو ہزاروں اہلِ محبت کے قلوب واذہان کو سوگوار اور بے چین ومضطرب کر گیا۔

مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی　　مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ

محمد جابر خاں رضوی مصباحی بریلوی

خادم تدریس وافتا جامعہ عربیہ اہلِ سنت بدر العلوم

جس پور، اترا کھنڈ۔

....

مرضی مولیٰ پر رضامندی کا اظہار انسان کو عظیم بنادیتا ہے

مولانا توفیق احسن برکاتی

استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان قادری رضوی...

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مختلف ذرائع سے آپ کے فرزند دلبند برادر گرامی مولانا محمد منیف رضا خان قادری کے وصال کی اندوہ ناک خبر ملی، دلی رنج ہوا، راقم اس صدمہ جانکاہ اور اس موقع غم پر آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے، اللہ عزوجل آپ کو، متوفی کی والدہ ماجدہ اور بھائی بہنوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضور! ہم بندگان خدا کے پاس سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے، یہ جسمانی وروحانی توانائیاں، سانسیں، ان گنت نعمتیں سب اسی کی نوازشات ہیں، یہ سب کچھ اس کی امانتیں ہیں، وہ یہ سب دینے میں بھی مختار ہے، واپس لینے میں بھی، وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی امانت ہم سے واپس لے سکتا ہے، وہ حکیم مطلق ہے، امید کہ اس نے جو واپس لیا ہے اس کا نعم البدل ضرور عطا فرمائے گا۔ مرضی مولیٰ پر رضامندی کا اظہار انسان کو عظیم بنادیتا ہے، آپ تو پہلے سے عظیم المرتبت اور علماو مشائخ کے روحانی فیضان سے مالامال ہیں، اپنی تدریسی، دینی، علمی، تصنیفی، انتظامی اور تربیتی خدمات جلیلہ کی بنا پر بندگان خدا کے دلوں میں محترم ہیں اور

یقین ہے کہ خلوص پر مبنی نیک کام پر بندے کو اللہ کی رضا ضرور ملتی ہے، میں ایک طالب علم ہوں اور آپ کو نصیحت کا ایک لفظ بھی بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا، میں نے تو احباب سے سنا ہے کہ اس آزمائش کی گھڑی میں آپ ایک صابر و شاکر بندۂ خدا رہے اور زبان پر شکوہ و شکایت کو ایک لفظ بھی نہ ادا کیا، جب کہ ایک جواں سال بیٹے کے وصال پر انسان بے صبرا بن جاتا ہے۔ یہ اللہ کا ایک امتحان ہے اور بس، وہ بسا اوقات اپنے بندوں کو آزماتا ہے، کچھ دے کر بھی اور کچھ لے کر بھی۔ مولانا محمد منیف قادری جیسے ہونہار عالم دین بیٹے کا بھرپور جوانی میں انتقال کر جانا بہت بڑا صدمہ اور اللہ کی جانب سے صبر کا امتحان ہے۔

زندگی اور موت پر کس کو اختیار ہے؟ قضا و قدر ہمارے ایمان کا حصہ ہے، برادر گرامی کی ناگہانی موت دل کا زخم دے سکتی ہے، مگر حوصلوں کو مات نہیں دے سکتی اور بریلی شریف مرکز اہل سنت میں امام احمد رضا اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے آپ نے اپنے احباب اور فرزندان کے تعاون سے جو تاریخی کام کیا ہے وہ رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا اور جملہ معاونین کو دارین میں اس کام کا اجر عظیم ضرور ملے گا، ان شاء اللہ عزوجل۔

آپ کے بلند عزائم اور مضبوط حوصلوں کو سلام، اللہ آپ کو مزید توانائیاں بخشے، آمین۔ ادارہ معارف اسلامی، ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی اور جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی کے جملہ اساتذہ، طلبہ، اراکین، معاونین آپ کو اور اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتے ہیں، اللہ عزوجل سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا منیف رضا قادری علیہ الرحمہ کو بلندی درجات بخشے، آمین ثم آمین، بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

شریک غم و طالب دعا

توفیق [illegible]ن برکاتی استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی ۳

۵/ جنوری ۲۰۱۷ء جمعرات

....

پھول، گلشن، گلستاں تھی جس کی ذات

مولانا محمد عابد رضا مصباحی

حافظ ملت دار الافتاء سنی مدینہ مسجد کدل واڑی پونہ

کرم ہو رحمت حق اس کھلی سی آنکھ پہ جو امید ساتھ لئے زیر خاک لیٹ گئی

غالباً ۲۰۰۹ء یا ۲۰۱۰ء کی بات ہے، میں صاحب والا کرم حضرت علامہ محمد حنیف خان رضوی مدظلہ العالی سے شرف ملاقات کے لیے امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف حاضر ہوا، بعد مغرب حضرت سے ملاقات ہوئی اور آپ نے اپنی فراخ دلی کا خوب مظاہرہ فرمایا، اپنے علمی اور قلمی فیضان سے مجھ حقیر کو خوب خوب نوازا۔ علمی مذاکرہ، حالات حاضرہ پر تبصرہ

،پستی کی جانب بڑھتے ہوئے قوم کے قدم کو کیسے پابند سلاسل کیا جائے اس پر کافی رات تک حضرت نے اظہار خیال کیا۔
حضرت کے حکم پر رات کا قیام بھی وہیں اکیڈمی میں رہا، صبح بعد نماز فجر حضرت علامہ نے پھر ناشتہ سے ضیافت کی۔ ناشتہ میں حضرت کے صاحب زادہ حضرت مولانا محمد منیف رضا پیش پیش تھے، ایک سعادت مند بیٹا اپنے والد گرامی کے ابروئے اشارہ پر ہربات کی تکمیل کر رہا تھا۔ پیار بھرا برتاؤ، ہر آواز پدر پر لبیک کہتے اور مہمان کی ضیافت میں کوئی کوتاہی نہ رہ جائے، پیہم اصرار کہ حضرت اور تناول فرمائیں، میں شرمندہ کہ اتنے بڑے باپ کے بیٹے ہونے کے باوجود ایک چھوٹے سے مہمان پر اتنا کرم، اس پیار بھرے برتاؤ سے میں بہت متاثر ہوا کہ ایک نوجوان، اٹھتی جوانی، پیشانی پر تابناک مستقبل کے آثار، حصول علم سے فراغت کے بعد ملت کی بے لوث خدمت کا جذبہ، اور سب سے بڑی خوبی کہ ہر کس و ناکس سے خلوص و محبت سے مل کر اپنا بنانے کی دھن، یہ انہیں کا حصہ تھا۔

حضرت مولانا محمد منیف رضا خان بہترین عالم دین اور اخاذ طبیعت کے مالک تھے۔ بڑے باپ کے بیٹے ہونے کے باوجود فخر و تکبر، ناز و نخرے دور، منکسر المزاج، سنجیدہ دماغ، بالغ نظر، کم عمر عالم دین تھے۔ وہ ابھی علم حاصل کر ہی رہے تھے اور حضرت علامہ کے ساتھ ساتھ ان بڑی بڑی کتابوں پر کام کرتے تھے جن پر کام کرنے سے اچھے اچھے کتراتے ہیں، کہیں کمپیوٹر پر کتابوں کی کمپوزنگ، کہیں پروف کی تصحیح اور کہیں کتابوں کی سیٹنگ، سب کاموں میں ایک بالغ نظر انسان کی طرح خدمت کرتے نظر آتے تھے۔

عمر کم مگر حوصلہ بلند، سلیقہ مند، فرض شناس، سعادت مند تھے۔ ہر کام بڑی ذمہ داری سے کرتے تھے۔ حصول علم کے ساتھ ساتھ عصر رواں میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ، اس مادی دور میں کس طرح آگے بڑھا جا سکتا ہے، اس کے لیے اچھی تدبیر اور روشن مستقبل کی فکر کے حامل تھے۔ حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب نے اپنے شعور فکر کی آنکھ ایک ایسے آنگن میں کھولی جہاں ہر چہار جانب اسلام کی بہاریں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ گھر میں ہر سمت سنت نبوی کے گوہر تابدار اسلامی روح کا تموج تھا، اور والد گرامی کی دینی خدمات کا ایک بے لوث گلستاں تھا، جہاں ہر آن نئے نئے غنچے، اور نت نئی نئی کلیاں کھل کر گلشن علم و عرفان کو مہکا رہی تھیں۔ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا علمی فیضان، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دعاؤں کا اثر، گلشن حنیفی میں ثمر وار تھا۔ والد گرامی کی حرص و طمع سے آزاد درویشانہ زندگی نے ایک حوصلہ اور جذبات میں بانک پن پیدا کر دیا تھا جس سے نوخیز زندگی کندن بن گئی تھی۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ اپنے بڑوں کا کتنا ادب و لحاظ کرتے تھے اور اپنے بڑوں کی خدمت کو کتنی سعادت سمجھتے تھے، اس کا اندازہ تو ان حضرات کو بخوبی ہوگا جو ان سے ملے۔ ہاں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ میں نے بہت سے بڑوں کو ان کی عزت کرتے دیکھا۔ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ بڑوں کے ساتھ حسن کردار و اخلاق اور ان کی بالغ نظری کی بنیاد پر۔ ان کی آنکھوں میں روشن و تابناک مستقبل کے سپنے تھے، ملت کی آبیاری کی فکر تھی، علم و ادب کی بے لوث خدمت کا جذبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے بڑوں کی بارگاہ میں عریضۂ دعا کرتے ہوئے کہتے نظر آئے: دعا فرمائیں میں بھی کچھ کر سکوں

اور الحمد للہ کم عمری میں بہت کچھ کیا بھی۔ علامہ بدرالدین علیہ الرحمہ کی کتاب "تعمیر ادب" جو پرانے طرز پر اب تک چھپ رہی تھی اور پڑھی جا رہی تھی انہوں نے والد گرامی کے مشورہ کے بعد اس کتاب کو نئے انداز میں نیا رنگ ڈھنگ دیا اور اس کو خوب خوب دید زیب کیا، بچوں اور بڑوں کو یکساں پسند آئی اور بہت سی جگہ مدرسوں کے علاوہ اسکولوں کے نصاب میں بھی شامل ہوئی۔

علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ اپنے اس صاحب زادے کو لے کر بڑے پر عزم تھے، آنکھوں میں بلا کی چمک تھی کہ بیٹا تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہو کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی آبیاری کرے، اور سعادت مند بیٹا اس راستہ پر چلا بھی مگر رب کی مشیت کچھ اور تھی۔ وہ بچہ جو بچپنے کے عالم میں عارضۂ قلب میں مبتلا ہوا تو والد گرامی نے اپنا سب کچھ قربان کر کے لخت جگر کا معالجہ کرایا، اللہ نے شفا بخشی اور والد بزرگوار کو مستقبل کی امید بندھی۔ وہی بچہ اب جب کہ والد گرامی کے دوش بدوش کھڑا ہو کر کچھ سہارا بننے کے لائق ہوا اور جیسے ہی اپنے سر پر علم و فضیلت کا تاج سجا کر میدان عمل میں اتر کر امید شوق کو عملی جامہ پہنانا ہی چاہتا تھا کہ قضاء و قدر کے مالک کا بلاوا آ پہنچا اور مولانا عین عالم جوانی میں سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر چلے گئے آہ! باپ پر کیا گزری ہوگی جب اپنے جواں سال دلبند کا جنازہ کاندھوں پر اٹھایا ہوگا، دل پر کتنے صدموں کے پہاڑ ٹوٹے ہوں گے، ہم تو صرف تصور ہی کر سکتے ہیں۔

جواں بیٹا بچھڑا، جوانی بھی روئی　غزل خواں بھی رویا کہانی بھی روئی
غم کا وہ بوجھ پڑا ہے کہ اٹھائے نہ بنے　حرف شکوہ بھی لبوں پر کوئی لائے نہ بنے
دار فانی میں ہر اک شخص ہے دو دن مہمان　ٹوٹا جب تار نفس جوڑ لگائے نہ بنے

اور اخیر میں میں صرف اتنا کہوں گا کہ مرحوم راہ حق کے شہید ہیں، انہوں نے جام شہادت نوش کیا اور زندۂ جاوید ہو گئے۔

زندۂ جاوید ہیں سوز محبت کے قتیل　یہ شرر ٹھنڈے نہیں پڑتے ہیں بجھ جانے کے بعد

••••••••••••••••••

مولانا محمد منیف رضا کی مختصر سی زندگی طلبائے علوم دینیہ کے لیے نمونہ عمل

مولانا کوثر امام قادری
استاذ دار العلوم قدوسیہ قمر العلوم، مہراج گنج

کیا خبر تھی ایسا بھی ہو جائے گا آسمان زیر زمین سو جائے گا

امام احمد رضا اکیڈمی کے ارباب حل و عقد کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری جماعت اہلسنت کے لیے عزیزی مولانا محمد منیف خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ایک عظیم سانحہ ہے، آپ کے انتقال سے ملت اسلامیہ کا وہ عظیم نقصان ہوا جس کی تلافی کی صورت نظر نہیں آتی۔ عزیزی موصوف نہ صرف یہ کہ ناشر رضویات محدث عصر حضرت علامہ محمد حنیف خاں نوری کے صاحب زادہ تھے بلکہ وہ شہزادۂ رضویات تھے، ملت اسلامیہ کا سرمایہ افتخار تھے، قوم کی دولت پر عظمت تھے، امام احمد رضا اکیڈمی کے اہم ستون اور دست و بازو تھے۔ اس کم عمری میں تصنیفات رضا اور خصوصا فتاویٰ رضویہ جدید کو انتہائی آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر لانے میں جس قدر انھوں نے محنت و مشقت اٹھائی اس کا جواب نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اور یہی حقیقت ہے کہ اگر عزیزی موصوف مرحوم نے فتاویٰ رضویہ پر اپنی عرق ریزی و محنت شاقہ صرف نہ کی ہوتی تو آئندہ دس سالوں میں بھی اس عظیم شاہکار کا اس تزک واحتشام کے ساتھ منظر عام پر آنا ممکن نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مولانا مرحوم کو قریب سے جانتے تھے انہیں بے حد تکلیف ہوئی اور فوراً واٹس ایپ پر اپنے تاثرات ارقام فرمائے۔

حافظ و قاری امیر رضا الہ آبادی متعلم جامعہ ازہر شریف نے عزیزی موصوف کے وصال کی خبر سن کر بے حد رنج و غم کا اظہار کیا اور کہا کہ طلبائے علوم اسلامیہ اپنے دور طالب علمی میں صرف پڑھتے لکھتے اور کھیل کود تک اپنے ذہن کو مرکوز رکھتے ہیں لیکن مولانا محمد منیف رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذہن اس سے کافی بلند تھا، وہ عہد طالب علمی ہی سے تصنیفات رضا کی نشر واشاعت، قدیم وجدید تصنیفات پر علمی کام کرتے اور اہل علم کی دہلیز مطالعہ تک پہنچانے کا جنونی جذبہ رکھتے تھے۔ اس نو عمری میں علمی خدمات کا ذوق اور علمی ضرورتوں کا ادراک نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

مولانا شاہ عالم ازہری نے دار العلوم احسن العلماء لکھورا میں فاتحہ سوئم کے موقع پر کہا کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد علمی دنیا میں کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن عہد طالب علمی میں جنھوں نے گرانقدر کارناموں سے دنیا کو فیضیاب کیا ان کی تعداد بہت ہی کم ہے اور ان کمیاب شخصیات میں مولانا محمد منیف رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

مولانا امام الدین ازہری نے ایصال ثواب کی مجلس میں طلبا کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد منیف رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کی مختصر سی زندگی طلبائے علوم دینیہ کے لیے نمونہ عمل ہے، محنت واخلاص کے ساتھ پڑھنا، ذوق وشوق کے ساتھ کتابوں کا مطالعہ کرنا اور فرصت کے وقت علمی نشریات واشاعت رضویات میں مشغول رہنا۔ مولانا محمد منیف رضا خاں کی زندگی کے حسین ابواب ہیں۔

امام احمد رضا اکیڈمی نے مختصر سی مدت میں جو اتنی ترقی کی اس کی ترقی میں اس نو عمر مولانا محمد منیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے پناہ کوششیں رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں غریق رحمت کرے اور ان کے والدین وبرادران واقارب کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو　　کوثر امام قادری

خادم دار العلوم قدوسیہ قمر العلوم، مہراج گنج

....

دار العلوم علیمیہ میں مولانا منیف رضا برکاتی کو یاد کیا گیا

جماعت اہل سنت کے نامور محقق و مصنف صاحب جامع الاحادیث، مصنف کتب کثیرہ، حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی دام ظلہ العالی کے صاحب زادے مرحوم ومغفور کی تعزیت میں ایک خصوصی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں بہت سارے اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی۔

دار العلوم کے صدر المدرسین حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ ہر کامیابی کے پیچھے بہت سارے افراد کا ہاتھ ہوتا ہے، صاحب زادہ گرامی حضرت مولانا محمد منیف رضا اپنے والد گرامی کے ساتھ دست رات تھے، اور انہوں نے مختصر عمر میں اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بہت سارے کارہائے نمایاں انجام دیے، مولیٰ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول کرے۔

دیگر اساتذہ نے بھی حضرت کی رحلت پر تعزیتی بیان پیش فرمایا اور آپ کی رحلت پر افسوس کا اظہار کیا، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ استاد ادارہ نے فرمایا کہ قیمتی اور کام کے لوگوں کی عمریں بہت قلیل ہوتی ہیں۔ ماضی میں بھی بہت سارے افراد ہیں جو مختصر سی عمر میں سارے بڑے کام انجام دیکر چلے گئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کے مشن کی تکمیل کی کوشش کریں اور ان کے علمی کارواں کو آگے بڑھاتے رہیں۔ اخیر میں مولانا کے حق میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا مرحوم کی رحلت کے وقت ٹھنڈ کی چھٹی چل رہی تھی۔ اس لئے ۸ جنوری ۲۰۱۷ء کو مدرسہ کھلنے کے بعد یہ پروگرام منعقد ہوا۔

ایک مسافرِ عالم برزخ کی داستاں

مولانا محمد راحت خاں قادری
بانی وناظم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

جس گھر میں کسی بچے کی ولادت ہو اس گھر والوں کی خوشیوں کا کیا عالم ہوتا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں، لیکن اس مسرت وشادمانی کے موقع پر بہت سے لوگ خدائے تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں، گویا کہ وہ اپنے بچے کی ولادت کو گناہوں کا بازار گرم ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں۔ وہ بچے خوش نصیب ہیں جن کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے علم وادب کی دولت سے سرفراز فرمایا ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ شکریہ بجالاتے ہیں۔

اس بچے کی خوش بختی کا عالم کیا ہوگا جس کے والد محترم کے لیل ونہار علم وادب کے پیاسوں کو سیراب کرنے، دین و سنیت کی نشر واشاعت میں گزرتے ہوں، جس نے مذہب ومسلک کی خدمت واشاعت کے لیے اپنا عیش وآرام تج دیا ہو، یقیناً ایسا باپ بھی اپنے گھر بچے کی پیدائش پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہوگا لیکن اس کا انداز دوسرے لوگوں سے مختلف ہوگا، اس کے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات بھی الگ ہوں گے، ایسے ہی گھر میں ۲۴؍ربیع النور ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ صبح کے وقت ایک بچہ کی ولادت ایک چھوٹے سے گاؤں "بھوگپور" بہیڑی ضلع بریلی شریف میں ہوتی ہے، بچے کے والد تو اس کی پیدائش سے پہلے ہی دیگر مصروفیات اور ہجوم کار کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ایک عظیم دینی وتاریخی کام میں مشغول و منہمک تھے، وہ کام تھا "جامع الاحادیث" کی جمع وترتیب کا، بچے کی ولادت کے بعد تقریباً چار ماہ کا ہی عرصہ گزرتا ہے کہ اس بچہ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہو جاتی ہے، مشفق باپ اپنے اکلوتے لڑکے کے علاج کے لیے کوشاں ہو جاتا ہے، اسپتالوں میں جانچ اور تشخیص امراض کے مراحل طے ہونے کے بعد پتا چلتا ہے کہ بچے کے دل میں سوراخ ہے، ڈاکٹروں نے پانچ سال کی عمر میں آپریشن کے لیے کہا ہے۔ اپنے پیارے بچے کو کسی بھی مہلک بیماری میں مبتلا دیکھ کر والدین کا رنج والم سے چور ہونا یہ ایک فطری امر ہے۔ کچھ ایسا ہی اس بچے کے والد کے ساتھ ہوا کہ انہوں نے "جامع الاحادیث" کے عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا جو عزم مصمم کیا تھا بچے کی تکلیف کے سبب اس کام پر بھی بہت اثر پڑا اور مصروفیات میں بھی تبدیلیاں ہوئیں:

آج بھی بری کیا ہے کل بھی یہ بری کیا تھی
اس کا نام دنیا ہے یہ بدلتی رہتی ہے

اس کی جانب بچے کے باپ نے ہی اپنے الفاظ میں یوں اشارہ فرمایا ہے:

"کچھ خانگی الجھنیں خصوصاً "عزیزم محمد منیف رضا سلمہ" کی مستقل علالت اور کچھ جدید مدرسہ میں منتقلی سے یک سوئی کا فقدان اور یہاں کی شب و روز مصروفیات نے سارے منصوبے کو طاق نسیاں بنا دیا۔" (جامع الاحادیث، عرض حال، جلد اول، ص:۱۱، مولانا حنیف خاں رضوی، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ۲۰۰۴ء)

بہر حال بچے نے والدین کی انگلی پکڑ کر ان کی شفقت ومحبت کے گلشن میں پانچ سال کا عرصہ گزارا، بچے کی عمر پانچ

سال ہوجانے کے بعد اب پھر سے اس بیماری کے علاج کو شروع کیا جاتا ہے، دلی کے مشہور و معروف اسپتال ایمس (AIIMS) میں ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک دو کامیاب آپریشن ہوئے اور مکمل احتیاط و پابندی کے ساتھ مسلسل ۶ر سال تک علاج کے بعد صحت یابی ہوگئی لیکن احتیاط و حفظ صحت کے لیے بچے کے شفیق والد ہر سال جانچ کرواتے رہے یہاں تک کہ ۲۰۱۲ء میں ڈاکٹروں نے مکمل صحت یاب قرار دے دیا۔

یہ بھی اس بچے کی خوش قسمتی ہی کہی جائے گی کہ بچہ نے جب دنیا میں پہلی سانس لی تھی تو اس کے والد محترم "جامع الاحادیث" کے لیے کوشاں رہتے تھے، اس بچے کا بچپنا پھر بچپن میں ہی اس کا بیمار ہوجانا، ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ کون سوچ سکتا تھا کہ یہ بچہ بھی اتنی سرعت و تیزی کے ساتھ سفر طے کر کے کسی لائق بن کر اپنے والد بزرگ وار کا ہاتھ بٹائے گا اور "جامع الاحادیث" کے لیے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے کوشش کرے گا لیکن "الولد سرّ لأبیہ" کسی بھی ہونہار بیٹے میں قابل تقلید باپ کا جلوہ آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے، اچھی اولاد اپنے شریف باپ کی خوبیوں کی عکاس ہوا کرتی ہے، اس بیٹے نے بھی آنکھیں کھولنے کے بعد اپنے والد کو مسلسل محنت و مشقت اٹھا کر اشاعت دین میں مصروف دیکھا، درس و تدریس اور گھریلو مصروفیات کے باوجود راتوں رات کتب بینی، ورق گردانی کرتے ہوئے پایا، دینی کاموں میں انہماک کی برکت سے دنیا سے ایسی بے رغبتی دیکھی تھی کہ:

دنیا مرے پڑوس میں آباد ہے مگر　　میری دعا سلام نہیں اس ذلیل سے

جی ہاں! ان کے شب و روز دیکھنے والے حضرت علامہ عبد السلام رضوی مدظلہ ان کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"منعم حقیقی نے آپ کی ذات میں عظیم صلاحیتیں ودیعت رکھی ہیں، آپ ایک تجربہ کار مدرس، قادر الکلام مقرر، انتظام امور کی اعلیٰ صلاحیت سے متصف اور پختہ مشق قلم کار ہیں۔ آپ کی علمی، تدریسی، اور انتظامی خدمات سے آگاہی رکھنے والے عوام و خواص برملا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں: کہ موصوف گرامی جہاں پہنچے جنگل کو منگل کر دیا، جس خیابان علم میں قدم رکھا بہار آگئی، جس ادارے سے متعلق ہوئے اسے ترقیات سے ہم کنار کر دیا۔"

(جامع الاحادیث، احوال واقعی، جلد اول، ص:۳۹، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ۲۰۰۴ء)

یہی سب کچھ دیکھتے دیکھتے یہ بچہ اپنی عمر کی منزلیں طے کر رہا تھا، ابتدا میں اس بچے کی بیماری کی وجہ سے "جامع الاحادیث" کا کام کچھ دنوں موقوف رہا تھا اب اسی بچے نے "جامع الاحادیث" کے کار خیر میں اپنے والد محترم کا اپنی حیثیت کے اعتبار سے ساتھ دینا شروع کر دیا اور "جامع الاحادیث" کی اخیر کی چار جلدوں کی کمپوزنگ، کمپیوٹر پر تصحیح، تزئین کاری وغیرہ میں وہ بذات خود شریک و سہیم رہے ہیں۔

یہ بچہ ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوا تھا والد محترم ناشر رضویات، مرتب جامع الاحادیث، فخر بریلی، حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی صدر المدرسین و شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ہیں اس بچے کا نام "محمد منیف رضا خاں" رکھا گیا، خوش قسمتی سے بچے کے دادا "مولانا محمد علی خاں" بھی علم و ادب سے ہی تعلق رکھنے والے ہیں۔ والدین کا

یہ بچہ، حقیقت میں اب بچہ نہیں رہا تھا بلکہ اب اس نے جوانی کی سرحد پر قدم رکھ کر آگے کا سفر شروع کر دیا تھا اور وہ تیزی کے ساتھ کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہو کر منزل کی جانب یوں صدا لگاتے ہوا دوڑا چلا جا رہا تھا:

سنگ ریزوں کی چبھن کا مجھے احساس کہاں میں تو منزل کے مناروں پہ نظر رکھتا ہوں

باقاعدہ تعلیمی سفر کی ابتدا، ۲۰۰۱ء کو جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے ہوئی اس کے بعد شہر بریلی کے مختلف اسکولوں میں بہاہت ہی سرعت و تیزی کے ساتھ درجات طے کرتے ہوئے نویں کلاس تک محض ۶ر سال کی مدت میں پہنچ گیے، اس کے بعد ٹھاکر دوارہ ضلع مرادآباد میں ۳ر سال رہ کر حفظ قرآن کریم مکمل کر کے اپنے گھر آکر درس نظامی کا آغاز کیا پھر "جامعہ حرا" مہاپولی، بھونڈی (ممبئی) میں چند ماہ تعلیم حاصل کی اور ۲۰۱۰ء میں "جامعہ نوریہ رضویہ" بریلی شریف میں جماعت ثانیہ میں داخلہ لیا، امام احمد رضا اکیڈمی کی کثیر مصروفیات کے باوجود ان کا شمار جامعہ کے ممتاز و ہونہار اور نمایاں طلبہ میں ہوتا تھا، اسی سال ۱۴۳۸ھ ر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے ۹۸ر ویں عرس (عرس رضوی) کے مبارک و مسعود موقع پر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں موصوف کو دستار فضیلت سے نوازہ گیا تھا۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

ایک طرف موصوف کی زندگی کی ابتدا علم دین کے حصول سے ہوئی اور دوسری جانب مذہبی و اشاعتی خدمات کی ابتدا "جامع الاحادیث" پر کام سے ہوئی اس کے بعد امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی تقریباً ایک سو (۱۰۰) سے زائد کتابوں کے کام میں وہ شریک و سہیم رہے بلکہ وہ کتابیں انہیں کے ذریعہ فائنل ہوئیں، خاص طور پر یہ کتابیں:

فتاوی بحر العلوم (۶ر جلدیں)

حاشیہ بیضاوی (۳ر جلدیں)

بحر العلوم نمبر (۱ر ضخیم جلد)

فتاوی اجملیہ (۴ر جلدیں)

فتاوی مفتی اعظم (۷ر جلدیں)

فتاوی رضویہ (۲۲ر جلدیں)

یہ بھی ایک اتفاق کہیے کہ اسی سال ۱۴۳۸ھ میں موصوف نے درس نظامی کی تعلیم کی تکمیل کی جس کی ابتدا حروف تہجی (الف، ب، ت وغیرہ) سے ہوئی تھی اور ادھر وہ مذہبی اشاعتی خدمات جن کی ابتدا "جامع الاحادیث" سے ہوئی تھی ان کی تکمیل بھی اسی سال "فتاوی رضویہ" کے جدید ایڈیشن کی شکل میں ہوئی، موصوف نے فتاوی رضویہ پر مختلف نوعیتوں سے کام کیا:

(۱) پوری کتاب میں سوالات و جوابات جلی حروف سے لکھے ہیں۔

(۲) فتاوی میں چار ہزار سے زیادہ آیات کو قرآن کریم کے سوفٹ ویئر سے سرچ کر کے خوب صورت رسم قرآنی کے مطابق چسپاں کیا۔

(۳) تخریج کے اسلوب کو نہایت سلیقے سے خوب صورت بناکر پیش کیا۔

(۴) نمبر ڈال کر حوالجات سیٹ کیے۔

(۵) متن احادیث کو قوسین میں اور فقہی عبارات کو واوین میں رکھنے کا کام بھی خاص مقدار میں کیا۔

ایک اندازے کے مطابق ہر ہر صفحہ موصوف کے پاس سے چار یا پانچ مراحل سے گزرا ہے، ۲۲؍ جلدوں کے سولہ ہزار صفحات پر مشتمل اپنی نوعیت کا ان کا یہ منفرد کارنامہ ہے، یقیناً یہ رہتی دنیا تک ان نوعیتوں کے ساتھ ان کی یادگار رہے گا۔

۲۰۰۱ء کے بعد سے تعلیم کی ابتدا کر کے محض ۱۵؍ سال کے قلیل عرصہ میں اشاعتی خدمات کے ساتھ حفظ و قرات اور درس نظامی اور فتاوی رضویہ کی تکمیل کرنے والا یہ شاہین صفت ۲۵؍ سالہ اس نوجوان کی اچانک ۱۹؍ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو طبیعت علیل ہوئی، بریلی شہر کے اسپتال میں افاقہ نہ ہونے کی صورت میں ڈاکٹروں نے ایمس (AIIMS) ہاسپٹل دہلی ریفر کر دیا، اس دوران امام احمد رضا اکیڈمی جانا ہوا وہاں کے در و دیوار سے ہی ایک عجیب کیفیت محسوس ہو رہی تھی:

تم نہیں ہو تو مری بزم میں سناٹا ہے — تم بھی خاموش ہو محفل کی فضا بھی خاموش

موصوف کے لیے مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں علما و طلبہ اور مشائخ و سادات کرام کے ذریعہ شفا و صحت کی دعائیں ہونا شروع ہوگئیں، اس کے بعد یہ خبر ملی کہ طبیعت میں سدھار ہے، لیکن ایک دو دن کے بعد پھر طبیعت بگڑنے کی خبریں آنے لگیں بالآخر مکمل ایک ہفتہ علالت و علاج کے بعد ۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو ان کے انتقال کی خبر تقریباً پوری دنیا میں عام ہوگئی، دنیائے اہل سنت میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

ان کے گھر پر آخری دید کے لیے علما و مشائخ اور طلبہ و عوام کا تانتا بندھ گیا اور یہ سلسلہ تدفین تک جاری رہا۔ موصوف مرحوم سے ہم عمری کی وجہ سے میرے بھی قریبی تعلقات تھے جب بھی اکیڈمی جانا ہوتا وہ نہایت ہی خندہ پیشانی و ملنساری اور اپنائیت و عاجزی کے ساتھ پیش آتے تھے وہ اچانک سب کو سوگوار چھوڑ جائیں گے یہ تو کبھی وہم و خیال میں بھی نہیں آیا تھا۔

تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

وہ راتوں رات جاگ کر کام کیا کرتے، ان کے رہنے سے اکیڈمی میں ایک چہل پہل ہوتی تھی اب وہ تنہا کیا گیے ایسا لگتا ہے کہ پوری اکیڈمی میں سناٹا چھا گیا ہو در و دیوار نے خاموشی اختیار کرلی ہو۔

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی — اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

میں نے بھی ان کا آخری دیدار کیا اور بہت غور سے ان کے چہرے کو دیکھا چہرے پر اتنی زیادہ نورانیت تھی کہ میں نے ان کے چہرے کو اتنا منور و تاب ناک اور چمکتا و دمکتا ہوا اس سے پہلے اور کسی دن نہیں دیکھا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مسکراتے ہوں، محض ہم لوگوں پر اظہار نیند کے لیے آنکھیں بند کرلی ہوں، لبوں پر مسکراہٹ کا اظہار تھا، جو بھی ان کو دیکھ کر آتا وہ دوسروں

سے اس کا اظہار کرنے لگتا ایسے وقت میں موصوف پر رشک ہو رہا تھا کہ کتنے خوش نصیب ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل رشک موت عطا فرمائی ہے۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے جان کر من جملہ خاصان میخانہ مجھے

۲۸ر ربیع الاول کو کثیر تعداد میں علما و مشائخ، سادات و عمائد اور معززین و طلبہ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور امام احمد رضا اکیڈمی کے پاس قبرستان کے قریب ایک پلاٹ میں مغرب سے قبل ہزاروں لوگوں نے نم ناک آنکھوں سے مرحوم کو سپرد خاک کیا۔

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے! آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

جوان بیٹے کی میت پر سب سے زیادہ غم والدین کو ہی ہوتا ہے لیکن ایسے درد و غم بھرے ماحول میں بھی حضرت علامہ محمد حنیف رضوی دام ظلہ کو میں نے صبر و تحمل میں کوہِ ہمالہ سے بھی بہت بلند پایا، یقیناً حضرت کا دل غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا، مصائب و آلام سے چور ہوگا لیکن دہلی سے واپسی کے بعد علمائے کرام کے جھرمٹ میں گھر کے دروازے کے پاس پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر سنجیدگی کے ساتھ تعزیت کے لیے آنے والوں سے ملتے رہے اور اپنی پیشانی سے برابر اپنے غموں کو چھپا کر صبر و شکر کی ادا میں ہی نظر آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کے جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

....

ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

علامہ مولانا انوار احمد صاحب قبلہ قادری

(سربراہ اعلیٰ، الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور، ایم پی)

محب مکرم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب قوم و ملت کے محسن ہونے کے ساتھ ساتھ میرے بڑے مخلص احباب میں سے ایک ہیں، میں ان سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں اور میرے ساتھ ان کے الطاف کریمانہ ان کی محبت کا پتہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ شاہد ہیں کہ اس محبت و الفت کا داعی و محرک صرف اور صرف دینی حمیت ہے۔ مفتی صاحب قبلہ کی پہچان ہمیشہ سے ایک مخلص خادم دین کی رہی ہے۔ خاص کر رضویات کی

خدمت میں انہیں نشان امتیاز حاصل ہے۔ میری ان سے قربت اس وقت سے اور زیادہ ہوگئی جس دن سے امام احمد رضا اکیڈمی کے زیر انتظام میری کتاب "انوار البیان" کی اشاعت ہوئی، مفتی صاحب قبلہ سے متعلق جیسا سنا تھا اس سے بہتر پایا۔

اسی دوران میری ملاقات ان کے فرزند رشید حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب برکاتی سے بھی ہوئی۔ یوں تو اکیڈمی میں بڑا عملہ موجود رہتا تھا، لیکن میں نے محسوس کیا کہ مولانا منیف رضا بہت سے کام از خود انجام دیا کرتے تھے۔ ان کی ملن ساری، حسن اخلاق، شیریں گفتار، آداب نشست و برخاست نے مجھے بڑا متاثر کیا، نتیجۃً وہ میرے دل سے اپنے والد بزرگوار کی طرح ہی قریب ہوگئے تھے۔ کئی مرتبہ اکیڈمی میں آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ موصوف خندہ پیشانی سے پیش آتے بلکہ میری بیشتر ضروریات کو اپنے ہاتھوں پورا فرماتے۔ کئی مرتبہ اسٹیشن سے لانے لے جانے کا زحمت بھرا کام بھی انہوں نے خود انجام دیا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی معیت میں اکیڈمی سے عرس رضوی کی تقریب میں شرکت کی غرض سے اسلامیہ انٹر کالج جا رہے تھے۔ یوپی کا ممتاز کہرا اپنے شباب پر تھا، بلا مبالغہ پانچ فٹ دور کا بھی کچھ نظر نہیں آرہا تھا، اس موقع پر گاڑی کا اسٹیرنگ مولانا محمد منیف رضا ہی سنبھالے ہوئے تھے۔ گاڑی روڈ سے اتر جانے کا خطرہ بنا ہوا تھا۔ وہ الفاظ مجھے آج بھی یاد آتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کس پیار سے شہزادے کو حوصلہ دیکر گاڑی کو کنٹرول میں رکھنے کی نصیحت فرما رہے تھے۔ مولانا محمد منیف رضا سے متعلق محسوسات کی روشنی میں جو حسن ظن ان سے متعلق قائم ہوا تھا، وہ روز بروز دوسرے حضرات کی باتیں سن کر بڑھتا چلا گیا، اور میں موصوف کی محبت میں بھی میں ترقی دیکھتا رہا۔

مولانا محمد منیف رضا حضرت مفتی صاحب کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے اور ساتھ ہی ایک باذوق طالب علم بھی تھے۔ ان کی لگن اور مفتی صاحب قبلہ کی حسن تربیت نے وہ دن بھی قریب کیا کہ جب ان کے سر پر دستار فضیلت سجانے کی تیاریاں ہوئیں۔ میرے کرم فرما مفتی صاحب قبلہ نے مجھے بڑے ناز، پیار اور دباؤ سے دعوت دی کہ بیٹے کی دستار میں آنا ہی ہے، میں ان کی دعوت کو کیسے رد کر سکتا تھا۔ وقت موعود پر حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کے محبوب ﷺ کی رحمتوں اور بزرگوں کی عنایتوں سے میں نے وہ منظر اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا، جب انہیں علماء و مشائخ کے ہاتھوں تاج فضیلت پہنایا گیا۔ میں خود اس میں شریک رہا اور پھر میں نے گلابوں سے مہکتا ہار ان کے گلے میں ڈالا، لیکن آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہار میں نے مولانا محمد منیف رضا برکاتی کی شکل میں جنت کے دولہا کو پہنایا تھا، جب میں نے مولوی محمد محسن قادری گوالیری متعلم منظر اسلام بریلی شریف کی زبانی یہ خبر سنی کہ حضرت مولانا محمد منیف رضا برکاتی کا وصال پر ملال ہو گیا ہے تو ناقابل بیان غم کے

دریا میں ڈوب گیا، "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر دعائے مغفرت وجنت کی۔ جامعہ غوثیہ غریب نواز فون کر کے ایصال ثواب کی محفل منعقد کرائی، تمام طلبہ واساتذہ شریک رہے، قرآن خوانی ہوئی، فاتحہ پڑھی گئی اور طلبہ کو تبرک تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد جتنے جلسوں میں فقیر کی شرکت ہوئی بیشتر میں ان کے لئے دعا ہوتی رہی۔ ایصال ثواب ہوتا رہا۔ وصال کے بعد مومن کا اس سے بڑھ کر تحفہ اپنے مومن بھائی کے لیے کیا ہو سکتا ہے۔۔۔

اس جاں گسل حادثہ کے بعد داغ دہلوی کا یہ شعر دماغ وزبان پر چھایا رہا:

ہوش وحواس تاب وتواں داغ جا چکے　　اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

اللہ تعالیٰ مولانا محمد منیف رضا کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور اہل خانہ کو تسلی، خاص کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ وطفیل حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب قبلہ رضوی اور ان کی اہلیہ کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین.

گدائے غوث وخواجہ ورضا، انوار احمد قادری بانی وسربراہ اعلیٰ الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور

....

وصال کی خبر پڑھ کر تڑپ اٹھا

مولانا مظہر حسین علیمی
(نائب مدیر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

جو بھی اس دنیا میں آیا ہے وہ جانے کے لیے ہی آیا ہے ،اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اس فرش گیتی پر روزانہ لاکھوں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں لوگ اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر جاتے ہیں ،مگر کم ہی ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی وفات پر ہر دل تڑپ اٹھے اور ہر شخص بے چین وبے قرار ہو جائے۔ انھیں خوش نصیبوں میں سے ایک فاضل جلیل عالم نبیل مولانا محمد منیف رضا خاں بھی تھے۔ جن کی وفات پر ہر شخص اداس ہے اور رنج وغم میں مبتلا ہے ۔ایک جواں سال بیٹا وہ بھی عالم دین، شریف النفس اور مطیع وفرماں بردار کا اچانک داغ مفارقت دے جانا کس قدر صدمہ جانکاہ ہے ،یہ بیان سے باہر ہے ۔مولانا موصوف سے میری پہلی اور آخری ملاقات جامعہ غوثیہ نجم العلوم (مرکزی ادارہ سنی دعوت اسلامی) ممبئی

میں ہوئی تھی جب وہ اپنے والد گرامی ماہر رضویات حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی کی خواہش پر جامعہ حرا نجم العلوم مہاپولی ، بھیونڈی میں حصول تعلیم وتربیت کے لیے آئے تھے۔آب وہوا کی ناسازگاری کی وجہ سے وہ زیادہ دنوں تک جامعہ میں نہ رہ سکے۔آج بھی نام سن کران کا وہ چمکتا دمکتا چہرہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے اور ایک عجیب اداسی چھاجاتی ہے۔اللہ رب العزت انھیں غریق رحمت فرمائے اور والدین واحباب کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

مولانا موصوف نے اپنی حیات مستعار کے لمحات کو نہایت بامقصد انداز میں گزارا جس پر جامع الاحادیث ،فتاوی رضویہ کی کئی ضخیم مجلدات اور دیگر سو سے زائد کتب ورسائل میں ان کی علمی وعملی شمولیت شاہد ہے۔رب تعالیٰ ہم میں ان کے امثال پیدا فرمائے اور ہم تمام علما کو وقت کی قدروقیمت سمجھنے اور اس کے مطابق اشاعت دین میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم

شریک غم

مظہر حسین علیمی

(نائب مدیر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

۲۶ جنوری ۲۰۱۷ بروز جمعرات

....

باسمہ تعالیٰ وتقدس وبحمدہ

”مولوی محمد منیف رضا خاں کی نماز جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال“

مولانا ڈاکٹر محمد شکیل مصباحی

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف

یہ ناقابل انکار حقیقت اور غیر قابل فراموش صداقت ہے کہ موت ایک امر یقینی ہے، جس کے منکرین نہ زمانۂ ماضی میں کبھی ہوئے نہ عصر حاضر میں نظر آئے اور نہ عہد مستقبل میں اس کی توقع، بلکہ جملہ ادیان ومذاہب ملل وفرق اور جماعتیں اس کی حقانیت وقطعیت پر باہمی طور پر ایک پلیٹ فارم پر کھڑے دکھائی دیتے ہیں،اور موت کے تعلق سے سب کا بیک زبان ایک ہی جواب ہوتا ہے ”ہاں موت یقینی امر واقعی شی ہے“ اس کی سچائی وحتمیت پر کلام الہی اور فرمان نبی ﷺ

شاہد عدل ہیں، چنانچہ رب قدیر کا ارشاد عظیم ہے: كل نفس ذائقة الموت، وانما توفون أجوركم يوم القيامة، فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فاز، وما الحيٰوة الدنيا الامتاع الغرور. ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمھارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے، جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا، اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔ (پارہ:۴/رکوع ۱۰، سورۃ آل عمران)

ایک مقام پر فرمایا:

كل نفس ذائقة الموت، ونبلوكم بالشر والخير فتنة والينا ترجعون.

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمھاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔ (پارہ ۱۷/رکوع ۲/سورۃ انبیاء)

ایک جگہ یوں ارشاد عالیشان ہے:

الذى خلق الموت والحيٰوة ليبلوكم أيكم أحسن عملا.

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمھاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (پارہ ۲۹/رکوع ۱ سورۂ ملک)

اور حدیث پاک میں رسول اعظم/کا فرمان مبارک یوں ہے:

"عن أنس قال خط النبى ﷺ خطوطا فقال: هذا الأمل وهذا أجله، فبينما هو كذلك اذا جاء ه الخط الأقرب، رواه البخارى

(مشکاۃ، ص ۴۴۹)

حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے چند خطوط کھینچے پھر ارشاد فرمایا یہ انسان کی امید ہے اور یہ اس کی موت ہے اس حالت میں کہ انسان یوں ہی ہوتا ہے کہ قرب والا خط (موت) اسے آلیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں فرماتے ہیں:

عن أبى سعيد الخدرى ان النبى ﷺ غرزعودا بين يديه وآخر الىٰ جنبه وآخر أبعد فقال أتدرون ما هذا قالوا الله ورسوله أعلم قال: هذا الانسان وهذا الأجل أراه قال: وهذا الأمل فيتعاطى الأمل فلحقه الأجل دون الأمل. (مشکاۃ، ص ۴۵۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑی اور دوسری اس کے برابر میں اور تیسری اس سے بہت دور پھر ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ

عزوجل اور اس کے رسول علیہ السلام خوب جانتے ہیں، فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ موت ہے، راوی کہتے ہیں: مجھے خیال ہے کہ فرمایا: اور یہ امید ہے، انسان امیدوں میں مصروف و منہمک رہتا ہے، مگر اسے امید سے پہلے موت پہونچ جاتی ہے۔

کلام الٰہی و فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں دلائل باہرہ، براہین ساطعہ اور حجج بینہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ موت ایسی سچائی اور ثبوتی شی ہے جس سے سب کو دو چار ہونا ہے، حتی کہ انبیائے کرام، رسل عظام علیہم السلام کو بھی اس کا سامنا کرنا ہے جس کی عکاسی امام اہل سنت، قاطع کفر و بدعت، مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنے ایک شعر میں یوں فرمائی ہے:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے   مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس کے بعد ان کی حیات   مثل سابق وہی جسمانی ہے

یوں تو اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے اپنی مقررہ عمر عزیز گزار کر وقت موعود پر دنیا سے رحلت کر کے جانا ہے مگر کچھ جانے والے اپنے پیچھے کچھ یادیں، کچھ باتیں اور کچھ کارنامے چھوڑتے ہیں جس کے سبب وہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتے ہیں، انہیں خوش نصیبوں میں، میرے استاد زادے، برادر عزیز، تلمیذ رشید جناب حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا خاں (طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ) کی ذات ہے، جنہوں نے پچیس سال کی قلیل عمر میں اپنے والد محترم، استاد مکرم حضرت علامہ، مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج، ناظم اعلیٰ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، رامپور روڈ بریلی شریف کے ہمراہ میدان تصنیف و تالیف میں حصہ داری اور نشر کر کے کثیر خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک قائم ودائم رہیں گی، اور آخرت میں ذریعہ نجات۔

اس مختصر سی عمر میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی اور درس نظامی کا نوسالہ کورس پوری جد و جہد، محنت اور لگن کے ساتھ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف میں مکمل کیا، اس دوران بورڈ اور کالج کے امتحانات، مولوی عالم، کامل اور بی، اے بھی پاس کیے، اور ۲۵/ نومبر ۲۰۱۶ء کو جامعہ کے وسیع و عریض میدان میں عرس رضوی کے حسین و پر بہار موقعہ پر جلیل القدر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں فضیلت کے تاج زریں سے نوازے گئے جس کے شکرانہ میں ۵/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو اپنے دولت خانہ پر انتہائی تزک و احتشام اور شان و شوکت کے ساتھ ایک عظیم الشان، نورانی جلسہ کا انعقاد کیا جس میں وقت کے جید علما و مشائخ نے شرکت کی، ابھی دستار کی خوشیوں، شادمانیوں کا رنگ پھیکا نہ پڑنے پایا تھا کہ اچانک ۱۹/ دسمبر ۲۰۱۶ء کو طبیعت ناساز

ہوئی اور ہفتہ عشرہ کی مختصر مدت کے اندر ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ بروز منگل ۱۱/ بجے دن ہم سب کو ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے کر اس دار فانی سے دار بقا کی جانب رحلت کر گیے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جوں ہی یہ جانکاہ خبر موصول ہوئی استاد مکرم کی ذات بافیض سے وابستگان علما و فضلا، تلامذہ، متعلقین، متوسلین اور منسلکین کے پیروں تلے کی زمین کھسک گئی، دل بجھنے لگے، آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا، پلکوں پر آنسوؤں کے چراغ جلنے لگے، حساس دلوں کے آبگینے صدمہ سے چکنا چور ہو کر رہ گئے، اور ماضی قریب کی فرحتیں، مسرتیں حزن وغم، رنج والم اور سسکیوں میں تبدیل ہوگئیں، ۲۸/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز چہار شنبہ کو بعد نماز ظہر ۳/ بجے نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا، قرب وجوار اور دیگر اضلاع سے بھی علما و فضلا، اساتذہ وطلبہ اور عزیز واقارب کے پرے کے پرے تعزیت اور آخری دیدار کے لیے پہنچنے لگے، ۲/ بجے علما واساتذہ کی موجودگی میں غسل دیا گیا، جنازہ تیار کیا گیا، کفن کو خوشبو میں بسایا گیا، سر پر تاج الشریعہ کا عطا کردہ عمامہ شریف سجایا گیا، حفاظ وقرا نے قرآن کریم کی آیات بینات اور سورتیں تلاوت کیں، پھر اہل خانہ، احباب واقارب کے آخری دیدار کے بعد بھیگی پلکوں، مغموم دلوں اور سسکیوں کے ساتھ کلمہ طیبہ، نعت خوانی اور درود وسلام کی گونج کے ساتھ عوام وخواص کے جھرمٹ میں جنازہ کو امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے نزد رامپور ودہلی روڈ لے جایا گیا، والد محترم، استاد مکرم حضرت علامہ، الحاج، شاہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے نم آنکھوں، محزون دل کے ساتھ ساڑھے تین بجے نماز جنازہ کی امامت فرمائی، متعدد علما وحفاظ اور ائمہ نے مکبر کے فرائض انجام دیے، ہزاروں مشائخ، علما وفضلا، حفاظ وقرا، ائمہ وطلبہ اور عوام نے آپ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی، نماز جنازہ میں جن جلیل القدر مشائخ، ممتاز علما وفضلا نے شرکت کی ان میں چند کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

بریلی شریف:

سراج خانوادۂ رضویت، مجاہد اہل سنت حضرت علامہ الحاج شاہ محمد منان رضا خاں صاحب قبلہ، منیجر جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف،

شہزادۂ صدر العلما، محدث بریلوی حضرت مولانا محمد حسان رضا خاں صاحب قبلہ، سجادہ نشین خانقاہ تحسینیہ، کانکر ٹولہ،

شہزادۂ تاج الشریعہ نائب قاضی شہر حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں صاحب قبلہ، سوداگران،

شہزادۂ مجاہد اہل سنت حضرت مولانا محمد سمنان رضا خاں صاحب قبلہ، نائب منیجر جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج،

شہزادۂ حضور سبحانی میاں صاحب، حضرت مولانا محمد احسن رضا خاں صاحب قبلہ، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ، سوداگران،

شہزادۂ صدر العلما حضرت مولانا صوفی محمد رضوان رضا خاں صاحب قبلہ، جانشین خانقاہ تحسینیہ کانکر ٹولہ،

حضرت علامہ، الحاج، شاہ مفتی محمد صالح صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، شیخ الحدیث، جامعۃ الرضا، متھرا پور،

حضرت علامہ مولانا محمد مشکور احمد صاحب قبلہ،

حضرت علامہ محمد عزیز الرحمٰن صاحب قبلہ،

حضرت علامہ قاضی شہید عالم صاحب قبلہ،

وجملہ اساتذۂ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج،

حضرت علامہ محمد عبد السلام صاحب قبلہ، استاد جامعۃ الزہرا، امام احمد رضا اکیڈمی، سابق استاد جامعہ نوریہ رضویہ،

حضرت علامہ محمد عاقل صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام، سوداگران۔

اعظم گڑھ:

ماہر علم وفن، عظیم مفکر ومدبر، ادیب شہیر، جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ محمد احمد صاحب قبلہ مصباحی، سابق پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔

دہلی:

شہزادۂ حضور فقیہ ملت حضرت مولانا محمد انوار صاحب قبلہ، منیجر مکتبہ امجدیہ مٹیا محل دہلی۔

مرادآباد:

معمار قوم وملت حضرت علامہ مولانا نثار احمد صاحب حسن پور

خطیب دوراں، ادیب زماں حضرت مولانا محمد عمران حنفی صاحب قبلہ۔

رامپور:

گل گلزار سیادت، مرشد کامل حضرت علامہ سید شاہد علی میاں صاحب قبلہ منیجر الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم،

حضرت علامہ علاؤ الدین صاحب،

حضرت علامہ محمد مشتاق صاحب قبلہ مدرسہ گلشن بغداد۔

پیلی بھیت:

حضرت مولانا حافظ عبد الحفیظ میاں صاحب قبلہ، سجادہ نشین،

حضرت مولانا وجاہت میاں صاحب قبلہ،

حضرت مولانا حافظ و قاری حبیب احمد صاحب قبلہ،

حضرت علامہ فرید احمد صاحب قبلہ۔

بہیڑی:

پیر طریقت حضرت شہزادے میاں صاحب قبلہ، سجادہ نشین خانقاہ شیریہ،

حضرت خالد میاں صاحب قبلہ

حضرت نشاط میاں صاحب قبلہ،

جامع معقولات و سیاسیات، خطیب شعلہ بار حضرت علامہ مختار احمد صاحب قبلہ۔

جوکھن پور:

عالم نبیل، فاضل جلیل، مقرر بے نظیر حضرت علامہ صغیر احمد صاحب قبلہ، منیجر الجامعۃ القادریہ رچھا روڈ۔

دھونرہ:

مصلح قوم و ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، خطیب ہر دل عزیز حضرت علامہ تطہیر احمد صاحب قبلہ۔

شیش گڑھ:

خطیب شیریں سخن، مقرر شعلہ بار حضرت مولانا انتظار القادری صاحب قبلہ۔

مین پوری اٹاوہ:

محب مکرم حضرت مولانا حافظ و قاری سرور رضا خاں صاحب قبلہ، گورنمنٹ ملازم مین پوری اسکول۔

اور ان کے علاوہ سیکڑوں علمائے کرام، مشائخ عظام، حفاظ کرام، ائمہ عظام

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد حاضرین نے آخری دیدار کیا اور پھر فوراً امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے نزد رامپور ودہلی روڈ محلہ جاگرتی نگر ذاتی جگہ میں واقع آخری آرام گاہ کی جانب لے کر چلے، مغرب سے کچھ قبل پہنچے، سیکڑوں جلیل القدر علما ومشائخ، اساتذہ وطلبہ، اہل خاندان اور عزیز واقارب کے جھرمٹ میں کلمۂ طیبہ، درود وسلام، بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کی صداؤں اور "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً اخرى" کی گونج میں اس امانت کو زینت قبر کردیا گیا، قبر تیار ہوئی اور فاتحہ خوانی کے چند منٹ بعد قبر پر اذان وتلقین کا سہانا دور چلا، حفاظ کرام وقرائے عظام تلاوت کلام الٰہی میں مصروف ومنہمک ہوگئے، اور تلاوت کا سلسلہ تین دن اور چار رات رہا لگاتار جاری رہا۔ اللہ عزوجل مرحوم کی قبر پر رحمت ونور کی موسلا دھار بارش برسائے، قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے، والد محترم استاذ مکرم، اہل خاندان اور ہم سب کو صبر جمیل کی دولت اور اس پر اجر جزیل کا انعام عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاه سيد المرسلين عليه وعلى آله وصحبه أعطر الصلاة وأزكى التسليم.

....

زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

مولانا محمد طاہر رضا مصباحی

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم

الذی خلق الموت والحیٰوة لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری

جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"اکثر وا ھاذم اللذات الموت. موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کہ یہ لذتوں کو مٹانے والی ہے۔

پیکر علم و ادب تھے مولوی حافظ منیف عطیۂ محبوب رب تھے مولوی حافظ منیف

ماہ رحمت و غفران شہر رمضان گذرا ماہ شوال المکرم کی آمد ہوئی، اطراف و اکناف عالم سے مہمانان رسول اپنے آقا و مولیٰ حضور تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ علیہ التحیۃ والسکینہ کے فرمان باقرینہ "من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ کا پر مسرت و دلکش تصور لے کر جنتی راہ پر چلتے ہوئے مدارس اسلامیہ کا رخ کرنے لگے جس میں کچھ وہ تھے جن کے والدین اور اہل خانہ کے خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والے تھے، یعنی وہ حافظ و قاری یا عالم و فاضل بننے والے تھے، والدین نے جو سپنے سجائے تھے ان کے حقیقی دیدار کا وقت قریب آچکا تھا، دیگر مدارس کی طرح نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور منان رضا خاں منانی میاں صاحب قبلہ کے قائم کردہ ادارے جامعہ نوریہ رضویہ میں پوری شان و شوکت سے تعلیم شروع ہوئی، درسگاہیں سج گئیں ۔جامعہ کے قابل اساتذہ اپنے علمی جوہر بکھیرنے لگے اور طلبہ اپنے دامن طلب کو گوہر مراد سے بھرنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے عرس رضوی قریب آگیا جس میں طلبہ کی دستار بندی ہونی ہے، فارغین جشن دستار بندی کی تیاریوں میں مشغول ہیں، انہیں فارغین میں جامعہ نوریہ کے صدر المدرسین ماہر درسیات جامع معقولات و منقولات مصنف جامع الاحادیث حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کے دو خوبصورت و خوب سیرت شہزادے بھی ہیں۔ حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا خاں (المتولد ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۱۲ھ) حافظ و قاری مولانا محمد عفیف رضا خاں۔

یہ دونوں بھائی بچپن ہی سے میدان تعلیم میں ہم دم و ہم قدم رہے، ان کے جشن دستار فضیلت کی تیاریاں بڑی فرحت و شادمانی سے پوری کرلی گئیں اور ۲۴ر صفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۲۰۱۶ء بعد نماز جمعہ جامعہ نوریہ کے وسیع و عریض میدان میں عرس رضوی کے اسٹیج پر علمائے کرام و مشائخ عظام کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازا گیا، اساتذۂ کرام نے اپنے روحانی بیٹوں کو سینوں سے لگایا، پیشانیوں کے بوسے لیے اور دعائیں دیں۔

پھر اپنے گھر پر جشن دستار کی تیاریاں کی جانے لگیں اور ۵ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو پورے تزک و احتشام کے ساتھ دستار فضیلت کا جشن منایا گیا اور خدائے عالم الغیب والشہادۃ نے موصوف کی اس تمنا کو پورا کردیا، صرف وہی جانتا تھا کہ مرحوم کی

زندگی کا سفر ختم ہونے والا ہے، کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مولانا محمد منیف رضا مرحوم و مغفور کو خون کی الٹی آئی، فوراً دہلی لے جایا گیا اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، مدارس اسلامیہ میں دعائے صحت و عافیت کی جانے لگیں، اوراد و وظائف پڑھے جانے لگے، کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ مرحوم راہی شہر خموشاں ہونے والے ہیں۔ بالآخر فرمان خدا (اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون) کے مطابق اچانک یہ خبر جانکاہ آئی کہ مولانا محمد منیف رضا خاں جان بلب ہوگئے " انا لله وانا اليه راجعون " سارا ماحول سوگوار ہوگیا۔ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے سارے اساتذہ و طلبہ دم بخود ہوکر رہ گئے، درسگاہیں موقوف کردی گئیں، ان کی جدائی کے غم میں نہ جانے کتنی آنکھیں برس پڑیں، اہل خانہ میں صف ماتم بچھ گئی، والد محترم نے بڑے ہی صبر و تحمل سے کام لیا اور غم واندوہ کے اس پہاڑ کو اشکوں میں بہادیا۔ مرحوم کا جنازہ دہلی سے لایا گیا اور آخری دیدار کرایا گیا، لوگوں نے دیکھا چہرے پر نور و نکہت کی برسات ہو رہی ہے، اللہ اکبر کتنا فرق ہوتا ہے ایک عالم اور فاسق کی موت میں۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنا چہرہ سنت رسول سے سجائے، نمازی و پرہیزگار بن جائے۔ دنیا سے جی نہ لگائے۔ سنتوں کو اپنائے تاکہ آخرت سنور جائے۔

ہوئے بے نشاں اہل شاں کیسے کیسے زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" انما الدنيا سجن المومن وجنة للكافر " دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" كن فى الدنيا كانك غريب " دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر ہو۔

سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو سب سے زیادہ موت کو یاد رکھے۔

مولانا محمد منیف رضا خاں مرحوم و مغفور بڑی متحرک و فعال شخصیت کے مالک تھے جو رات رات بھر جاگ کر کار تصنیف و تالیف میں اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹاتے تھے، مرحوم و مغفور نے ۵ر سال کی مدت میں اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ کتاب فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲ر جلدوں میں جو امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہو رہی ہے، اس کی تزئین و سیٹنگ کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، مرحوم بڑے ذہین و فطین تھے، ہمیشہ اپنے کلاس میں فرسٹ نمبر رہے، ایک ذی استعداد عالم و فاضل ہونے کے

ساتھ ساتھ کمپوٹر کے بھی ماسٹر تھے، ان کے والد محترم کے بقول میرے بیٹے میں کچھ ایسی خوبیاں اور اوصاف تھے جو وہ اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

نماز جنازہ میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، جن میں طلبہ واساتذہ حفاظ وقراء علماء وفضلا اصفیاء واتقیاء کی اکثریت نظر آرہی تھی، نماز جنازہ خود مرحوم کے والد محترم نے پڑھائی، تجہیز و تدفین کے بعد قبر کے قریب بیٹھ کر چند طلبہ شب وروز برابر تین دن تک تلاوت کلام الٰہی کرتے رہے، یہاں تک کہ روز جمعہ آگیا جو سامان بخشش و مغفرت بن گیا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب کے صدقے مرحوم ومغفور کی خدمتوں کو قبول فرمائے اور ان کی تربت پر باران رحمت نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا　　سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک

از: محمد طاہر رضا مصباحی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ ۲۶/۱/۱۷

....

باسمہ تعالیٰ

مولانا محمد منیف رضا صاحب ایک شریف النفس ملنسار، خوش اطوار تھے

مولانا محمد زینی دحلان برکاتی

جامعہ شمس العلوم گھوسی منو

جد امجد حضرت بحر العلوم قدس سرہ العزیز کے تلمیذ ارشد ماہر رضویات حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ رضوی زید مجدہ کے فرزند حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب ایک شریف النفس ملنسار، خوش اطوار، خوش گفتار، اطاعت شعار اور ذمہ دار عالم دین تھے۔ اس پر خود میرے عم محترم عالی جناب ظہیر الحسین ابن حضور بحر العلوم صاحب کا بیان شاہد عدل ہے کہ میں نے ان کو اپنے وہاں مدت قیام میں ہر زاویۂ نظر سے دیکھا ان تمام رذائل و ذمائم سے صاف ستھرا پایا جو موجودہ دور کے فیشن زدہ لڑکوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم اپنے والد ہی کی طرح دین اور اشاعت دین کے لئے کوشاں اور سرگرم رہتے تھے۔ فقہ حنفی کے عظیم انسائکلوپیڈیا "فتاویٰ رضویہ شریف" کی جدید کمپوزنگ وتخریج کا کام بلاشبہ ان کی دینی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے جس سے ہم جلد ہی شاد کام ہونے والے ہیں۔

مولانا مرحوم کی عمر نے وفا نہ کی، اس مختصر سی عمر میں انہوں نے جو کچھ کیا بہتر کیا، ابتدا اچھی تھی عمر اگر وفا کرتی تو " الولد سِرٌّ لابیہ" کی عملی تفسیر بن کر اشاعت دین و مسلک کے حوالہ سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتے، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کو بام عروج بخشنے میں حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب کے ساتھ ان کے ہمدم وہمساز مولانا محمد منیف رضا مرحوم کا بھی حصہ ہے، مولا تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے ان کے لئے توشہ آخرت بنائے۔

ہم سب لوگ حضرت مولانا صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ حضرت اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد زینی دحلان برکاتی

جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

۲۵/ جنوری ۲۰۱۷ء

....

بعد وصال ایک الگ ہی نور دکھ رہا تھا

سید شباب میاں
متعلم: جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
"کل نفس ذائقۃ الموت"

یہ دنیا فانی ہے، دنیا کی کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے، اس دنیا میں جانے کتنے لوگ آئے موت نے کسی کو نہ چھوڑا، سب کو لقمۂ اجل بننا پڑا۔ کم وبیش ایک لاکھ یا دو لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام تشریف لائے وہ حضرات بھی کل نفس ذائقۃ الموت کے مصداق بنے۔ ان کے بعد العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، محدثین، لاکھوں کروڑوں علمائے کرام اور اولیاء، صلحاء کے سروں پر انبیاء کی نیابت کا تاج زریں رکھا مگر ان سبھوں نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ افسوس صد افسوس، عالم کے اسی دستور کے مطابق ۷ ۲/ دسمبر ۷ ۲/ ربیع الاول شریف بروز منگل کو میرے برادر کبیر میرے عزیز دوست حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال پر ملال ہوا اور ہمیں داغ مفارقت دے گئے ۔ ملک اور بیرون ملک یہ خبر بہت جلد پھیل گئی اور لوگ بہت تیزی سے اکٹھا ہو گئے اور آپ کے وصال پر ملال پر سب نے آنسو بہائے اور بہت سارے شہروں سے لوگ بھی آپ کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لائے اور بھی بہت سے لوگ جو آپ کو جانتے بھی نہیں تھے لیکن آپ کے وصال پر افسوس کرتے رہے، اور کیوں نہ کرتے آپ کے اخلاق وعادات، رحم وکرم، شفقت و محبت اتنی تھی کہ جب کبھی کسی طالب علم کو کسی چیز کی ضرورت پڑتی تھی آپ بخوبی انجام دیتے تھے۔

مولانا محمد منیف رضا صاحب ایک عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے علم دین کی بہت خدمت کی اور پورے عالم اسلام کو اس رخ سے فیض پہنچایا اور بہت خدمت انجام دی جیسے فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ رضویہ، اور بھی کتب دینیہ میں حضرت کا بہت اہم کام رہا ہے اور حضرت اپنا زیادہ وقت اس عمل خیر میں صرف کیا کرتے تھے اور ٹائپنگ کمپوزنگ اور کیسے اس کو سیٹ کرنا ہے اور بھی بہت سی خدمت کتب دینیہ کی انجام دی ہے۔ حضرت پر خدائے کریم کا یہ خاص فضل و کرم رہا کہ آپ کی مغفرت کی دعا ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں اور خاص کر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ہوئی، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ کیا شان ہے حضرت کی اور بغداد شریف میں تو الحمد للہ ۲۳۰۰ سو قرآن کریم پڑھے گئے، اللہ آپ کی مغفرت و بخشش فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، لیکن ایک بات کا افسوس ہو رہا ہے اور بہت ہو رہا ہے کہ حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم استاذ الاساتذہ حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد حنیف صاحب قبلہ کی قوت اور آپ کے چہرہ کی وہ ہنسی اور وہ مزاح سب کچھ آپ کے وصال سے چلا گیا اور خاص بات جو بہت سنی ہے یہ ہے کہ حضرت کا جب انتقال ہوا تو آپ کے چہرے پر نور تو پہلے سے ہی تھا لیکن بعد وصال ایک الگ ہی نور دیکھ رہا تھا اور حضرت کے نورانی چہرے کو دیکھنے کیلئے مسلم ہی نہیں غیر مسلم بھی آئے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فردوس کے باغوں میں وہ اب کھیل رہا ہے دل اہل عقیدت کا جسے ڈھونڈ رہا ہے

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے موت اسکی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

از: سید شباب میاں

متعلم: جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

....

دین کا بہترین خادم، جس کے صبح و شام لیل و نہار

جام الفت رسول ﷺ سے سرشار

مفتی عبدالرحمن قادری

دارالافتاء الفیضان پی آئی بی کالونی کراچی

مخدوم و محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حنیف رضوی صاحب قبلہ السلام علیکم

میرے محسن حضرت صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ العالی، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ آپ کے جواں سال بیٹے کے وصال کا سن کر بے انتہا افسوس ہوا۔

جواں سال بیٹے کا انتقال یقیناً والدین اور احباب کے لیے بہت المناک ہوتا ہے پھر یہ کہ وہ حافظ بھی ہو، عالم بھی ہو، دین کا بہترین خادم بھی ہو، جس کے صبح و شام لیل و نہار جام الفت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشاری میں اور دوسروں کو نفع پہنچانے میں گزرتے ہوں تو درد و کرب و غم بہت بڑھ جاتا ہے۔

ہم آپ کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔ صحاح ستہ میں یہ مشہور حدیث پاک ہے:

سبعة یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الّاظلہ ....شاب نشأ فی عبادة اللہ...........الخ

سات افراد ایسے ہیں جنھیں اللہ رب العزت اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا (اعزاز و اکرام سے نوازے گا) جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا............ان میں ایک وہ جوان ہے جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گزری ہو۔

آپ کے صاحبزادے مرحوم و مغفور یقیناً انھی خوش بختوں میں سے ہیں۔

آپ کے ساتھ مل کر جو عظیم علمی کارنامے مثلاً فتاوی رضویہ شریف کی ترتیب و تزئین و طباعت، جامع الاحادیث وغیرہا کثیر امور انھوں نے انجام دیے، یقیناً یہ ان کے لیے "علم ینتفع بہ" کے تحت صدقہ جاریہ ہے۔ تا صبح قیامت قبر میں اجالے رہیں گے۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سنی چراغ لے کر چلے

اللہ رب العزت آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم مولانا منیف رضا کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور جنت میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین

عبدالرحمن قادری

خادم الافتاء دارالافتاء الفیضان پی آئی بی کالونی کراچی

خطیب و امام مرکزی جامع مسجد گلزار حبیب عید گاہ چوک منظور کالونی کراچی

مولوی محمد منیف رضا مرحوم............ ایک ہونہار مثالی فرزند

مفتی نثار احمد رضوی
مرکز اہل سنت دار العلوم محمدیہ لال مسجد، حسن پور

”لله ما أخذ وله ما اعطیٰ وكل شیء عنده الیٰ أجل مسمّی“

یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے موت تو اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

۲۰؍ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل حسب معمول میں درس وتدریس میں مشغول تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی، ہیلو! کہنے پر معلوم ہوا کہ سنبھل سے عزیزم مولوی عاطف رضا سلمہ کا فون ہے۔ انہوں نے یہ افسوس ناک خبر سنائی کہ: حضرت علامہ حنیف خاں صاحب کے فرزند مولوی منیف رضا کا انتقال ہوگیا ہے، وہ سخت علالت کے سبب کئی دن سے دہلی ہوسپٹل میں ایڈمٹ تھے۔ یہ سن کر انتہائی افسوس ہوا، جواں سال، ہونہار فرزند کا داغ مفارقت اس ہمہ وقت مصروف کار مرد مجاہد کی اللہ کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اے اللہ! مولانا کو صبر جمیل اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

دماغ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی کہ پھر موبائل کی گھنٹی بجی، اوکے کرنے پر معلوم ہوا: مولانا موصوف کے پڑوسی وملاقاتی اور میرے قدیم دوست طارق رئیس خاں صاحب کا فون ہے، انہوں نے بھی یہی درد انگیز خبر دی، میں نے کہا: یہ بتاؤ کہ دفن کب ہے؟ معلومات کر کے کچھ دیر بعد خبر دی کہ ڈھائی بجے نماز جنازہ ہوگی، سوچا روڈویز بس سے بروقت پہنچنا ممکن نہیں، ہاں اپنی گاڑی سے کوشش کی جائے اور کسی جام میں نہ پھنسے تو امید قوی ہے کہ جنازہ میں شرکت نصیب ہو جائے گی، تعلیم بند کر کے طلبہ کو مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کو بٹھا دیا، اسٹاف اور طلبہ میں سے چند لوگوں کے ساتھ سفر میں نکل پڑا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ ڈھائی گھنٹہ مسلسل رواں دواں سفر کے بعد حضرت کی تعزیت اور نماز جنازہ اور دفن میں شرکت ہوگئی، بروقت اطلاع دینے والے ان دونوں حضرات کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے، ورنہ ہم لوگوں کو جو الگ تھلگ وہابی علاقہ میں پڑے ہوئے ہیں، کتنے ہی واقعات کی بروقت اطلاع نہیں ہوتی۔

امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے کی کشادہ ووسیع جگہ میں نماز جنازہ ہوئی، نمازیوں کی کتنی صفیں تھیں؟ اچک اچک کر بہتیری کوشش کی مگر نہ گن سکا، حالاں کہ میں پہلے ہی کثرت ثواب کے مسئلہ کے پیش نظر کافی پیچھے کی صف میں تھا، حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، شاہراہ عام (ہائی وے) کا ٹریفک روک دیا گیا تھا، عام لوگ تو شریک تھے ہی بڑے بڑے علما ومشائخ کثیر تعداد میں شریک تھے، ان میں کتنوں ہی سے ملاقات وزیارت پہلی بار ہوئی، علما مشائخ کا اتنا کثیر مجمع کیوں؟

یہ سب امام احمد رضا اکیڈمی کے بانی وڈائریکٹر محدث اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کی ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات کے سبب علما ومشائخ کی ہر دل عزیزی کا نتیجہ ہے۔

بقول امین ملت قبلہ:

"برادر طریقت مولانا مفتی حنیف خاں صاحب قادری کے علمی کارناموں اور مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی کے متعلق دور و نزدیک کے تمام اہل سنت واقف ہیں، مفتی صاحب ملت کے اچھے نباضوں میں سے ایک ہیں، عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کے لیے دینی نصاب کی اشاعت اور گرمیوں کی چھٹیوں میں اس مقصد کے لیے کاوش، ایک ایسا مستحسن قدم ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے"۔

مولوی منیف رضا مرحوم ایک ہونہار لائق اپنے بزرگوں کے فرماں بردار فرزند تھے، انہوں نے تھوڑی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور بہترین حافظ تھے، اسی صفر المظفر ۱۴۳۸ھ میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی تھی، محدث اہل سنت قبلہ نے اس خوشی میں اپنے مکان پر ایک بڑا اور پر تکلف دعوت کا پروگرام کیا تھا، جامع الاحادیث وغیرہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھتے ہوئے والد محترم کی علمی کاوشوں و جدوجہد میں بھی برابر ہاتھ بٹاتے تھے، اس لیے علامہ موصوف کے لیے مولوی منیف کا سانحہ ارتحال دوگنے غم و صدمہ کا باعث ہے، جواں سال فرزند و سرگرم معاون شریک کار کا داعی اجل کو لبیک کہنا۔

اللہ تعالیٰ علامہ موصوف و جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، مرحوم کی قبر پر انوار و رحمت کی بارش اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین.

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

الفقیر الی ربہ القدیر نثار احمد الرضوی غفرلہ القوی،

مرکز اہل سنت دار العلوم محمدیہ لال مسجد، حسن پور (امروہہ) ۲۷/۱/۲۰۱۷

....

آستانہ سبحانیہ شیخن پوروہ کمہینا ضلع کھیری، یوپی

مولانا محمد الطاف حسین رضوی

سربراہ اعلیٰ دار العلوم تاج الشریعہ لکھیم پور کھیری

گرامی قدر منزلت، بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے لکھنؤ سفر کے دوران مولانا ذی شان حنفی جامع ازہر قاہرہ (مصر) نے بذریعہ فون یہ دردناک خبر دی کہ آپ کے بیٹے مولانا محمد نبیف رضا علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال ہو گیا ہے، جسے سن کر بڑا قلق اور صدمہ پہونچا۔

بقول مولانا ذیشان حنفی مرحوم ایک رحم دل، نیک خصلت، منکسر المزاج، نہایت جفاکش شخص تھے، اکیڈمی سے شائع ہونے والی بہت سی کتابوں میں مرحوم کی کاوشیں شامل ہیں، جو ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے نیز رضویات کی دنیا میں ان کی

خدمات لائق رشک وافتخار ہیں، من جملہ ان کی زندگی ایک خوبصورت زریں باب کی طرح تھی، جسے دنیائے اہل سنت دیر تک بھلا نہ سکے گی۔

فقیر قادری غفرلہ بوسیلہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں دعاگو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، پسماندگان اور بانی اکیڈمی کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

والسلام مع الاحترام

فقیر قادری محمد الطاف حسین رضوی غفرلہ

سربراہ اعلیٰ دار العلوم تاج الشریعہ لکھیم پور کھیری یوپی۔

۲۸ ربیع الغوث ۱۴۳۸

....

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"کل نفس ذائقة الموت صدق اللہ العظیم"

موت برحق ہے موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ موت ہر بشر کو اس کی آرام گاہ تک لے جاتی ہے، موت کو جس وقت آنا ہے وہ دبے پاؤں آتی ہے اور چپکے سے ہم سے ہمارے بہت پیارے کو چھین کر لے جاتی، موت ہمہ وقت اپنے شکار کی تلاش کے تعاقب میں رہتی ہے، موت کو کسی پر رحم نہیں آتا موت کا فرشتہ کسی کو نہیں بخشتا جب وقت آجاتا ہے وہ بحکم ربی اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔

ماہر رضویات مصنف باکمال استاذ العلماء حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد حنیف خان صاحب رضوی بریلوی کے بڑے صاحبزادہ میرے بہت ہی اچھے دوست حافظ و قاری مولوی محمد منیف رضا برکاتی صاحب کا ۲۷ دسمبر ۲۰۱۶ء بمطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بروز منگل دہلی کے مشہور ہسپتال ایمس میں وصال پر ملال ہوگیا۔ مولوی محمد منیف صاحب ۱۹ دسمبر بروز پیر کو ۹ بجے گھر پر ناشتہ کر رہے تھے کہ اچانک ان کو پھندا لگا اور ان کو خون کی الٹی آئی فوراً ہی والد محترم حضرت علامہ صاحب بریلی کے ہسپتال مشن اور میڈی سیٹی میں لے گئے اور پھر حضرت علامہ صاحب ان کو دہلی لے گئے اور دہلی کے مشہور ہسپتال ایمس میں ان کو اڈمٹ کرایا اور وہاں ان

کا باضابطہ طور علاج ہونے لگا۔ اور بروز جمعہ ان کی طبیعت کچھ بہتر ہوگئی اور انہوں نے والد گرامی کے ساتھ چائے نوش فرمائی اور یہ خبر جب علامہ حنیف صاحب نے احباب کو سنائی تو سب لوگوں میں خوشی کا ماحول جاگ اٹھا اور کچھ وقت تک خوشی کا ماحول رہا لیکن منظور خالق کائنات کچھ اور ہی تھا کہ اچانک ہفتہ کی شب میں محب گرامی مولوی منیف صاحب کی طبیعت پھر بگڑ گئی ، اور جب یہ پر غم خبر حضرت علامہ صاحب نے احباب کو دی تو سب لوگوں میں ایک ہی آن میں اس خبر نے رنج وغم کا ماحول پیدہ کر دیا۔ اور یہ پر غم خبر بجلی کی طرح پھیلتی ہوئی ہفتہ کے دن مجھ تک پہنچی۔ تو اسی وقت میں اور میرے کچھ محبین اور دوستوں نے محب گرامی مولوی منیف صاحب کی عیادت کرنے کے لئے دہلی جانے کا ارادہ بنالیا۔ پھر ہم یہ پر غم سفر طے کرتے ہوئے دہلی پہونچے اور استاذ محترم حضرت علامہ مفتی صاحب سے ملاقات کی۔ اور جب ہم محب گرامی مولوی محمد منیف صاحب کی عیادت کرنے کے لئے پہنچے تو ہم نے ان کو بے ہوشی کے عالم میں پایا اور ہم نے انکی صحت یابی کے لئے بارگاہ رب العلی میں دعائیں کی اور ہم نے وہاں دو دن ان کی عیادت میں گزارے۔ اور تیسرے دن بروز پیر شام کو حضرت علامہ صاحب سے رخصت کی اجازت چاہی اور حضرت سے اجازت لیکر دہلی سے بریلی شریف کے لئے روانہ ہوگئے ، اور بریلی پہنچ کر جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج میں قیام پزیر ہوئے اور اسی کش مکش میں رات گزری کہ مولوی منیف صاحب کی طبیعت کیسی ہوگی ، اور پھر صبح کو نماز فجر کو بعد تمام طلبہ کے ساتھ قرآن خوانی وظائف کا انعقاد کیا۔ اور اپنے محب دوست کے لئے بارگاہ رب قدیر میں صحت یابی کی دعائیں کی۔ اور ہم نے ہی نہیں بلکہ تمام مدارس اہل سنت اور ہندوستان کے بہت سے شہروں اور بہت سے ممالک میں محب گرامی کی صحت وسلامتی کے لئے دعائیں کی گئیں ، اور ابھی دعاؤں کا سلسہ منقطع نہ ہوا تھا کہ خدائے تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ اچانک سے یہ دل دہلا دینے والی خبر آئی کہ ہمارے محب و عزیز دوست مولوی محمد منیف رضا صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ، انا للہ وانا الیہ رجعون۔ ان کی اچانک موت سے پورے بریلی شہر میں کہرام مچ گیا۔ اور ان کی نمازہ جنازہ امام احمد رضا اکیڈمی کے سامنے ان کے والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب کی اقتدا میں ادا کی گئی ، اور بعد نماز جنازہ ان کی تدفین جاگرتی نگر میں کی گئی۔ ہم برسوں پرانے دوست تھے ، اور ان کے ساتھ ہی ۲۰۱۴ میں بی . اے . سال دوم کا امتحان بھی دیا تھا۔ آج مجھے ان کی ایک ایک بات یاد آرہی ہے ، اور یہ بات مجھے باخوبی معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے مستقبل کو لے کر مجھ سے ایک بات کہی تھی کہ مجھے ڈگریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ مجھے اپنے والد محترم حضرت علامہ صاحب کے ساتھ امام احمد رضا اکیڈمی کے عروج وارتقا میں کوشاں رہنا ہے۔ اور آج ان کی اور ان کے والد محترم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج امام احمد رضا اکیڈمی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

ان کی محنت ومشقت کی جیتی جاگتی مثال ، سرکار اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب فتاویٰ رضویہ کا نئے ایڈیشن کے ساتھ منظر عام پر آنا ہے۔ اور عزیزم نے اس کتاب میں تزئین وٹائپنگ وسیٹنگ کا عظیم کارنامہ انجام دیا ، اور

امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی ہر کتاب میں عزیزم کی محنت نظر آتی ہے اور ان کتب کے ذریعہ تا قیامت سارے جہاں میں عزیزم کا نام و کام زندہ رہے گا۔ میں رب قدیر سے دعا کرتا ہوں کہ رب قدیر میرے دوست عزیزم مرحوم و مغفور حافظ و قاری و مولوی منیف کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے معمور فرمائے اور ان کی قبر کو کشادہ فرمائے اور ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

....

مولانا منیف رضا کے لئے کئی ہزار طلبہ نے دعا کی

مولانا شاہ الحمید

مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ (کیرالا)

بعد الوظائف المسنونات

"کل نفس ذائقة الموت" (قرآن کریم، ۲۸۵۳)

اس کے علاوہ ۸ جگہ اور بھی یہی کلمات اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ بے شک ہر ایک نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، یہ خداوند قدوس کا نظام حکمت ہے، جس کو آگے پیچھے کرنا کسی کے بس کی بات نہیں "ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء أجلھا" جب کسی نفس کو اجل آتی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ہر گز مؤخر نہیں کرے گا۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کتنا بھی ترقی پائے روح کے بارے میں اللہ نے جو فرمایا، اس کے سامنے سر جھکانا ہی ہے، "یسئلونک عن الروح قل الروح من أمر ربي.....وماأوتیتم من العلم الا قلیلا" (۸۵/۳) یا رسول اللہ وہ لوگ روح کے بارے میں آپ سے دریافت کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ وہ میرے خدا کی خصوصی باتوں میں سے ہے، تم لوگوں کو زیادہ علم نہیں دیا گیا ہے۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن میں دہلی میں اسلامی تعلیمی بورڈ کے دریا گنج دفتر میں بیٹھا تھا کہ حافظ امیر صاحب کا فون آیا اور بتایا کہ میرے استاد محترم اور ان کے بھائی حضرت العلام مولانا حنیف قادری رضوی برکاتی مدظلہ العالی کے صاحبزادے مولانا محمد منیف رضا قادری صاحب مرحوم ایمس اسپتال میں زیر علاج ہیں اور آئی سی یو میں بھرتی ہیں، پہلی فرصت سے میں

ہسپتال پہونچا اور حافظ امیر کے ارشاد کے مطابق لال بلڈنگ (آئی، سی، یو) کے دروازہ پر منتظر تھا کہ حضور مولانا حنیف قبلہ تشریف لائے، حضرت کافی پریشان تھے، لیکن چہرے میں مکمل امید کی چمک دمک تھی، مجھے مل کر حضرت نے بہت خوشی کے ساتھ فرمایا: کہ آپ آئے اچھا ہوا۔

منیف قادری کو دیکھنے والے اکثر ڈاکٹر اور تمام نرس کیرالا کے ہیں، آپ اپنی زبانی پتا کر لیجیے، جب مجھے ہسپتال والوں نے (آئی، سی، یو) کے اندر جانے کی اجازت دی، میں بھی امید لے کے اندر گیا، ایک مولانا صاحب منیف قادری پر دم کر رہے تھے، ۱۹ر نمبر کیبن کے اندر کارڈیولوجی کی ساری مشینیں منیف قادری کو گھیرے ہوئے تھیں اور دو نرسیں مسلسل نگرانی کرتے ہوئے مصروف تھیں، دونوں میری ہی مادری زبان "ملیالم" میں گفتگو کر رہے تھے۔

میں نے اسمائے اصحاب البدر اور دیگر اذکار اور تلاوت کر کے دم کیا، پانچ منٹ دیا تھا، میرے وظائف ہی پندرہ منٹ سے زیادہ میں ہوئے تھے، جب میں نے ملباری زبان میں بات چیت شروع کی تو وہاں کافی ملباری نرسیں جمع ہوگئیں، انہوں نے بتایا کہ، منیف قادری کے بارے میں سارے لوگ خصوصی توجہ کر رہے ہیں، لیکن علاج میں کچھ دیر ہوگئی، آکسیجن دینے والی کئی مشین ایک ساتھ لگانے کے باوجود بدن آکسیجن لے نہیں رہا تھا، اور پیشاب نکلنا بند ہو چکا ہے، لہذا گردہ کام کرنا شروع کرنے کے بعد ہی کچھ بول سکتا ہے، مختصر یہ کہ سب کی امید کٹ چکی تھی، جب منیف کے ہاتھ کو میں نے پکڑ کر دیکھا تو بہت گرم تھا، جو سادا بخار سے کئی گنا زیادہ مجھے محسوس ہوا، دعا کر کے نکلا، لیکن حضور استاد محترم مولانا حنیف صاحب سے کیا بولوں کیسے بولوں، یہی فکر کرتے کرتے ہسپتال سے باہر آیا، حضرت اپنے احباب واقارب کے ساتھ کھڑے تھے، تھوڑی دیر بات چیت کرتے ہوئے میں اجازت لے کر نکل رہا تھا، تب حضرت نے فرمایا کی کہ کل صبح آنا اور ڈاکٹر بھی آپ ہی کے علاقے کا ہے جس سے ملیں گے، دوسرے دن صبح ہسپتال پہونچا، اتفاق سے منیف کو دیکھنے والا ڈاکٹر بھی جنوبی ہند سے تھا، لہذا میں نے ملباری زبان ملیالم میں تفصیل سے بات کی، جواب تقریبًا وہی تھا، اور انہوں نے اتنا اضافہ کیا کہ جب مشین ہٹائی جائے گی، تب کچھ بھی ہو سکتا ہے، میں منیف قادری کے ہاتھ کو پکڑ کر دیکھا۔ تو کل سے زیادہ گرمی محسوس ہوئی۔

امید ختم ہو چکی تھی، صرف اور صرف خدا کی قدرت وذات اقدس پر امید کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا، میڈیکل سائنس کے حساب سے مجھے کیرالا والے اسٹاف نے ۲۴ر گھنٹے کا وقت بتایا تھا، اب حضرت کے سامنے کیا کہوں؟ میرا دل ودماغ برابر کام نہیں کر رہا تھا، ہمت کر کے حضرت کو حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے اجازت لی....

دوسرے دن ہسپتال کے لیے اترا لیکن کچھ مجبوری سے دریا گنج میں اسلامی تعلیمی بورڈ کی طرف جانا پڑا۔ تھوڑی دیر یہ غم زدہ فون آیا کہ منیف رضا برکاتی نے داعی اجل کو لبیک کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون

دہلی جامع مسجد کے قریب تعلیمی بورڈ کے دفتر سے فوراً نکل رہا تھا تب تک مٹیا محل سے مولانا غلام حسین نے ٹیلی فون کے ذریعہ خبر دی کہ حضرت مولانا محمد حنیف صاحب قادری رضوی سے بات ہوئی تو وہ اپنے آخرت کے ذخیرے مرحوم ومغفور

صاحبزادے منیف رضا قادری کے جنازے کو لے کر دہلی سے جا چکے ہیں۔ میرا دل تڑپ رہا تھا اور کئی بار ہاتھ میں ٹیلی فون لیا لیکن حضرت محمد حنیف صاحب کے ساتھ کیا گفتگو کروں؟ آخر ہمت ہار ہی گئی، اس لئے میں نے حافظ محمد امیر صاحب سے بات کی، کیونکہ حضور والا مولانا حنیف قادری رضوی صاحب منیف رضا برکاتی کو بہت چاہتے تھے اور آخری دم تک امید کامل لگی ہوئی تھی۔ یقیناً حضرت کی امید غلط نہ تھی اور نہ ہوگی۔ میں دلائل کے ساتھ سارے قارئین واحباب کو یقین دلاتا ہوں کہ منیف رضا قادری مرحوم ومغفور اخروی علما کی صف میں کھڑے ہوں گے۔

دستار فضیلت کے بعد اپنے والدین کے خدمت گار رہے اور کئی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے سب سے اچھے سلوک اور سب سے محبت کرتے ہوئے دنیا سے نکلنا ایک کمال ہے۔

۱۹۹۲ر ۱۹۹۳ کی بات ہے کہ میں جامعہ نوریہ باقرگنج میں شیخ مکرم حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے پاس صحیح بخاری اور استاذ مکرم مولانا محمد حنیف صاحب کے پاس حنفی مسلک وغیرہ پڑھ رہا تھا، اس زمانے میں مرحوم محمد منیف رضا برکاتی کتنا ننہا منا رہا ہوگا آپ لوگ خود اندازہ کرسکتے ہیں، مجھے اس کو گود میں لینے اور محبت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا، شاید یہی سبب ہے کہ ان کے آخری وقت پر بھی دیکھنے اور اصحاب بدر کے ساتھ جوڑنے کا موقع عنایت ہوا۔ محمد منیف رضا برکاتی مرحوم کے لئے کافی بزرگوں اور بابرکت اشخاص کی دعا ہے، ان کی کرامت وشرافت کا نتیجہ سمجھنا چاہیے کہ موصوف کے متعلق کچھ قلمبند کرنے کے لئے حضور مولانا حنیف صاحب نے اس ناچیز کو چار دن پہلے ٹیلی فون کیا تو اتفاق سے میں حضور سلطان العلما شیخ ابوبکر صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ میں تھا، لہٰذا میں نے شیخ صاحب کو یاد دلایا اور ٹیلی فون سے بات کرائی تو مولانا نے منیف رضا برکاتی مرحوم کے لئے شیخ صاحب سے دعا کرائی۔ بعد میں کئی ہزار طلبہ دینی علم پڑھنے والے جامعہ مرکز الثقافۃ السنیۃ جیسے اداروں میں خصوصی دعا کرنا بھی چھوٹی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ منیف رضا قادری برکاتی مرحوم کو آخرت میں اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ عطا فرمائے، آمین، بجاہ سید الکونین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم الیٰ یوم الدین برحمتک یاارحم الراحمین،

فقط والسلام

اعظم اللہ اجر والدیہ واقربائہ واحبائہ واحسن عزاھم وغف اللہ لمیتھم .ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیئ عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب

شاہ الحمید حسن باقوی الملیباری

ڈائریکٹر: اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا ومحرر وناشر اردو میگزین تعلیمی دنیا وعربی مجلۃ الثقافۃ۔ کیرالا الھند

....

مدتوں رویا کریں گی جام و پیمانہ تجھے

مولانا محمد اسلم القادری، ٹنک پور اتراکھنڈ

۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ بروز منگل صبح تقریباً ۱۱ بجے مرتب جامع الاحادیث، صاحب فضل وکمال حضرت العلام مفتی محمد حنیف رضوی صاحب کے نور نظر مولانا محمد منیف خاں کے انتقال کی خبر سوشل میڈیا نیٹ ورک کے ذریعہ ملتے ہی دل پر غموں کا کوہ گراں آپڑا، دل بجھ سا گیا، ایسا قابل رشک ستارہ اتنی جلدی افق عالم سے روپوش ہوگیا، عین عہد شباب میں داغ مفارقت دے گیا، اب رب کی مشیت کے سامنے کسی کا چارہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے ہر فعل وعمل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة.

بیٹا اگر باپ سے تھوڑی مدت کے لیے جدا ہوجائے تو ہمت جواب دے جاتی ہے، مگر صبر واستقامت کے مراحل طے کرتے ہوئے جیسے ہی ملاقات کی بشارت ملتی ہے تو وہ ہی انکھیں روشن تابناک ہوجاتی ہیں، مگر جس بیٹے کے لیے اس دار فانی میں ملاقات کا تصور نہ رہے اس باپ کے درد والم اور رنج وغم کی کیفیت کیا ہوگی، یہ تو وہ ہی جانتا ہے جسے ایسی دردناک صورت کا منظر در پیش آیا ہو۔

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ تجھے　　مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنے حبیب مکرم کے طفیل مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے سرفراز فرماکر اپنی رحمت کاملہ سے نوازے اور اہل خانہ وپسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

انما یوفی الصابرون أجرهم بغیر حساب

محمد اسلم القادری، ٹنک پور اتراکھنڈ

تلمیذ رشید حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب

....

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

مولانا محمد طاہر القادری

مدرس منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف،

محقق العصر، فخر بریلی، مرتب جامع الاحادیث حضرت العلام مفتی محمد حنیف خاں رضوی صاحب (دام ظلہم العالی و علینا) کے لائق وفائق فرزندار جمند مولانا محمد منیف رضا خاں ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل صبح تقریباً ساڑھے گیارہ بجے انتقال کی خبر ملی، تو ذرا بھی یقین نہیں آیا، لیکن سوشل میڈیا پر مسلسل کلمات مرجعہ ودعائے مغفرت کے علمی حلقوں کے مابین جاری ہونے کی وجہ سے سکوت وتصور کے عالم میں مستغرق ہوگیا، کافی دیر تک سکتے میں پڑا رہا، پھر دبی زبان پر بے ساختہ استرجاع جاری ہوا، بلا شبہ وہ اپنی علمی، ادبی، ملی، عملی، امکانات کا اظہار کرتا کہ اس سے قبل موت نے اپنے پنجہ میں لے لیا، اس ہونہار، باعث افتخار، مایہ ناز، بیٹے سے باپ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، یقیناً وہ اپنے باپ کا سچا علمی جانشین تھا، وہ اپنے باپ کے علم کا وارث بن کر ان کی علمی کاشت میں نکھار پیدا کرتا۔

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے　　　　پھول تو دو دن بہار زندگی دکھلا گئے

۲۲/ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کی طبع جدید، تزئین، ڈیزائننگ، صاحبزادے کی مختصر سی زندگی کا عدیم المثال ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے، جو نیکیوں اور حسنات میں ہمیشہ اضافہ کرتا رہے گا۔ دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ فخر بریلی محقق العصر مفتی محمد حنیف صاحب قبلہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم ومغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اعظم اللہ أجرکم فی ابنکم الرائق الناشی ومتعکم بکل الخیر والصحة والعافیة وطول العمر فی خدمات الدین الجلیلة.

محمد طاہر القادری، مدرس منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف،

۲۸/ جنوری بروز ہفتہ ۲۰۱۷

....

تفصیلی حالات معلوم ہونے پر دیر تک ایک سکتے کی سی کیفیت رہی

پیر طریقت حضرت شہزادے میاں

سجادہ نشین خانقاہ شیریہ بہیڑی شریف ضلع بریلی شریف

27 دسمبر ۲۰۱۶ء کو اچانک یہ خبر دہلی سے خانقاہ شیریہ بہیڑی میں آئی کہ فرزند رشید مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی ڈائریکٹر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف عزیزی حافظ مولانا منیف رضا برکاتی کا انتقال ہوگیا۔ دل کو یقین نہیں ہو رہا تھا مزید جستجو میں خبر کی تصدیق ہوگئی۔ یقین نہ آنے کا سبب یہ تھا کہ ابھی جواں سال، پھر اچانک یہ اندوہناک خبر دہلی سے آنا۔

تفصیلی حالات معلوم ہونے پر دیر تک ایک سکتے کی سی کیفیت رہی اور زبان پر بے ساختہ استرجاع جاری ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موت برحق ہے اس کا وقت معین ہے، مولانا منیف رضا بڑی مختصر عمر لے کر میدان علم وعمل میں آئے تھے، ان کی دینی، ملی ،مذہبی، علمی، قلمی خدمات کے پیش نظر وہ تمام احباب واقربا ہی نہیں سبھی کے منظور نظر تھے، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی اور اہل خانہ سے خانقاہ شیریہ سے جو دیرینہ قرابت وتعلقات ہیں وہ الحمد للہ برقرار وخوش گوار ہیں۔ اس غم زدہ کرنے والی الم ناک گھڑی میں مولانا کے ساتھ جملہ اہل خانہ کے غم میں برابر شریک ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے قدیر جملہ اہل خانہ بالخصوص حضرت مولانا صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

شریک غم:

شہزادے میاں

سجادہ نشین۔ خانقاہ شیریہ بہیڑی شریف

ضلع بریلی شریف

....

ناگہانی حادثۂ جانکاہ

حافظ انوار احمد قادری شیری

خادم خانقاہ شیریہ بہیڑی شریف

موت سے کس کو رست گاری ہے آج وہ کل ہماری باری ہے

رہِ عدم کا نرالا کرشمہ دیکھا سفر میں سب ہیں مسافر کوئی نہیں لگتا

کائنات ارضی پہ جو جو آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن ضرور جانا ہے،

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس ورنہ دنیا میں سبھی آئے ہیں جانے کے لئے

کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں دیکھ اور سن کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے، کہ مولیٰ تعالیٰ یہ کیا ہو گیا۔ فرزند دل بند حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی ڈائریکٹر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف، عزیز گرامی مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم و مغفور کی ناگہانی موت کا سانحہ ایسا ہی ہے، پڑھنے کے زمانے سے ان کا علوم حاصل کرنے کا شغل و شغف، نہایت سنجیدہ فکر، حضرتِ علامہ اور گھر کی خدمت پر کمر بستہ، اساتذہ و اکابر کا ادب و احترام، اصاغر کے ساتھ شفقت و حسن سلوک اور متوازن رواداری ان کی، جیسے فطرت ثانیہ تھیں۔ دوران تعلیم و فراغت کے بعد وہ ایک طرح سے نشر و اشاعت دین اور انتظام و انصرام کے لئے جیسے وقف تھے۔ اس سلسلہ میں ان کی روش اور انہماک بڑے حوصلہ افزا تھے۔

سبھی محبین و مخلصین کو ان کی ذات سے ایک لمبے عرصہ تک ہمہ جہت اور دور رس خدمات جلیلہ کی امیدیں وابستہ تھیں، مگر اچانک ان کی موت اور رحلت نے ان کی امیدوں کو مسدود کر دیا۔ اسی باعث سبھی نہایت غم زدہ اور رنجیدہ ہیں۔

بے شک جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

ان کی قابل ذکر و قابل رشک خوبی یہ بھی ہے کہ بعضے لوگ جتنا علمی و دینی کام ایک لمبی عمر میں نہیں کر پاتے ہیں وہ چھوٹی سی عمر میں کر گئے، ابھی گزشتہ پچھلے سال کی بات ہے کہ مرشد گرامی تاج الاصفیاء اچھے میاں شاہ صاحب شیری قبلہ علیہ الرحمہ کی سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت کے سلسلہ میں اکیڈمی میں رہنا ہوا تو مذکورہ عادات و اطوار اور ان کے حسن اخلاق سامنے آئے اور ان سے بالمشافہ ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس عارضہ میں مبتلا تھے دل میں تکلیف کی شکایت تھی ان کی زندگی کے ساتھ تھا اور اسی نے انہیں شہادت کے مرتبہ پر فائز کر دیا، جس کی تمنا ہزاروں ہزار افراد کرتے ہیں مگر قسمت میں نہیں ہوتی ہے تو یہ سعادت نہیں

ملتی۔ یہ ناگہانی سانحہ ایک حادثۂ عظیم ہے، والدین اور اعزہ واحباب کے لئے المناک اور غمزدہ کر دینے والا، مگر اس میں رب کریم نے صبر و شکر کا سامان مہیا کر دیا ہے، جس کا مظاہرہ ان کے والدین اور احباب سے ہو رہا ہے۔ مولائے کریم اپنے محبوب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت علامہ صاحب اور جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات میں بلندی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دعا گو: انوار احمد قادری شیری، خادم خانقاہ شیریہ بہیڑی شریف (بریلی شریف)

۲۴ جنوری ۲۰۱۷ بروز منگل

....

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

محمد مجاہد حسین حبیبی

خادم: آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال

جواں سال عالم حضرت مولانا منیف خاں برکاتی کے انتقال کی خبر نے مجھ جیسے ناقص العلم ہی کو نہیں بلکہ اہل علم کے ایک بڑے طبقے کو مغموم کر دیا ہے۔ مرحوم نے اگرچہ مختصر سی عمر پائی تاہم کام اتنا کر گئے کہ بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار پر سبقت لے گئے۔ موصوف حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم موت العالم موت العالم کے مصداق ہیں۔ ساتھ ہی جن علما کی شان حضور نے بیان فرمائی کہ قیامت کے دن علما کے قلم کی سیاہی شہدا کے خون پر سبقت لے جائے گی موصوف انہیں خوش بخت اور خوش نصیب افراد میں شامل نظر آتے ہیں۔ محض چوبیس سال کی مختصر سی عمر میں درجنوں وقیع اور گراں قدر علمی شہ پارے منظر عام پر لانے کے لائق بنانے پر وہ پوری جماعت اہل سنت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق تھے۔ اور وصال سے چند ہی دن پیشتر فتاوی رضویہ کی ۲۲ جلدوں پر انہوں نے جو محنت کی اور اسے نئے انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے یہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جسے تادیر یاد رکھا جائے گا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے جب سے ہوش کی منزل پہ قدم رکھا برابر لکھنے پڑھنے سے جڑے رہے اور اپنے والد بزرگوار مصلح قوم وملت استاذ الاساتذہ ماہر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست وبازو بنے رہے اور امام احمد رضا اکیڈمی بریلی کی علمی کاوشوں کو منظر عام پر لانے کے سلسلے میں سرگرم عمل رہے گویا پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت نظر آتی ہے۔ان کی رحلت نے جماعت اہل سنت کو ایک نہایت قابل اور ہونہار شخص سے محروم کردیا ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ طلبہ اور نوفارغ علما کو ایسے ہی جلیل القدر اور اولوالعزم عالم دین کو اپنا مشعل راہ بنانا چاہیے جو بے مثال کارنامے انجام دینے کے لیے دنیا میں آئے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنتیں عطا فرمائے اور ان کے مرقد پر انوار وتجلیات کی بارشیں برسائے۔ساتھ ہی ان کے والد بزرگوار اور خاندان کے دوسرے افراد کو صبر جمیل کی دولت سے سرفراز فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خاکسار وشریک غم : محمد مجاہد حسین حبیبی

خادم:آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال رمہتمم : مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ توپسیا کولکاتا ۳۹

موبائل نمبر:۹۸۳۰۳۶۷۱۵۵

....

یک بانگ آمد کہ مولوی محمد منیف رضا

محمد عارف القادری

خادم دار العلوم حنفیہ عطائے رسول، تلیاپور

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

فرمان باری تعالی ہے:"کل نفس ذائقۃ الموت" یہ تو امر یقینی ہے کہ ایک دن سبھی کو جانا ہے، لیکن مولوی منیف رضا جب گئے، تو ہمارے لیے درد وغم چھوڑ گئے، موصوف پر خدائے پاک کا بڑا فضل وکرم رہا۔آپ نے جس ماحول میں ہوش کی آنکھیں

کھولیں وہ علمی اور پڑھنے پڑھانے کا ماحول تھا اور ماحول کا اثر ضرور پڑتا ہے، موصوف نے کئی مدارس میں تعلیم پائی پہلے حافظ و قاری ہوئے پھر جامعہ نوریہ رضویہ سے فارغ التحصیل ۱۴۳۸ھ میں ہوگئے۔

اور اس کے بعد آپ نے ایک عظیم الشان اجلاس اپنی اور اپنے بھائی حافظ مولوی عفیف رضا کی دستار فضیلت کی خوشی میں کرایا جس میں مشہور علما و فضلا نے شرکت کی اور موصوف کو نیک دعاؤں سے نوازا۔

کچھ عرصہ قبل جب حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب کا وصال ہوا تو حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب دام ظلہ کو عظیم غم لاحق ہوا، اور واپسی میں دل میں عہد کر لیا کہ اپنے استاد محترم کے لیے بموقع عرس چہلم بحر العلوم نمبر شائع کروں گا۔

مولوی منیف رضا نے بھی اس نمبر میں اپنا مضمون ساڑھے چار صفحات پر مشتمل پیش کیا، مولوی منیف رضا کہتے ہیں کہ: میں بھی اس میں شامل ہوا، اور والد گرام کے حکم پر میں نے ایک (نیٹ کنکشن) خریدا، علما کرام کے جو مضامین آتے رہے میں ان کو ڈاؤن لوڈ کرتا گیا، اور ابو کے پاس پیش کرتا رہا، یہ سلسلہ کم از کم ۲۰/ دن جاری رہا، اور پھر اس کے بعد اس کتاب کی سیٹنگ میں نے ہی کی، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ حضرت بحر العلوم کی آخری خدمت کا موقع مجھے بھی میسر آیا، اور کیوں نہ آتا حضرت کی اتنی نوازشات بھی تو مجھ پر ہیں، اور میں جو بھی ہوں آج حضرت بحر العلوم ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

موصوف رقم طراز ہیں: اس دار فانی میں آئے دن لاکھوں اموات واقع ہوتی ہیں اور بے شمار جنازے اٹھتے ہیں، مگر ان اموات میں کچھ موتیں وہ ہوتی ہیں جس پر زمانہ رشک کرتا ہے، اور تمنا کرتا ہے کہ کاش! ایسی موت ہمیں بھی عطا ہو۔

مولوی محمد منیف رضا اپنی تمنا کے مطابق اس دار فانی سے کوچ کرنے کو سعادت سمجھتے تھے، کبھی کبھی زبان سے نکلی بولی ایسی ہی ہو کر رہ جاتی ہے، کل موصوف نے بحر العلوم نمبر شائع کیا، آج افسوس کے ساتھ ان کا ہی نمبر ناشر فکر تجلیات رضا کے نام سے امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہو رہا ہے۔

اخلاق کے پیکر تھے:

اخلاق ایسا کہ بچپن سے لیکر دم آخر تک کبھی بھی کسی سے بڑا بول نہیں بولے، جب بڑوں سے ملے تو عزت کے ساتھ، جوانوں اور ہم عمروں سے ملے تو نرمی کے ساتھ، اور بچوں سے پیار و محبت کے ساتھ۔

میرا بھی موصوف سے تعلق رہا، جب بھی اکیڈمی جاتا تو بڑے بھائی کی طرح خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے، اور خیر و عافیت کے بارے میں دریافت کرتے تھے، اور میں نے کسی کام کو کہا تو فوراً جی کہہ دیا، کبھی نہ نہیں کہا، بھلا! ایسے بھائی کی یاد کیونکر

نہ ستائے گی۔

جو انسان ہمارے کام کو منع نہ کرتا ہو، تو اس سے یہ کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے کسی کام کو ٹال دیتا ہو وگا۔

آپ کے ابو جان جو بھی کام دیتے تو اسے دن میں کرتے اور رہ جاتا تو راتوں رات جاگ کر کرتے اور اپنے ابو جان کا ہاتھ بٹاتے۔

ایسا لگتا جیسے موصوف نے اپنی زندگی کو اکیڈمی کے نام کردیا ہو، موصوف ۲۵/ سال میں ۵۰/سال والا کام کرگئے، موصوف نے بہت تیزی کے ساتھ یہ کارنامے انجام دیے، اللہ تعالیٰ نے موصوف سے ان کی کم عمری میں ہی ان سے پوری زندگی کا کام لے لیا۔

تحصیل علم کے دوران انہوں نے فتاویٰ رضویہ شریف ۲۲/ جلدوں پر مشتمل اس پر اتنا عظیم کام کیا اور اس کام سے منہ نہ موڑا، حالانکہ تحصیل علم کے دوران متعلم پر کتب کا بار گراں ہوا کرتا ہے، لیکن موصوف نے خدا کی عطا سے والد گرامی کی زیر نگرانی تزئین وسیٹنگ کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی کی مایہ ناز تصنیف ہے جو فقہ کی جان ہے، علم کی شان ہے موصوف قوم کے لیے یہ ایسا کارنامہ چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ ان شاء اللہ

جب آپ بیمار ہوئے اور دہلی میں زیر علاج تھے اس وقت اقارب، محبین، متعلقین، سب نے دل کی گہرائیوں سے ان کی صحت و شفا کے لیے دعائیں کیں، موصوف کے لیے مدارس میں دعائیں کی گئیں، مساجد میں دعائیں، مزاروں پر دعائیں، خانقاہوں میں دعائیں، گھروں میں محافل میں دعائیں کی گئیں، لیکن مرضی مولیٰ از ہم اولیٰ

اس پھول نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ مرجھا گیا یعنی عالم بالا سے بلاوا آگیا اور وہ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

لیکن مرجھانے کے بعد بھی وہ محفل کی زینت اس طور پر بنا کہ آج ان کا چاہنے والا ان سے محبت کا اظہار محفل میں کر رہا ہے، مجلس میں کر رہا ہے۔ کوئی اظہار نثر میں کر رہا ہے، کوئی نظم میں کر رہا ہے۔

جب میں ۲۷/ کو رات میں گھر پہونچا تو دیکھا علما کرام کا تانتا بندھا ہے، اور استاد محترم کرسی پر بیٹھے صبر وتحمل سے کام لے رہے ہیں، اور درد وآلام کو پوشیدہ کر کے تعزیت والوں سے ملتے ہیں۔ ہم نے حضرت کو صبر میں کوہ ہمالہ سے بھی بلند پایہ، اور

غمزدہ ماحول میں جب اذان کی آواز ہوتی تو فرماتے کہ آپ لوگ نماز ادا کرلیں اور خود نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

ہماری والدہ کہتی ہیں کہ ان کی والدہ کہہ رہی تھیں، میرے بیٹے کو جی بھر کر دیکھ لو اور میرے بیٹے کی دستار میں جو لوگ نہیں آسکے تھے وہ بھی آگئے، اس کے بعد اگلے دن آپ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علمائے کرام نے شرکت فرمائی، اور ہمارے استاد علامہ مفتی محمد ضنیف خاں صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے، آپ نے اپنے لخت جگر کی نماز جنازہ پڑھائی، اور پھر سبھوں نے یک بعد دیگرے محمد منیف رضا برکاتی کے چہرے کی زیارت کی تو ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ: کتنا نور والا چہرا ہے۔

ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے مولوی محمد منیف رضا سو رہے ہیں، پھر جنازہ اٹھایا گیا اور جنازہ اٹھانے والوں میں کاندھا دینے والوں نے بڑھ چڑھ کر کاندھا دیا، اس کے بعد جنازہ جاگرتی نگر میں قبرستان کے قریب رکھا گیا، موصوف کو موصوف ہی کے پلاٹ میں جو قبرستان سے متصل ہے دفن کر دیا گیا، مولیٰ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، مولیٰ تعالیٰ موصوف کے گھر والوں کو صبر جمیل وسکون عطا فرمائے اور ان کی والدہ کو صبر عطا فرمائے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے استاد علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب کو صبر عطا فرمائے۔

از طرف: محمد عارف القادری، خادم دار العلوم حنفیہ عطائے رسول، تلیاپور، سی بی گنج ضلع بریلی۔

....

مولانا منیف رضا خاں مرحوم عزم وہمت کے مالک تھے

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

گرامی قدر حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب زید مجدہ۔۔۔۔۔۔ سلام مسنون

عوافی مزاج؟

یہ سن کر کافی صدمہ اور افسوس ہوا۔ کہ۔ آپ کے نور نظر لخت جگر مولانا محمد منیف رضا خاں کا ایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون" یہ چھوٹا نہیں بلکہ بڑا حادثہ ہے، اور صرف آپ کے لئے نہیں بلکہ ہم سب کے لئے۔

اس اچانک سانحۂ ارتحال سے آپ اور اہل خانہ یقیناً غیر معمولی صدمات سے دوچار ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مولانا منیف رضا خاں مرحوم ابھی جواں سال تھے۔ عزم وہمت کے مالک تھے، علم دین کی تحصیل میں مصروف رہ کر اس سال ماہ صفر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے دینی کاموں میں شریک وسہیم تھے۔ معاون خصوصی تھے، مجھے معلوم ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف کی جدید کاری، ترتیب واشاعت میں عزیز موصوف نے بڑی محنت کی، اور مختلف مراحل سے گذارنے میں شب وروز لگا دیئے۔ دیگر علمی ودینی کاموں میں بھی انہوں نے آپ کا ساتھ دیا، ایسے علم وعمل والے فرزند کا آپ کی بزم سے رخصت ہو جانا انتہائی تکلیف کا باعث ہے۔

جب میں بریلی شریف حاضر ہوتا، اور آپ سے ملاقات ہوتی، خصوصاً گھر پر، یا امام احمد رضا اکیڈمی میں، تو ان کی باتیں سنتا، ان کے پروگرام اور عزم وہمت پر غور کرتا۔ تو محسوس ہوتا، آپ کا یہ فرزند صالح بھی ہے اور دینی جذبے والا بھی۔ اسے اشاعتی کاموں سے بڑا لگاؤ ہے۔ اور یہ آپ کا دست وبازو ہوگا۔۔۔ لیکن "کل نفس ذائقة الموت". اور. "لن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا" کے تحت وقت مقرر پر سب کو جانا ہے۔ مولیٰ عزوجل کی مرضی، اور اس کی رضا پر ہم سب کو راضی رہنا ہے۔ للہ ما اعطی ولہ ما اخذ و کل شی عندہ باجل مسمّی . خدا جو دے وہ اس کا، جو لے وہ اس کا، اور ہر شی کے لئے اس کے یہاں ایک وقت مقرر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آل مصطفیٰ مصباحی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی۔ ۲۸؍ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

....

ان کے شیدا کو حیاتِ جاودانی مل گئی

مولانا قاری عبد الرحمٰن قادری

استاذ منظر اسلام بریلی شریف

عطائے نور سے خلدِ نعم مبارک ہو　　رضا و بخشش و عفو و کرم مبارک ہو!

ربیع نور میں جانا ارم مبارک ہو　　وہ جس کا مشغلہ تھا بس فروغ علم و عمل

دنیا کا سب سے بڑا غم کیا ہے؟ جوان اولاد کا جنازہ بوڑھے باپ کے ناتواں کاندھوں پر قبرستان جانا۔!

استاذ العلماء، حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب نے توفیق ربّانی سے اس صدمۂ جانکاہ کو نہایت صبر و ضبط کے ساتھ برداشت کیا۔ آئی، سی، یو میں جا کر اپنے جوان بیٹے کی لاش کے ہاتھ پاؤں سیدھے کئے۔ دیکھا کہ بیٹے کی سعادتمند پیشانی چمک رہی ہے۔ حسین رخسار سے نور پھوٹ رہا ہے۔ دونوں آنکھیں بند ہیں گویا وہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ جوان بیٹے کی لاش دیکھ کر باپ کے غمزدہ دل پر کیا گزری ہوگی۔ اس کا ہم تصور نہیں کر سکتے ہیں، کمال صبر و تحمل کے ساتھ ضابطے کی کارروائی مکمل کی، اور بذریعۂ ایمبولینس بیٹے کا جسدِ خاکی بریلی شریف لائے۔ یقیناً اس جوان موت پر "صبر جمیل" کا "اجر جزیل" وہ اپنے رب سے ضرور پائیں گے۔ اللہ رب العزت کے وعدے بدلتے نہیں۔ ان اللہ مع الصابرین۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۴ر ماہ کی عمر سے ۲۱ر ماہ کی عمر تک مولانا مولوی حافظ منیف رضا برکاتی بیماریوں کی مصیبتیں جھیلتے رہے، اور ان کے والدین مسلسل مختلف اسپتالوں میں ان کا علاج کراتے رہے، لگاتار ایک بے چینی، مسلسل ایک اضطراب، متواتر غموں کی یلغار، پیہم حزن و ملال کا شکار۔ ۲۵ر سالہ زندگی کے ۲۱ر سال تو اسی بیماری کی کشمکش اور علاج کی تگ و دو میں گزر گئے۔ اور اِسی دوران حصولِ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔

۴ ماہ کی عمر سے لیکر غمناک موت تک والدین صدمہ سہتے رہے، صبر کرتے رہے۔ بے شک یہ صبر کی توفیق بھی ربُّ العلیٰ کی جانب سے ہے اس پر ہی فلاح وکمال کی بشارت اور ترقی وعروج کا مژدۂ جاں فزا ارشادِ رسولِ پاک کی ضیاء پاشیوں میں ملاحظہ کیجئے۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "إنَّ العبد اذا سَبقَت له من الله منزلة لم یبلغها بعمله ابتلاه الله فی جسده اؤ فی ماله اوفی ولده ثم صبّره علی ذالك حتی یبلغه المنزلة التی سبقت له من الله

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کیلئے علم الٰہی میں جب کوئی مرتبۂ کمال مقدر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے عمل سے اس مرتبے کو نہیں پہونچا۔ تو خدائے تعالیٰ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہے پھر اس پر صبر عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ کمال تک پہونچا دیتا ہے۔ جو اسکے علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔

(بحوالہ انوار الحدیث کتاب الجنائز)

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خدائے کریم جلّ وعلا نے اُن کی بیماریوں کے ذریعہ انہیں عروج و ارتقاء اور مرتبہ کمال عطا فرمایا نیز اُن کے والدین کو صبر واستقامت کی توفیقِ رفیق دیکر درجاتِ عالیہ، اور مراتبِ عظیمہ کا حقدار بنادیا۔

یوں تو دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے بقا صرف ذاتِ رب العلا کیلئے ہے۔ مگر کچھ ایسے مقبول و محبوب اور مخصوص و ممتاز بندے ہوتے ہیں جنکی موت پر دنیا غم و افسوس کے آنسو بہاتی ہے۔ جنکی موت "عالم" کی موت ہوتی ہے۔ جنکی موت پر صرف والدین اور اہل خانہ ہی نہیں بلکہ اہل علم و فضیلت اور خدا آشنا بندے بھی اظہارِ غم و افسوس کرتے ہیں۔ یقیناً انہی مقبول و عزیز اور سعادت مآب افراد میں سے مولانا مولوی حافظ منیف رضا خاں برکاتی مرحوم و مغفور کی ذات بلند اقبال بھی ہے۔ جسکی رحلت پر علماؤ مشائخ سے لیکر طلباؤ عوام تک اور اہل خانہ سے لیکر اہل قرابت و تعلق تک سبھی غمزدہ ورنجور نظر آئے۔ تعزیت گزاروں کی کثرت، جنازے کا ازدہام اور اس میں علماء ومشائخ ومفتیان کا جم غفیر مرحوم و مغفور نیز ان کے عظیم والد گرامی کی مقبولیت عامہ کا روشن ثبوت ہے۔

۲۵؍ سالہ مولانا منیف رضا خاں صاحب برکاتی کے ۱۵؍ سال دینی خدمات، طلبِ علوم اور اپنے باکمال والد خوش خصال کی سرپرستی میں امام احمد رضا اکیڈمی سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور دینی سرگرمیوں میں گزرے، امام احمد رضا اکیڈمی سے جامع الاحادیث، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ بحر العلوم اور اسی سال فتاویٰ رضویہ (طبع جدید کے ساتھ ۲۲؍ جلدوں میں) جیسی تقریباً ۸؍ درجن گراں قدر، بلند پایہ اور بے مثال کتابیں شائع ہوئیں (جن کیلئے حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب۔ ملت اسلامیہ کی طرف سے بے شمار مبارکبادیوں کے مستحق ہیں) ان کتابوں کی کمپوزنگ، ترتیب اور آرائش وزیبائش میں مرحوم ومغفور کی پر خلوص خدمات کا خاص کردار ہے۔ فتاویٰ رضویہ (۲۲؍ جلدیں) کی طبع جدید اور تزئین وتحسین میں توان کا خاص حصہ ہے۔ جب تک فتاویٰ رضویہ کی یہ شکل جدید ہمارے سامنے رہے گی مولانا مرحوم کے خلوص اور نمایاں کارگزاریوں کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔

بھول سکتا نہیں وہ تیرا منوّر چہرہ میرے ہاتھوں پہ ترا نام لکھا ہے پیارے

مولانا حافظ محمد منیف رضا خاں صاحب برکاتی (علیہ الرحمہ) کی مساعیٔ جمیلہ اور خدمات دینیہ نیز علم وحسنات سے راضی ہوکر خدائے قدیر اگر اُن کو اپنے فضل وعطا سے "درجۂ شہادت" عطا فرمادے تو یہ اس کی رحمت وقدرت اور جود وعنایت سے بعید نہیں۔ اس کے محبوب اعظم، شفیع معظّم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

" قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشہادۃُ سَبعٌ سِویٰ القتلِ فِی سبیلِ اللہِ المطعونُ شہیدٌ وَالغریق شہیدٌ وصَاحبُ ذاتِ الجنبِ شہیدٌ والمبطونُ شہیدٌ وصاحب الحریقِ شہیدٌ والَّذی یموتُ تَحتَ الھَدمِ شہیدٌ اَلمراۃُ تَموتُ بِجُمعٍ شَہیدٌ"

ترجمہ:۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں قتل کے علاوہ سات شہادتیں اور ہیں۔ جو طاعون میں مرے، شہید ہے۔ جو ڈوب کر مرے۔ شہید ہے۔ جو ذات الجنب (نمونیہ) میں مرے۔ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری میں مرے شہید ہے۔ جو آگ میں جل جائے شہید ہے۔ جو عمارت کے نیچے دب کر مرجائے شہید ہے۔ اور جو عورت بچے کی پیدائش کے وقت مرجائے شہید ہے۔ (بحوالہ انوار الحدیث کتاب الجنائز)

اس ارشاد جلیل کو پڑھنے کے بعد چہرے کو شگفتگی اور قلب کو آسودگی نصیب ہوتی ہے اور یہ یقین پختہ ہوتا ہے کہ واقعی اگر ان کا کرم شاملِ حال ہو تو بندۂ مومن کی موت سرمایۂ سعادت بھی ہے اور ذریعۂ شہادت بھی۔

مولانا مرحوم کی لمبی علالت، بار بار آپریشن، بریلی سے دہلی تک بڑے بڑے ڈاکٹروں اور اسپتالوں کا سالہا سال علاج، ۱۵؍ سال کی مختصر مدّت میں حفظ قرآن، ۹؍ جماعتوں تک اسکولی تعلیم، اور اسی سال نومبر ۲۰۱۶ء میں دستار فضیلت، فتاویٰ رضویہ ۲۲؍ جلدوں کی شاندار ترتیب جدید کی تکمیل، اور ماہ نور میں زبردست بیماری، منہ سے بار بار خون کی اُلٹی، اور اسی ماہ ربیع الاول شریف میں دنیا سے رخت سفر، یہ تمام چیزیں دیکھنے کے بعد ذہن میں بار بار یہ شعر گردش کر رہا ہے۔

اُن کی راہوں کے مسافر اپنی منزل پا گئے

اُن کے شیدا کو حیات جاودانی مل گئی

عبد الرحمٰن قادری۔ استاذ منظر اسلام

درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

....

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مولانا محمد قمر الحسن قادری رضوی

استاذ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن (بریلی شریف)

ہر شخص کو وقت متعیّنہ پر اس جہان سے جانا ہے ایک لمحہ پہلے نہ ایک لمحہ بعد۔

فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون (سورۂ نحل آیت ۶۰)

ترجمہ کنز الایمان: ”پھر جب ان کا وعدہ آئیگا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

اس اٹل حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کم عمری، کم سنی، یا جوانی کی موت دل حسرت زدہ کے لئے قیامت سے کم نہیں ہوتی۔ رہ رہ کر خیال آتا ہے کاش تھوڑی سی مہلت اور مل جاتی، کچھ دنوں اور جی لیتے، کچھ اور کر لیتے! ابھی تو بہت سی باتیں رہ گئیں، ابھی تو بہت سے کام رہ گئے۔ حضرت مولانا محمد منیف صاحب قادری رضوی کے حوالے سے بھی ایسے ہی خیالات

مدتوں آتے رہیں گے، تڑپاتے رہیں گے۔ عزیزوں کو بھی، احباب کو بھی اور دنیائے علم سے وابستہ ان افراد کو بھی جن کے لیے دردو غم کا رشتہ جان سے زیادہ عزیز اور محترم ہوتا ہے۔

ایک غم سے ڈوبی ہوئی صبح:

۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء کی صبح کو جب الجامعۃ القادریہ میں صلاۃ و سلام کے بعد روم نمبر ۴ بنام "پرنسپل روم" کے دروازہ پر پہونچا تو اندر سے اساتذۂ کرام کی آواز و لب و لہجہ کے ارتعاش سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی خبر کا تذکرہ کر رہے ہیں، زبان سے بے ساختہ نکلا کہ: خدا خیر کرے! اور ذہن اوہام و خدشات سے بھر گیا۔ افق ذہن پر مختلف امکانات طلوع و غروب ہونے لگے۔ فکر کی سطح پر مختلف صورتیں ابھرنے اور ڈوبنے لگیں۔ طائر خیال نہ جانے کہاں کہاں جانے لگا، پرواز کرنے لگا۔ ڈرتے ڈرتے قدم اندر کی جانب بڑھائے اور جب اپنے مشفق استاذ گرامی جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مولانا شمس احمد مصباحی مدظلہ العالی (پرنسپل الجامعۃ القادریہ رچھا ریلوے اسٹیشن بریلی شریف) سے جو روح فرسا اور جگر خراش خبر سنی: کہ حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد منیف صاحب اس دنیا سے رحلت فرما گئے" تو سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ خبر تمام امکانات سے مختلف۔ سارے اوہام و خدشات سے الگ اور ہر ظن و تخمین سے جدا تھی۔ خبر کیا تھی خرمن حیات کو خاکستر کر دینے والی بجلی تھی۔ صبر و شکیب کا ہر باندھ توڑ دینے والا سیلاب تھا اور وجود کے تار و پود منتشر کر دینے والا دھماکہ تھا۔ بار الہا! یہ کیا ہوا یہ کیسا امتحان ہے۔ جماعت اہلسنت کی امید کا مرکز، امام احمد رضا اکیڈمی (صالح نگر، بریلی شریف) کی آرزؤں کا محور، اور اپنے والد گرامی کے خوابوں کی تعبیر۔ یوں داغ مفارقت دے جائے گا، کبھی حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد استاذ گرامی وقار نے کیا کیا کہا اور دیگر اساتذۂ کرام نے اس حادثے پر غم والم کا کیسے اظہار کیا، کچھ نہیں سنائی پڑا۔ اگلے دن جب میں نے فخر بریلی حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی مدظلہ العالی کا موبائل نمبر محب گرامی، ہمنشین ساتھی حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحب رامپور سے لیا تاکہ تعزیت کر سکوں لیکن نہ اس وقت ہمت پڑی اور نہ آج تک ہمت بٹور پایا ہوں۔ آخر کلمات تعزیت، اور شدت غم میں کوئی تو نسبت ہونی چاہئے۔ ان کا غم صرف ایک پیرانہ سال والد کا غم نہیں ہے جس نے اپنا جواں سال بیٹا کھویا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسے ہونہار، باعث افتخار اور مایۂ ناز بیٹے کا غم ہے۔ جس کی ذات سے خاندان ہی نہیں بلکہ جماعت اہل سنت کی امیدیں وابستہ تھیں۔ (اس لیے کہ ان کی تعلیم و تربیت ہی کچھ اس انداز سے ہو رہی تھی جسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ ان سے بھی اپنے والد گرامی کی طرح قوم و ملت کو عظیم فائدہ

پہونچے گا) یہ ایک ایسے فرزند کا غم تھا جس کی صورت میں اسلاف کے کارناموں، خاص کر امام احمد رضا قدس سرہ کے کارناموں کا احیا نظر آرہا تھا۔ بھلا ایک ایسے باپ سے اس کے عزیز از جان بیٹے کی تعزیت کا حق ادا ہی کیسے کیا جاسکتا ہے، بے جہاتی لفظوں میں وہ قوت کہاں جوان کے فرط غم کی تفسیر کر سکیں، وہ فصاحت کہاں جوان کے رنج ومحن کی تعبیر کر سکیں۔

للہ ما اعطی ولہ مااخذ وکل شیٔ عندہ بأ جل مسمّی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

مجھے حضرت مولانا محمد منیف رضا برکاتی صاحب سے محب گرامی نقیب اہل سنت حضرت مولانا محمد مشتاق عالم نعمانی صاحب کے ذریعہ امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف میں ایک ہی دفعہ ملاقات کا شرف حاصل ہوسکا۔ واقعہ یوں ہے کہ ۲۰۱۴ء درجۂ عالمیت سے فراغت کے موقع پر ناچیز نے بنام "ایمان کا حل" مختصر رسالہ ترتیب دیا تھا اسی کی کمپوزنگ کے سلسلہ میں امام احمد رضا اکیڈمی گیا تھا۔ چونکہ جلسۂ دستار عالمیت کی تاریخ قریب تر تھی۔ اور میں نے اس جلسہ میں کتاب کے رسم اجراء کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ خوش قسمت کہ حضرت مولانا محمد منیف صاحب سے گفتگو کے دوران کتاب کی کمپوزنگ اور اس کے جلد ہی میں منظر عام پر لانے کا بھی ذکر آگیا۔ تو آپ نے اپنے ذاتی کام اور آرام کی پرواہ کیے بغیر بنفس نفیس رات کے ۱ر بجے تک جاگ کر کتاب کے اکثر حصہ کو کمپوزنگ فرما کر راقم الحروف پر احسان عظیم فرمایا۔ بارگاہ مولیٰ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ اس کے بدلے میں ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ میں نے ان کو ایک ذی استعداد عالم، بااخلاق، منکسر المزاج اور صالح فکر کا حامل انسان پایا، میانہ قد، سیاہ چشم، کشادہ پیشانی، غنچہ لب، ہلکی داڑھی، اور متبسم چہرہ، ان کے پیکر کے جمال اور وسعت علمی، تیز فہمی، صاف گوئی، عجز وانکساری، علو ہمتی، بلند فکری اور حسن اخلاق نے ان کی سیرت کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا تھا۔

تعلیم و کارنامہ:

امسال نومبر ۲۰۱۶ء کو جامعہ نوریہ باقر گنج بریلی شریف سے درجۂ فضیلت سے فراغت حاصل کی، اپنے والد گرامی حضرت علامہ ومولانا محمد حنیف صاحب قبلہ کے زیر تربیت کتابوں کی کمپوزنگ، سیٹنگ وغیرہ کا کام انجام دیتے تھے۔ ان کے کارناموں میں سب سے عظیم کارنامہ فتاویٰ رضویہ شریف ۲۲ جلدیں (جس کا امسال ہی عرس رضوی کے موقع پر رسم اجرا ہوا) کی سیٹنگ اور ڈیزائننگ ہے جو وقعی وغیرہ ایک بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔

اخلاق وعادات:

حضرت مولانا محمد منیف صاحب بہت ہی با اخلاق، شریف و سنجیدہ طبیعت کے حامل تھے۔ اس لئے کہ اخلاق ہی وہ بے غبار اور صاف شفاف آئینہ ہے جس میں انسان کے صحیح خدو خال کو دیکھا جاسکتا ہے، اخلاق ہی وہ بیش قیمتی گوہر ہے جس قدر کے باعث انسان لائق اعزاز و تکریم بنتا ہے۔ اگر کوئی شخص علم و دانش کا سمندر ہو تو کوئی ضروری نہیں کہ وہ اخلاق و کردار کا بھی پیکر ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں صفتوں سے مزیّن کیا تھا حضرت مولانا محمد منیف صاحب آداب زندگی سے خوب واقف تھے۔ وہ پورے طور پر عالمانہ شان اور اسلامی شعار میں رہتے تھے۔ لوگوں سے ملتے تو ان کی عمر اور ان کے مرتبے کا پورا پورا لحاظ و خیال رکھتے تھے اور اسی انداز و لب ولہجہ میں کلام فرماتے، کسی ناآشنا شخص سے بھی ان کی ملاقات ہو جاتی تو اسے ناآشنائی کا احساس نہ ہونے دیتے۔ ہر انسان سے نہایت خلوص واحترام، خوش اخلاقی اور تواضع سے پیش آتے اور پہلی ہی ملاقات میں لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ یہی وجہ تھی جس نے بھی ان سے ملاقات کی تو ان کی عظمت کا معترف ہوئے نہ رہ سکا۔

اللہ رب العزت بطفیل، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مرقد پر رحمت و نور کی بارش فرمائے اور والدین ماجدین ،برادران و دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

بندۂ اثیم: محمد قمر الحسن قادری رضوی

خادم الطلبہ۔ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن (بریلی شریف)

....

"بھولتا ہی نہیں عالم تری انگڑائی کا"

ڈاکٹر سراج احمد قادری

مدیر مجلہ دبستان، نعت، خلیل آباد

آج بتاریخ ۲۸؍ جنوری کو دن میں ۱۲؍ بج کر ۳۳؍ منٹ پر حضرت علامہ صغیر اختر صاحب نے بریلی شریف سے میرے موبائل پر فون کیا، اور انہوں نے جانکاہ خبر سنائی جسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت

علامہ محمد حنیف قادری صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد منیف رضا خاں بریلوی کا بیماری کے سبب ۲۷ رربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے دن میں (ایمس) ہاسپٹل، نئی دہلی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی روح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک یادگاری مجلہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے جس میں آپ کے تاثرات کی ضرورت ہے۔ مگر آج ہی تک کا وقت بھی ہے، میں جہاں اس خبر کو سن کر دم بخود تھا وہیں مولانا محترم کے حکم کی بجاآوری کے لیے پریشان بھی، اسکی وجہ یہ تھی کہ اتنی دردناک خبر اور اتنے سے وقت میں حکم کی تعمیل مجھے مضطرب کئے ہوئے تھی۔

حضرت علامہ محمد حنیف قادری صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں، وہ نہایت ہی مخلص اور فعال عالم دین ہیں ،دین کی ترویج واشاعت کی دھن میں وہ ہمیشہ گمسم رہتے ہیں، گزشتہ سال مارہرہ شریف میں عرس کے موقع پر میری ملاقات ان سے ڈاکٹر مشاہد رضوی صاحب کے ساتھ ہوئی تھی جہاں بہت ساری علمی و ادبی گفتگو رہی، میں فوراً ہی آفس سے گھر آیا اور اس پاک روح کے حضور حاضری کی جتن میں جٹ گیا، مرحوم کو میں نے دیکھا تو نہیں تھا مگر راستے بھر یہی سوچتا رہا "الولد سر لأبیہ "یقیناً مرحوم اپنے والد ماجد حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب ہی کی طرح فعال اور دین کا درد رکھنے والے انسان رہے ہوں گے۔ گھر پہنچ کر جب میں نے مولانا صغیر اختر صاحب کا ارسال کردہ میٹر دیکھا تو میرے خیالات کی تائید و تصدیق ہو گئی۔

حضرت علامہ صغیر اختر صاحب نے جو مجھے ان سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں ان کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ ایک نیک باپ کی نیک اولاد تھے۔ انہوں نے امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے اشاعت پذیر ہونے والی کتب کی کمپوزنگ اور اس کی تزئین میں پوری صلاحیت لگادی تھی، وہ چاہتے تھے کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اور ان سے متعلق جو کتابیں چھپیں وہ ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہوں، جو اول نظر میں ہی دیکھنے والے کے دل میں اتر جائیں۔ ان کے اچانک انتقال سے جہاں حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قادری نے ایک ولد صالح کھو دیا وہیں قوم نے مسلک و مذہب کے ایک سچے ہمدرد سپوت کو کھو دیا ہے۔ جس کی تلافی سر دست دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ ایسے ہونہار اور ذی شعور افراد کم جنم لیتے ہیں۔ میر تقی میر نے شدت احساس کے عالم میں کہا تھا

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو میرے اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہ ہو، انہیں اس میں انتہائی درجہ کا مبالغہ نظر آئے مگر مولانا

محترم نے جو معلومات مجھے فراہم کی ہیں اور مرحوم نے کم عمری میں دین کی جو خدمات انجام دی ہیں اس کی روشنی میں مجھے حقیقت ہی دکھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں ان کی بخشش و مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نیز حضرت علامہ محمد حنیف قادری صاحب اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ مولانا محترم کے لیے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں

بار شب فراق سے شیشۂ دل ہے چور چور پھر بھی ہیں مسکراہٹیں لب پر مرے فغاں نہیں

ڈاکٹر سراج احمد قادری

مدیر مجلہ دبستان، نعت

نعت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، محلہ بنجریا، خلیل آباد

ضلع، سنت کبر نگر (یو۔پی)

....

ایک مسافر ملک عدم کی طرف

مولانا محمد گل ریز مصباحی بریلوی

استاذ جامعۃ المدینہ فیضان عطار، ناگ پور

ناشر رضویات، مرتب جامع الاحادیث، فخر بریلی حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی صدر المدرسین وشیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے بڑے صاحب زادے "حضرت مولانا منیف رضا خاں" ایک متحرک فعال اور قابل ذی استعداد انسان تھے، موصوف بڑے ملنسار، خوش اخلاق تھے، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن ان کی محنتیں اور اکیڈمی کے لیے بے لوث خدمات دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

وصال سے چند روز قبل فیس بک پر میں نے یہ خبر پڑھی کہ مولانا منیف رضا صاحب کی طبیعت سخت علیل ہے ان کی شفا یابی کے لیے دعا کریں، پھر حال دریافت کرنے کے لیے حضرت علامہ حنیف صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے رابطہ کیا تو حضرت نے بتایا کہ ابھی حالت نازک ہے، آپ جامعۃ المدینہ میں ان کی صحت یابی کے لیے دعا کرائیں۔ چنانچہ اس کے بعد ۲۷ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل ۱۲ بجے دن میں یہ افسوس ناک خبر سننے کو ملی کہ مولانا منیف رضا کا دہلی کے ہاسپیٹل میں انتقال ہو گیا ہے۔ یہ افسوس ناک خبر سن کر خود کو کسی طرح سنبھالا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر یہ سوچتے

ہوے خاموش ہو گیا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے جب جس کا وقت آئے گا اسے اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

مولانا منیف رضا سے مجھے دو مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا ایک مرتبہ عرس حافظ ملت کے موقع پر ملاقات ہوئی تھی اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۶ء میں رمضان سے قبل حضرت علامہ حنیف صاحب قبلہ سے ملاقات کی خاطر امام احمد رضا اکیڈمی جانا ہوا تو ملاقات ہوئی دوران گفتگو حضرت نے بتایا کہ بعد رمضان فتاوی رضویہ جدید ترتیب اور مزید رسالوں کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل اور رنگین گلر میں منظور عام پر آرہی ہے تو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور معلوم ہوا کہ فتاوی رضویہ کی ترتیب کمپوزنگ وغیرہ میں سب سے زیادہ خدمات مولانا منیف رضا کی ہیں رات میں میرا قیام اکیڈمی میں ہوا تو حضرت نے فتاوی رضویہ کا ایک نسخہ بعض مقامات پر اعراب وغیرہ لگانے کے لیے مجھے بھی عطا فرمایا رات میں کام کرتے ہوئے مولانا منیف رضا سے فتاوی رضویہ کی نئی اشاعت پر تبادلہ خیال ہوا اور کافی دیر تک گفتگو ہوئی کہ فتاوی رضویہ پر کام کا یہ سلسلہ کئی سالوں سے چل رہا ہے اب یہ آخری بار ہے بعد رمضان فتاوی رضویہ جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آجائے گی۔

اکیڈمی میں رہ کر میں نے دیکھا کہ مولانا منیف رضا اور خود علامہ صاحب بھی کافی رات تک فتاوی رضویہ کی سیٹنگ وغیرہ کا کام کرتے رہے اور بار بار فرمار ہے تھے کہ دعا کریں بعد رمضان یہ کتاب طباعت کے مرحلہ سے گزر جائے۔

موصوف نے اکیڈمی کو بام عروج تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اب تک اکیڈمی سے شائع ہونے والی ۱۰۰ سے زائد کتابوں کے کام میں شریک وسہیم رہے اور بہت سی کتابیں تو ان کے ذریعہ فائنل ہوئیں فتاوی رضویہ کا کام بھی آپ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچنا تھا اس لیے جیسے ہی اس کا کام مکمل ہوا پیغام اجل آگیا۔ آج موصوف ہمارے درمیان نہ رہے لیکن ان کی اکیڈمی کے لیے بے لوث خدمات اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنا نیز جب بھی ان کتابوں کی اشاعت ہوگی انھیں اس نیک عمل کا ثواب برابر ملتا رہے گا۔

جواں بیٹے کی موت کا سب سے زیادہ والدین کو ہوتا ہے اور بیٹا جب نیک صالح اور والدین کو خوش کرنے والا ہو تو غم اور بڑھ جاتا ہے لیکن ایسے غم بھرے ماحول میں بھی حضرت علامہ مولانا حنیف رضوی نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا اور حدیث پاک الصبر عند صدمۃ الاولی پر عمل کر کے حاصل ہونے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا۔

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو کثیر تعداد میں علما مشائخ۔ سادات اور طالبان علوم نبویہ نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی اور امام احمد رضا اکیڈمی کے قریب قبرستان کے پاس ایک پلاٹ میں مغرب سے قبل ہزاروں لاکھوں نے نم ناک آنکھوں سے مرحوم کو سپرد خاک کیا۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہرباری کرے حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مرحوم کے جملہ اہل خانہ کو غریق رحمت فرمائے۔ تمام گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت علامہ صاحب قبلہ کو صحت وتوانائی طاقت وقوت عطا فرمائے اور مولانا موصوف کا نعم البدل عطا فرمائے اور اکیڈمی کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھائے گئے

مولانا محمد عمار خاں مصباحی امجدی

انسان اس دنیا سے چلا جاتا اور مرحوم و مغفور ہو جاتا ہے، مگر یادیں بلکہ پسمندگان کو تڑپاتی بھی ہیں، سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے ذکر ماموتی کم بالخیر یعنی جانے والے کو اوصاف و محاسن کا تذکرہ کیا کروں تاکہ یہ حسن تذکرہ جانے والے کے لئے خود بخود دعا کے سانچہ میں ڈھل جائے۔ غموں پر آنسوں بہانا مصیبتوں ہر بے چینی و پریشانی ظہر کرنا اور جانے والی چیز وں پر رنج وغم کا اظہار کرنا ایک فطری بات ہے اور جو چیز جتنی اہم اور عزیز ہوتی ہے اس کے جانے کا غم و افسوس بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، بلاشبہ حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا خان برکاتی مرحوم سے جو امیدیں وابستہ تھیں ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے جانے سے علم وحکمت اور بالخصوص اہل سنت کا جو نقصان ہوا یقیناً وہ بڑا نقصان ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے والد گرامی جامع معقولات و منقولات ماہر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی مدظلہ العالیکے شانہ بشانہ کثیر کتب اسلامیہ پر قابل فخر کام انجام دے رہے تھے، لیکن موت اس سے کسی کو مفر نہیں، الموت قدح ک نفس شار بہا، دنیا میں نا جانے کتنے سے ملتے اور بچھڑتے ہیں لیکن کچھ یادیں اور باتیں یوں دل و دماغ پر ثبت ہو جاتی ہیں کہ جاتی ہی نہیں بلکہ بار بار زھن و دماغ کو جھجھوڑ دیتی ہیں ایسی ہی کچھ یادیں ہماری مولانا مرحوم سے وابستہ ہیں، حضرت مولانا منیف رضا خان صاحب مرحوم طبیعاً سنجیدہ ملنسار اور با اخلاق تھے، آداب زندگی سے خوب واقف عالمانہ شان اور اسلامی شعار کے حاصل لوگوں سے ملتے تو اسے ناآشنائی کا احساس نہ ہونے دیتے بلکہ ہر شخص سے بڑے خلوص اور تواضع سے پیش آتے اور پہلی ہی ملاقات میں ان کے دلوں پر بائے نقش چھوڑ جاتے۔

رمضان المبارک کی تعطیلات میں کئی سالوں سے امام احمد رضا اکیڈمی میں جاتا اور رہتا ہوا ان کو قریب سے جاننے پہچاننے کا موقع ملا وہ اپنے والد گرامی کی طرح اولوالعزم بلند حوصلہ اور عالی ہمت تھے۔ اور میں نے ہی ان کو کچھ کر دکھانے کا جزبہ اور ان کو اس پر عملی اور امات کرتے ہوئے پایا مسلسل کام کرتے نہ تھکاوٹ کا احساس اور نا ہی لڑکپن غیر مستقل مزاجی بلکہ کمپیوٹر کے کی پیڈ کے ذریعہ اسکرین پر قرآن وحدیث کے علمی مہ بارے اسلامی نظریات اور بزرگوں کے اقوال کو سمیٹتے ہوئے ہمہ تن

مصروف امسال ہی تو درجہ فضیلت سے فراغت پائی تھی اور تعلیمی سفر کا ایک سنگ میل عبور کر لیا تھا اب علمی شغوفے اور تحقیقی ،تنقیدی، مضامین کے گلدستے انجمن کو اپنی خوشبوں سے معطر کرنے والے ہی تھے کہ یہ غنچہ بے کھلی مرجھا گیا۔

حسرت ان غنچوں پے جو بن کھلے مرجھا گئے

اللہ تعالیٰ بطفیل سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمارے عزیز حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا خان صاحب مرحوم و مغفور کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر پر اپنے نور کی تجلیات برسائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے اور تمام پسماندگان بالخصوص ماہر رضویات جماع العلوم اشرفیہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان صاحب رضوی مدظلہ العالی کو صلہ جمیل اوراس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔(آمین)

از:محمد عمار خاں مصباحی امجدی

....

آہ مولانا منیف رضا خان مرحوم و مغفور

ابھی بنا بھی نہ ڈالی تھی آشیانہ کی فلک کو فکر ہوئی بجلیاں گرانے کی

میدان علم اور دینی وملی خدمات میں دنیائے سنیت کی عبکری وعظیم شخصیت فقیہ العصر علامہ حنیف خان صاحب قبلہ رضوی بریلوی مدہ ظلہ العالی محتاج تعارف نہیں۔آپ کے شہزادہ مولانا حافظ منیف رضا خاں برکاتی مرحوم و مغفور پسر نمونہ پدر است کا مکمل مصداق بن کر پانچ سال کی قلیل مدت میں فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲ جلدوں کی تزءین وترتیب کا عظیم کارنامہ انجام دی کر ۲۷ دسمبر ۲۰۱۶ کو اللہ کے پیارے ہو گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اس سانح پر مدرسہ یادگارے حبیب الہ آباد کے اساتذہ وطلبہ نے رنج وغم کا اظہار کیا۔ادارے میں موصوف کے ایصال ثواب کے لئے قران خوانی ونعت خوانی اور دعا کا اہتمام کیا گیا ۔اللہ تعالی موصوف کو جنت الفردوس میں اعلی درجات سے نوازے اور پس مندگان بالخصوص موصوف کے والد بزرگوار فقیہ

العصر حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مد ظلہ کو صبر جمیل عطافرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

از قلم: محمد شعیب عالم قادری خادم بالحدیث والافتاح

مدرسہ یادگارے حبیب الہ آباد

....

تاثر

محمد سرفراز احمد شمسی

استاذ دارالعلوم شیخ احمد کھٹو سرخیز احمد آباد

باسمہ تعالیٰ

ناشر فکر رضا علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا منیف رضا کے انتقال پرملال کی خبر سن کر بڑا صدمہ پہنچا، ان کے وصال سے صرف آپ کی ذات کا نقصان نہیں ہوا ہے بلکہ پوری سنیت کا نقصان ہوا ہے، اہل سنت وجماعت کو ان کی ذات سے بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں، فتاوی بحرالعلوم کے بعد فتاوی رضویہ کی جدید ترتیب وتزئین میں آپ کے شانہ بہ شانہ رہے، ان کی یہ علمی خدمات ہمیشہ باقی رہے گی، اور جب تک یہ کتابیں رہیں گی لوگ انہیں یاد کرتے رہیں گے۔

مولانا منیف "الولد سر لابیہ" کے سچے مصداق تھے، نوعمری میں جو کام موصوف کر گئے بڑی عمر میں لوگ نہیں کر پاتے ہیں، جملہ مدرسین واراکین بالخصوص یادگار سلف حضرت علامی مفتی عبدالقدوس مصباحی مدظلہ النورانی شیخ الحدیث دارالعلوم ہذا آپ کے غم میں برابر شریک ہیں، اور مولانا مرحوم کے لیے دعا مغفرت کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائے۔ اور ان کے درجات واقبال میں بلندی عطافرمائے، آمین بجاہ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقط والسلام

محمد سرفراز احمد شمسی

خادم التدریس دارالعلوم شیخ احمد کھٹو سرخیز احمد آباد (گجرات)

۲۹ر جنوری ۲۰۱۷ء

محترمی ومکرمی برادر دینی مولانا علامہ مفتی محمد حنیف خانصاحب مدظلہ العالی

مجھے یہ جان کر از حد افسوس ہوا کہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج وڈاکٹر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر دہلی روڈ بریلی شریف کا جواں فرزند اکبر عزیزی حضرت مولانا منیف رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال بروز منگل بتاریخ ۲۷/دسمبر ۲۰۱۶ء بوقت ۱۱:۱۵ دن ہوگیا، اللہ تبارک تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ان کے درجات کو بلند فرمائے، وہ حافظ وقاری بھی ہیں وہ اپنے خاندان کی پشتیں آگے اور پیچھے کی بخشوائیں گے، وہ جل جلالہ کے فضل وکرم اور حضرت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت سے بخشے بخشائے ہیں، یعنی وہ جنت کی سیر کرتے ہوں گے، حضرت مولانا وحافظ محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کی صلاحیت دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے، انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مشہور ومعروف مقبول کتاب فتاویٰ رضویہ کو از سرنو ترتیب کمپوزنگ میں خصوصی تعاون دیا، اخلاق واخلاص میں جزبہ۔ گفتگوں میں شائستگی تھی، محتاطیت پر مبنی ہوتی تھی۔ ان کی قلیل زندگی میں بہتری اور والدین کے لئے آزمائش ہے ان کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

فقط والسلام۔ اسد نوری

....

786/92

بڑی خوبیوں کے حامل تھے مولانا منیف صاحب

مفتی محمد محبوب عالم اشرفی علیمی مصباحی, استاذ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رانی بستی صورنگ نیپال

استاذ العلماء صاحب تصانیف ثمینہ بانی ومہتمم امام احمد رضا اکیڈمی وصدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف حضرت علامہ حنیف خان صاحب قبلہ رضوی کے شہزادۂ گرامی مولانا منیف رضا برکاتی علیہ الرحمہ الرؤف الرحیم کا وصال حضرت علامہ حنیف صاحب قبلہ اور دیگر گھر کے افراد کے لئے رنج وغم کے لئے کوہ گراں بن کر گرا۔ اور ان کا وصال نہ صرف

اہل خانہ بلکہ اور عوام کی تعداد کو رنجوں محزون کیا۔ رب قدیر سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور مولانا و حافظ منیف رضا خان برکاتی علیہ الرحمہ کو مولیٰ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا مرحوم کو اپنے معلم مصنف، عربی و خیق و شفیق پدر بزرگوار سے اعلیٰ تعلیم و تربیت ملی تھی، جس کا اثر ہم سب سر کے آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے اساتذہ و طلبہ ان کا خیال رکھتے تھے عزت دیتے تھے، صرف اس لئے نہیں کہ جامعہ نوریہ رضویہ رئیس المعلمین کے شہزادے تھے بلکہ یہ صورت حال اس لئے بھی تھے کہ یہ حضرات ان سے ان کے اعلیٰ اخلاق، بھولا پن، اور سادگی سے متاثر تھے اور متاثر ہو کر ان سے پیار و محبت کرتے تھے اور عزت دیتے تھے۔ یہ بڑے باپ کے بیٹے ضرور تھے لیکن اس پر ان کا خبط نہیں تھا۔ ماں باپ کا بھی لحاظ رکھتے تھے خاکساری و ملنساری بدرجۂ اتم ان کے اندر موجود تھی، کہیں سے کہیں تک یہ تاثر نہیں ہوتا تھا میاں شہزادہ پر شاہزادگی کا نشہ ہے رب قیدان کی تربت پر نور ورحمت کی بارش فرمائے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بڑے باپ کا بیٹا ہونے کا خبط جب سوار ہوتا ہے تو اپنے محسن و مربی و شفیق اساتذہ کرام تک احترام بھول جاتا ہے بساوقات اتنی بیقدری کرنے لگتا ہے نوکروں ملازموں سا برتاؤ کرنے سے بھی نہیں جھجھکتا، یہ میری معلومات و تجربات میں ہے۔ ۲۰۱۵ کے عرس رضوی کے شرکت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوا تھا جہاں حجرت استاذ الاساتذہ علامہ حنیف خانصاحب رضوی سے ملاقات ہوئی وہی ان سے بھی ملاقات ہوئی وہی پرانا برتاؤ وہی سلوک وہی ادب و لحاظ و ملنسار سبحان اللہ کیا پتہ تھا کہ ان سے میری آخری ملاقات ہے پھر دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اور خویش و اقارب کو صبر استقامت کی دولت سے نواز ہے، آمین بجاہ سیدا لمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

از قلم: محمد محبوب عالم اشرفی علیمی مصباحی

خادم: درس و افتا مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رانی بستی براٹ نگر صورنگ نیپال ناظم تعلیمات درالعلوم انوار مصطفیٰ ماری پور مظفر پور بہار۔

....

مولانا منیف رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

الولد سر لابیہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے،

مولانا عبد السلام مجتبیٰ بہاری

مدرسہ: قادریہ انوار العلوم، پھلوریا، گوپال گنج، بہار

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا منیف رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن الولد سر لابیہ کی جیتی جاگتی تھے، خاکساری، ملنساری بڑوں کا ادب و احترام اور تضیع اوقات سے یکسر دور رہنے میں اپنے والد ماجد کی عکس جمیل تھے ان کو والدین کریمین کی اعلی تربیت و نگرانی ملی تھی۔ حافظ قرآن تھے اور جامعہ نوریہ رضویہ سے ۲۵ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ کو علمی جوہر کو بکھیرا، اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ۔

مولانا موصوف کی ولادت باسعادت ۱۹۹۴ء میں ہوئی، مگر علالت اور علالت و بیماری کی وجہ سے برسوں باقاعدہ تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے ۲۰۰۱ء کے بعد باضابطہ تعلیم کا آغاز کیا اور جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج سند فراغت حاصل کی۔ ان کی صحت یابی کا پندرہ سالہ زمانہ حصول علم اور اشاعت علم دین میں گزرا۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل سو سے زائد کتابوں پر انہوں نے کام کیا اور ان کی کتابوں پر مختلف جہتوں سے کام کیا۔ اس عمر مین ان کے وصال نے جہاں انکے اہل خانہ کو اندر سے ہلا دیا وہی ہم لوگوں کو بیچین کر دیا۔

خالق عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سبھی وکو اور خاص طور پر ان کے والدین کریمین اور بھائی بہنوں کو صبر جمیل دے اور موصوف کے درجات میں بلندی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

سوگوار: عبدالسلام مجتبیٰ بہاری

مدرسہ: قادریہ انوار العلوم، پھلوریا، گوپال گنج، بہار

....

مولانا منیف رضا: مستقبل کے علامہ حنیف تھے

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدی

قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ بہار

مولانا محمد منیف رضا نے زندگی کی صرف ۲۵؍ بہاریں دیکھیں، مگر ان چند سالوں کو جس طرح انہوں نے جماعت اہل سنت کے لیے قابل رشک بنایا، اس کی مثال خال خال ہی ملے گی۔ انہیں کی محنت شاقہ سے فتاویٰ رضویہ کی ۲۲؍ جلدیں کمپوز ہو کر پہلی بار منظر عام پہ آئیں، فتاویٰ مفتی اعظم کی سات جلدوں کی زیارت سے آنکھیں شاد کام ہوئیں، فتاویٰ بحر العلوم کی ۶؍ جلدیں اشاعت پذیر ہوئیں، فتاویٰ اجملیہ سے استفادہ کی راہ ہموار ہوئی، اور حاشیہ بیضاوی کی تین جلدوں کو طباعت سے آراستہ دیکھنے کا موقع ملا۔

ان کی حیات کے یہ وہ تابندہ نقوش ہیں جو انہیں کبھی مرنے نہیں دیں گے، اور ہم ان کے اس مخلصانہ جدو جہد کے سبب انہیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہیں کرسکیں گے۔ مولانا منیف اپنے والد گرامی کے جذبوں کی آنچ، حوصلہ کی پہچان، عزائم کا ائینہ اور مستقبل کا علامہ حنیف تھے، ان کی رحلت سے والد گرامی پر غموں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے اس کا احساس کسی اور کو نہیں ہوسکتا۔

ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے یہ جملے ان کے غم کا مداوا نہیں ہوسکتے مگر ہمارے دامن توفیق میں دعاؤں کے علاوہ ہے بھی کیا، جو ان کے حضور نذر کریں۔ انہوں نے جامعہ نوریہ سے لے کر امام احمد رضا اکیڈمی تک دین وسنت اور رضویات کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اس سے جماعت اہل سنت کے ہر چھوٹے بڑے کو ان سے محبت وعقیدت ہے، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے غم میں پوری جماعت آبدیدہ واشک بار ہے۔ پروردگار عالم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ اور حضرت علامہ حنیف رضا خان صاحب کو صبر جمیل وحوصلہ کی دولت گراں مایہ عطا فرمائے۔ تاکہ ان کا مشن زندہ وتابندہ رہے، اور خدائے پاک ان کے لیے سہارے کے کئی ہاتھ کھڑے کردے جو ان کے عزائم کی تکمیل میں ان کا معاون ہوسکے۔

غم گسار

محمد امجد رضا امجدی

قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ بہار

حضرت مولانا محمد منیف رضا خان آج بھی لوگوں کے دلوں میں موجود ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موت برحق ہے اور اٹل ہے اور ہر ایک کو آنی ہے، لیکن کچھ لوگ وہ ہیں جو مرنے کے بعد بھی بھلائے نہیں جاتے، انہیں میں سے ایک ہمارے بھائی حضرت مولوی محمد منیف رضا خان برکاتی بریلوی کی شخصیت ہے۔

جو دنیا سے جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائے ہوئے ہیں، جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو میں نے اور چھوٹی ہمشیرہ ساجدہ نوری اور دیگر معلمات نے خود بھی دعا کی اور متعلمات جامعۃ الزہرا سے بھی دعا کرائی، جب تک مولانا مرحوم دہلی (ایمس) ہوسپٹل میں رہے تو میں ہر نماز کے بعد دعا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد شفا عطا فرمائے، اور کرم فرمائے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وقت اجل آپہونچا اور یہ چمکتا اور خوشبو دیتا ہوا پھول چمن سے نکل کر جنت کے باغوں میں جا پہونچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک خواب: مولانا محمد منیف رضا خان برکاتی کی وفات کے تیرہ دن بعد میں نے خواب دیکھا کہ "وہ زندہ ہوگئے ہیں اور ان کی قبر دو منزلہ پر ہے، اور وہ قبر کے پاس ہی بیٹھے ہیں، اسی دوران کرم فرما استاذ حضرت مفتی حنیف خاں صاحب تشریف لائے، اور میں نے منیف رضا سے کہا "آپ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے، آپ یہاں کیسے "تو ان کے والد (حضرت مفتی حنیف خاں صاحب) نے فرمایا: "منیف رضا دنیا میں دوبارہ اس لیے تشریف لائے ہیں تاکہ اپنی والدہ (محترمہ عابدہ نوری صاحب) کو خوش کریں، اور انہیں تسلی دیدیں کہ وہ بہت خوش ہیں، اپنی والدہ کو تسلی دینے کے بعد دوبارہ دنیا سے چلے جائیں گے " یہ سن کر منیف رضا ہنسے اور کھڑے ہوگئے۔ میں نے دو منزلہ سے نیچے کی طرف نظر کی تو بہت سے لوگوں کو کھانا کھاتے ہوئے پایا، جب لوگوں سے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا یہ کھانا مولانا منیف رضا کے ایصال ثواب کے لیے لوگوں کو کھلایا جارہا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولانا منیف رضا کی قبر کی ہر منزل کو آسان فرمائے، اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین یارب العالمین

عالمہ عائشہ نوری

معلمہ جامعۃ الزہر اللبنات

باب چہارم

تعزیت نامے

تعزیت نامہ

منجانب: جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی کے جواں سال لڑکے عزیز القدر مولانا حافظ محمد منیف رضا مرحوم و مغفور کی رحلت کی خبر سن کر بہت دُکھ ہوا۔ مجھے معلوم ہوا کہ مرحوم ایک باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین کمپوزر بھی تھے، آپ نے اپنے والد کی نگرانی میں شائع ہونے والی علمائے اہلسنت بالخصوص رئیس المحققین، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہم کی علمی یادگاروں کی عمدہ کمپوزنگ اور سیٹنگ کرکے انہیں بے حد جاذب نظر اور دوسری تمام طباعتوں سے ممتاز کردیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ان خدمات کو قبول فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

محمد اختر رضا قادری ازہری

۲۶، ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

نزیل کولمبو، سری لنکا

تعزیت نامہ

منجانب: شہزادۂ ریحان ملت حضرت علامہ مولانا محمد سبحان رضا خاصاحب،

درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

۷۸۶/۹۲

حامدا و مصلیا و مسلما.

لائق صد احترام، ناشر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی

دامت برکاتہم القدسیہ۔۔۔۔۔ سلامت ورحمت!

مجھے بخوبی احساس ہے کہ اس وقت آپ کس قدر رنج والم اور غم واندوہ کے دور سے گزرے ہیں۔ کسی بھی باپ کے لیے ایسے جواں سال بیٹے کی موت کا غم پہاڑ ٹوٹنے سے کم نہیں ہوتا کہ جو اس کے بڑھاپے کا سہارا ہوا اور جس سے اس کی بہت زیادہ آرزوئیں وابستہ ہوں۔ بلاشبہ مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم کا یہ سانحہ ارتحال صرف آپ کے لیے نہیں بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لیے غم واندوہ کا سانحہ ہے۔ یہ آپ کا ہی نہیں بلکہ پوری جماعت اہل سنت کا خسارہ ہے۔ امام احمد رضا اکیڈمی کی جانب سے رضویات پر جتنا بھی کام ہوا اس کام کے ذریعہ مولانا محمد منیف رضا خاں ہمیشہ جماعت اہل سنت کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ فتاویٰ رضویہ کی تزئیں کاری اور طبع جدید کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا گیا ہے وہ ہمیشہ انہیں زندہ رکھے گا۔ اس غم کے موقع پر ہم شانہ بشانہ آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کے دیگر شہزادگان کو طویل عمر عطا فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انہیں آپ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(دستخط)

(فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ)

یکم ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

اظہار تعزیت

حضرت مولانا حسّان رضا خاں نوری، سجادہ نشین خانقاہ نوریہ تحسینیہ، بریلی شریف

مولانا محمد منیف رضا خان نور اللہ تربتہ کی اچانک رحلت باعث الم ہے، مولانا موصوف نہایت ہی خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے، اور اپنے والد حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خان صاحب کے کاموں میں اہم معاون تھے۔ مولانا حنیف خاں صاحب میرے والد محترم حضور صدر العلماء محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید ہیں۔ اور رضویات پر بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں، اس بنا پر میرے ان سے دیرینہ تعلقات ہیں۔

ابھی جلد ہی ہوئی مولانا منیف رضا خان کی دستار بندی کی تقریب میں میں بھی شریک ہوا تھا۔ کیا پتہ تھا کہ مولانا موصوف فراغت کے بعد اتنی جلدی اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائیں گے۔ مولانا منیف رضا خاں کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں، انہوں نے فتاویٰ رضویہ (جدید ۲۲ جلد) کی تزئین وطباعت کے مراحل سے گذارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ اپنے والد کے ذریعہ انجام دی جارہی دینی خدمات میں بھی وہ معاونت فرما رہے ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مغفرت فرمائے اور ان کے عزیز واقارب کو صبر وجمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حسّان رضا خاں نوری

خانقاہ نوریہ تحسینیہ، بریلی شریف

تعزیت نامہ

گرامی مرتبت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیمات وادعیۂ وافرہ

مرقوم خدمت یہ ہے کہ مجھے یہ سن کر قلبی تکلیف ہوئی کہ آپ کے صاحبزادۂ گرامی بمقتضائے رضائے مولیٰ تعالیٰ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون.

میں بارگاہ رب میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم جل مجدہ اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والتسلیم کے توسل سے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

یہ خبر صد افسوس سن کر مرحوم کے لیے ایصال کی محفل قائم کی گئی، طلبائے جامعہ نے تلاوت کلام اللہ کر کے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اس پریشان کن مشکل وقت میں ہم آپ کے ساتھ ہیں، رب قدیر آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

فقط والسلام

دعاء گو۔ میر سید محمد حسین احمد عرف حسین میاں واحدی: سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ زاہدیہ،

بانی: جامعہ واحدیہ میر عبد الواحد بلگرام علیہ الرحمۃ

بلگرام شریف ضلع۔ ہردوئی

....

تعزیت نامہ

آہ کیسی سن رہا ہوں روح فرسا یہ خبر

ہو گیا دنیا سے رخصت نوجواں نور نظر

افسوس کہ میرے عزیز و محب محترم عالی جناب حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب زید مجدہم صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے نور نظر نوجوان مولانا محمد منیف رضا خاں مرحوم جو علوم دینیہ سے فراغت پاکر دنیاوی زندگی سے بھی فارغ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں بہتر مقام سے نوازے اور علامہ موصوف کو ان کا نعم البدل اور صبر جمیل کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فقیر: محمد لطف اللہ قادری غفرلہ

خادم دار الافتا شاہی جامع مسجد شہر متھرا،

۲۷؍ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۶؍ جنوری ۲۰۱۷ء بروز پنجشنبہ

....

تعزیت نامہ

حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی

بانی: دعوت اسلامی

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے حضرت علامہ مولانا مفتی حنیف خاں رضوی اطال اللہ عمرکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عالی جناب سوشل میڈیا کے ذریعہ آپ کے شہزادے حضرت مولانا منیف رضا خان کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یا اللہ! پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ حضرت مولانا منیف رضا کو غریق رحمت فرما، الہٰ العٰلمین! مرحوم کے صغیرہ کبیرہ گناہ معاف فرما، پرورد گار! مرحوم کی بے حساب مغفرت فرمادے، الہٰ العٰلمین! مرحوم کے درجات بلند فرما۔ مرحوم کی قبر کو جنت کا باغ بنا، الہٰ العٰلمین! مرحوم کی قبر نور مصطفیٰ سے روشن فرما۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا اللہ! مرحوم کے جملہ سوگواروں کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزئیل مرحمت فرما، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

حضور والا صبر کیجیے گا ہمت رکھیے گا، اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہوئی وہی ہوا، اور ایک کی دنیا سے رخصتی دوسرے کے لئے باعث عبرت ہوتی ہے، کہ ہمیں بھی عنقریب دنیا سے جانا ہی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بُرے خاتمہ سے بچائے، ایمان وعافیت کے ساتھ اس دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے پیارے محبوب کی جلووں میں، کاش! موت نصیب ہو، زہے نصیب گنبد خضریٰ کا سایہ ہو، وہاں محبوب کے جلوے ہوں اور صورت بھی شہادت والی ہو تو موت آجائے کاش!

یوں مجھ کو موت آئے تو کیا پوچھنا میرا میں خاک پر نظر تیری دیوار کی طرف

تمام سوگواروں کو میرا اسلام عرض کیجیے گا، اور میرے لئے مغفرت کی بے حساب دعا فرمائیے گا، صلوا علی الحبیب۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد

از: محمد الیاس عطار قادری رضوی

بانی: دعوت اسلامی

تعزیت نامہ

۷۸۶/۹۲

حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی دام ظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تقریباً ۱۲ بجے حضور رفیق ملت مد ظلہ العالی کے ذریعے یہ المناک خبر ملی کہ آپ کے لخت جگر مولانا محمد منیف رضا خاں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خبر ملتے ہی پورا جامعہ رنج وغم میں ڈوب گیا، بہر حال موت بر حق ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

جامعہ کے جملہ اساتذہ وطلبہ اور خانقاہ کے جملہ خدام آپ کے غم میں شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

محمد اقبال احمد نوری مصباحی (پرنسپل) جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ، ایٹہ،

۲۷؍ربیع النور ۱۴۳۸ھ

....

تعزیت نامہ

مولانا محمد منیف رضا خان برکاتی مرحوم کے لیے مالیگاؤں میں ایصال ثواب کیا گیا

بریلی شریف کے نوجوان وفعال وقابل عالم دین حضرت مولانا محمد منیف رضا خان برکاتی بریلوی ابن علامہ محمد حنیف عان رضوی کا گزشتہ دنوں وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم کے لیے مالیگاؤں میں سنی تنظیموں کی جانب سے ایصال ثواب کیا گیا۔ اس موقع پر اہل سنت کی سرکردہ شخصیات نے علامہ محمد حنیف خان رضوی بریلوی کی خدمت میں تعزیتی پیغام بھیجا اور لواحقین کے لیے صبر کی تلقین کی۔ جن سنی تنظیموں نے تعزیت پیش کی ان میں سنی جمعیۃ العلماء، رضا اکیڈمی، نوری مشن، رضا لائبریری، غریب نواز اکیڈمی، مجدد الف ثانی فاؤنڈیشن اور مدارس اہلسنت مالیگاؤں شامل ہیں۔

یادیں:

چند سال پیش تر شہر امام اہلسنت بریلی شریف حاضری کا شرف ہوا۔ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کی خدمات سے پہلے سے ہی متاثر تھا۔ اس سفر میں مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب قبلہ سے وقت متعین کر کے امام احمد رضا اکیڈمی حاضری کا پروگرام بنایا گیا۔ شاہراہ پر سہ منزلہ پر شکوہ عمارت، ڈسپلن کے ساتھ تشکیل دیے گئے شعبہ جات، پھر تیلا عملہ، لائبریری، سبھی کچھ متاثر کن تھے۔ یہیں حضرت مولانا محمد منیف رضا خان برکاتی بریلوی صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی جو آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ خلوص سے ملے، آدمی کام کے تھے، فتاویٰ رضویہ کی کمپوزنگ و تزئین و پروف ریڈنگ جیسے مراحل زیر عمل تھے، خاموش مزاج، نیک طینت اور اخلاقی خوبیاں مستزاد۔

موصوف کی توجہ خاص سے کئی اہم کتابیں طباعت کا زیور پہنیں۔ کئی علمی کام اور کئی تحقیقی پروجیکٹس مکمل ہوئے۔

قابل والد کے ہونہار فرزند تھے، اسی لیے کام کو اہمیت دی۔ آپ کی لگن و جدوجہد سے فکر رضا، یاد رضا، ذکر رضا، انوار رضا اور تابش رضا کا فیض اشاعتی رخ سے دور تک پہنچا۔ سنجیدہ و علمی کاموں کا ذوق فراواں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ درجات میں بلندی عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

....

تعزیت نامہ

حافظ ملت دار الافتاء سنی مدینہ مسجد کدل واڑی پونہ میں

مولانا محمد منیف رضا خان کی رحلت پر تعزیتی محفل

مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب قبلہ بریلی شریف کے شہزادے حضرت مولانا محمد منیف رضاں خان کے انتقال پر ملال پر سنی مدینہ مسجد کدل واڑی پونہ میں ۳۰؍ دسمبر بروز جمعہ بعد نماز عشاء ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں بہت سے افراد نے شرکت کی۔ تمام شرکاء نے عالم جوانی میں ایک عالم دین کی ناگہانی موت پر افسوس اور اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا۔

حضرت مولانا محمد عابد رضا مصباحی نے درد بھرے انداز میں کہا: حضرت مولانا محمد منیف رضا مرحوم ایک جواں سال، خوش اخلاق، ملنسار اور سنجیدہ طبیعت کے مالک ایک بہترین عالم دین تھے، اسی سال عرس رضوی کے مبارک موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ محلہ باقر گنج بریلی شریف سے موصوف فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک باپ کو اپنے لخت جگر سے مستقبل میں کیا کیا امیدیں نہیں ہوتی ہیں؟ اور اس کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار رہتا ہے، مزید اس پر لخت جگر کو عظیم تمغۂ افتخار ملے تو

حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ حضرت علامہ محمد حنیف رضا خان مدظلہ العالی اپنے لخت جگر کی دستار فضیلت کے موقع پر از حد خوش تھے اور ہونا بھی چاہیے، امام احمد رضا اکیڈمی میں جشن دستار فضیلت کے لیے خاص پروگرام رکھا، مقامی اور بیرونی بہت سے علمائے کرام کو مدعو کیا تھا اور مرحوم کو شرکائے اجلاس نے اس موقع پر خوب خوب دعاؤں سے نوازا تھا۔ مگر اللہ رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا، یہ خوشیوں کا ماحول ابھی سرد بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اچانک ایک دن مرحوم کو خون کی الٹیاں ہونے لگیں، بریلی کے ڈاکٹروں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہاتھ کھڑے کر دیے اور دہلی ریفر کر دیا اور اس طرح علم کا یہ تابندہ ستارہ بس اپنی عمر کے ۲۳، ۲۴ سال گزار کر مالک حقیقی سے جاملا۔

حضرت مولانا محمد منیف رضا بڑی خوبیوں کے مالک تھے، علمی کاموں میں والد گرامی کے دست و بازو تھے، کتابوں کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کا کام آپ کے سپرد تھا، جو اپنے آپ میں ایک بڑا کام تھا، مگر آپ بڑی خوش اسلوبی سے اس کو انجام دیتے تھے۔ ان کے جانے کا ہمیں از حد افسوس ہے، مگر اللہ کی مرضی کے آگے سر اطاعت خم ہے۔ اللہ رب العزت مرحوم کے والد گرامی حضرت مولانا محمد حنیف خان صاحب قبلہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے دگر صاحب زادگان کو مولانا مرحوم کا بدل بنائے۔

اس عظیم سانحہ پر دیگر حضرات نے بھی اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور حضرت مولانا محمد منیف رضا کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا فرمائی اور حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ کے لیے صبر و استقلال کی دعا کی۔

یہ خبر سنی مدینہ مسجد کے نائب امام مولانا مقبول حسین نوری نے دی۔

....

تعزیت نامہ اور ایصال ثواب

ایک جواں سال عالم دین کے سانحہ ارتحال پر

مظہر العلوم گرسہائے گنج میں ایصال ثواب

۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل کو یہ اندوہناک خبر سن کر کافی تکلیف ہوئی اور ہمارے جامعہ کا پورا ماحول پر غم و سوگوار ہو گیا کہ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت محقق ملت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی کے شہزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب قادری اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

اس خبر کے بعد فوری طور پر جامعہ کے اندر قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا کئی ختم قرآن کا ثواب موصوف کی روح پر فتوح کو پہنچایا گیا۔ رب کائنات کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان خصوصاً حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب قادری مرحوم کم عمری ہی سے کام کے آدمی تھے اور کام ہی سے تعلق رکھتے تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فکر رضا کی مشاطگی میں اپنے والد گرامی حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی کے دست و بازو بنے ہوئے تھے، بڑے سے بڑے کام کو آسانی کے ساتھ خوش اسلوبی اور خوش گوار طریقے سے انجام دیتے تھے۔ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے فروغ واستحکام اور اس کے زیر اہتمام تصانیف اعلیٰ حضرت و حضور مفتی اعظم ہند کی طباعت واشاعت میں مولانا مرحوم کا کردار اور ان کی محنت و عرق ریزی بھی نا قابل فراموش ہے گویا کہ وہ اس معاملے میں ''الولد سر لابیہ'' کے مصداق اتم تھے، وہ تو اپنے احباب و متعلقین کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس جہاں فانی سے چلے گئے مگر ہمارے درمیان ان کا تذکرۂ جمیل مدتوں باقی رہے گا۔

محمد عیسیٰ رضوی قادری　　الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم

گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی

۲۲ / ربیع الاخر ۱۴۳۸ھ ۲۳ / جنوری ۲۰۱۷ء

....

تعزیت نامہ

مولانا محمد منیف رضا خاں کے وصال پر ملال پر تعزیت

۲۷ / ربیع النور مطابق ۲۷ / دسمبر ۲۰۱۶ء کو ہم سبھی اساتذہ جامعہ رضویہ تعلیم القرآن، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروگرام میں تھے کہ اچانک خبر ملی کہ حضرت مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی بریلوی کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا منیف رضا خاں کا انتقال ہوگیا۔ اسی محفل میں ہم نے موصوف کے لیے دعائے مغفرت کی اور اہل محفل سے بھی موصوف کے لیے دعا کی درخواست کی مولانا منیف رضا صاحب اسی سال ۲۴ / صفر المظفر کو بموقع عرس اعلیٰ حضرت، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف سے فارغ ہوئے تھے۔ ان کے جانے سے مذہب وملت کا بڑا خسارہ ہوا، کیوں کہ امام احمد رضا اکیڈمی کی بہت ساری ذمہ داریاں وہ سنبھالتے تھے۔ اور آئندہ تمام تر ذمہ داریاں انھیں کے سر آنے والی تھیں۔

پروگرام سے واپس آنے کے بعد جامعہ رضویہ تعلیم القرآن پٹراٹ ہینڈر، جموں وکشمیر کے صحن میں تمام اساتذہ اور طلبہ نے تعزیتی پروگرام منعقد کیا۔ قرآن خوانی اور ختمات معظمات بھی پڑھے گئے۔

اس موقع پر مولانا محمد منیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے دعائے مغفرت کے لیے جامعہ کے مہتمم و صدر المدرسین حضرت مولانا سید نزاکت حسین اور حضرت حافظ عظیم رضا صاحب اور حضرت مولانا پرواز احمد وغیرہم نے خصوصیت کے ساتھ شرکت کی۔ تیجہ، دسواں بیسواں اور اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری محفلوں اور پروگراموں میں ان کے

لیے دعائیں کیں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولانا منیف کی بخشش و نجات فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے والدین و خویش و اقارب کو صبر جمیل دے۔ آمین

دعاگو

سید نزاکت حسین رضوی

مہتمم جامعہ رضویہ تعلیم القرآن ببراٹ مہینڈر جموں و کشمیر

تعزیت نامہ

باسمہ تعالیٰ

آہ! نور نظر قرار جگر

میں درس تفسیر جلالین شریف میں منہمک تھا کہ اچانک محب مکرم حضرت علامہ اقبال احمد صاحب قبلہ دام ظلہ العالی یو کے کا فون آیا کہ اہلسنت کی بڑی علمی شخصیت جو صرف اور صرف دینی کاموں میں ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں تصنیفی، تدریسی، تنظیمی دھن ہی ان کا مشن، باب رضویات میں کارہائے نمایاں انجام دینے والی متحرک و فعال شخصیت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف رضوی بریلوی دام ظلہ العالی کے فرزند ارجمند، محبم مولانا محمد منیف رضا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعد علالت شدیدہ دلی ہسپتال میں جاں بحق ہو گئے۔ درس سے فارغ ہو کر اجتماعی فاتحہ خوانی اور دعا کروائی۔ جامعہ اشرفیہ کے طلبہ اور علما میں اس خبر سے دکھ درد کا ماحول رہا۔

شہر خلیل آباد رضا جامع مسجد میں جمعہ بعد ایصال ثواب کا اہتمام ہوا مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ اس کے بعد والے جمعہ کو قصبہ مبارکپور محلہ نوادہ جامع مسجد میں بھی خصوصی دعا خوانی ہوئی۔

مولانا مرحوم سادہ مزاج باادب اور دینی کاموں سے لگن ان کا خاصہ تھا۔ اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر گامزن، ایک بار بارگاہ رضا میں میری حاضری ہوئی تو اسٹیشن سے خود اپنی گاڑی سے اٹھایا اور ساتھ ساتھ رہے پھر اسٹیشن رخصت کیا اتنا لمبا ساتھ پہلی اور آخری بار رہا میں ان کے طرز عمل سے متاثر رہا۔

علمائے اہلسنت کو ان کی ذات سے کافی امیدیں وابستہ تھیں، خیر، مرضی مولیٰ از ہمہ اولی خدائے تعالیٰ ان کی تربت کو روضۃ الجنۃ بنائے اور ان کے والد بزرگوار کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے سرفراز فرمائے۔ آمین

شریک غم: شمس الہدیٰ، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ۲۳،۴،۱۴۳۸ھ

مسؤل۔ دارالافتا کنزالایمان یو کے

تعزیتی مکتوب

مخدوم گرامی وقار حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　مزاج ہمایوں

صاحبزادۂ عالی وقار حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کی خبر ملی دل کو دھچکا لگا، کہ آپ کے علمی کارواں کا روشن چراغ نہ رہا۔ آپ کے علمی سفر کا ایک مسافر چلا گیا۔ آپ کی علمی مجلسوں کا امین چلا گیا، قلم حضرت مولانا محمد منیف کو "علیہ الرحمہ" لکھتے ہوئے کانپ رہا ہے مگر تقدیر الٰہی سے کون بھاگ سکتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل اور مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

مولانا چلے گئے مگر اپنے پیچھے اپنے بہت سارے چاہنے والوں کو چھوڑ گئے۔ آپ کم عمری ہی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دے گئے جس کے لیے کئی عمریں درکار ہوتی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ پر آپ کے کام کو کون بھول سکتا ہے بلاشبہ اللہ کے نیک بندوں کی عمریں بہت کم مگر قیمتی ہوتی ہیں۔ مولانا مرحوم کے کاموں کو دیکھیے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ کام ہی کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ انہیں کام کی بھوک تھی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں پتہ تھا کہ ہماری عمر بہت قلیل ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ کام کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو جلد اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ محبوب بندے قرب خاص میں جگہ پاتے ہیں یقیناً مولانا مرحوم اپنے رب کے جوار رحمت میں جگہ پا کر فائز المرام ہو چکے ہیں۔

پورا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی آپ کے صاحب زادے کی رحلت پر آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور آپ کے غم میں شریک ہے رب کریم حضرت مولانا کو جنت الفردوس عطا فرمائے آمین فقط والسلام

کمال احمد علیمی نظامی

دارالعلوم علیمی نظامیہ

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۴ر جنوری ۲۰۱۷ء

حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا خاں مرحوم و مغفور کے انتقال پر ملال پر

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف میں

مجلس تعزیت

جماعت اہل سنت کی موقر شخصیت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مولانا محمد حنیف خان صاحب صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کے بڑے صاحب زادے حافظ و قاری مولانا محمد منیف رضا خاں رحوم کا ۲۷ دسمبر ۲۰۱۷ء بروز منگل انتقال پر ملال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف اپنے بچپن سے ہی دل کے شدید مرض میں مبتلا تھے, ان کی دنیوی زندگی کا درمیانی حصہ صحت میں کچھ افاقے کے ساتھ گزرا، بعد میں سبب رحلت بھی وہی بیماری بنی۔

۱۹ دسمبر ۲۰۱۷ء کو صبح کے وقت طبیعت سخت علیل ہوءی جس کی خبر نہایت برق رفتاری کے ساتھ حلقہ اہل سنت میں پھیل گئی اور جگہ جگہ مجالس دعائے شفا کا انعقاد ہونے لگا جو تا دم مرگ مسلسل جاری تھا، مگر قدرت کو منظور کچھ اور ہی تھا اور بالآخر ۲۷ دسمبر ۲۰۱۷ء کو داعی اجل کے بلاوے پر مرحوم لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے کوچ کر گئے۔

جہاں موصوف کو ہمارے ادارے کے چند اساتذہ سے اس حیثیت سے کہ موصوف کے والد گرامی ان کے استاذ ہیں قرب حاصل ہے وہیں موصوف ادارے کے سابقین طلبہ میں بھی شامل ہیں۔

سانحہ ارتحال کی خبر سنتے ہی اہل سنت کے حلقوں میں تعزیتی مجالس کا انعقاد ہونے لگا اور مرحوم و مغفور کی مغفرت و ترقی درجات کے لئے دعا کی جانے لگی، اسی سلسلے میں یوں تو علالت کے بعد عموما روزانہ ہمارے ادارے میں دعائے شفا و صحت ہوئی مگر بعد رحلت بھی تعزیتی نشست کا اہتمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر ۲۰۱۷ بروز منگل بعد ظہر انتقال پر ملال کی خبر موصول ہوئی اور بدھ کے روز تدفین سے قبل بھی تلاوت قرآن و ذکر و اذکار ہوا اور تدفین کے بعد بروز جمعرات بعد نماز عشاء تعزیتی نشست ہوئی جس میں تقریبا ادارے کے سبھی طلبہ نے تلاوت قرآن اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا جس کا گوشوارہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ تلاوت قرآن کریم ۵ مکمل

۲۔ تلاوت سورہ بقرہ شریف ۵۰ مکمل

۳۔ ورد کلمہ طیبہ ۲۶۱۰۰۰ مرتبہ

اس کے بعد حضرت مولانا محمد شکیل صاحب صدر المدرسین جامعہ ہذا جو موصوف کے والد گرامی سے فیض یافتہ ہیں نے موصوف کے اخلاق اور کم سنی میں ہی موصوف کی دینی خدمات پر روشنی ڈالی جس میں "فتاویٰ رضویہ" کی جدید طباعت کے حوالے سے موصوف کی خدمات کا خاص طور پر ذکر کیا اور اخیر میں دعائے مغفرت کے ساتھ ہی مجلس کا اختتام ہوا۔

اخیر میں ادارہ موصوف کے اہل خانہ کو ایک بار پھر تعزیت پیش کرتے ہوئے ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور بارگاہ رب العزت میں دعاگو ہے کہ رب کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات میں بلندی عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام وابستگان خصوصاً والدین کریمین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد شہزاد عالم

خادم التدریس مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

بریلی شریف

....

تعزیتی مکتوب

مخدوم گرامی وقار، حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی دام برکاتھم العالی

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج ہمایوں!

صاحب زادہ کمال و قار حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر ملی، دل کو دھکا لگا کہ آپ کے علمی کارواں کا روشن چراغ نہ رہا۔ قلم حضرت مولانا منیف رضا کو "علیہ الرحمہ" لکھتے ہوئے بھی کانپ رہا ہے، مگر تقدیر سے کون بھاگ سکتا ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا چلے گئے ہیں مگر اپنے پیچھے بہت سارے چاہنے والوں کو چھوڑ گئے ہیں، آپ کم عمری ہی میں کارہائے نمایاں انجام دے گئے جس کے لئے کئی عمریں درکار ہوتی ہیں، فتاویٰ رضویہ پر آپ کے کام کو کون بھول سکتا۔ بلاشبہ اللہ کے نیک بندوں کی عمریں کم مگر قیمتی ہوتی ہیں۔ مولانا مرحوم

کے کاموں کو دیکھیئے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ کام ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ انہیں کام کی بھوک تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں پتا تھا کہ ہماری عمر بہت قلیل ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ کام کر لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو جلد اپنے پاس بلا لیتا ہے، محبوب بندے قرب خاص میں جگہ پاتے ہیں۔

یقیناً مولانا مرحوم اپنے رب کے جوار رحمت میں جگہ پا کر فائز آرام ہو چکے ہوں گے۔ پورا دار العلوم علیمیہ آپ کے صاحبزادہ کی رحلت پر آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور آپ کے غم میں شریک ہے۔ رب کریم حضرت مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام،

کمال احمد علیمی نظامی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۴ جنوری ۲۰۱۷

....

محترم جناب حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی دام ظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبارکاتہ

مزاج شریف باخیر باد!

حضرت کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد منیف صاحب کے وصال کی خبر سن کر قلبی صدمہ پہونچا۔ اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ باسنی دعا گو ہیں کہ مولیٰ کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور خلد بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

شریک غم: اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ

شاخ، باسنی راجستھان 341021

....

مدرسہ گلشن فاطمہ نسواں کالج نیوریا حسین پور پیلی بھیت

میں تعزیتی میٹنگ کا انعقاد

ہندوستان کے مشہور و معروف عالم دین ماہر رضویات استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حنیف خانصاحب رضوی صاحب جامع الاحادیث پرنسپل جامعہ نوریہ ناظم اعلیٰ امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف کے نوجوان صاحبزادۂ کبیر حضرت مولانا حافظ محمد منیف صاحب رضوی اس دار فانی کو خیر باد کہہ کر دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب ان کی موت کی خبر اساتذہ و اراکین ادارہ کو ہوئی تو سب گہرے رنج و غم میں ڈوب گئے اور اظہار افسوس کرنے لگے، فوراً ایک تعزیتی میٹنگ کا انعقاد کیا گیا اور محفل دعائے مغفرت منعقد کی گئی جس میں اساتذہ، ذمہ داران ادارہ و طالبات نے شرکت کی، قرآن خوانی اور دیگر اوراد و وظائف و شجرہ خوانی وغیرہ کے ذریعہ حافظ صاحب کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا، حضرت علامہ قاری حبیب احمد شیخ الحدیث ادارۂ ہذا حضرت علامہ مولانا رئیس الدین صاحب پرنسپل ادارہ ھٰذا، شیخ الادب حضرت علامہ سید عظیم الدین صاحب، فاضل اجل حضرت علامہ عبد الغفار صاحب، فاضل جلیل حضرت مولانا انتظار صاحب برکاتی ناظم تعلیمات ادارہ ھٰذا، فاضل محترم حضرت مولانا عبد القیوم صاحب نے اپنے اپنے انداز میں حضرت حافظ محمد منیف رضا صاحب کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی۔ اور ان کے صالح کردار کے گوشوں کو اجاگر کر کے طالبات و ذمہ داران ادارہ کو روشناس کرایا اور ان کے والد گرامی جلالۃ العلم حضرت استاذ العلماء کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کی۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انکا سایہ ہم غربائے اہل سنت پر تا دیر قائم رکھے اور ان سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی خدمت لیتا رہے، ہم سب حضرت کے غم میں برابر کے شریک ہیں، پرور دگار عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے، جنت النعیم میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ:۔ بعض اساتذۂ ادارہ بالخصوص ادارے کے ناظم اعلیٰ و بانی حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب نظامی نے بریلی شریف جاکر جنازے میں شرکت کی اور وہاں بھی تعزیت پیش کی۔

یکے از شاگردان استاذ العلماء

حبیب احمد مصباحی بھکاری پوری

پیلی بھیت شریف

....

جامعہ غوثیہ غریب نواز اندور میں محفل ایصال ثواب

از: عبدالقیوم مصباحی، خادم افتاء وتدریس جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور

مکرمی! موت بر حق ہے، اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ، جس کا وقت پورا ہوا اسے دنیا سے رخصت ہونا ہے، کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے انتقال پر ملال کو لوگ چاہ کر بھی نہیں بھول پاتے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی بریلوی ، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے فرزند رشید حضرت مولانا منیف رضاخاں رضوی بریلوی انہیں شخصیتوں میں سے ایک تھے۔

۲۷/ ربیع النور ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل وصال پر ملال ہوگیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

آپ مخلص ، پرہیز گار، ملنسار، بااخلاق،ملت کا درد رکھنے والے تھے۔ والد مکرم حضرت مولانا مفتی محمد حنیف رضا قادری کے دست و بازو تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی تصانیف کو بحسن و خوبی سارے مراحل سے گزار کر منظر عام پر پیش کرنا آپ ہی کے ذمہ تھا، ابھی آپ درس میں مصروف تھے کہ امسال ہی آپ کو علماء و مشائخ کے ہاتھوں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ مسکراتا چہرا، شریعت پر سختی سے پابند رہنے والا نوجوان ساتھی اتنا جلد ہم سے رخصت ہو جائے گا ، ہمیں یقین نہیں ہو رہاتھا۔ جمعہ کے دن کی بات ہے ، ادارہ جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور کے سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا انوار احمد صاحب قادری نے جیسے ہی بذریعہ فون مرحوم کے انتقال پرملال کی خبر دی ، پورا جامعہ سکتہ میں پڑگیا۔ اس الم ناک خبر پر یقین نہیں ہو رہاتھا کہ دنیائے سنیت کا کام کرنے والا نوجوان سپاہی ہمارے درمیان سے اپنی یادوں کو چھوڑ کر رخصت ہو چلا ہے ۔ آپ کے لئے کثیر مقامات پر ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور ایم پی کی بدر ملت مسجد میں بھی ان کے ایصال ثواب کے لئے اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں قرآن خوانی، صلاۃ و سلام اور قل شریف کے بعد ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اس موقع پر مدرسہ کے جملہ اساتذہ و طلبہ موجود تھے۔سب نے ہمارے اس عظیم دوست کی مغفرت کے لئے دعائیں فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے طلب علم دین اور سفر دین کو قبول فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الامین الکریم ﷺ

راقم الحروف:

عبدالقیوم مصباحی، خادم افتاء وتدریس جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور

9368873726

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی مصباحی بریلوی

السلام علیکم خیریتِ طرفین مطلوب

آپ کے ہونہار صاحب زادے، مولانا محمد منیف رضا کے افسوس ناک انتقال کی خبر ملتے ہی، آپ سے بذریعہ ٹیلی فون، تعزیت کر چکا ہوں۔

اللہ رب العزت اپنے فضل عمیم سے مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور والدین واہل خانہ کو صبر و تسلیم ورضا کی توفیق عطا فرمائے۔ انہیں آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، اور ان کے بدل، بلکہ نعم البدل سے آپ کو نوازے۔

آمین یارب العالمین، بجاہ النبی الأمین الکریم علیہ وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

آپ کے نوجوان عالم صاحب زادے، مولانا محمد منیف مرحوم، آپ کے دینی وعلمی کاموں میں آپ کے معاون ہی نہیں بلکہ دست وبازو اور مستقبل کی آرزو بھی تھے، اس نعمت ودولت سے محرومی، صرف آپ کے لیے نہیں، بلکہ آپ کے بہت سے محبین ومخلصین کے لیے صدمے کا باعث ہے۔ تاہم، مشیت کردگار کے سامنے، تسلیم ورضا کے سوا، چارہ ہی کیا ہے۔ جو کچھ اس نے دیا اور لیا، سب کچھ، اسی کا ہے اور اسی کے لیے ہے، مرضی مولیٰ، از ہمہ اُولیٰ۔

"فتاویٰ مفتی اعظم" اور "فتاویٰ رضویہ" کے سلسلے میں مولانا مرحوم کی اور آپ کی خدمات آپ دونوں کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ یہ بڑی سعادت وخوش بختی اور توفیق الٰہی کی بات ہے۔ یہ سلسلۂ خیر وبرکت، اسی طرح، آئندہ بھی جاری اور باقی

رہے گا۔ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل کے ساتھ استقلال واستقامت اور حسن توفیق عطافرمائے۔آمین واللہ الموفق وھوالمستعان۔والسلام خیر اندیش

از:یٰسین اختر مصباحی مورخہ۔۔۔۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ/۲۴/جنوری ۲۰۱۷ءسہ شنبہ

بانی وصدر دارالقلم، قادری مسجد روڈ ذاکر نگر جامعہ نگر، نئی دہلی

....

حضرت العلام مولانا مفتی محمد حنیف صاحب قادری برکاتی رضوی مصطفوی

زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون معروض حافظ محمد رضائے رسول شامول سلمہ نے فقیر مصطفوی کو موبائل سے بتایا کہ آپ کے صاحب زادے علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، بڑا صدمہ ہوا۔وہ حافظ وجوان سال عالم امسال ہی دستار فضیلت سے سرفراز ہوا تھا۔بلاوا آگیا کم سنی ہی میں منازل حیات طے کر گیا”اناللہ واناالیہ راجعون“مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔مولائے کریم عزوجل آپ کو صبر جمیل عطافرمائے،سفر سے واپسی پر سرچشمۂ ہدایت الجامعۃ الرضویہ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت میں محفل تعزیت منعقد کی جس میں پچاس قرآن عظیم کا ثواب عالم نوجوان حافظ محمد منیف رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو پیش کیا گیا۔چند اشعار اور چند تاریخی مادّے برجستہ ہوگئے،وہ حاضر ہیں:

لوح جاں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ۱۴۳۸ھ

کیجیے صبر مولانا مفتی حنیف قادری نوری برکاتی رضوی حنیف

سب کو روتا ہوا چھوڑ کر چل دیا ناشر مسلک اعلیٰ حضرت منیف

سال رحلت ہے ”محسن سخن شیریں“میں آگیا بولیں حوران جنت منیف

لوح جاں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لکھ دو تاریخ قاری امانت منیف

زینت بارگاہ اللہ ربٗ محمد صلی علیہ وسلما (۱۴۳۸ھ) مجدد ابن مجدد مصطفیٰ ابن رضا (۱۴۳۸ھ) محسن شیریں سخن (۱۴۳۸ھ) مولانا محمد منیف بن مولانا محمد حنیف زیب ایواں از جہاں معدوم شد (۱۴۳۸ھ) لوح جاں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (۱۴۳۸ھ) از قلم نمناک قاری امانت رسول (۱۴۳۸ھ) خلیفۂ ابن امام احمد رضا اہل اللہ (۲۰۱۶ء)

۳؍فروری کو گھنسولی بمبئی درگاہ حضرت محمود شاہ علیہ الرحمہ میں جشن غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری صدارت میں ہورہا ہے، پہلے سے اس میں فقیر کا وعدہ ہے، جلسۂ چہلم میں یوں حاضر نہ ہوسکوں گا ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ پچاس قرآن عظیم اور ہوگئے وہ بھی پیش کرنا۔

فقط والسلام، فقیر محمد امانت رسول رضوی برکاتی غفرلہ

....

بریلی کی سرزمین پر ایک اور ستارہ ڈوب گیا

آج ۲۳؍جنوری ٹیلی فون کے ذریعہ سنی دعوت اسلامی کے رہبر جناب الحاج شبیر علی پٹیل رضوی دیادروی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم وچراغ حضرت علامہ مولانا منانی میاں کا قائم کردہ دارالعلوم جامعہ نوریہ رضویہ کے صدر حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد منیف رضا کا نوجوانی کی عمر میں تھوڑی سی بیماری کے بعد اچانک انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد منیف رضا کے انتقال کی خبر ملتے ہی دارالعلوم تھام کے طلبہ وطالبات اسٹاف وغیرہ نے قرآن خوانی کی اور مولانا محمد منیف رضا کے لیے دعائے مغفرت کی، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب کو عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر عالمیت اور فضیلت کی دستار دی گئی تھی، نوجوانی کا عالم تھا، ابھرتی ہوئی جوانی تھی، اللہ کو یہی منظور تھا، اللہ کے پیارے ہوگئے، مرحوم مولانا محمد منیف رضا والد گرامی حضرت مولانا محمد حنیف صاحب رضوی کے ساتھ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے، اور والد گرامی کے دائیں بازو تھے، مولائے کریم حضرت کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

دعاگو: حافظ عبداللہ جھنگاروی، نگراں دارالعلوم معین الاسلام تھام گجرات۔

اظہار تعزیت

حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری

ہم اپنے قارئین کو غم زدہ دل سے یہ افسوس ناک خبر دے رہے ہیں کہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے روح رواں اور جامعہ نوریہ رضویہ کے پرنسپل حضرت مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی کے جواں سال فرزند مولانا محمد منیف رضا قادری برکاتی مختصر علالت کے بعد ۲۷ر ربیع الاول شریف ۱۴۳۸ھ بروز منگل کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی سال عرس رضوی کے موقع پر ان کی دستار ہوئی تھی، انہوں نے ایک فرماں بردار فرزند کی طرح اپنے والد ماجد کے علمی و تصنیفی کاموں میں ہر گام تعاون کیا، جامع الاحادیث کی دس جلدوں سے لے کر فتاویٰ رضویہ کی بائیس جلدوں تک۔ اس لیے ان کا وصال صرف ان کے خانوادے کا غم نہیں ہے بلکہ پوری دنیائے سنیت اور جہان علم کا خسارا ہے، ادارہ سنی دعوت اسلامی ان کے والد ماجد، والدہ ماجدہ اور اہل خاندان کی تعزیت کرتا ہے اور یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر و رضا کی توفیق بخشے، اور مولانا محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، آمین۔

السلام علیکم

مولانا محمد منیف رضا مرحوم و مغفور کے انتقال کی اطلاع اس فقیر کی معرفت جن جن حضرات کو ملی اور انہوں نے اظہار تعزیت کی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

کراچی سے

(۱) مولانا شاہ سید عبد الحق قادری ابن سید شاہ تراب الحق قادری (علیہ الرحمہ) کراچی۔

(۲) حاجی حنیف طیب صاحب، سابق وزیر کراچی۔

(۳) شیخ الحدیث مولانا اسمعیل ضیائی صاحب، دار العلوم امجدیہ، کراچی۔

(۴) مولانا ابو القاسم ضیائی صاحب، کراچی،

(۵) مولانا سید اللہ رکھا، کراچی۔

(۶) مولانا سید مبشر صاحب انجمن ضیائے طیبہ، کراچی۔

(۷) مولانا محمد حسین لاکھانی، سکریٹری، جماعت اہل سنت کراچی۔

(۸) پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔

(۹) پروفیسر دلاور حسن نوری۔

(۱۰) پروفیسر ڈاکٹر حسن امام۔

(۱۱) سید ریاست رسول قادری۔

(۱۲) ڈاکٹر ثاقب محمد خان۔

(۱۳) عبداللطیف قادری۔

(۱۴) عبدالرزاق تابانی۔

(۱۵) مفتی مولانا یوسف کمال (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

(۱۶) پروفیسر عبدالرزاق نقشبندی، کراچی۔

(۱۷) مولانا انعام المصطفیٰ اعظمی، کراچی۔

(۱۸) مولانا سرور مصطفیٰ دارالعلوم نوریہ کراچی۔

(۱۹) مولانا غلام نبی فخری، مہتمم دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی

(۲۰) اور دیگر علما و زعمائے اہل سنت۔

لاہور سے

(۲۱) پروفیسر حافظ عطاء الرحمن۔

(۲۲) نعیم طاہر۔

(۲۳) مولانا ثاقب رضا۔

(۲۴) مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری ابن علامہ عبدالحکیم شرف قادری وغیرہ۔

پنجاب کے دیگر شہروں سے

(۲۵) مولانا سید صابر حسین شاہ۔

(۲۶) مولانا حکیم تبسم شاہ بخاری۔

(۲۷) ڈاکٹر سلیم اللہ جندران۔

(۲۸) علامہ مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، خلیفۂ تاج الشریعہ۔

(۲۹) پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد (اسلام آباد یونیورسٹی)

(۳۰) پروفیسر ڈاکٹر اشفاق جلالی۔

(۳۱) مفتی محمود، مہتمم جامعہ اسلامیہ کھاریاں۔

(۳۲) مولانا ضیاء المصطفیٰ نوری، دارالعلوم قادریہ رضویہ فیصل آباد، اور دیگر علما و زعما۔

بنگلہ دیش سے

(۳۳) ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری۔

(۳۴) مولانا مفتی عبدالودود۔

(۳۵) مولانا بدیع العالم رضوی۔

(۳۶) مولانا نظام الدین رضوی۔

(۳۷) مولانا عبدالمنان۔

(۳۸) مولانا عبید المصطفیٰ نعیمی۔

(۳۹) مولانا ہارون الرشید رضوی۔

(۴۰) مولانا ابوالقاسم نوری۔

(۴۱) مولانا ابوالقاسم رضوی منظری۔

(۴۲) ڈاکٹر عبدالودود، جگن ناتھ یونیورسٹی۔

(۴۳) پروفیسر ڈاکٹر شاہ کوثر مصطفیٰ ابوالعلائی، علیگ، ڈھاکا یونیورسٹی۔

(۴۴) چودھری نذیر احمد رضوی اختری، سابق وائس پریسیڈنٹ العرفہ الاسلمی بینک۔

(۴۵) مولانا مفتی ابوالخیر رضوی، مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام (ایشرڈی پبنہ) وغیرہم۔

(۴۶) مولانا محمد منور عتیق رضوی، لندن

(۴۷) علامہ مولانا عبدالہادی صاحب جنوبی افریقہ۔

....

افسوس مولانا محمد منیف رضا قادری اب اس دنیا میں نہ رہے

۲۷/دسمبر بروز منگل یہ جانکاہ خبر ملی کہ سرزمین بریلی شریف محلہ صالح نگر میں مفتی محمد حنیف خاں قادری رضوی کے فرزندارجمند مولانا محمد منیف رضا قادری کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی تو ان کو دہلی اسپتال میں ایڈمٹ کرایا گیا، دوران علاج دہلی اسپتال ہی میں ان کا انتقال ہوگیا، یہ جان لیوا خبر سن کر تمام طلبہ واساتذۂ مدرسہ برکاتیہ رضویہ بدایوں شریف میں غم والم کی لہر دوڑ گئی، میں فوراً مدرسہ پہنچا، آناً فاناً قرآن خوانی کا انتظام کیا، بعدہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی، اور ان کے دسویں اور بیسویں کی فاتحہ کے موقع پر بھی قرآن خوانی ودعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا، مولانا مرحوم کے والد مفتی محمد حنیف خاں قادری رضوی جب بھی میں اکیڈمی جاتا تھا تو اکثر ذکر کیا کرتے تھے، میرا بیٹا کم عمری میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا اکیڈمی کی ذمہ داری بھی بخوبی نبھاتا ہے، اسی سال عرس رضوی کے مبارک موقع پر حضور علامہ منان رضا خاں منانی میاں صاحب قبلہ کے مدرسہ جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج میں دستار فضیلت سے مولانا مرحوم کو نوازا گیا تھا، اور مرحوم کی نماز جنازہ کے بعد جب تدفین کے لیے جنازہ جارہا تھا تو میں راستے میں مرحوم کے والد مفتی حنیف خاں صاحب کے برابر میں تھا۔ تو حضرت نے فرمایا: کہ بیٹے کے چلے جانے کا تو غم ہے ہی، مگر یہ غم زیادہ ہے کہ جو کام مسلک اعلیٰ حضرت کا میرا بیٹا کررہا تھا وہ خانہ اب خالی ہوگیا، اس کا غم زیادہ ہے، رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو غریق رحمت فرمائے، آمین

فقط: مولانا محمد منظر حسن نوری، ناظم اعلیٰ مدرسہ برکاتیہ رضویہ

وضلع صدر تحریک تحفظ سنیت بدایوں شریف

تعزیت

مولانا محمد منیف رضا خان ابن حضرت مولانا محمد حنیف کے چہلم کی فاتحہ کی خاطر مدرسہ غوثیہ کھٹیمہ اتراکھنڈ کے طلبہ نے ۱۱؍ قرآن مقدس کی تلاوت کی تاکہ ایصال ثواب میں ان کو بھی شامل کیا جا سکے، ساتھ ہی جامعہ کے تمام مدرسین اور ناظم اعلیٰ جناب مولانا عرفان الحق قادری، مولانا محمد ارشاد تحسینی نے بھی مرحوم کے حق میں دعا فرمائی، اور مرحوم کے گھر والوں کے لیے صبر جمیل کی دعا بھی کی گئی۔

برائے ایصال ثواب

قرآن	۳۷
مختلف پارے	۲۳۹
سورۃ ملک	۵۴۱
سورۃ یٰس	۳۶۴
سورۃ اخلاص	۲۲۹۰
درود	۱۱۸۶۲۵

منجانب:۔ دعوت اسلامی جامعۃ المدینہ، نیپال

....

مولانا منیف رضا خان برکاتی مرحوم کے لیے مالیگاؤں میں ایصال ثواب کیا گیا

بریلی شریف کے نوجوان وفعال و قابل عالم دین حضرت مولانا محمد منیف رضا خان برکاتی بریلوی ابن علامہ محمد حنیف خان رضوی کا گزشتہ دنوں وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم کے لیے مالیگاؤں میں سنی تنظیموں کی جانب سے ایصال ثواب کیا گیا۔ اس موقع پر اہل سنت کی سرکردہ شخصیات نے علامہ محمد حنیف خان رضوی بریلوی کی خدمت میں تعزیتی پیغام بھیجا اور لواحقین کے لیے صبر کی تلقین

کی۔جن سنی تنظیموں نے تعزیت پیش کی ان میں سنی جمیعۃ العلما، رضا اکیڈمی، نوری مشن، رضا لائبریری، غریب نواز اکیڈمی، مجدد الف ثانی فاؤنڈیشن اور مدارس اہل سنت مالیگاؤں شامل ہیں۔

یادیں:

چند سال پیشتر شہر امام اہل سنت بریلی شریف حاضری کا شرف حاصل ہوا، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کی خدمات سے پہلے سے ہی متاثر تھا، اس سفر میں مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب قبلہ سے وقت متعین کر کے امام احمد رضا اکیڈمی حاضری کا پروگرام بنایا گیا، شاہراہ پر سہ منزلہ پر شکوہ عمارت، ڈسپلن کے ساتھ تشکیل دیے گیے شعبہ جات، پھر تیلا عملہ، لائبریری سبھی کچھ متاثر کن تھے، یہیں حضرت مولانا منیف رضا خان برکاتی بریلوی صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی، جو آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ خلوص سے ملے، آدمی کام کے تھے، فتاویٰ رضویہ کی کمپوزنگ وتزیین و پروف ریڈنگ جیسے مراحل زیر عمل تھے، خاموش مزاج، نیک طینت اور اخلاقی خوبیاں مستزاد۔

موصوف کی توجہ سے کئی اہم کتابیں طباعت کا زیور پہن کر منظر عام پر آئیں، کئی علمی کام اور کئی تحقیقی پروجیکٹس مکمل ہوئے۔

قابل والد کے ہونہار فرزند تھے، اسی لیے کام کو اہمیت دی، آپ کی لگن وجد وجہد سے فکر رضا، یاد رضا، ذکر رضا، انوار رضا اور تابش رضا کا فیض اشاعتی رخ سے دور تک پہنچا۔

سنجیدہ وعلمی کاموں کا ذوق فراواں رکھتے تھے، اللہ تعالی درجات میں بلندی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

نوری مشن مالیگاؤں

....

دارالعلوم گلشن مصطفےٰ طیبی میں مجلس ایصال ثواب

اچانک فون سے اطلاع ملی کہ استاذ العلما مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب دہلی کے ایک اسپتال میں قلیل علالت کے بعد دوران علاج

انتقال فرما گئے، ہم سکتے میں آ گئے، پھر ہماری زبان "اناللہ وانا الیہ راجعون" کا ورد کرنے لگی، کسی کا دنیا سے چلا جانا قانون قدرت ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی جاتے ہیں جن کے جانے سے دل بہت دنوں تک دکھی اور پریشان رہتا ہے، بلا شبہ مولانا موصوف بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہیں جن کی وفات نے ہم سب کو سوگوار بنا دیا، جب ہم میں اتنا احساس ہے تو استاذ العلماء کو اپنے نور نظر کا کتنا صدمہ اور غم ہوگا، فوراً دار العلوم میں قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا، پھر دار العلوم کے وسیع صحن میں مجلس ایصال ثواب منعقد کی گئی، مدرسین نے اپنے طور پر اظہار خیال کیا پھر اجتماعی دعائے مغفرت کی گئی، مولائے کریم پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

شرکائے غم: فرید احمد نوریؔ، ناظم تعلیمات و جملہ اساتذہ و طلبہ دار العلوم گلشن مصطفیٰ طیبی بھکاری پور پیلی بھیت

....

تعزیتی مجلس کا قیام

اچانک فون پر معلوم ہوا کہ ممتاز العلماء مصنف تصانیف کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج اور ملک کے معروف و مشہور ادارے امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے سرپرست کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا کا دہلی کے اسپتال میں قلیل علالت کے بعد انتقال ہو گیا ہے، سن کر ایک جھٹکا سا لگا، ہم نے "اناللہ وانا الیہ راجعون" کا ورد کیا، بہت دیر تک غم میں ڈوبے رہے اور طرح طرح کے خیالات ذہن میں آتے رہے، موصوف مرحوم اپنے والد گرامی کے دست و بازو تھے اور کتب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر کام کرنے میں اپنے والد کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کا اصول برحق "کل نفس ذائقۃ الموت" کو پڑھ کر ہم نے اپنے آپ کو تسلی دی، اس کے علاوہ ہم اور کر بھی کیا سکتے تھے، فوراً ہم نے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا انتظام کیا، نعت و مناقب پڑھی گئیں، اور حاضرین علماء نے اپنے اپنے طور پر اظہار خیال کیا اور عالمات و طالبات نے بھی اپنے اپنے طور پر ایصال ثواب کیا، پھر مجموعی طور پر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی، پروردگار عالم مرحوم کی قبر پر رحمت و غفران کی بارش فرمائے اور مرحوم کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

شریک غم فرید احمد نوریؔ انچارج و خادم مدرسہ چمن فاطمہ پیلی بھیت شریف

۹۲/۸۶ء

محب گرامی وقار حضرت علامہ مفتی اویس قرنی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید کہ مزاج اچھا ہوگا۔

یہ خبر سن کر کلیجہ منہ کو آگیا کہ محسن قوم وملت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب قبلہ کے شہزادۂ عالی وقار بیماری میں مبتلا رہ کر اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے جن سے کافی امیدیں وابستہ تھیں مگر کیا کیجئے گا مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

یہ فقیر برکاتی محمد محفل اشرف آپ حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ بس مولیٰ عزوجل سے یہی دعاء ہے کہ اپنے محبوب مکرم کے صدقے مرحوم کی مغفرت فرمائے اور حضرت علامہ کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

محمد محفل اشرف برکاتی، سوناپور مغربی بنگال ۲۵/۱/۱۷

....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجبی ومکرمی حضرت مولانا محمد حنیف صاحب زاد اللہ حبکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

میں کس قلم سے آپ کو لکھوں؟ اور لکھوں تو کیا لکھوں؟ جوان سال بیٹے کی ہمیشہ کے لیے جدائی کا غم ایسا نہیں کہ کسی کے چند جملے لکھ دینے سے مٹ جائے۔ اور بیٹا بھی وہ جو قرآن کا حافظ اور عالم دین ہو، دین کی خدمت میں باپ کا ہاتھ ہی نہیں بٹائے، بلکہ شانہ بشانہ رہے، مجھے یاد ہے کہ "فتاویٰ رضویہ" کی نئی ترتیب، کمپوزنگ اور سیٹنگ کے سلسلہ میں ان کی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ منیف نہ ہوتا تو شاید میں اس عظیم کام کی ہمت جٹا نہیں پاتا، اور جٹا بھی لیتا تو اتنی جلدی اس کی طباعت نہیں ہو پاتی۔

ہائے! ابھی تو اس کے سہرے کے پھول کھلنے کے دن تھے۔ مگر کیا کیجئے کہ موت کا وقت خدا کی طرف سے ایسا مقرر ہے جس میں ایک سکنڈ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ صبر کیجیے! دنیا کی ریت ہے اور حدیث کا فرمان بھی کہ تعزیت کی جائے، سو تعزیت کر رہا ہوں۔

صبح نماز فجر کے بعد میرے ساتھ تمام طلبہ و مدرسین نے قرآن خوانی کی، جس میں کلام پاک کے تین ختم ہوئے۔ قرآن خوانی کے بعد فقیر نے مرحوم کے عادات و خصائل اور دینی خدمات پر مختصر روشنی ڈالی اور ان کے بظاہر ناوقت انتقال پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت کا عظیم خسارہ قرار دیا۔ اخیر میں فاتحہ پڑھ کر مرحوم کو ایصال ثواب کیا اور پس ماندگان بالخصوص آپ اور مرحوم کی والدہ ماجدہ کے لیے صبر و استقامت کی دعا کی۔

غم میں شریک

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

بانی و سربراہ: جامعہ نوریہ، شام پور

رائے گنج، ضلع اتر دیناج پور، بنگال

....

موت العالم موت العالم

بانی امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب رضوی کے فرزند ارجمند مولانا محمد منیف رضا برکاتی بتاریخ ۲۰۱۶/۱۲/۲۷ر بروز بدھ تقریباً صبح ۱۰ر بجے دہلی ہاسپیٹل میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد منیف رضا کی فراغت جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے حال ہی میں عرس رضوی کے موقع پر ہوئی تھی۔ حضرت مولانا حنیف صاحب کی تحریری خدمات میں ان کا بہت تعاون رہتا تھا۔ مولائے کریم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ان کو غریق رحمت فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مولانا محمد حنیف صاحب اور تمام پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دار العلوم برکات خواجہ ا سود۔ دار العلوم معین الاسلام تھام۔ دار العلوم گلشن اجمیر بھڑوچ (گجرات) میں مجالس ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

شریک غم: پٹیل شبیر علی رضوی (مدیر: ماہنامہ برکات خواجہ گجرات)

تعزیت

استاذ الاساتذہ جلالۃ العلم حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

دامت افضالکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پیارے منیف بھائی (فاضل جلیل حضرت مولانا حافظ منیف رضا خان) کے اچانک بیمار ہونے کا تو مجھے علم نہیں ہوا، اس دوران ابوجی (مولانا صغیر اختر مصباحی) سے بھی کوئی رابطہ نہیں ہوا البتہ جب ہماری معلمہ محترمہ غزالہ شاہین صاحبہ (پرنسپل برکاتی عربی گرلس کالج حسن پور ضلع امروہہ) نے منیف بھائی کے انتقال پر ملال کی خبر سنائی تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا، ابوجی سے رابطہ کیا، ابوجی نے اس جانکاہ خبر کی تصدیق فرمائی، یک بیک ماحول سوگوار ہوگیا، کالج کی تمام لڑکیاں قرآن خوانی میں مصروف ہوگئیں، بعد اختتام مجلس ایصال ثواب منعقد کی گئی اور منیف بھائی کے فضائل ومحاسن بیان کیے گیے، تمام لڑکیوں نے گھرے دکھ کا اظہار کیا۔ شیرینی منگوا کر مرحوم بھائی منیف رضا صاحب کے لیے ایصال ثواب اور دعاے مغفرت کی گئی۔

منیف بھائی کا سانحہ ارتحال نہ صرف آپ اور آپ کے اہل خانہ بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے بڑا اندوہ ناک حادثہ ہے۔

رپورٹ منجانب:

عذرا بتول امجدی، درجہ تخصص فی الفقہ ومشق افتا، برکاتی گرلس عربی کالج لال مسجد حسن پور ضلع امروہہ یوپی۔

....

تعزیت

سیدی واستاذی ماہر رضویات حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب زیدت عنایتہ کے چہیتے صاحبزادے اور میرے رفیق حضرت حافظ وقاری مولانا محمد منیف رضا مرحوم نور اللہ مرقدہ نو فارغ التحصیل، ذہین اور ساتھیوں میں حاضر جواب تھے، آپ کے پاس ذہانت وفطانت خداداد صلاحیتیں تھیں، آج سے تقریباً چھ سال قبل میں جماعت خامسہ میں تھا، دوران طالب علمی میں اور میرے چند سینئر وجونیر ساتھی ایک علمی بحث ومباحثہ میں مصروف تھے، جن میں حضرت مولانا محمد منیف، مولانا نصیر اور مولانا عفیف صاحب وغیرہ موجود تھے، کوئی کہہ رہا تھا کہ اسم مبالغہ سے زیادہ اسم تفضیل میں زیادتی پائی جاتی ہے اور کوئی اس کا برعکس بتا رہا تھا، لیکن کسی کو اپنے کہنے پر وثوق نہ تھا، اس وقت مولانا منیف مرحوم نے بہت وثوق واعتماد کے ساتھ کہا کہ اسم مبالغہ میں اسم تفضیل سے زیادہ زیادتی پائی جاتی ہے، جاؤ کسی سے بھی معلوم کرلو، یہ سن کر سب خاموش ہو گئے اور ان کی بات پر اعتماد کیا اور آپس میں ان کی ذہانت وقابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپس میں بولے آخر استاذ العلما ماہر علم وفن شخصیت کے بیٹے ہیں۔

بحر العلوم نمبر کی کمپوزنگ کے دوران ناچیز کو چند اہم معلومات فراہم کرائیں اور اسی اثنا میں اپنا ایک واقعہ بھی ذکر کیا کہ

قاضی شہر بریلی شریف حضرت علامہ مولانا عسجد رضا خاں صاحب زید مجدہم نے مولانا مرحوم کو ٹائپنگ کرتے ہوئے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے، آپ نے فرمایا: اتنی اسپیڈ تو میری بھی نہیں ہے، آپ نے مولانا کو داد و تحسین سے نوازا اور انعام بھی دیا۔

حضرت کی ذات سے دین متین کی بہت خدمات وابستہ تھیں، رب قدیر کی بارگاہ میں ملتجی ہوں کہ مولانا کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کا بہتر بدل عطا فرمائے،، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

نبیرۂ مفتی متھرا

محمد احمد اللہ شارب　متعلم بی۔اے سال آخر شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

....

تعزیت نامہ

پیکر اخلاص محترمی و محترم المقام حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی

زید مجدہم امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قریباً ایک ماہ قبل جناب والا کے صاحب زادے کے وصال کی خبر سنی لیکن مجھے یقین نہیں ہوا یہ سوچ کر کہ اگر ایسا ہوتا تو براہ راست مجھے معلوم ہوتا۔

۲۵ر جنوری ۲۰۱۷ء بوقت مغرب جب فون پر آپ نے بتایا کہ صاحبزادے کا وصال ہو گیا، ۵ر فروری ۲۰۱۷ء کو فاتحہ چہلم ہے تو اس خبر کی تصدیق ہوئی، ایک نوجوان عالم دین کی موت کا دل کو بہت صدمہ ہوا۔

رب غفور صاحبزادے مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور آپ کو صبر جمیل عطا فرما کر مرحوم عالم دین کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین، بجاہ حبیبک الکریم ﷺ۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

احقر: محمد برکت اللہ قادری غفرلہ، خادم سنی مرکزی دار القضاء والافتاء میا گیٹ شہر متھرا۔

....

تعزیت

قاضی شرع مدھیہ پردیش حضرت مفتی مالوہ حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد حبیب یار خان صاحب قبلہ قادری، صدر و مہتمم دار العلوم نوری اندور کے ذریعہ انتہائی افسوس ناک الم انگیز اور دل و دماغ کو متاثر کرنے والی یہ اطلاع ملی کہ حضرت علامہ

ومولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف، صدر و مہتمم امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف کے شہزادے حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب برکاتی ۲۷/دسمبر بروز منگل ۲۰۱۶ء کو دار فانی سے دار البقا کو کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس جانکاہ خبر نے پورے ماحول کو غمناک کر دیا، عین جوانی میں یہ سانحہ پوری ملت کے لیے روح فرسا ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی نے زندگی کا ایک ایک لمحہ فروغ سنیت کے لیے وقف کر رکھا ہے، موصوف مرحوم اس تحریک کو آگے بڑھانے میں ان کے دست راست تھے، ابھی فتاویٰ رضویہ کی جدید طباعت میں ان کا بھر پور حصہ رہا ہے۔

مرکز اہل سنت دار العلوم نوری اندور میں موصوف کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی ہوئی جس میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد انوار الحق صاحب نوری شیخ الحدیث دار العلوم نوری اور حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر محمد عبد العلیم صاحب رضوی نائب شیخ الحدیث دار العلوم نوری، شہزادہ مفتی مالوہ حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب نوری ازہری و جملہ اساتذہ وطلبہ شریک تھے، اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد انوار الحق صاحب نوری نے دعائے مغفرت کی اور تعزیت پیش کی۔

دار العلوم نوری کے جملہ ارکان، اساتذہ و متعلمین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی و جملہ اہل خاندان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب پاک کے صدقہ میں حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں صاحب برکاتی کو قرب خاص عطا فرمائے، اور سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

شریک غم:

محمد حنیف خاں نوری

خادم التدریس دار العلوم نوری، اندور

ایصال ثواب

میری طرف سے ۵۰۰ دفعہ سورہ اخلاص تلاوت کا ثواب ایصال ہے۔

ڈاکٹر سید شمیل احمد قادری

اسسٹن پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف پولیٹیکل سائنس یونیورسٹی آف کراچی پاکستان۔

وصال عالم دین ایک عظیم نقصان ہے

حاجی بشیر صاحب صدر مدرسہ فلاح ملت بنگلور کرناٹک

حضرت علامہ مفتی حنیف خان صاحب رضوی قبلہ کے بڑے بیٹے حضرت علامہ و مولانا محمد منیف رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر ملی جس نے دلوں کو دہلا کر رکھ دیا کہ عظیم عالم دین کا وصال اہل سنت کے لئے بہت بڑا نقصان ہے اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ موت العالم موت العالم۔ ایک عالم اہل سنت کی موت پورے اہل سنت کے لئے بہت بڑا نقصان ہے اللہ تعالیٰ ہمارے علما کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔ اور یہ بھی سنا گیا کہ انتقال سے کچھ روز قبل مرحوم کی دستار بندی ہوئی تھی، خیر امر ربی کو تو کوئی نہیں ٹال سکتا مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ مرحوم کے وصال کی خبر سنتے ہی سناٹا سا چھا گیا اور اس مہکتے ہوئے گل کے مرجھانے پر مدرسہ فلاح ملت کے تمام اساتذہ اور طلبہ نے بعد قرآن خوانی موصوف کے حق میں دعا کی اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے عزیز و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ تعالی مولانا کے مزار پر اپنی رحمتوں کے پھول نچھاور فرمائے۔

شریک غم: حاجی بشیر صاحب۔ صدر مدرسہ فلاح ملت پنشن محلہ بنگلور کرناٹک۔

جامع معقول و منقول استاذ العلماء مولانا محمد حنیف خاں صاحب سلاماً وافرہ،

محمد ضیاء اللہ خاں قادری

خانقاہ عالیہ چشتیہ درگاہ حضرت خواجہ فخر الدین چشتی سرواڑ شریف

صاحبزادہ مولانا منیف خاں صاحب قبلہ کے ایکس میں ایڈمٹ ہونے کے بارے میں معلوم ہوا اور پھر دوسرے ہی دن جانکاہ خبر سننے کو ملی کہ مولانا محمد منیف صاحب کا انتقال ہو گیا دل یہ اندوہناک خبر سن کر بہت مغموم ہوا کہ موصوف نے بڑی لگن اور

انہماک کے ساتھ اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتب میں کمپوزنگ اور ایڈیٹنگ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور والدین واعزہ واقربا کو اس ناقابل تلافی غم کو برداشت کرنے کی طاقت اور صبر عطا فرمائے۔ آمین

از: محمد ضیاء اللہ خاں قادری

خانقاہ عالیہ چشتیہ درگاہ حضرت خواجہ فخرالدین چشتی سرواڑ شریف ضلع اجمیر راجستھان۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

حضرت مولانا منیف رضا خاں کے سانحہ ارتحال پر

الجامعۃ الاشرفیہ میں تعزیتی اجلاس کا انعقاد

مولانا زاہد سلامی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

جماعت اہل سنت کے معروف عالم دین دبستان حدیث وفقہ کے عظیم محقق، ماہر رضویات حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی دام ظلہ کے شہزادے حضرت مولانا، منیف رضا خاں علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال پر تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام عزیز المساجد میں ایک تعزیتی اجلاس کا انعقاد ہوا، جس میں قرآن خوانی اور دیگر اورادواذکار کے بعد ایصال ثواب کیا گیا، اس موقع پر جامعہ اشرفیہ کے مؤقر استاذ حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی نے اپنے خطاب میں مولانا مرحوم کے انتقال کو جماعت اہل سنت کا عظیم خلا قرار دیا، نیز فرمایا کہ "امام احمد رضا اکیڈمی" کے بہر علمی علمی کام مولانا مرحوم اپنے والد گرامی مرتبت کی نگرانی میں پورے اخلاص وتندہی کے ساتھ آخر عمر تک بحسن وخوبی نبھاتے رہے، ادھر فتاویٰ رضویہ کی ترتیب جدید میں بیشتر مراحل کو انہوں نے اپنے ذمہ لے کر بہت خوبی سے نبھایا۔ برکاتی صاحب نے اپنے خطاب میں زور دے کر فرمایا کہ مولانا مرحوم کے انتقال سے نہ صرف ان کے والدین، ان کے اہل خانہ بلکہ جماعت اہل سنت، بالخصوص جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ وطلبہ سبھی غم زدہ ہیں۔

اجلاس کے آخر میں جامعہ اشرفیہ ، نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق خاں رضوی، دام ظلہ العالی نے مولانا مرحوم کے لیے دعائے مغفرت ورفع درجات کی نیز پوری امت مسلمہ کے لیے دعائے خیر اور ملک وملت کی امن وسلامتی کے لیے دعا فرمائی۔

اس موقع پر مولانا، نفیس احمد مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا عبد اللہ ازہری مصباحی، مولانا حبیب اللہ بیگ

ازہری مصباحی، قاری ابوذر مصباحی کے علاوہ کثیر تعداد میں دیگر آساتذہ اور جملہ طلبہ موجود تھے۔

شریک غم

زاہد سلامی

خادم جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، ۲؍جنوری ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ المصطفیٰ الاشرف

مفتی محمد اشرف رضا صدیقی قادری برکاتی نوری

مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

فاضل اجل حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب بریلوی حفظہ اللہ کے فرزند گرامی حافظ و قاری مولانا محمد منیف برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علالت پھر وصال کی خبر سے صدمہ ہوا۔ انکے لئے دعائیں ہوتی رہیں۔ ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی و دار العلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی میں ختم شریف اور ایصال ثواب کے لئے تقاریب منعقد ہوئیں۔ اللہ عزوجل اپنے فضل و کرم سے ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے۔ ان کی قبر کو رحمت و نور سے معمور فرمائے اور ان کی دینی خدمات کا انہیں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ مولانا منیف مرحوم و مغفور مخلص و خلیق اور اشاعت سنیت و رضویت میں اپنے والد گرامی کے دست و بازو اور امام احمد رضا اکیڈمی کے جواں سال فعال و متحرک کارکن تھے۔ اللہ قادر و قدیر عزوجل اپنے فضل و کرم سے امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کو انحائے عالم میں عام کرنے کے لئے مولانا منیف کا نعم البدل اکیڈمی کو عطا فرمائے اور مولانا کے متعلقین کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل بخشے۔ آمین یا ارحم الرحیم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ وآلہ وصحبہ وعلینا معھم و بارك و سلم وکرم و مجد وشرف الف مرۃ الف کل لمحۃ ولحظۃ الیٰ یوم الدین.

عبید المصطفیٰ محمد اشرف رضا صدیقی قادری برکاتی نوری

مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

۲۹؍ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ ۲۸؍جنوری ۲۰۱۷ء

۷۸۶/۹۲

مولانا منیف خاں رضوی بریلوی: پیکر حسنِ اخلاق

حامداً و مصلیاً

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

نوری دار الافتاء بھیونڈی

۱۲ر ربیع النور کے موقع پر شہر بھیونڈی سے نکلنے والا جلوس محمدی ﷺ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ اس جلوس میں تقریباً ۳ر لاکھ فرزندان توحید و رسالت شریک ہوکر حمیت دین اور رشتۂ ایمانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ یہ جلوس "رضا اکیڈمی بھیونڈی" اور "جلوس عید میلاد النبی ﷺ کمیٹی بھیونڈی" کے زیر اہتمام سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی سے نکل کر ماموں بھانجہ میدان پہونچتا ہے جہاں عالم اسلام کی امن و شانتی، خیر خواہی اور امت مسلمہ کے حفظ و امان کے لیے اجتماعی دعا کی جاتی ہے۔ اس جلوس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر سال قیادت کے لیے بیرون شہر سے کوئی معزز عالم دین مدعو ہوتے ہیں جن کی دعاؤں پر جلوس کا آغاز اور اختتام ہوتا ہے۔ اس سال (۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۶ء) یہ قرعۂ فال ناشر کتب اہل سنت، مرتب جامع الاحادیث حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی کے نام نکلا اور وہ اپنی تمام تر دینی و علمی، تدریسی و تصنیفی مصرفیات کے باوجود مجاہد سنیت مولانا یوسف رضا قادری کی دعوت پر اپنے صاحب زادۂ گرامی فاضل نوجوان مولانا منیف خاں رضوی بریلوی کے ہمراہ تشریف لائے۔ ۱۱ر ربیع النور کی شام سے ۱۳ر کی دوپہر تک نہ صرف ایک ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا بلکہ ممبئی سے بھیونڈی اور بھیونڈی سے مہاپولی کا ایک سفر بھی ساتھ ساتھ ہوا، صاحبزادۂ گرامی سے پہلی ملاقات تھی اور پہلی شناسائی بھی لیکن ایسا لگا کہ برسوں سے ملاقات رہی ہو۔

یہاں (بھیونڈی) سے جانے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد مولانا غلام حسن خواجہ بک ڈپو دہلی نے یہ افسردہ خبر سنائی کہ کئی دنوں سے مولانا منیف خاں رضوی بریلوی کی طبیعت بہت نازک ہے اور ایمس دہلی میں زیر علاج ہیں۔ یہ خبر سن کر سنی جامع

مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی میں ان کے لئے صحت وعافیت کی اجتماعی دعا کی گئی۔ لیکن مشیت ایزدی کو کون ٹال سکتا ہے۔

۲۷ / ربیع النور ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۶ء بروز منگل محقق عصر حضرت علامہ مفتی قاضی شہید عالم رضوی نے بعد نماز مغرب یہ جانکاہ خبر دی کہ حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی کے نور نظر مولانا منیف خاں رضوی بریلوی دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نوری دار الافتاء والتحقیق کے طلبہ اور سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی کے ذمہ داران اور نمازیوں کو جب مولانا منیف خاں رضوی بریلوی کے انتقال کی خبر ملی تو کافی غم ہوا اور افسردگی کا اظہار کرنے لگے اور بعد نماز عشاء، قرآن خوانی ہوئی اور ان کے لیے ایصال ثواب کیا گیا اور مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے اجتماعی دعا کی گئی۔

شریک غم:

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

نوری دار الافتاء والتحقیق سنی جامع مسجد امام احمد رضا روڈ کوٹر گیٹ، بھیونڈی

اک دیا اور بجھا اور اندھیرا چھایا

مفتی اعظم سنبھل، قاری محمد علاء الدین اجملی

ابھی بنا بھی نہ ڈالی تھی آشیانے کی فلک کو فکر ہوئی بجلیاں گرانے کی

یہ روح فرسا خبر سنکر دنیائے اہل سنت میں رنج وغم کی فضا چھاگئی کہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب کے جواں سال صاحبزادے عالم دین حضرت مولانا محمد منیف رضا صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان دنیائے فانی سے تقریباً ۲۵ / سال کی قلیل عمر میں دار بقا کی طرف اہل خانہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر روانہ ہو گئے، مرحوم کی موت کی خبر سنکر کثیر تعداد میں علمائے کرام اور مشائخ عظام واہل اسلام نے شرکت کی اور اک جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی۔ مرحوم اپنی ذہانت وفطانت میں اپنی مثال آپ ہو

گئے تھے وہ ایک علمی انفرادی حیثیت کے حامل تھے ان کے رخصت ہوجانے سے جماعت اہلسنت کے افراد کو بہت زیادہ صدمہ لاحق ہوا، رب العلمین حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب مدظلہ العالی کو صبر کامل عطا فرمائے۔

الجامعۃ الاسلامیہ اہلسنت خلیل العلوم رائے ستی سنبھل میں اک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں قرآن خوانی ہوئی پانچ ختم قرآن ہوئے، محفل کا آغاز تلاوت سے کیا گیا بارگاہ رسالت میں نعت شریف کا ہدیہ پیش کیا گیا اس کے بعد مفتی اعظم شہر سنبھل قاری محمد علاء الدین اجملی نے اپنے تعزیتی خطاب میں ہم لوگوں کو بتایا کہ اک عالم کی موت عالم کی موت ہے اس کے بعد مرحوم کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی، خلیل العلوم کے اساتذہ واراکین وطلبہ ودانشوران نے جلسہمیں شرکت کی اور اجتماعی دعا کی گئی کہ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور بالخصوص مرحوم کے والدین عزیز واقارب کو صبر جمیل مرحمت فرمائے صلوٰۃ وسلام پر محفل کا اختتام ہوا۔

ابر رحمت تیری تربت پر گہرباری کرے حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

منجانب: مفتی اعظم سنبھل، قاری محمد علاء الدین اجملی

بتاریخ: ۲۸/ جنوری ۲۰۱۷ء

۷۸۶/۹۲

ایصال ثواب

دعاگو محمد مسعود نعمانی ابن مفتی محمد محبوب عالم اشرفی مصباحی

متعلم مدرسہ اشرفیہ اظہار العلومبراٹ نگر مورنگ نیپال

حضرت مولانا منیف رضا خاں برکاتی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر فون، واٹس ایپ اور فیس بک واخبارات کے ذریعہ ملی۔

دارالعلوم انوار مصطفےٰ ماری پور مظفر پور بہار اور مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رانی ۲۲ ر براٹ نگر مورنگ نیپال میں فاتحہ خوانی کا اہتمام ہوا ان کے لئے بلندئ درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعائیں۔

فقط: دعاگو محمد مسعود نعمانی ابن مفتی محمد محبوب عالم اشرفی مصباحی متعلم مدرسہ اشرفیہ اظہار العلومبراٹ نگر مورنگ نیپال

کشمیر میں تعزیتی مجالس

مفتی سید بشارت حسین رضوی برکاتی

سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ سلطانیہ سرنکوٹ کشمیر

حضرت مولانا منیف رضا خاں جنکی دستار فضیلت اسی سال عرس رضوی کے پر فیض ماحول میں ہوئی تھی۔ اچانک ان کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ ناسازگی کی خبر جب حضرت علامہ و مولانا مفتی سید بشارت حسین رضوی برکاتی، سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ اسلامیہ سرن کوٹ کشمیر کو ملی تو حضرت نے قرآن خوانی اور ختم شفا پڑھوایا۔ مگر مرضی قدرت کے مطابق کچھ ہی ایام کے بعد ان کی موت کی خبر ملی۔

جیسے ہی موصوف کی موت کی اطلاع جامعہ مذکورہ کو ملی ایک دم سے سبھی لوگ سکتے میں آگئے۔ چونکہ ان سے بہت ساری امیدیں وابستہ تھیں حضرت مولانا مفتی حنیف خاں رضوی، بانی امام احمد رضا اکیڈمی کے بڑے صاحبزادے اور ان کے دست و بازو تھے۔ اور آئندہ تصنیفی و تالیفی کام میں بھی ان کے شریک کار ہو سکتے تھے۔

ان کی وفات کی اطلاع ملتے ہی حضرت مفتی سید بشارت حسین رضوی صاحب نے اپنے جامعہ میں اور، یہاں کی جامع مسجد میں قرآن خوانی، کلمات طیبات اور ختم شریف کی محفل منعقد کرائی۔ مولانا منیف رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعائے مغفرت اور لواحقین و پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا فرمائی۔ اور وادئ کشمیر کے ائمہ واساتذہ سے حضرت نے درخواست کی کہ مولانا منیف کے لئے اپنے مکاتب و مدارس اور جامع مساجد میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی محفلیں منعقد کریں۔

اطلاع کے مطابق جامعہ رضویہ سلطانیہ جامع مسجد سرن کوٹ پونچھ کے علاوہ جامع مسجد پونچھ، انوار العلوم پونچھ، جامع مسجد

مینڈر اور جامع مسجد راجوری میں تعزیتی مجالس کا انعقاد ہوا۔ ایک بار پھر ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ موصوف مولانا منیف رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی رب غفور بخشش و مغفرت فرمائے، جنت میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔ اعزا و اقربا خصوصا حضرت مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی دام ظلہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

منجانب: حضرت مفتی سید بشارت حسین رضوی برکاتی

سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ سلطانیہ سرنکوٹ کشمیر

مولانا محمد منصور رضوی امجدی

جامعہ برکاتِ رضا نوری ناگپور

محترم المقام عالی وقار حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب قبلہ زید عزہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپکے شہزادے عالی وقار حضرت مولانا منیف رضا صاحب علیہ رحمتہ ورافتہ کے انتقال پر ملال کی خبر موصول ہوئی۔ مولانا علیہ الرحمہ نہایت متحرک وفعال، لائق، فائق شخصیت کے حامل تھے اور بلند وبالا خوش اخلاقی کے مالک تھے۔ آج جبکہ انکو آپکا دست و بازو بننے کی ضرورت تھی وہ داغ مفارقت دیکر رب اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ یقیناً انکی وفات حسرت آیات پوری جماعت اہلسنت کیلئے باعث صد حزن وملال ہے۔

امام احمد رضا اکیڈمی اور بالخصوص رضویات کی ترویج واشاعت کے تعلق سے اپنے والد محترم کے قوی و مضبوط دست راست بنے رہے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ اپنے اس کارنامے کی وجہ سے تادیر اہلسنت کے دلوں میں مہکتے پھول کی طرح رچے بسے رہیں گے۔ علماء اہل سنت کی کتب ورسائل کی اشاعت کے سلسلہ میں جوانکی خدمات رہیں وہ قابل صد تحسین وآفریں ہیں جب بھی امام احمد رضا اکیڈمی کے ذریعہ ان کتابوں کی اشاعت ہوتی رہیگی انکی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں تازگی بخشتی رہیگی۔

اس اندوہناک غم کے موقعہ پر جامعہ برکاتِ رضا نوری۔ آسی نگر ٹیکہ ناگپور کے جملہ اساتذہ و طلبہ آپ کے شریک غم ہیں۔ مولیٰ عزوجل اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں مولانا علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انکے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقط والسلام محمد منصور رضوی امجدی غفرلہ جامعہ برکاتِ رضا نوری۔ آسی نگر ٹیکہ ناگپور

۳۰/ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ/۲۹/جنوری ۲۰۱۷ء روز یکشنبہ

ایصال ثواب کے لئے

قرآن پاک	۱۲۵۳	مختلف پارے	۱۳۷
یٰسٓ شریف	۲۳۴	سورۂ ملک	۳۲۰
کلمہ شریف	۵۰۰۰	درود پاک	۱۹۰۰۰

مذکورہ تحائف مولانا منیف رضا کے ایصال ثوب کے لئے پاکستان سے آئے ہیں

تعزیت نامہ

مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری

بریلی شریف کی معروف و معتبر علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد حنیف خاں رضوی بانی، امام احمد رضا اکیڈمی کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں برکاتی مرحوم و مغفور ۲۷/دسمبر ۲۰۱۶ء کو دہلی میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اناللہ وناالیہ راجعون

مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے متعدّد خوبیوں کا حامل بنایا تھا، عمدہ اخلاق کے مالک تھے، گفتگو نرم لہجے میں کیا کرتے تھے، اور سا ہی وہ دیندار، متقی و پرہیز گار شخص تھے۔ مرحوم اپنے والد کے بہت معاون تھے، اکیڈمی کے کاموں میں اپنے والد کا پورا تعاون فرماتے، والد ماجد مولانا حنیف خاں رضوی خود فرماتے ہیں: "ان کی صحت یابی کا ۱۵/سالہ زمانہ طالب علم اور اشاعت علم دین میں گزرا، اس مختصر مدت میں انہوں نے تعلیمی مراحل سے گزرتے ہوئے امام احمد رضا اکیڈمی کے کاموں میں کمپوٹر کی مدد سے بڑھ چڑھ کر حص لیا۔ اب تک جو کتابیں اکیڈمی سے شائع ہوئیں ان میں سے اکثر انہیں کے ذریعہ فائنل ہوئیں"۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی مغفرت فرماتے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاسید المرسلین ﷺ

از: مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری، ناظم جامعہ تاج الشریعہ بنارس

برائے ایصال ثواب مدرسہ امین العلوم تمل ناڈو، چدمبرم میں مجلس

مولوی محمد حسین رضوی ربانی منظری کٹھیاری

مدرس: مدرسہ امین العلوم چنئی چدمبرم، تمل ناڈو

۲۹؍دسمبر ۲۰۱۶ کو مدرسہ امین العلوم صوبہ تمل ناڈو میں جملہ مدرسین کی سرپرستی میں بعد نماز فجر قرآن خوانی کے بعد مرحوم مولانا منیف رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن کے لئے ایصال ثواب کی محفل پورے اہتمام وانتظام کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں مدرسہ کے جمل طلبا ومدرسین ومتولی اور دیگر حضرات کی موجودگیمیں محفل پاک کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا، اس کے بعد مدرسہ کے طلبا نے بارگاہ نبوت ورسالت میں گلہائے عقیدت پیشا کیا، پھر میں نے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم مولانا منیف رضا کی کچھ حیات وخدمارت پر روشنی ڈالی، مرحوم منیف رضا علیہ رحمۃ الرحمٰن آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کی یادیں اور ان کی خوبیاں برابر یاد کی جائیں گی جو انہوں نے اپنے والد محترم کے ساتھ تصانیف کی اشاعتمیں جو کام انجام دیا وہ ہمیں تاقیامت ان کی یاد دلاتا رہے گا، مرحوم آج بھی ہماری یادوں میں ہیں، جب ہم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں زیر تعلیم تھے اس وقت جناب مرحوم اور ان کے بھائی حافظ عفیف رضا کے ساتھ کچھ دوستانہ وقت گزرا ہے جس کو ہم فراموش نہیں کرسکتے ہیں، مرحوم منیف رضا چھوٹی سی عمر میں بہت دانشورو، ہوشیار اور منکسر المزاج تھے، اللہ رب العزت کا ان پر بے پایا فضل تھا، مولیٰ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین، اور آج ان کے جانے سے گھر والے بہت غم میں ہیں مولیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین، پھر حاضرین نے کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور دعاؤں پر محفل پاک اختتام پذیر ہوئی۔

یارب العٰلمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

شریک غم: حقیر محمد حسین رضوی ربانی منظری کٹھیاری،

مدرس: مدرسہ امین العلوم چنئی قاضی پار اسٹریٹ چدمبرم، تمل ناڈو۔

تعزیت

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین أوتو العلم درجٰت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا ہے، درجوں بلند فرمائے گا۔ (مجادلہ: ۱۱/۵۸)

وہ سورج چھپ گیا، موجود ہے اس کی کرن اب بھی
ہزاروں مشعلیں ہیں اس کی زیب انجمن اب بھی

اس عالم رنگ وبو میں لاکھوں اربوں افراد آئے اور صبح قیامت تک بے شمار آتے رہیں گے، مگر کچھ ہی افراد ایسے ہوتے ہیں جو اپنی خوبیوں کی بنیاد پر پہچانے گئے اور پہچانے جائیں گے۔ اس دنیا سے ایک دن سب کو ہی جانا ہے، لیکن کوئی پہلے جاتا ہے اور کوئی بعد میں۔ جو پہلے جاتا ہے اور اچھے کام کر کے جاتا ہے، تو دنیا اسے زیادہ یاد رکھتی ہے۔ انہیں جانے والوں میں مولوی محمد منیف رضا کی ذات بھی ہے، جو اپنی تھوڑی سی زندگی میں بہت کچھ کر گئے۔

۱۹ر دسمبر کی صبح اچانک طبیعت خراب ہوئی بریلی کے ہی دو ہاسپٹل میں زیر علاج رہے، اس کے بعد دہلی (ایمس) ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا گیا، ہم لوگ اپنی استانی صاحبہ عالمہ طاہرہ فاطمہ برکاتی اور عالمہ طیبہ فاطمہ برکاتی سے مسلسل حال معلوم کرتے رہے، اور صبح وشام ان کی صحت وسلامتی کی دعا کرتے رہے، لیکن موت کا وقت مقرر ہے، جب وقت آتا ہے تو نہ ایک لمحہ آگے ہوتا ہے اور نہ پیچھے، لہذا یہ چمکتا ہوا ستارہ بھی ہمیشہ کے لیے ہم سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر سن کر شدت غم سے ہمارے سینے چھلنی اور دل داغ داغ ہو گئے، بس خدائے بزرگ وبرتر کی بارگاہ میں اپنے داغ دل کے مداوا کی دعا کرتے ہیں، اور اسی سے صبر کی توفیق کے طالب ہیں کہ خداوند قدوس منیف بھائی کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی علمی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

ساجدہ نوری
معلمہ جامعۃ الزہراللبنات

خواب بشارت ہوتا ہے

احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس ﷺ خواب کو امر عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور ﷺ نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: هَلْ رَاٰی اَحَدٌ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا (۱) . آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا۔ حضور تعبیر فرماتے۔

احمد و بخاری و مسلم وابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ وطبرانی وحکیم ترمذی وابن جریر وابن عبد البر وابن النجار وغیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس وابوہریرہ وعبادہ بن صامت وابوسعید خدری و عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وجابر بن عبداللہ وعوف بن مالک وابورزین عقیلی وعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا(۲) ہے"(۳)

صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس اور احمد وابنائے ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں بسند صحیح ام کرز کعبیہ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی

وھذا لفظ الطبراني حضور لامع النور ﷺ فرماتے ہیں:

((ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلاَ نُبُوَّةَ بَعْدِي اِلاَّ الْمُبَشِّرَاتُ قِيْلَ: وَمَا الْمُبَشِّرَات؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يرَاهَا الرَّجُلُ اَوْتُرٰى لَه)) (٤).

نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں، عرض کی گئی: وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کے لیے دیکھی جائے۔

---

(۱)"جامع الترمذي" : أبواب الرؤيا ـ ۲/ ۵۳

● "صحيح البخاري" : كتاب التعبير ـ باب تعبير الرؤيا بعد صلوة الصبح ـ ۲/ ۱۰۴۳

● "سنن أبي داؤد" : كتاب الأدب ـ باب في الرؤيا ـ ۲/ ۳۲۸

(۲) حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں۔ چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکرا کہا اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲منہ

(۳)"سنن أبي داؤد" : كتاب الأدب ـ باب في الرؤيا ـ ۲/ ۳۲۹

● "صحيح البخاري" : كتاب التعبير ـ ۲/ ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵

(٤)"المعجم الكبير" : حديث ـ ۳۳۰۵۱/ ۱۷۹

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر، اور اس کا امر عظیم مہتم بالشان ہونا نبی ﷺ سے متواتر، ان کی تفصیل موجب تطویل۔

اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ((اِذَا رأی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِيَ مِنَ اللہِ فَلْیَحْمَدِ اللہَ عَلَیْھَا وَلِیُحَدِّثْ بِھَا غَیْرَہ)) (۱). جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

مع ہذا یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی، صحیحین (۲) میں ہے ابو حمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا۔ جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی، ابن عباس نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس روز سے انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ)

اس تفصیل سے مومنین اور مومنات کے خوابوں کی شرعی حیثیت معلوم ہوئی اور ان اہمیت کا پتہ چلا، لہذا چند خواب جو مولوی محمد منیف رضا کے انتقال کے بارے میں دیکھے گئے وہ یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں۔

(۱) کہکشاں انکلیو میں رہنے والی ایک عمر رسیدہ خاتون ہیں جو منیف رضا کو اپنے مکان کے سامنے سے جو اکیڈمی سے متصل ہے، ہر دن گزرتے ہوئے دیکھتی تھیں، اس آخری دن بھی دیکھا جب منیف رضا اکیڈمی سے گھر ناشتہ کرنے آرہے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ انہیں کچھ کھانسی آرہی تھی اور پاؤں بھی کچھ لڑکھڑا رہے تھے، میں بہت دور یعنی جب تک گھر میں داخل ہوئے دیکھتی رہی، اور پھر چند منٹ کے بعد میں نے سنا کے موصوف کو خون کی الٹیا آرہی ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے انتقال کے بعد منیف کو خواب میں دیکھا کہ ایک مسجد ہے اور وہ خوب سجی ہوئی ہے، اس میں منیف رضا سفید لباس میں کالی ٹوپی اوڑھے نہایت خوش و خرم کھڑے ہیں۔

(۲) منیف رضا کی بڑی بہن عالمہ وصدر معلمہ جامعۃ الزہرا کا بیان ہے کہ: منیف رضا کے انتقال کے بعد ایک دن میں نے اپنے چھوٹے بھائی (توصیف رضا) سے ان کی نمازے جنازہ اور قبر کا آنکھوں دیکھا حال دریافت کیا۔ تو جو کچھ توصیف رضا نے مجھے بتایا وہ اگرچہ دیگر جنازوں سے بہت اعلیٰ اور منیف رضا کی خوش نصیبی کی علامت تھی، لیکن پھر بھی میرا دل اندر سے بہت پریشان رہا، اور بار بار میرے ذہن میں آتا رہا کہ "مرنے کے بعد لوگ کیسے اپنے پیارے کو زیر زمین دفن کر دیتے ہیں" بالکل اکیلی اور بند قبر میں جس میں بظاہر نا کوئی روشن دان ہے اور نہ ہی کوئی اور راحت کا سامان" اور توصیف نے مجھے یہ بھی بتایا کہ "بھائی کی قبر پر پہلے پتھر لگائے گئے، اس کے بعد مٹی ڈالی گئی" تو وہ پتھر بھی مجھے اپنے

(۱) "صحیح البخاري" : کتاب التعبیر۔ باب الرؤیا من الله۔ ۲/ ۱۰۳٤
● "مسند أحمد بن حنبل عن أبي سعید الخدري" : ۳/ ۸
(۲) "صحیح البخاري" :کتاب المناسك۔ باب التمتع الخ۔ ۱/ ۲۱۳

پیارے کی قبر میں برداشت نہیں ہو رہے تھے، لاکھ دل کو تسلی دیتی کہ وہ اس کی قبر کو محفوظ کرنے کے لیے لگائے گئے ہوں گے۔ لیکن دل بے قرار کسی حال چین نہیں پاتا تھا، اس رات یہی خیالات آتے رہے اور اسی بے چینی کے عالم میں سوگئی اور خواب کی حالت میں دیکھا کہ "منیف کی قبر اندر سے نہایت صاف ستھری اور سونے کے لیے انسان کو عام طور سے جن اشیا کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً: ایک چارپائی، اس پر لگا ہوا صاف اور منیف کی پسند کے مطابق سفید چادر والا بستر، تکیہ اور پائنتی کی طرف رکھا ہوا کمبل، قبر بھی اندر سے بالکل سفید تھی، اور اوپر سے کھلی ہوئی تھی، میں نے پوچھا! اس پر جو پتھر رکھے گئے تھے ان کا کیا ہوا۔ تو کہا: "ان پتھروں کی فکر کیوں کرتی ہو! میں جب بھی چاہتا ہوں ان پتھروں کو ہٹا دیتا ہوں اور جہاں چاہتا ہوں آتا جاتا ہوں آرام سے "اس خواب کو دیکھنے کے بعد سے مجھے بہت تسلی ملی اور جو بے چینی و بے قراری تھی ختم ہوگئی۔

طاہرہ فاطمہ برکاتی

(۳) مولانا منیف رضا کے سب سے چھوٹے بھائی محمد توصیف رضا کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ دن دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد سو رہا تھا تو خواب میں کہ "میرے بھائی مولانا محمد منیف رضا برکاتی کو انتقال کے بعد قبر میں رکھا گیا، اور لوگ مٹی ڈالنے کی بجائے اوپر سے گلاب کے پھول ڈال رہے ہیں، لیکن اسی دوران منیف بھائی اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ: مجھے دفن کیوں کرتے ہو! میں تو زندہ ہوں، کہیں نہیں گیا یہیں ہوں "اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور خواب ٹوٹ گیا۔

محمد توصیف رضا خان برکاتی

(۴) منیف رضا کے پھوپھی زاد بھائی اور جگری دوست محمد اعظم خاں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ان سے پوچھ رہے ہیں، بھائی صاحب آپ کہاں ہو اور کیسے ہو، تو جواب میں کہا: یار وہاں اسپتال میں تو اچھا نہیں لگ رہا تھا، اب میں بہت اچھی جگہ ہوں، اور بہت اچھا لگ رہا ہے۔

(۵) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب استاذ جامعہ نوریہ کے صاحب زادے حافظ، مولوی محمد ارشد رضا جو منیف رضا کے درس نظامی میں ساتھی رہے اور بہت خاص دوست تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا اور ان سے پوچھا کہ دوست اب تم کہاں ہو، نظر نہیں آتے۔ تو منیف رضا نے کہا میں بہت اچھی جگہ ہوں۔

(۶) "جامعۃ الزہرا للبنات "امام احمد رضا اکیڈمی کی عمارت میں ایک مدرسہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے قائم ہے، اس کی ایک معلمہ عالمہ عائشہ نوری کا بیان ہے کہ: میں نے منیف رضا بھائی کو انتقال کے تیرہ دن بعد خواب میں دیکھا کہ وہ زندہ ہوگئے ہیں، اور ان کی قبر دو منزلہ پر ہے، اور وہ قبر کے پاس ہی بیٹھے ہیں، اسی دوران کرم فرما استاذ حضرت مفتی محمد حنیف خاں صاحب تشریف لائے، میں نے منیف رضا بھائی سے کہا، آپ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے، آپ یہاں کیسے؟ تو ان کے والد (حضرت مفتی محمد حنیف صاحب) نے فرمایا: منیف رضا دوبارہ اس لیے تشریف لائے ہیں تاکہ اپنی والدہ (محترمہ عابدہ نوری صاحبہ) کو خوش کریں، اور انہیں تسلی دیں کہ وہ بہت خوش ہیں، اپنی والدہ کو تسلی دینے کے بعد دوبارہ اس دنیا سے چلے

جائیں گے۔ یہ سن کر منیف رضا بھائی ہنسے اور کھڑے ہو گئے، مَیں نے دو منزلہ سے نیچے کی طرف نظر کی تو بہت سے لوگوں کو کھانا کھاتے ہوئے پایا۔ جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کھانا مولانا منیف رضا کے ایصال ثواب کے لیے لوگوں کو کھلایا جا رہا ہے۔

(۷) مولانا محمد منیف رضا برکاتی علیہ الرحمہ کی وفات کے کچھ ہی دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میری استانی عالمہ طاہرہ فاطمہ برکاتی صاحبہ نے مجھ سے کہا: "ساجدہ! سیرت مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ کرو، اور منیف رضا کے لیے دعائے مغفرت کرو" میں نے جب یہ خواب کرم فرما استاذ حضرت علامہ و مولانا عبد السلام رضوی صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: "بیٹی اس کتاب کو ہر دن زیادہ سے زیادہ نہ پڑھ سکو تو تھوڑا تھوڑا ضرور پڑھ لیا کرو!، کیوں کہ اس میں ہمارے پیارے آقا ﷺ کی پاک زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔

ساجدہ نوری، معلمہ جامعۃ الزہرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد منیف رضا علیہ الرحمہ کی رحلت

علامہ محمد قمر الزماں خان اعظمی رضوی

سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

۲۷ ربیع النور ۱۴۳۸ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ کے جاں صاحبزادے مولانا منیف رضا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی اطلاع سے پوری دنیائے سنیت میں صف ماتم بچھ گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

جواں سال بیٹے کی موت تو دنیا کے تمام والدین کے لئے ناقابل برداشت صدمے کا سبب ہوتی ہے، مگر ایک ایسا ۲۵ سالہ جوان جس سے نہ صرف والدین بلکہ دنیائے سنیت کے لاکھوں افراد کی امیدیں وابستہ ہوئی پوری ملت کے لئے ایک عظیم المیہ سے کم نہیں،

مولانا منیف رضا مرحوم کو علامہ محمد حنیف صاحب نے ہزاروں امیدوں اور تمناؤں کے ساتھ پروان چڑایا تھا ان کے عہد طفلی سے لے کر شباب تک اپنی نگرانی میں بریلی شریف علمی اور فکری ماحول میں تعلیم وتربیت کے تمام مراحل سے گزارا تاکہ وہ ان کے دست بازوں بن سکیں اور مستقبل میں ان کے تمام منصوبوں کی تکمیل کا فریضہ انجام دیں سکیں۔

اسی سال انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اس کے بعد ان کا رادہ تھا کہ وہ جامعہ ازہر مصر میں جاکر کسی ایک موضوع پر تخصص کی ڈگری حاصل کرلیں، اور اس طرح امام احمد رضا اکیڈمی کو جدید تقاضوں کے مطابق آراستہ کرسکیں گے، مگر مشیت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مولانا حنیف کو ان سے بہت امیدیں وابستہ تھیں وہ انہیں طالب علمی کے زمانے سے علمی تحقیق اور ادبی کاموں کے لئے تیار کررہے تھے تاکہ وہ اکیڈمی کے منصوبوں کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرسکیں اور اس طرح مستقبل کے معمار نوجوانوں کے لئے ایک مثالی شخصیت بن کر ابھریں،

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اپنی تعلیمی مصروفیت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی نوعمری ہی میں اکیڈمی کی بہت سی ذمہ داریوں کو سنبھال لیا تھا اور مولانا حنیف کے کاندھوں پر کثرت کار کا جو بوجھ تھا وہ ہلکا ہو گیا تھا۔

مولانا منیف رضا علیہ الرحمہ نے جو جامع الاحادیث، حاشیہ بیضاوی، بحر العلوم نمبر، فتاوی مفتی اعظم، کے علاوہ فتاویٰ رضویہ کی ۲۲ جلدوں کی تدوین، تخریج، اور ماخذ و مراجع کی تلاش و جستجو کے ساتھ ساتھ کمپیوٹرائز طریقے سے جدید ترین اسالیب کے ساتھ اشاعت کے مراحل سے گذارنے میں انتہائی اہم رول ادا کیا، اور مستقبل میں سیکڑوں تصانیف کو پیش کرنے کا رادہ تھا، انہوں نے اپنے عہد شباب می اپنے حصہ کا کام مکمل کر لیا تھا، اس طرح وہ اپنے عظیم والد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا قرار اور مستقبل میں ان کی امیدوں کا مرکز بن گئے تھے۔

ایک ایسے باپ کے لئے جس نے ۲۵ سال تک اپنے لخت جگ کو عظیم مقصد کے لئے تیار کیا ہو، ان کے لئے اپنے بیٹے کی موت کے ساتھ ساتھ مستقبل کے منصوبوں کا نقصان یقیناً نا قابل برداشت ہے، مگر مومن ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہتا ہے، مولانا نے اس صدمے کو انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اس حادثۂ جانکاہ کے بعد بھی اپنے مستقبل کے عزائم کی تکمیل میں مصروف ہیں، حضرت علامہ محمد حنیف صاحب قبلہ مد ظلہ العالی اپنے نور نظر کے وصال پر پوری دنیائے سنیت کی تعزیت کے مستحق ہیں اللہ رب العزت انہیں صبر جمیل سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اخیر میں مری درخواست ہے کہ وہ اپنا حوصلہ بلند رکھیں، پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے نئے سائل اور ذرائع پیدا فرمائے گا، انشاء اللہ۔

حضرت علامہ محمد حنیف صاحب پوری دنیائے سنیت کے شکریے کے مستحق ہیں، بریلی شریف کی علمی، فقہی، اور تحقیقی روایت کو قائم رکھنے کے لئے انتہائی جد و جہد کر رہے ہیں خدائے قدیر انہیں درازی عمر بالخیر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

خاکسار شریک غم: محمد قمران خان اعظمی رضوی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ ۲۹ جنوری ۲۰۱۷ء

مولوی محمد منیف رضا علما و مشائخ کے معتمد اور ادب شناس تھے

مولانا انوار احمد امجدی، ارشد العلوم او جھا گنج، بستی

محقق عصر حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی مد ظلہ العالی کے فرزند اکبر حضرت مولانا حافظ و قاری محمد منیف رضا صاحب کے انتقال پر ملال نے جماعت اہل سنت کے علماء، مشائخ کو غم و اندوہ میں مبتلا کر دیا ہے کیونکہ آپ کے کام اور افکار و نظریات کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ آنے والے وقت میں ان کے ذریعہ سنی، اسلامی افکار و نظریات خصوصا رضویات پر مشتمل تحریروں کی کافی نشر و اشاعت ہوگی۔ دوران طالب علمی ہی میں اپنے والد ماجد کے دست و بازو بنکر

جامع الاحادیث، فتاویٰ مفتی اعظم، فتاویٰ بحر العلوم، بحر العلوم نمبر، اصول الرشاد وغیرہ کئی ایک دینی اور علمی کتب پر کام کر چکے تھے۔ اور حال ہی میں فتاویٰ رضویہ جیسی فقہ حنفی کی عظیم انسائیکلو پیڈیا کی از سر نو ترتیب و تزئین میں پوری کوشش اور جد و جہد کر کے پائیہ تکمیل تک پہونچایا۔

موصوف ابھی سال گزشتہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں دستار فضیلت سے نوازے گئے تھے، ہمارے یہاں دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم او جھاگنج ضلع بستی میں بھی زیر تعلیم رہے اور یہاں کے ہونہار اور محنتی طلبہ میں شمار ہوتا تھا فطری طور پر خوش اخلاق، ملنسار، منکسر المزاج، نیز اساتذہ، علما اور مشائخ کے معتمد اور ادب شناس تھے۔ انتقال کی روح فرسا خبر سنتے ہی میں بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔ میرے ساتھ مولانا محمد منیف مرحوم کے ہم سبق ساتھی میرے لڑکے مولانا حافظ محمد ارشد رضا سلمہ بھی تھے۔ نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، طلبہ، اور عمائدین شہر کافی تعداد میں موجود تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ طفیل میں مولانا موصوف کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش فرمائے، ان کی دینی خدمات کے طفیل جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اہل خانہ بالخصوص ان کے والد ماجد محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی مد ظلہ النورانی کو صبر جمیل عطا فرما اور ان کے عزم و حوصلہ میں مزید پختگی اور مضبوطی دے کر مستقبل میں خدمت دین متین کی مزید توفیق رفیق بخشے آمین یارب العٰلمین

شریک غم :انوار احمد قادری امجدی خادم : مرکز تربیت افتا دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم

و سجادہ نشین خانقاہ فقیہ ملت او جھاگنج ضلع بستی ۳۰ر ربیع الغوث ۱۴۳۸ھ ۲۹ر جنوری ۲۰۱۷ء

مولانا محمد منیف رضا کی ولادت و رحلت میں ایک تاریخی نکتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختلف ذرائع سے یہ خبر وحشت اثر کانوں تک پہنچی کہ

مولانا محمد منیف رضا برکاتی مرحوم ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ /۲۷/ دسمبر ۲۰۱۶ء بروز منگل صبح ۱۰.۳۰ بجے ایمس ہاسپٹل دہلی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ "اِنّا للہ وانا الیہ راجعون"۔

مولانا مرحوم مشہور مصنف و محقق حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی مد ظلہ العالی، ڈائرکٹر امام احمد رضا اکیڈمی و صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے بڑے صاحبزادے تھے، نہایت نیک، خلیق، ملنسار، متواضع اور

بااخلاق تھے، بڑوں کے ساتھ ادب و احترام اور ہم عمروں کے ساتھ اخلاص و ہم دردی سے پیش آتے تھے، بقدر ضرورت عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد قرآن کریم حفظ کیا اور جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے درجہ فضیلت تک تعلیم حاصل کی ا ور اِسی سال عرس رضوی کے موقع پر ۲۴ر صفر کو علمائے کرام و مشائخ عظام کے ہاتھوں انہیں دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

مولانا مرحوم کی ولادت ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۱۲ھ ر۱۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء اور انتقال ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ ر۲۷ر دسمبر ۲۰۱۶ء میں ہوا۔ اس طرح قمری تاریخ کے اعتبار سے ان کی عمر ۲۶ر سال اور شمسی تاریخ کے اعتبار سے ۲۵ر سال تھی، اس طرح عین جوانی کی عمر میں انہوں نے اپنے ولدین، اہل خانہ اور اہل تعلق کو داغ مفارقت دیا۔ جو ایک نہایت جاں کاہ حادثہ ہے۔

ابتدائی عمر میں وہ بیمار رہے، اور ایمس ہاسپٹل دہلی سے ان کا علاج چلتا رہا۔ جو بحمد اللہ تعالیٰ کامیاب رہا، اور انہیں مکمل صحت نصیب ہوئی۔

صحت یابی کے بعد پندرہ سال کا زمانہ علم کی تحصیل اور علم دین کی اشاعت میں گزرا۔ تعلیم کے زمانے میں بھی ان کا شمار لائق و باصلاحیت اور نیک طلبہ میں ہوتا رہا۔ اور اس مختصر سی مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے انہیں کار خیر میں تعاون، جدوجہد اور محنت کا بھرپور جذبہ اور توفیق عطا فرمائی۔ انہوں نے امام احمد رضا اکیڈمی کے کاموں میں کمپیوٹر کی مدد سے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مختصر یہ کہ اب تک اکیڈمی سے جو کتابیں شائع ہوئیں ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے، ان میں سے بیشتر کتابیں انہی کی محنت و کوشش سے فائنل ہو کر اشاعت کے مرحلے سے گزریں۔ ان میں سے نصف درجن سے زیادہ کتابیں نہایت ضخیم ہیں جیسے:

۱۔ جامع الاحادیث کی آخری چار جلدیں۔ ۲۔ فتاویٰ بحر العلوم چھ جلدیں ۳۔ حاشیہ بیضاوی از شیخ علوی گجراتی۔ تین جلدیں۔
۴۔ تجلیات رضا کا بحر العلوم نمبر ایک ضخیم جلد۔ ۵۔ فتاویٰ اجملیہ چار جلدیں۔ ۶۔ فتاویٰ مفتی اعظم سات جلدیں۔
۷۔ فتاویٰ رضویہ (کامل) بائیس جلدیں۔

اس میں خصوصیت کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کے اس جدید ایڈیشن کو خوب صورت، دیدہ زیب اور پُرکشش بنانے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد اول کے مقدمے میں درج ہے۔ ان کے والد گرامی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ انہوں نے اس مختصر سی عمر میں امام احمد رضا اکیڈمی کی کتابوں سے متعلق کمپیوٹر پر جو کام کیا وہ تیس ہزار سے زیادہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

ظاہر ہے ایسے لائق، محنتی، مخلص، جواں سال عالم و حافظ لخت جگر کی رحلت ان کے والدین کریمین کے لیے بالخصوص اور تمام اہل خانہ و اہل تعلق کے لیے بالعموم ایک جاں کاہ حادثہ ہے۔ لیکن اس میں اہل تعلق کے لیے صبر و شکیب کا

ایک کھلا ہوا سامان ہے کہ بہت سے لوگ جتنا کام لمبی عمر میں بھی نہیں کر پاتے عزیز موصوف نے مختصر سی مدت میں اسے حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔

ان کی ولادت و رحلت میں ایک تاریخی نکتہ یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی ماہ ربیع الاول میں ہوئی اور وفات بھی اسی ماہِ مبارک میں۔ اس طرح انہیں من جانب اللہ ولادت و رحلت میں غیر اختیاری طریقے پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی نصیب ہوئی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

اخیر میں ان کے والدین کریمین کی بارگاہ میں اس عظیم حادثے پر تعزیت پیش ہے اور فرزند والاتبار کی رحلت پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے نکلنے والے ان کلمات کی یاد دہانی بھی کہ " العینُ تدمع، والقلب یحزنُ، ومانقول الاما یرضی بہ ربنا"۔ آنکھیں اشک بار ہیں، دل غم زدہ ہے، مگر پھر بھی زبان پر "اناللہ وانا الیہ راجعون" جاری ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی ایک امانت تھے جو ایک مختصر سی مدت کے لیے آپ کے سپرد ہوئے تھے، پھر جس کی امانت تھے اس نے مقررہ وقت پر انہیں اپنے پاس واپس بلالیا۔ ایسے نازک موقع پر دلِ نازک پر صبر و شکیب کا پتھر رکھ کر مشیت الٰہی پر راضی ہونا ہی اہل استقامت کا وطیرہ ہے، بلاشبہہ اشک بار آنکھوں اور اداس چہروں سے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا اللہ کریم کی رحمت بے پایاں کا سبب ہے واللہ ھو الموفق۔ تغمدہ اللہ تعالیٰ بغفرانہ واسکنہ فسیح جنانہ۔ ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے۔

شریک غم نفیس احمد مصباحی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

کچھ یادیں

محمد ہلال رضا کشن گنج (بہار)

دوران علاج ایک دن اچانک میرے برادر اکبر حضرت مولانا محمد اویس قرنی رضوی کا فون آیا، آپ نے کہا، مولانا محمد منیف رضا کی طبیعت سخت خراب ہے انہیں دہلی کے سب سے بڑے اسپتال (ایمس) میں ایڈمیٹ کرایا گیا ہے، یہ دردناک خبر سن کر میں دوسرے دن ایمس پہونچا اور میں اندر داخل ہوا، اور جب میں مولانا منیف رضا کے پاس پہونچا تو اس وقت ان کی آنکھیں بند تھی۔ پھر مفتی صاحب نے کہا: منیف دیکھو کون آیا ہے، اسے پہچانتے ہو؟ مولانا منیف رضا نے اشارہ سے کہا کہ ہاں پھر انہوں نے نے اشارہ کر کے اپنے قریب بلایا اور بیٹھنے کو کہا، میں نے کہا کہ آپ آرام کرو۔ پھر اس کے بعد مفتی صاحب سے کچھ باتیں ہوئیں کہ اگر میری کوئی ضرورت ہو تو بلا تکلف بتائیں میں دہلی میں ہی رہتا ہوں۔ تقریباً مولانا منیف رضا کے پاس دو

گھنٹے رہا، وہ میری آخری ملاقات تھی، پھر اچانک ایک دن بھائی صاحب کا فون آیا اور فرمایا: مولانا منیف رضا کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ دردناک خبر سن کر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ دراصل میری پہلی ملاقات منیف رضا سے ۲۰۰۹ء میں بریلی شریف میں ہی ہوئی تھی۔ میں اپنے برادر اکبر مولانا اویس قرنی کے پاس ایک سال رہا اسی سال میری ان سے دوستی بھی ہوئی، بہت خوش اخلاق اور منکسر المزاج تھے، جب وہ میریے بھائی کی (سونی) مسجد میں نماز ادا کرنے آتے تھے جہاں میرے بھائی امام ہیں، تو مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کیا کرتے تھے۔ کہیں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے،

مجھ سے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح محبت کرتے تھے، وہ دل کے بہت سخی تھے، اور ان کا انداز بہت انوکھا تھا، ہر وقت مسکرانا اور دوسروں خوش رکھنا یہ ان کی عادت حسنہ میں داخل تھا۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن وہ اپنے دینی کارناموں سے ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور خاص کر انکے والدین کریمین کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

مولانا محمد منیف رضا کی سخاوت

مولانا محمد زین العابدین تحسینی صدر المدرسین، دار العلوم غریب نواز، گھوگھر یوا، (ایم. پی)

نحمدہ ونصل علی رسولہ الکریم

جامع معقولات و منقولات استاذ العلما حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد حنیف خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے فرزند از مند جواں سال شہزادے محب گرامی حضرت مولانا محمد منیف رضا خاں کے انتقال پر ملال کی اطلاع موصول ہوئی دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھوڑی دیر کے لئے تن بے متحرک ہو گیا۔ سوزِ درد سے قلب و جگر کباب ہو گیا قلب پر وہ بجلیاں گریں جنہوں نے سکون و قرار کو خاکستر کر دیا۔ یا اللہ گلستان رضا کا ایک پھول چمن سے اجڑ گیا جن کے دم سے امیدیں وابستہ تھیں، بڑی چھوٹی عمر میں انہوں نے بڑے دینی کارنامے انجام دیے، ابھی یہی تو عالم شباب میں کھلا تھا وہ پھول ابھی چمن سے جدا ہو گیا۔ والدین کو جن سے بے حد الفت و محبت تھی ان پر اللہ کا خاص فضل تھا کہ چھوٹی سی عمر میں انہوں نے حفظ قرآن کر لیا تھا۔

مولانا مرحوم کی شخصیت لائق وفائق، فعال، متحرک، خوش اخلاق، اور منکسر المزاج کی تھی، رضویات کو فروغ دینے کے لئے ہمہ وقت جٹے رہتے تھے۔ آج جب ان کی سخت ضرورت تھی وہ ہمیں داغ مفارقت دے کر رخصت ہو گئے، ان کی وفات صرف اہل خانہ ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کے لئے غم واندوہ کا سانحہ ہے۔ امام احمد رضا اکیڈمی سے خاص طور پر نشر واشاعت کے تعلق سے اپنے والد محترم کے دست وبازو بنے رہے۔ دوران طالب علمی میں ہی اپنے والد محترم کے ساتھ جامع الاحادیث اور جامع التفاسیر اور فتاویٰ اجملیہ کی اشاعت میں مرحوم مولانا منیف کی بے حد محنت ومشقت شامل ہے۔ ان کے کارنامے انہیں اہلسنت وجماعت کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲؍ جلدوں کی تزئین واشاعت میں جو ان کی خدمات رہیں وہ قابل تحسین ہیں۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ مولانا مرحوم آج ہمارے بیچ نہ رہے، ان کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک پل ان کو یادوں میں زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ ان کا مزاج بالکل سادہ تھا، اور عجز وانکساری کا مجسمہ تھا، وہ اکثر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ آپ مجھ سے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح پیش آیا کرو، میں آپ کے پرنسپل کا لڑکا ضرور ہوں پر آپ کا چھوٹا بھائی بھی تو ہوں۔ میں ان کے بچپن کی سخاوت کو کیسے بھولوں، ایک مرتبہ امی جان نے کچھ روپے دیئے اور کہا کہ بازار سے کچھ گھریلو سامان لے کر آؤ، اور سبزیاں لے آؤ، ساتھ میں یہ بھی کہا کہ جو روپے بچ جائیں تم دونوں کچھ کھا لینا، ہم دونوں نے قلعے کے پل کے نیچے گولگپے والے کو دیکھ کر یہ ارادہ کیا کہ لوٹتے وقت گولگپے کھاتے ہوئے چلیں گے۔ مجھے خوب یاد ہے، بتائے ہوئے تمام سامان لینے کے بعد ہمارے پاس ۱۴؍ روپے بچے۔ قلعہ پل کے پاس ریلوے لائن پار ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص جن کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا ہم سے بولا بھائی میں بھوکا ہوں، ۱۰؍ روپے ہوں تو دے دیجئے، میں نے انکار کر دیا، لیکن مولانا مرحوم نے جھٹ سے کہا کہ زین العابدین بھائی آپ کے پاس تو ۱۴؍ روپے ہیں، میں نے کہا گولگپے کا کیا ہوگا، بولے آپ ۱۰؍ روپے دے دیجئے ہم دو دو روپے کے گولگپے کھا لیں گے۔

زندگی آپ کی اتنی ہی تھی اے دوست　　　　سوچ لیں اور اداس ہو جائیں

حضور اس غم کے موقع پر دار العلوم غریب نواز گھوگھر، ریوا کے جملہ اساتذہ وطلبہ شانہ بشانہ آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ تمامی اہل خانہ کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خاکسار: محمد زین العابدین تحسینی صدر المدرسین، دار العلوم غریب نواز گھوگھر ریوا، (ایم. پی)

باب پنجم

منظومات

لاکھوں ہیروں کا ہیرا

ناشر رضویات حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ، کراچی پاکستان

لاکھوں ہیروں کا ہیرا ہمارا منیف حسن کاریگری تھا ہمارا منیف
بس جوانی میں رکھا تھا اس نے قدم خلد اعلیٰ میں پہنچا ہمارا منیف
ہشت پہلو سے جس کے ہے پھوٹے کرن تھا وہ انمول ہیرا ہمارا منیف
کام "رضوی فتاویٰ" کا جاں سوز تھا حسن وخوبی سے لایا ہمارا منیف
شاغل علم تھا، باعمل ہی رہا تھا فراست کا پتلا ہمارا منیف
اپنے کردار وسیرت میں تھا آئینہ فکر احمد رضا کا ہمارا منیف
صبر وشکر وقناعت کا پیکر حسیں صاحب علم و تقویٰ ہمارا منیف
ذات شافع مُشَفَّع بنے گی ضرور کرگیا کام ایسا ہمارا منیف
رحمت حق سے امید ہے خلد میں ہوگا آرام فرما ہمارا منیف
ایسے ہی چمکے عقبیٰ میں اس کی جبیں جیسے دنیا میں چمکا ہمارا منیف
اب یہی ہے وجاہت کے لب پر دعا خلد پہنچے خدایا ہمارا منیف

احمد رضا کے نام کا ڈنکا بجا گئے

از قلم: محمد ناطق رضا طالب علم: جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف جماعت: سابعہ

حضرت منیف کیا گئے سب کو رلا گئے برحق ہے موت دوستو! سب کو بتا گئے
افسوس ان کی موت کا یوں بھی ہمیں ہوا شیدائے غوث و خواجہ و احمد رضا گئے
گھروالے، اور اقربالیں صبر ہی سے کام جانا ہے سب کو جس جگہ وہ اس جگہ گئے
اخلاق پیش وہ کئے بھائی منیف نے گرویدہ ہر کسی کو وہ اپنا بنا گئے
خدمات مسلک رضا انجام دیں بہت اپنے ہنر کے سب کو وہ جوہر دکھا گئے
ایسا ہوا رسائل رضوی پہ ان کا کام احمد رضا کے نام کا ڈنکا بجا گئے
ناطق! منیف بھائی کی آتی رہے گی یاد مہرووفا کا نقش دلوں میں وہ جما گئے

خدا کا شکر ہر حالت کیا جائے تو اچھا ہے

از شاعر اہل سنت جناب فاروق صاحب رضوی مدناپوری

نوٹ: یہ نظم موصوف نے حضرت مرحوم کے سوئم کی فاتحہ میں پڑی تھی۔

غم دنیا اگر دل سے نکل جائے تو اچھا ہے
یہ دل یاد الٰہی میں جو لگ جائے تو اچھا ہے

خدا کا شکر ہر حالت کیا جائے تو اچھا ہے
درود پاک ہر لحہ پڑھا جائے تو اچھا ہے

خدا کے ذکر ہی سے تو دلوں کو چین ملتا ہے
خدا کا ذکر ہر کروٹ کیا جائے تو اچھا ہے

یہ جان و مال اور اولاد سب اس کی امانت ہیں
خوشی سے ان کو واپس کر دیا جائے تو اچھا ہے

وہی دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے
رضا پر اس کی راضی ہی رہا جائے تو اچھا ہے

یہ امر لازمی ہے موت اب آے کہ جب آے
اگر ایمان کی حالت میں آجائے تو اچھا ہے

جواں بیٹے کی میت پر اگر نہ صبر آتا ہو
حسین ابن علی کی یاد آجائے تو اچھا ہے

بہت ہی مبتلائے غم ہیں مولانا حنیف اس دم
الٰہی جلد ان کو صبر آجائے تو اچھا ہے

بہت دوڑے پھرے فاروؔق تم دنیا کے چکر میں
عبادت میں خدا کی اب لگا جائے تو اچھا ہے

بزم باقی ہے مگر بزم میں کیا رکھا ہے

نتیجۂ فکر: حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب، بنگلور

اے منیف! آپ کی سیرت میں وہ کیا رکھا ہے
جس نے دیکھا ہے اسے بس اپنا بنا رکھا ہے

ہو سدا نور سے پرنور تمھاری تربت
سب نے فریاد کا عنوان بنا رکھا ہے

ہم نشینی سے تمھارے تھی بہار آنگن میں
گھر ہوا سونا، شب و روز میں کیا رکھا ہے

رونق بزم تھے کرتے تھے ہدایت سب کو
بزم باقی ہے مگر بزم میں کیا رکھا ہے

ماں نے آغوش میں بچپن میں سلایا تھا انہیں
قبر نے گود میں آج اپنی سلا رکھا ہے

بارشیں فضل الٰہی کی ہوں اس تربت پر
جس میں مرحوم کو حسرت سے سلا رکھا ہے

ہے یقیناً یہ سعادت کی دلیلِ روشن
تم نے ملحوظ شریعت کو سدا رکھا ہے

سیف نے جو بھی کہا، شان میں تیری اس دم
مرتبہ رب نے ترا اس سے سوا رکھا ہے

گھر سے خدا کی آج امانت چلی گئی

نتیجہ فکر: خالد ندیم بدایونی

جس سے تھی بے شمار محبت چلی گئی
گھر سے خدا کی آج امانت چلی گئی

جس کی نگاہ شوق میں عشق رسول تھا
اللہ کے حضور وہ صورت چلی گئی

اب کیسے گھر میں آئے گا موسم بہار کا
ملک عدم کی سمت وہ نکہت چلی گئی

گھر کے ہر ایک فرد کو جس سے لگاؤ تھا
افسوس ہم سے دور وہ نسبت چلی گئی

جیتا تھا جس کو دیکھ کے گھر کا ہر ایک فرد
وہ الفتوں کی پیار کی دولت چلی گئی

خواجہ سے جس کو عشق تھا غوث الوریٰ سے پیار
وہ اولیا کی پیار ی عنایت چلی گئی

اب کس سے ہم کریں گے محبت کی گفتگو
گھر سے ہمارے روٹھ کے الفت چلی گئی

رضوی چمن کو جس کی ضرورت تھی بے شمار
یارب کہاں وہ عشق کی نکہت چلی گئی

وہ ذات باصفات تھی حضرت منیف کی
خلد بریں میں آج وہ صورت چلی گئی

صبروقرار دے خدا مفتی حنیف کو
غم ہے کہ ان کے قلب کی راحت چلی گئی

ہم اس کی مغفرت کی دعائیں کریں گے آج
خالدؔ ہمارے گھر کی جو زینت چلی گئی

تہنیت ودعا

برائے مولانا محمد منیف رضاخاں ومولانا محمد عفیف رضاخاں صاحبان سلمہما الباری

بموقع جشن دستار فضیلت ۵ رربیع النور ۱۴۳۸ھ مطابق ۵ / دسمبر ۲۰۱۶ء بروز دوشنبہ مبارکہ۔

نتیجہ فکر: صغیر اختر مصباحی، امام احمد رضا اکیڈمی

پہن کے خلعتِ علم وہنر منیف وعفیف
بنے ہیں غیرتِ شمس وقمر منیف وعفیف

زلالِ عفتِ دینِ حنیف پی پی کر
ہوئے ہیں اور بھی پاکیزہ تر منیف وعفیف

ہو خوب مادۂ اشتقاق کی برکت
خدا کرے یہ رہیں عمر بھر منیف وعفیف

بڑے سلیقہ سے فطرت نے ہے سنوارا انہیں
ہوئے ہیں خوب سے اب خوب تر منیف وعفیف

صبا بھی فرطِ طرب سے بلائیں لیتی ہے
بنے ہیں رشک چمن خاص کر منیف وعفیف
کبھی لگایا تھا مادر پدر نے جو گلشن
لو دیکھ لو ہیں بشکلِ ثمر منیف وعفیف
دعاے نیم شبی اس طرح ہوئی مقبول
کھرے اتر گئے امید پر منیف وعفیف
بلند وبالا ہوا ان کے علم وفن کا قد
اگرچہ رکھتے ہیں قد مختصر منیف وعفیف
دعا یہ اخترِؔ ناچیز کی ہے میرے خدا
کوئی بھی معرکہ ہو کرلیں سر منیف وعفیف

تھے یقیناً اہل سنت کے لیے روشن گہر

از: ڈاکٹر محمد سرور قادری میڈیکل آفیسر اسٹیٹ یونانی میڈیکل کالج، الہ آباد

اس جہان رنگ وبو میں کس کو حاصل ہے دوام
کہکشاں، ارض وسما، خورشید یا ماہ تمام
یہ شجر، شمس وقمر یا بلبلان گلستاں
سب ہیں فانی بس ہے باقی خالق کون ومکاں
کارہاے نیک سے لبریز ہو جس کی حیات
موت سے ہرگز نہیں مرتا ہے وہ روشن صفات
تھے منیفِ قادری بے شک عظیم ومعتبر
تھے یقیناً اہل سنت کے لیے روشن گہر
زندگی کے واسطے رکھتے تھے وہ اعلیٰ ہدف
تھا کتابوں کی اشاعت سے انہیں گہرا شغف
از فنا تا جانبِ ملکِ بقا رحلت نمود
در شبابے از جہان رنگ وبو رخصت نمود
رحمت وفضل خدا بر مرقد عالم منیف
زیں سبب صابر شود آں والدش حضرت حنیف

قول آقا کا سنا کر چل دیے حافظ منیف

محمد شاہ عالم رضوی طالبؔ اتر دیناجپور، خادم مدرسہ جمالیہ، ہماچل پردیش

دل، جگر جاں کو ہلا کر چل دیے حافظ منیف
اک جہاں کو یوں رلا کر چل دیے حافظ منیف
بچپنے سے ہی نماز و روزہ کے پابند تھے
نفس کوثر سے بچا کر چل دیے حافظ منیف
خوش مزاجی اور ملنساری کے حامل ہو کے یوں
اسوۂ آقا نبھا کر چل دیے حافظ منیف
درس کا تدریس کا تصنیف کا تالیف کا
خواب دل میں ہی بسا کر چل دیے حافظ منیف
آخرت کو یاد رکھو ہرگھڑی ہر ایک پل
قول آقا کا سنا کر چل دیے حافظ منیف
حافظ وقاری تھے طالب باعمل عالم بھی تھے
علم دیں کی رہ دکھا کر چل دیے حافظ منیف

اک عندلیب بولتا خاموش ہو گیا

نتیجۂ فکر: محترم دلارے فاروقی باقر گنج بریلی شریف

اک عالمِ خلیق ہمیشہ کو سو گیا — اک عندلیب بولتا خاموش ہو گیا
جو عالمِ عظیم ہے اس کا تھا نور عین — لختِ جگر حنیف کا دنیا سے کھو گیا
روشن چراغ بجھ گیا، غم کی ہوا چلی — جس نے بھی یہ خبر سنی دل اس کا رو گیا
آئے گی سب کو یاد تری ہر گھڑی مینف — ہر ایک تار قلب کا بے چین ہو گیا
صدقہ میں مصطفیٰ کے اسے خلد دے خدا — ہر شخص کی زبان پہ یہ عام ہو گیا
رو رو کے غم میں کس لئے آنکھیں سُجائی ہیں — واپس کبھی نہ آئے گا دنیا سے جو گیا
اب اس کے حق میں بخشش و رحمت کی کر دعا — حق میں دلارے اس کے جو ہونا تھا ہو گیا

خود چلا سوئے جناں شہزادۂ مفتی حنیف

مفتی محمد معین الدین خاں برکاتی, استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

داغ فرقت دے گیا شہزادۂ مفتی حنیف — یعنی رب سے جاملا شہزادۂ مفتی حنیف
داغ دل اپنا ہزاروں کے دلوں میں کر گیا — اور خود رخصت ہو اشہزادۂ مفتی حنیف
ماں بہن دادا برادر سب بلک کر رہ گئے — خود چلا سوئے جناں شہزادۂ مفتی حنیف
تیرے غم میں ہو گئے ہیں ماں باپ بے حد نڈھال — تو کہاں جا کر بسا شہزادۂ مفتی حنیف
بام و در ہیں جستجو میں آج بھی تیرے سبھی — اور ادارہ ڈھونڈتا شہزادۂ مفتی حنیف
سیکڑوں ارباب علم و فضل کے بدل میں ہے تو — کیا نصیبہ ہے ترا شہزادۂ مفتی حنیف
اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی نئی تشکیل کا — تیرے سر سہرا بندھا شہزادۂ مفتی حنیف
دین کے خدمت گزاروں میں رہے گا تیرا نام — کارناموں نے کہا شہزادۂ مفتی حنیف
جسکی یادوں سے ہوئی آباد اک دنیا نئی — محو حیرت کر گیا شہزادۂ مفتی حنیف
آہ ارمانوں کا غنچہ ہو گیا نذر خزاں — تھا یہ منظور خدا شہزادۂ مفتی حنیف
تھا عزیزوں کا چہیتا اہل کنبہ کا چراغ — کیوں اچانک بجھ گیا شہزادۂ مفتی حنیف

ان کے دل سے کوئی پوچھے جنکی ٹوٹی ہے کمر　　وہ بہت ہیں غمزدہ شہزادۂ مفتی حنیف
صبر دے "فخرِ بریلی" آپ کو ربِّ جلیل　　کہتا برکاتی چلا شہزادۂ مفتی حنیف

خدا تیرے مرقد کو نوری بنادے

از: ڈاکٹر عدنان علی، کاشف بریلوی محلہ ذخیرہ، پھاٹک برکات احمد، شہر بریلی شریف

چمن سونا سونا فضا خالی خالی　　نہ چہکے ہے بلبل نہ مہکے ہے ڈالی
صبا لے کے آئی خبر آج ایسی　　چبھی دل میں جاکر جو خنجر کے جیسی
خبر تیری رحلت کی آئی ہے جس دم　　کلیجا پھٹا اور ہوئی آنکھ پرنم
تو جیش رضا کا سپاہی تھا پیارے　　ترے کام چمکیں گے بن کر ستارے
کھلائے ہیں تونے چمن میں بہت گل　　ملے گا کہاں اب چمن کو یہ بلبل
تجھے ڈھونڈتی ہیں ہماری نگاہیں　　جگر سے نکلتی ہیں رہ رہ کے آہیں
تو آیا جہاں سے وہیں جارہا ہے　　یہ ہے رب کی مرضی وہ بلوارہا ہے
ہمیں داغ فرقت کا دے جانے والے　　خدا تیرے مرقد کو نوری بنادے
تری قبر کو اپنی رحمت سے بھر دے　　خدا تیری منزل کو آسان کردے

باب ششم

محمد منیف رضا کے بعض وہ مضامین جو انھوں نے مختلف مواقع پر لکھے

ابا حضور کی کچھ یادیں کچھ باتیں

محمد منیف رضا برکاتی
ابن حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
متعلم جماعت رابعہ: جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

اس دنیائے رنگ وبو میں بے شمار فقید المثال اور عبقری شخصیتوں نے جنم لیا اور تا حین حیات اپنے اسلاف سے حاصل شدہ میراث کو دوسروں تک پہنچانے میں کوشاں رہے اور پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آنے دی، مومنانہ فہم وفراست اور بے نظیر دینی خدمات کی چہار دانگ عالم میں لازوال شہرت حاصل کی۔ خلوص وللٰہیت، وفاشعاری، تواضع وانکساری اور اسی طرح دوسری صفات نے انہیں عام انسانوں سے قد آور اور بلند تر بنادیا۔ انہیں عظیم یکتائے روزگار شخصیتوں میں بحر العلوم حضرت علامہ الحاج مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بھی شامل ہے۔

اس دار فانی میں آئے دن لاکھوں اموات واقع ہوتی ہیں، اور بے شمار جنازے اٹھتے ہیں۔ مگر ان اموات میں کچھ موتیں وہ ہوتی ہیں۔ جن پر زمانہ رشک کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ اے کاش! ایسی موت ہمیں بھی عطا ہو۔

حضور بحر العلوم استاذ الاساتذہ علم وحکمت کے آفتاب تھے جو نصف صدی سے زائد علوم وفنون اور حکمت ودانائی کے جواہر لٹاتے رہے،

عالم باعمل کے جو فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ان کے آپ سچے مصداق تھے۔

ارشاد رسول ہے: "من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین" اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اور جمعہ کے دن انتقال کے تعلق سے اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مامن مسلم یموت یوم الجمعة أولیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر" [رواہ الترمذی]
جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے بچاتا ہے۔
اور پھر بھلا حضور بحر العلوم جیسی شخصیت کے لیے کیا کہنا کہ جس نے ساری زندگی عبادت الٰہی اور عشق رسول میں گزار دی۔

حضور بحر العلوم کا دست شفقت جس پر رکھا گیا وہ کوئی معمولی شخص نہین بلکہ بہت بڑے بڑے علمائے کرام میں شامل تلامذہ ہیں جن میں میرے والد محترم حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی بھی ہیں۔ حضور بحر العلوم میرے والد گرامی سے بہت محبت کرتے تھے اور انہی کی نوازشات اور دعاؤں کا صدقہ ہے کہ والد گرامی آج بہت بڑے عہدہ پر فائز ہیں۔ حضور بحر العلوم جب بھی بریلی شریف تشریف لاتے تو ہمارے گھر پر ضرور تشریف فرما ہوتے تھے۔

حضور بحر العلوم کی مجھ پر شفقتیں

آج سے ۱۵ر سال پہلے کی بات ہے جب میری پیدائش ہوئی، اس وقت سے میری طبیعت بہت خراب رہتی تھی، میرے والد گرامی مجھ کو دہلی میں دکھانے کے لیے جاتے تھے، اور حضرت بحر العلوم کو بھی بتایا کہ حضرت آپ دعا کیجئے کہ اللہ اس کو صحت عطا فرمائے۔
اس کے بعد جب بھی حضرت میرے والد گرامی کو خط لکھتے تو ان خطوط میں اکثر میرے بارے میں ضرور پوچھتے تھے کہ آپ کا بیٹا ٹھیک ہے؟ تو والد گرامی میرے بارے میں آپ کو تسلی خیز خبر سناتے تھے۔ اور جب میرے آپریشن کی باری آئی تو ابو نے حضرت بحر العلوم کو بتایا اور جب میرا آپریشن ہو گیا تو حضرت بحر العلوم خود بریلی شریف جامعہ نوریہ رضویہ تشریف لائے اور حضرت نے میرے آپریشن صحیح ہونے کی وجہ سے غوث اعظم کا توشہ کروایا اور دعاؤں سے نوازا۔ ایسی بہت سی شفقتیں ہیں جو میں نے اپنے بچپن سے سنیں میں اس وقت گنا نہیں سکتا کہ حضور بحر العلوم نے مجھ پر کون کون سی شفقتیں فرمائیں۔
پچھلے سال عرس قاسمی کا واقعہ ہے جب میری بڑی بہنیں (طاہرہ فاطمہ برکاتی، طیبہ فاطمہ برکاتی) جن کو آپ کی شاگردائیں ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ انھوں نے جب ختم بخاری شریف کرنے کا ارادہ کیا تو سب گھر والوں نے یہ پلان بنایا کہ ختم بخاری بڑے دھوم دھام سے کرائیں گے اور سب لوگوں کو دعوت بھی دی جائے گی۔ اور ختم بخاری کرانے کے لیے بحر العلوم حضرت علامہ الحاج مفتی عبد المنان صاحب قبلہ (ابا) کو بھی دعوت دی جائے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت بحر العلوم عرس قاسمی میں مارہرہ مقدسہ کے لیے تشریف لائے، تو میرے ابو نے آپ کو اپنے گھر پر ہی بلا لیا اور پھر آپ ایک دو دن رہنے کے بعد مارہرہ شریف گئے اور پھر عرس قاسمی کے بعد واپس ہمارے گھر پر ہی تشریف لائے۔ اور پھر دوسرے دن ہمارے یہاں آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور ہمارے یہاں ختم بخاری کا جشن منایا گیا اور میری دونوں بہنوں کو علم کی بے پناہ دولتوں سے سرفراز فرمایا۔
میں بچپن سے بہت ضدی ہوں اور اپنی ضد کی وجہ سے اپنی بات پر اڑا رہتا ہوں جب تک کہ وہ کام نہیں ہوتا۔ پچھلے

سال عرس رضوی سے قبل کا واقعہ ہے کہ ہمارے ابو نے سکنڈ ہینڈ گاڑی (فور ویلر) خریدی تو وہ جلدی جلدی خراب ہو جاتی تھی تو اس کو سنبھلوانا پڑتا تھا، میں نے ابو جان سے کہا کہ نئی گاڑی خرید لیجئے۔ لیکن انھوں نے کہا ابھی تم نے گاڑی سیکھی ہے، لہٰذا پرانی ہاتھ صاف ہو جائے گا تو نئی گاڑی خرید کر دیدیں گے، میں نے ایک دن جب صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا نہیں کھایا اور لیٹ گیا تو ابو نے گھر والوں سے پوچھا کہ منیف کہاں ہے، گھر والوں نے کہا کہ وہ صبح سے کچھ کھاپی نہیں رہا ہے اور گاڑی کی ضد کر رہا ہے کہ جب تک گاڑی نہیں لی جائے گی وہ کھانا نہیں کھائے گا۔ تو میرے ابو نے کہا کہ اچھا چلو کھانا کھالو اور شوروم پر گاڑی دیکھ کر آؤ جو سی پسند آئے مجھے بتاؤ، او، میں اپنے چچا قمر الزماں کے ساتھ گاڑی دیکھنے کے لیے شوروم پر گیا تو (Eon) دیکھ کر آیا لیکن جب میں گھر پر آیا تو ابو کو وہ پسند نہیں آئی اور ابو نے کہا کہ ہم (wegonR) لیں گے چنانچہ ہم لوگ اسی گاڑی کو دیکھنے کے لیے گئے میری ضد ایک یہ بھی تھی کہ ابھی خرید لیجئے، عرس رضوی میں دو دن باقی ہیں، ابا حضور حضرت بحر العلوم آنے والے ہیں سب سے پہلے انہیں ہی اس اسٹیشن سے اپنی اس نئی گاڑی میں بٹھا کر لاؤں گا۔ ۱۶ر جنوری ۲۰۱۲ء کو وہ گاڑی خرید لی گئی۔ اس کی سب سے پہلی حاضری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی درگاہ شریف پر ہوئی اور پھر فاتحہ بھی اور مٹھائی وغیرہ باٹی گئی۔ اب میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ پھر میں دوسرے دن صبح ہی اپنی گاڑی سے حضرت بحر العلوم کو لینے کے لیے اسٹیشن پہونچا۔ حضرت بحر العلوم نے ہماری گاڑی دیکھی تو فرمایا کہ یہ گاڑی تو نئی سی معلوم ہو رہی ہے۔ میں نے عرض کیا جی حضرت، ابو نے کل ہی شوروم سے نکالی ہے۔ حضرت نے فرمایا: ماشاء اللہ۔ اور دعاؤں سے نوازا کہ اللہ اس گاڑی کو اور اس کے چلانے والوں کا آباد رکھے۔ میں حضرت کو گھر پر لیکر آیا اور حضرت ہمارے یہاں تین دن جلوہ گر رہے اور وہیں پر میں نے اپنے بہت سے دوستوں کی ملاقات حضرت سے کرائی تو وہ لوگ بھی مجھ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ اتنے بزرگ خوبصورت اور حسین و جمیل شخص کون ہیں، تو میں ان کے بارے میں بتایا۔ پھر تو وہ لوگ حضرت بحر العلوم سے ملنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ نکالتے، اسی دوران میرا ایک بہت خاص دوست جو میرا چچیرا بھائی بھی ہے اس کی ملاقات میں نے حضرت بحر العلوم سے کرائی تو اس نے کہا کہ حضور میں بہت پریشان ہوں، آپ میرے لیے دعا کیجئے کہ میں کہیں پر بھی جاتا ہوں تو میرا کام میں جی نہیں لگتا۔ حضور بحر العلوم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا نمازوں کی پابندی کیا کرو اور برے کاموں سے بچا کرو۔ اللہ تمہیں توفیق بخشے۔

حضور بحر العلوم سے میری آخری ملاقات

جب حضور بحر العلوم نے عرس رضوی کے بعد گھر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ تو والد گرامی نے کہا کہ چلو حضرت بحر العلوم کو اسٹیشن چھوڑ کر آتے ہیں ڈرائیور (نواب علی) سے کہو کے گاڑی نکالیں، میں نے ڈرائیور (نواب علی) سے کہا کہ ابو نے کہا ہے کہ آپ گاڑی نکالو حضرت بحر العلوم کو اسٹیشن چھوڑنے کے لیے جانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے گاڑی نکالی اور گھر کے سامنے لے جاکر کھڑی کی اور حضرت بحر العلوم گاڑی میں آگے والی سیٹ پر بیٹھے اور میں، حضرت کے پوتے (مولانا زینی صاحب) اور میرے دوست مولانا محمد اویس قرنی پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے۔ اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اسٹیشن پہونچے تو وہاں پر گاڑی آنے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ ہم نے والد گرامی کے حکم کے مطابق حضرت بحر العلوم کو ویٹنگ روم میں بٹھا دیا اور حضرت سے گفتگو کرنے

لگے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے تھے کہ گاڑی آنے میں کتنا ٹائم باقی ہے۔ ایک بار کسی سے پوچھا کہ صاحب گاڑی میں کتنی دیر ہے تو ان صاحب نے بتایا کہ ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے۔ مولانا زینی صاحب نے کہا کہ آپ دونوں جاکر حضرت کے پاس بیٹھئے میں یہاں پر گاڑی کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر میں اور میرے دوست مولانا اویس قرنی حضرت کے پاس جاکر بیٹھے۔ حضرت بحر العلوم سے گفتگو کرتے رہے، اسی درمیان میرے دوست مولانا اویس قرنی نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں ایک کتاب لکھ رہاں تاکہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہونچے اور زیادہ سے زیادہ معلومات ہو۔ حضور بحر العلوم نے پوچھا کہ کون سے فن میں لکھ رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا مسائل فقہیہ میں لکھ رہا ہوں۔ پھر انہوں نے حضرت سے کہا کہ حضرت آپ اس کا نام بتا دیجئے کیا رکھوں ۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کا نام ''مالابد منہ'' رکھنا۔ لیکن پھر حضرت نے کچھ سوچ کر کہا کہ ارے یہ عوام کے حساب سے تھوڑا کٹھن ہو جائے گا۔ آپ اس کا نام ''ضروریات دین'' رکھنا اور مولانا اویس قرنی کو دعائیں دیں اور کہا کہ ماشاء اللہ بہت اچھا کام کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد مولانا اویس قرنی نے مجھ سے کہا کہ منیف ذرا ٹرین کو دیکھ لو کتنی دیر باقی ہے۔ میں نے باہر جاکر پلیٹ فارم پر مولانا زینی صاحب سے پوچھا کہ کتنی دیر باقی ہے تو انہوں نے کہا کہ پانچ، دس منٹ باقی ہیں، میں نے جاکر مولانا اویس قرنی کو بتایا ۔ انہوں نے کہا حضرت کو باہر لے چلتے ہیں اور ایک سیٹ پر بٹھا دیں گے۔ پھر ہم دونوں نے حضرت بحر العلوم کے ہاتھ پکڑے اور حضرت کے ساتھ چلنے لگے۔ اور حضرت کو ایک جگہ بٹھا دیا، اتنی دیر میں ٹرین آگئی اور پلیٹ فارم پر کھڑی ہو گئی، میں نے اور مولانا اویس قرنی نے حضرت کی سیٹ کو تلاش کیا لیکن میں چکر میں پڑ گیا کہ وہ ڈبہ تو اس ٹرین میں ہے ہی نہیں جس میں حضرت بحر العلوم کا رزرویشن ہے۔ کافی تتبع اور تلاش کے بعد میں نے اور اویس قرنی نے حضرت بحر العلوم اور مولانا زینی صاحب کو ایک ڈبہ میں بٹھایا اور ٹرین چلنے والی تھی بلکہ (ہارن) بھی دے دیا تو حضور بحر العلوم نے فرمایا کہ آپ دونوں جاؤ ٹرین چلنے والی ہے۔ پھر ہم لوگوں نے حضرت بحر العلوم کی دست بوسی کی اور حضرت بحر العلوم نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور ہم حضرت کو سلام کرتے ہوئے واپس چلے آئے۔ میں راستے میں مولانا اویس قرنی سے کہتا ہوا آرہا تھا کہ حضرت بہت پریشان ہوں گے کیوں کہ ہم حضرت بحر العلوم کو صحیح سیٹ پر نہیں بٹھا کر آئے تھے۔ پھر ہم لوگ گھر پر آگئے اور صبح کو میرے ابو نے مجھ کو بتایا کہ ارے تم لوگ حضرت بحر العلوم کو غلط ٹرین میں بٹھا کر آئے تھے۔ جو ٹرین حضرت کی تھی وہ حضرت کو لکھنؤ میں کھڑی ملی۔ وہاں پر ایک گھنٹہ کی دیری سے پہنچی تھی اور یہ ٹرین جس میں حضرت بحر العلوم بریلی سے بیٹھے تھے وہ بھی اتفاق سے اس دن ایک گھنٹہ کی دیری سے لکھنؤ پہنچی۔ جب لکھنؤ پہنچی تو مولانا زینی صاحب نے دیکھا کی اس ٹرین کے برابر میں بھی وہی ٹرین کھڑی ہے تو مولانا زینی صاحب نے غور کیا کہ یہ ٹرین تو وہی ہے جس میں ہم کو جانا تھا۔ اس دن وہ ٹرین ایک گھنٹہ لیٹ تھی جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہ ٹرین ایک منٹ بھی لیٹ نہیں ہوتی تھی۔ آج یہ کیسا اتفاق ہے کہ آج یہ ٹرین پورے ایک گھنٹہ لیٹ تھی ابو نے فرمایا کہ یہ حضرت بحر العلوم پر اللہ کا خاص فضل تھا۔ کہ جب تک حضرت بحر العلوم اس ٹرین میں نہیں بیٹھے وہ ٹرین نہیں گئی اور جب حضرت بحر العلوم اس ٹرین میں بیٹھے اس کے بعد وہ ٹرین دس یا پانچ منٹ ہی رکی ہوگی اور اس کے بعد وہ اپنے اسٹیشن پر

یعنی جس وقت پر وہ عام طور پر پہنچتی تھی اسی وقت پر پہنچی۔ تو ہم حضرت بحر العلوم کے اس سفر کو ایک خوبصورت نام یعنی (خدا کا فضل اور حضرت بحر العلوم کی کرامت) کہہ سکتے ہیں۔

پھر حضرت سے ملاقات کا کبھی کوئی موقع پیش نہیں آیا اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت ہی کے کہنے پر حضرت کے یہاں جانے کے لیے ہمارے گھر والوں نے پلان بنایا لیکن پھر اس کو حضرت کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے رد کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد میرے والد گرامی حضرت بحر العلوم سے ملنے کے لیے مبارک پور گئے۔ اور پھر واپس آئے تم ہم لوگوں کو بتایا کہ حضرت کی طبیعت بہت خراب ہے۔ پھر والد گرامی نے جس مدرسے میں وہ پڑھاتے ہیں اسی میں تسبیحیں پڑھوائیں اور حضرت بحر العلوم کے صحت یاب ہونے کے لیے دعائیں کروائیں۔ اس کے بعد پانچ دنوں کے بعد والد گرامی کے پاس حضرت بحر العلوم کے پوتے مولانا زینی صاحب کا فون آیا اور حضرت بحر العلوم کے بارے میں بتایا کہ حضرت کی طبیعت بہت خراب ہے اور ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے۔ اور یہی بات پھر ہمارے والد گرامی نے ہمیں بتائی کہ حضرت کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ کہ ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے اور حضرت اس وقت گھر پر جا رہے ہیں۔ پھر میرے گھر والے سب آپس میں بیٹھ کر یہی گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت بحر العلوم اتنے بڑے عالم باعمل ہیں کہ شاید ان کو جمعہ ہی نصیب میں ہے۔ یہ گفتگو چل رہی تھی کہ مولانا زینی کا ابو کے پاس فون آیا اور بتایا کہ حضرت اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم لوگوں کے ہوش اڑ گئے اور والد گرامی نے فوراً ہماری بڑی باجی (طاہرہ فاطمہ برکاتی) سے کہا کہ فوراً میرا بیگ سیٹ کر دو مجھے ابھی اسی وقت مبارک پور کے لیے جانا ہے۔ لیکن مولانا زینی صاحب کا ایک بار پھر فون آیا اور کہا کہ تدفین کا وقت ہفتہ کو ظہر کی نماز کے بعد رکھا گیا ہے تاکہ دور دور سے لوگوں کو آنا ہے اور شرکت کرنی ہے تو شریک ہو سکتے ہیں۔ پھر ہمارے ابو دوسرے دن (جمعہ) کو ۳ر بجے والی ٹرین سے مبارک پور کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب مبارکپور سے واپس آئے تو فرمایا کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ جنازے میں شریک تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اعظم گڑھ کی تاریخ میں یہ سب سے زیادہ مجمع ہوگا۔ اس کے بعد میرے والد گرامی نے ایک پروگرام بنایا کہ میں حضرت بحر العلوم کے عرس چہلم پر (بحر العلوم نمبر نکالوں گا) اس میں بڑے بڑے علما و مشائخ عظام کے تاثرات، مضامین، تصانیف وغیرہ پر بھی جو لوگ لکھیں گے میں ان کو مرتب کروں گا۔ تو میں بھی اس میں شامل ہوا اور والد گرامی کے حکم پر میں نے ایک (نیٹ کنکشن خریدا) لہٰذا علمائے کرام کے جو مضامین آتے گئے ان کو میں (داؤن لوڈ) کرتا گیا اور ابو کے پاس پیش کرتا رہا۔ یہ سلسلہ کم از کم ۲۰ر دن جاری رہا اور پھر اس کے بعد اس کتاب کی سیٹنگ میں نے ہی کی۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ حضرت بحر العلوم کی آخری خدمت کرنے کا موقع بھی مجھے میسر آیا۔ اور کیوں نہ آتا حضرت کہ اتنی نوازشات بھی تو مجھ پر ہیں اور میں جو بھی ہوں آج حضرت بحر العلوم ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہوں۔ بیشک حضرت بحر العلوم کی رحلت دنیائے سنیت کے لیے ایک عظیم جانکاہ صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بحر العلوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں حضرت بحر العلوم کا فیضان عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وذریاتہ وعلماء ملتہ اجمعین برحمتک یاارحم الرحمین۔

ایک حکیم کا واقعہ

بہت پرانے زمانہ کی بات ہے کہ ایک عالم وفاضل حکیم آدمی تھا۔ وہ بادشاہ کے یہاں نوکری کرتا تھا، ایک دن اس سے بادشاہ نے کہا: کہ آج ہمارے دوست واحباب کی دعوت ہے۔ آج تمہیں کھانا بنانا ہے اور سب سے اچھا گوشت بنانا۔ وقت مقررہ پر لوگ آئے اور کھانے کے لئے دستر خوان پر بیٹھے، تو دیکھا کہ ہر ڈونگے میں زبان رکھی ہوئی ہے۔ تو بادشاہ یہ دیکھ کر بہت برہم ہوا اس سے کہا، کہ میں نے تم سے اچھی چیز بنانے کے لئے کہا تھا، تو حکیم نے جواب دیا: کہ حضور میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ کیوں کہ آپ ہی نے کہا تھا کہ سب سے اچھی چیز بنا کر لانا۔ حضور! زبان سب سے اچھی چیز ہے۔ اس لئے کہ انسان اسی زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور اسی زبان سے لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے۔ دوسرے دن بادشاہ نے پھر حکیم سے کہا: کہ آج میں نے پھر اپنے دوست واحباب کی دعوت کی ہے اور آج تمہیں سب سے بُری چیز پکانا ہے۔ پھر لوگ آئے اور حکیم نے پھر وہی زبان کا گوشت رکھا، تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ آج پھر تم زبان کا گوشت پکا لائے۔ تو حکیم نے کہا کہ زبان سب سے بری چیز بھی ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے جھگڑا ہوتا ہے اور انسان اسی سے برا بھلا بھی کہتا ہے۔ تو بادشاہ نے جان لیا کہ یہ شخص کوئی معمولی نہیں۔

محمد منیف رضا برکاتی ابن مولانا محمد حنیف خاں صاحب

وہ ضرب جو سبب موت بن گئی

نوٹ: یہ قصص النبیین کے ایک سبق کے بعض حصہ کا ترجمہ ہے

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شہر میں گئے تو کچھ لوگ غفلت اور کچھ لوگ کھیل میں لگے ہوئے تھے، اور وہیں دو آدمی لڑ رہے تھے، ان میں ایک اسرائیلی تھا اور ایک قبطی، اسرائیلی نے جب موسی علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے ان کو مدد کے لئے پکارا اور قبطی کی شکایت کی۔ قبطی اس اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا، حضرت موسی علیہ السلام نے قبطی کو پہلے سمجھایا جب وہ نہیں مانا تو اس کو ایک گھونسا مارا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا، موسی علیہ السلام شرمندہ ہوئے اور وہ اسرائیلی بھاگ گیا، جب فرعون اور اس کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ فرعون کے شہر میں ایک قبطی قتل ہو گیا۔ تو قاتل کی تلاش شروع ہوئی۔ [باقی آئندہ]

محمد منیف رضا برکاتی ابن مولانا محمد حنیف خاں صاحب

اول خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا خطبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے خبر پہونچی کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم لوگوں میں جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثنا کی جس کا وہ اہل ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! مرنے سے پہلے سامان سفر کرلو! اور تم جان لو خدا کی قسم ہر ایک کو موت کی بے ہوشی ضرور طاری ہوگی۔ پھر تم اپنی بکری چھوڑ کر چلے جاؤ گے جن کا کوئی نگہبان نہیں ہوگا، اس کے بعد اللہ تم سے سوال کرے گا، جس کو نہ کسی کی ترجمان کی ضرورت ہوگی اور نہ کسی دربار کی حاجت ہوگی، کیا تمھارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا؟ جس نے میرا پیغام تم تک پہنچایا ہے؟ کیا میں نے تمہیں مال و دولت سے نہیں نوازا تھا، کیا میں نے تمہیں انعام واکرام سے مالامال نہیں کیا تھا، تو تم نے اپنے لئے کیا کیا؟ اس وقت انسان حیران و پریشان دائیں بائیں دیکھے گا لیکن اسے کچھ دکھائی نہیں دیگا، پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے شعلوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا، تو جو شخص خود کو جہنم کی آگ سے بچا سکتا ہے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ تو وہ ایسا کرے، جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ لوگوں سے اچھی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو بچالے، کیوں کہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا دیا جائے گا اور تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت۔

محمد منیف رضا برکاتی ابن مولانا محمد حنیف خاں صاحب

۹۲/ ۸۶ء

میں اپنا وقت کیسے گزارتا ہوں

میں صبح کے پانچ بجے بیدار ہوتا ہوں، پھر ضروریات سے فارغ ہو کر فجر کی نماز پڑھتا ہوں، اس کے بعد کلام پاک کی تلاوت کرتا ہوں، پھر مدرسہ کا سبق پھیرتا ہوں، اس کے بعد ساڑھے سات بجے ناشتہ کرتا ہوں اور ساڑھے آٹھ بجے مدرسہ میں حاضر ہوتا ہوں، پھر میں اپنی درسگاہ میں شامل ہوتا ہوں، درس کی شروعات انگلش سے ہوتی ہے جو ماسٹر عمران صاحب پڑھاتے ہیں، دوسری کتاب جواہر المنطق ہے جو مولانا رفیق عالم صاحب پڑھاتے ہیں، تیسری کتاب ہدایۃ النحو ہے جو والد ماجد مولانا حنیف صاحب پڑھاتے ہیں، چوتھی کتاب علم الصیغہ جو مولانا مشکور صاحب پڑھاتے ہیں، پانچویں کتاب (قصص النبیین) جو مولانا عبد السلام صاحب پڑھاتے ہیں، چھٹی گھنٹی مشق مضمون نگاری کی ہے، یہ بھی مولانا عبد السلام صاحب کے پاس ہے، ساتویں کتاب نور الایضاح جو مولانا شکیل صاحب پڑھاتے ہیں، اور ایک بجے چھٹی ہوتی ہے، اور ڈیڑھ بجے تک گھر واپس آجاتا ہوں۔ پھر دو بجے نماز ظہر ادا کرتا ہوں، نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھانا کھاتا ہوں پھر سو جاتا ہوں اور ساڑھے چار بجے اٹھ کر نماز عصر ادا کرتا ہوں، پھر کرکٹ کھیلتا ہوں مغرب تک، مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے مدرسہ کا سبق یاد کرتا ہوں عشاء تک

، پھر نماز عشا ادا کرتا ہوں اس کے بعد کھانا کھاتا ہوں، پھر گیارہ بجے تک اپنا سبق یاد کرتا ہوں اور پھر سو جاتا ہوں۔

محمد منیف رضا برکاتی ابن مولانا محمد حنیف خاں صاحب

جامعہ نوریہ رضویہ کا تعارف

مرکز اہل سنت بریلی شریف میں کئی بڑے مدارس ہیں ان میں چار مدارس بہت مشہور ہیں۔ان کے نام یہ ہیں۔ منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعۃ الرضا اور جامعہ نوریہ رضویہ۔

یہاں پر جامعہ نوریہ رضویہ کا مختصر تعارف لکھا جاتا ہے

جامعہ نوریہ رضویہ کے مہتمم نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی ہیں۔

یہ مدرسہ ۱۹۸۴ء میں قائم ہوا، فی الحال جامعہ نوریہ رضویہ ۱۰ر بیگھے میں قائم ہے، جس میں درس نظامی اور پرائمری درجات کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا سالانہ جلسۂ دستار فضیلت "عرس رضوی" کے سنہرے موقع پر ۲۴ر صفر المظفر کو منعقد ہوتا ہے۔

جامعہ کے موجودہ اساتذہ کی تعداد: فی الحال جامعہ میں ۱۵ر اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کے علاوہ ایک باورچی بھی ہے جو مدرسہ کے طلبہ کے لئے کھانا تیار کرتا ہے۔

طلبہ کی تعداد:

اس وقت لگ بھگ (۱۵۰) طلبہ جامعہ میں زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ میں رہنے سہنے اور کھانے کا بھی معقول انتظام ہے۔

جامعہ کے حالیہ شعبے: درس نظامی، اس میں اعدادیہ درجہ فضیلت تک تعلیم ہوتی ہے، درس عالیہ، شعبہ الہ آباد بورڈ سے وابستہ ہے جس کے تحت منشی، مولوی، کامل، عالم اور فاضل کے امتحانات کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ اور اس میں پرائمری اسکول کے کلاس درجہ ۵ر تک قائم ہیں جن میں محلہ کے بچے زیر تعلیم ہیں۔

دار الافتاء:

اس شعبہ میں عالمی سطح سے آنے والے مختلف سوالات کے جوابات اور فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں۔

عمارت جامعہ: جامعہ نوریہ رضویہ کی عمارت دو منزلہ ہے۔ پہلی منزل میں کئی کمرے اور کئی ہال ہیں۔ اور دوسری منزل میں بھی بہت کمرے ہیں۔

محمد منیف رضا برکاتی ابن مولانا محمد حنیف خاں صاحب، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

اخبارات کی رپورٹیں

یہ اخباری رپورٹ ہے صحافت اخبار کی

مولانا منیف رضا کے سانحہ ارتحال پر الجامعۃ الاشرفیہ میں تعزیتی جلسہ کا انعقاد

مبارک پور اعظم گڑھ (نامہ نگار): تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام عزیز المساجد میں تعزیتی اجلاس کا انعقاد معروف عالم دین مفتی عبد الوحید شیخ الحدیث جامعہ غازیہ فیض العلوم بہرائچ، مولانا محمد قاسم علوی ٹیابرج کولکاتا اور مولانا منیف رضا بریلی شریف کے سانحہ ارتحال پر تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس الجامعۃ الاشرفیہ کی عزیز المساجد میں انعقاد کر کے مرحومین کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اجلاس کا آغاز مولانا قاری محمد رضا کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔

اس موقع پر مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مذکورہ مرحومین کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مولانا عبد الوحید ایک باعمل عالم دین، انتہائی بااخلاق ہونے کے ساتھ ہی انتہائی منکسر المزاج تھے، پوری زندگی درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ بھی ہیں۔ موصوف نے مزید کہا کہ مولانا محمد قاسم علوی ایک متحرک فعال قائدانہ صلاحیت کے مالک عالم دین تھے، کولکاتا کے علاقے میں ان کی بے پناہ دینی، سماجی، ملی وسیاسی خدمات ہیں، آپ کے انتقال سے نہ صرف اس علاقے بلکہ جماعت اہل سنت میں بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ مولانا نے آگے کہا کہ مولانا محمد منیف رضا مصنف تصانیف کثیرہ، ماہر رضویات، عالم دین مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی کے بہت ہونہار صاحبزادے تھے۔ اکیڈمی میں زیادہ تر علمی کام آپ ہی سنبھالتے تھے، آپ کے انتقال سے نہ صرف آپ کے والدین، اہل خانہ بلکہ جماعت اہل سنت بالخصوص جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ اور طلبہ غم زدہ ہیں اور تینوں مرحومین کی مغفرت اور سعادت اخروی کے لیے دعاگو ہیں۔ اخیر میں مولانا عبد الحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ نے بالخصوص ان تینوں مرحومین کے لیے

دعائے مغفرت اور امت مسلمہ کے لیے دعا خیر اور ملک وملت کی امن وسلامتی کے لیے دعا فرمائی۔ اس موقع پر مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا عبد اللہ مصباحی، مولانا حبیب اللہ ازہری، مولانا اسلم مصباحی، مولانا محمد انوار مصباحی اور قاری ابوذر وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں دیگر اساتذہ اور جملہ طلبہ موجود تھے۔

نوٹ: یہ خبر روزنامہ "انقلاب" میں بتاریخ ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۶ء کے شمارہ میں چھپ چکی ہے۔

عالم وحافظ محمد منیف رضا سپردِ خاک

دینی مدارس میں ایصال ثواب کی محفلیں منعقد ہوئیں، مرحوم نے رضویات میں تاریخی کاموں کو انجام دیا: مفتی سلیم نوری

رخشندہ عظیم

بریلی: ناشر رضویات فخر بریلی مفتی حنیف رضا خاں کے بڑے صاحبزادے حافظ منیف رضا خاں کی نماز جنازہ امام احمد رضا اکیڈمی پر ان کے والد محترم علامہ مفتی محمد حنیف رضا خاں نے ادا کرائی۔ ان کی نماز جنازہ میں تقریباً ۵۰۰ر علمائے کرام، رامپور، بریلی، مرادآباد، سنبھل، دہلی وغیرہ سے تشریف لائے، وہیں درگاہ اعلیٰ حضرت سے شہر قاضی عسجد رضا خاں، مولانا منان رضا خاں، درگاہ اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین احسن میاں، مفتی صالح، شاہد میاں، مبارک پور کے شیخ الحدیث علامہ محمد احمد مصباحی، مولانا صغیر احمد جوکھن پوری، مولانا مختار احمد بہیڑوی، مولانا تطہیر، مولانا انوار احمد قادری دہلی وغیرہ خصوصی طور سے شامل رہے، نماز جنازہ میں بڑی تعداد میں شامل لوگوں کی وجہ سے نماز کے دوران سی بی گنج وقلعہ پل سے آنے والے ٹریفک کو ون وے کر دیا گیا۔

عالم وحافظ منیف رضا کو بعد نماز عصر جاگرتی نگر میں مفتی حنیف صاحب کے خالی پڑے پلاٹ میں ہزاروں نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا، وہیں درگاہ اعلیٰ حضرت پر سبحانی میاں کی سرپرستی واحسن میاں کی صدارت میں ایک تعزیتی میٹنگ کا انعقاد کرتے ہوئے ایصال ثواب کیا گیا۔ سبحانی میاں نے کہا کہ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ ایک بہت بڑا غم ہے، مفتی سلیم نوری نے کہا کہ امام احمد رضا اکیڈمی میں اب تک رضویات پر جتنی بھی کتابیں شائع ہوئیں ان کی کمپوزنگ مرحوم منیف رضا ہی کیا کرتے تھے اور یہ کام انہوں نے ۱۴ر سال کی عمر سے ہی شروع کر دیا تھا، اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے پیر خانہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین امین میاں، نجیب میاں، چیف انکم ٹیکس کمشنر اشرف میاں، سید عثمان میاں، البرکات کے جوائنٹ سکریٹری احمد مجتبیٰ وغیرہ نے بھی تعزیت پیش کی۔

Postal Regd.NO.MCE/57/2015-2017 R.N.I. NO. 57110/93

THE INDIAN MUSLIM TIMES WEEKLY

Office Add.: 52 Dontad Street, 1st Floor, Khadak, Mumbai-9

VOL:21, ISSUE NO: 31 DATE 02 January to 08 January 2017 Rs.2/-

مولانا محمد حنیف خان بریلوی کو صدمہ

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے بانی وصدر حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی کے جواں سال شہزادے مولانا منیف رضا کا آج دوپہر ۱۱:۱۵ بجے دہلی کے AIMS اسپتال میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کی عمر ۲۳ر سال تھی اسی سال ان کی عرس رضوی کے موقع پر ان کے سر پر دستار عالمیت باندھی گئی تھی مولانا موصوف حافظ قرآن بھی تھے اور فتاویٰ رضویہ شریف کی ۲۲ جلدوں پر اپنے والد کا ہاتھ بھی بٹایا کمپیوزنگ کا بہت سا کام بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور حضرت مولانا اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے جمعرات کو شب میں ۱۰:۰۰ر بجے رضا اکیڈمی کی جانب سے نوری محفل میں مجلس ایصال ثواب ہوگی۔

ا/ربیع الثانی، ۱۴۳۸ھ • جلد نمبر ۵ • شمارہ ۴
nuary 17, 2017 • Vol. No. 5 • Issue No.04

مولانا منیف رضا کے انتقال پر محفل ایصال ثواب کا انعقاد

نئی دہلی (اسٹاف رپورٹر) آج بعد نماز فجر دارالعلوم غوث الثقلین نیو سیلم پور میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور ایصال ثواب کی محفل منعقد کی گئی، جس کی صدارت مفتی محمد اشفاق حسین قادری اور نظامت قاری جمشید عالم نے کی۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام الٰہی سے قاری فہیم رضا نے کیا۔ مولانا عبدالواحد قادری نے کہا کہ مولانا منیف رضا کو آج ہم سے جدا ہوئے ۲۰ روز ہو چکے ہیں، مرحوم کا عین شباب میں رخصت ہونا عظیم خسارہ ہے۔ مفتی محمد اشفاق حسین قادری نے اپنے تاثرات میں کہا کہ وہ نہایت ذی ہوش ملنسار اور کم گو انسان تھے۔ انہوں نے کہ فتاویٰ رضویہ کی جدید کمپوزنگ جو تقریباً سولہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے کرائی۔۔۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم صاحب جامع الاحادیث علامہ مفتی محمد حنیف خان کی نرینہ اولادوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام سوگواران کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ منظوم خراج عقیدت قاری صغیر احمد رضوی اور قاری قمر نے پیش کیا۔ مولانا عبدالجلیل نظامی نے صلوٰۃ وسلام کے بعد خصوصی دعا کرائی۔ مولانا توفیق، قاری زاہد رضا، انجینئر امجد رضا، حافظ سراج احمد وغیرہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

فرزندِ صاحب جامع الاحادیث کیلئے محفل ایصال ثواب

نئی دہلی (نامہ نگار) آج بعد نماز فجر دارالعلوم غوث الثقلین نیو سیلم پور میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا ،بعدہٗ ۹ ربجے ایصال ثواب کی محفل منعقد کی گئی۔ جس کی صدارت مفتی محمد اشفاق حسین قادری اور نظامت کے فرائض قاری جمشید عالم نے انجام دئے۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام الٰہی سے قاری فہیم رضا نے کیا۔ مولانا عبدالواحد قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ مولانا منیف رضا کو آج ہم سے جدا ہوئے ۲۰ ر روز ہو چکے مگر ان کی رحلت کا یقین نہیں ہوتا، مرحوم کا عین شباب میں رخصت ہونا ملت اسلامیہ کے عظیم خسارہ ہے۔ مفتی محمد اشفاق حسین قادری نے اپنے تاثرات میں کہا کہ مرحوم سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ نہایت ذی ہوش ملنسار اور کم گو قسم کے شخص تھے۔ اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے۔ انہوں نے کہ فتاویٰ رضویہ شریف کی جدید کمپوزنگ اور سیٹنگ جو تقریباً سولہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا مرحوم کی محنت شاقہ سے ہی اتنی جلد منصۂ شہود پر آسکی۔ مفتی اشفاق نے آگے بتایا کہ مولانا مرحوم صاحب جامع الاحادیث حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان کی نرینہ اولادوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام سوگواران اہلسنت کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار میں جگہ ارزانی فرمائے۔ منظوم خراج عقیدت قاری صغیر احمد رضوی اور قاری قمر نے پیش کیا۔ مولانا عبدالجلیل نظامی نے صلوٰۃ وسلام کے بعد خصوصی دعاء فرمائی۔ مولانا توفیق، قاری زاہد رضا، انجینئر امجد رضا، حافظ سراج احمد وغیرہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ اس موقع پر اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

داستان الم بزبانِ قلم

سوگوار: صغیر اختر مصباحی۔ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

ابھی سے رختِ سفر باندھ کے چلے ہو کہاں
ابھی تو وقت ہے، کچھ دیر اور ٹھہرو میاں!

ابھی تو انجمن آراستہ ہوئی ہے منیف
ابھی خوشی بھی تمہاری نئی خوشی ہے منیف

ابھی تو تشنۂ تشکیل کام اور بھی ہیں
ابھی نہ جاؤ، کئی کام زیر غور بھی ہیں

تمہاری فکر ابھی اور تام ہو نا ہے
تمہیں زبان زدِ خاص وعام ہونا ہے

نہ جاؤ، مان بھی جاؤ، تمہیں تمہاری قسم
چلے گئے تو بھلا کیسے رہ سکیں گے ہم

عجب تھا نشۂ دیدِ بہارِ باغِ ارم
زہے الم! یہ گزارش نہ روک پائی قدم

تمہاری خلد کے باغات پر نظر ہی رہی
گزارشِ دلِ پُرشوق بے اثر ہی رہی

سنی ضرور، مگر سن کے ان سنی کردی
چلے گئے، رہِ ہستی میں تیرگی کردی

تمہارا کیا؟ مزے جنت کے لے رہے ہوگے
خزاں ندیدہ بہاروں میں گھومتے ہوگے

خبر ہماری بھی لو، ہم پہ کیا گزرتی ہے
شبِ حیات اجالوں کو اب ترستی ہے

ہو جیسے مردنی چھائی، تمہاری رخصت پر
سر اشکِ خوں ہے رواں، ناگہانی رحلت پر

کلی کلی یہاں ہوش و حواس باختہ ہے
صدا صدا یہاں جیسے گلوگرفتہ ہے

بڑا اداس ہے گلشن، تھے چہچہے جس میں
بڑی خموش ہے محفل، تھے قہقہے جس میں

نفس نفس ہے بڑا سوگوار آج یہاں
ہے چہرہ چہرہ بڑا غم شمار آج یہاں

سبھی اساتذہ، ماں، باپ، دوست، بھائی، بہن
خوشی سے خوش تھے، ہوئے غم سے غم زدہ ہمہ تن

چچا، عزیزو اقارب بھی آہیں بھرتے ہیں
عجیب درد سے حزن و ملال کرتے ہیں

سمجھ لو! سر سے قیامت گزر گئی ہے آج
کہ پارہ پارہ جگر صبر و آگہی ہے آج

یہ دل خراش حکایت کسے سنائیں بھلا
ہے کون صبر کی توفیق دے سوائے خدا؟

خدا کرے کہ رہو تم سدا خوش و خرم
ہمارے غم کو بھی مل جائے گا کبھی مرہم

ہجومِ کار تمہیں یاد ہی کرے گا سدا
ابھی بھی حسرتِ دل سے یہ آرہی ہے صدا

شریکِ کارِ "حنیفِ منیف" ہونا تھا
ابھی "منیف" تھے تم کو "حنیف" ہونا تھا

تمہاری جانا ہے ناقابل تلافی زیاں
بیاں کیا کرسکے اختؔر کی بے بساط زباں

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے کارنامہ

- امام احمد رضا اکیڈمی نے اب تک سیدنا اعلی حضرت کی چار سو سے زیادہ کتابیں جمع کرلی ہے۔
- اکیڈمی کی عمارت میں اب تک سیدنا اعلی حضرت پر دو ہزار کے قریب مختلف موضوعات پر مقالے اور پانچ سو سے زیادہ کتابیں جمع کی جاچکی ہیں۔
- اکیڈمی کی عمارت میں ۱۰۰ فٹ لمبا اور ۱۵ فٹ چوڑا ہال ہے جس میں عربی، اردو، انگلش، ہندی، گجراتی، بنگالی وغیرہ زبانوں میں دس ہزار سے زیادہ کتابیں موجود ہے جو ریسرچ اسکالروں کے لیے بہت بڑا ذخیرہ ہے۔
- اکیڈمی میں مخطوطات، قلمی کتابوں کے عکوس، اور قدیم کتابیں بھی خاص تعداد میں موجود ہیں۔
- اکیڈمی کے شعبہ نشر واشاعت سے اب تک ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔
- اکیڈمی کی عمارت میں طالبات کی دینی اور عصری تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم ہے جس مین ڈھائی سو سے زیادہ لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔
- اکیڈمی کی طرف سے اسکول اور کالج کے لڑکے لڑکیوں کے لیے اسلامک سمر کلاسیز کا پروگرام چلتا ہے جو مئی جون کی چھٹیوں میں چلایا جاتا ہے جس کے ذریعہ دینی تعلیم سے اب تک ہندوستان کے مختلف شہروں کے ایک لاکھ کے قریب لڑکے لڑکیاں فیضیاب ہو چکے ہیں۔
- اکیڈمی میں گورنمنٹ سے منظور شدہ اردو عربی ڈپلوما کورس بھی چلایا جاتا ہے اور ہر سال امتحان ہوتے ہیں۔
- اکیڈمی کی عمارت میں سب سے بڑھ کر یہ کام انجام دیا جارہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو جدید انداز میں کمپیوٹرائز کر کے منظر عام پر لایا جائے اور اب تک اس میں خاص کامیابی ملی ہے، فتاویٰ رضویہ کامل ۲۲؍ جلدیں چار کلر میں منظر عام پر آچکی ہیں، باقی کتابیں انشاء اللہ تعالیٰ صد سالہ عرس رضوی میں دو سال بعد ۱۴۴۰ھ میں منظر عام پر آئیں گی۔